www.novelsclubb.com
زینب
از قلم طیبہ ساجد
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

زینب

از قلم

طیبہ ساجد

www.novelsclubb.com

انتساب:

دنیا کی سب سے خوبصورت لیڈی

میری 'ماما' کے نام

www.novelsclubb.com

باب نمبر ا:

میں عورت رہی ہوں

ایک طویل وقت کے لئے

میری مسکراہٹ سے بچو

میں پرانے جادو سے غدار ہوں

اور دوپہر کا نیا غصہ

اپنے تمام وسیع مستقبل کے ساتھ

وعدہ

میں ہوں، عورت

اور سفید نہیں

(آڈرے لارڈ کی نظم 'ایک عورت بولتی ہے' سے اقتباس)

www.novelsclubb.com

آسمان کو کالے بادلوں نے اپنی آغوش میں چھپا دیا تھا۔دو روز کی شدید گرمی کے بعد آج اچانک کالے بادل آ گئے تھے اور ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔شہر کے کئی علاقوں میں بوندا باندی شروع ہو چکی تھی لیکن۔۔۔

اس علاقے میں ابھی زمین سوکھی ہی دکھائی دیتی تھی۔اسی کالونی کے ایک درمیانے درجے کے گھر میں نچلے پورشن کی کھڑکی سے وہ اندر ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی دیکھائی دے رہی تھی۔پنک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس سیاہ سلکی بالوں کو پونی ٹیل میں باندھ کر اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے لپ اسٹک اٹھا کر اپنے مخروطی ہونٹوں پر لگائی۔

www.novelsclubb.com

پھر اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے وہ انگوٹھی اٹھا کر پہنی جو غالباً فریش ہونے سے پہلے اس نے اتاری تھی۔وہ اس انگوٹھی کو چھ سال سے پہن رہی تھی۔وہ اتنی بیش قیمت نہیں لگتی تھی۔سادے رِنگ کے درمیان میں چھوٹا سا وائٹ کلر کا نگ جڑا تھا۔وہ بیش و قیمت نہیں تھی لیکن اس کے لئے قیمتی تھی۔فون بیل کی آواز پر وہ مڑی اور بیڈ کے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا۔

"ہیلو۔۔"

فون کو کان اور کندھے کے بیچ میں دبا کر وہ بیڈ پر پڑا اپنا ڈوپٹا اٹھا کر سیٹ کرنے لگی۔

"ہاں،ہاں شانزے میں تیار ہوں۔تم نے خیریت سے فون کیا؟"

اپنی بات کہہ کر وہ ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھا کر بریسلیٹ پہننے لگی جو کے اس کے ابو کا اس کے لئے آخری تحفہ تھا۔دوسری طرف کی بات سن کر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے پھر وہ معزرت خوانہ لہجے میں بولی۔

"سوری، یار شانزے کل رات میں تھک ہی اتنا گئی تھی کہ تمہاری بات ذہن سے نکل گئی۔"

پھر دوسری طرف کی بات سن کر فوراً بولی۔

"اچھا! ابھی تو آٹھ بجے ہیں۔ میں آتی ہوں۔ ڈیوٹی آورز تو ویسے بھی نو بجے سے شروع ہونے ہیں۔ تم گھر پر ہی رہنا۔"

کہہ کر وہ جلدی سے الماری کی طرف بڑھی۔

"اچھا، اچھا، خدا حافظ۔"

فون بند کر کے اس نے بیڈ کی طرف اچھالا اور الماری سے اپنا ہینگ کیا ہوا آوور آل وائٹ کوٹ اتار کر پہننے لگی۔ پھر اس نے اپنا بیگ اٹھایا اور اس میں ضرورت کی چیزیں ڈالنے لگی۔ موبائل، لپ اسٹک، پانی کی بوتل اور۔۔۔

جلدی سے بائیں طرف بھاگی۔ وہاں چھوٹی سائز کی بک ریک بنی تھی۔ اس میں کتابیں پڑی تھیں۔ نیچے بیٹھ کر اس نے وہ کتاب ڈھونڈھنی چاہی جو کل وہ دادی کو سنا

www.novelsclubb.com

رہی تھی اور۔۔

آخری ریک میں اسے وہ بُک مل گئی۔ 'راجہ گدھ' از قلم 'بانو قدسیہ'۔ جلدی سے اس نے وہ بھی اپنے بیگ میں ڈالی اور ایک کتاب جو وہ کبھی رکھنا نہیں بھولتی تھی۔ اس کی نظر تکیے کے پاس اٹھی تو اس نے وہ کتاب بھی اٹھائی۔ جس پر سنہری حروف میں عنوان کا نام لکھا تھا۔ 'زینب'۔ کل رات بھی وہ یہی کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئی تھی۔

جلدی سے اس کتاب کو بھی بیگ میں ڈال کر ایک ہاتھ میں چابیاں اور دوسرے میں بیگ پکڑتی وہ باہر کو بھاگی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اسلام علیکم! اماں۔"

گھر کا دروازہ بند کرتے وقت اس کی نظر ساتھ گھر کے باہر بیٹھی ہوئی بزرگ خاتون پر پڑی تو اس نے ہر روز کی طرح سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام! بیٹا آج جلدی نہیں جا رہی۔؟"

گلی محلے میں سب کو پتہ تھا کہ وہ اس گھر میں اکیلی رہتی ہے اور نو بجے اس کی ڈیوٹی شروع ہوتی ہے اور ساڑھے آٹھ گھر سے نکلتی ہے۔آج آٹھ بجے سے پہلے نکلتے دیکھ کر اماں نے اس سے پوچھا تھا۔

"اماں، شانزے کا بھائی ہے نہ موئیز، اس کی طبیعت نہیں ٹھیک۔وہ کہہ رہی تھی گھر چکر لگا لینا۔اس کے امی، ابو بھی میرا پوچھ رہے تھے۔"

اور یہ بھی سب جانتے تھے کہ اس کے گھر صرف اس کی دوست شانزے ہی آتی تھی۔

"اچھا، بیٹا، دھیان سے جانا۔آج کل حالات ویسے ہی خراب ہیں۔"

"جی اماں۔"

وہ تابعداری سے سر ہلا کر گاڑی کی طرف بڑھی۔گاڑی میں بیٹھ کر وہ زن سے گاڑی آگے بھگا لے گئی۔

"بسس، اللہ ہی اس بچی کو اس کے صبر کا اجر دے۔پتہ نہیں گھر والے کہاں ہیں۔

www.novelsclubb.com

بچی کو اس دنیا میں اکیلا کر دیا۔“

پیچھے اماں اس کی حالت پر تبصرہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیونکہ بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔

”سوری یار، میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔“

شانزے کے گھر پہنچ کر وہ لان میں سبزہ زار پر چلتی اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ وہ جو اسے پھر سے کال کرنے ہی والی تھی اسے دیکھ کر جلدی سے اس کی طرف آئی۔ چھبیس، ستائیس سال کی وہ خوش شکل اور سادہ سی لڑکی تھی جو اس وقت شکایتی انداز میں اس کی طرف آئی تھی۔

”کام کو اتنا سر پر سوار کرو گی تو اسی طرح باتیں بھولنے لگے گی۔“

اس کے گلے لگتے ہوئے وہ شکایتی انداز میں بولی۔

”اچھا، جلدی اندر چلو۔ مجھے پھر نکلنا ہے۔ ایک منٹ بھی دیر ہوئی تو دادی بہت

www.novelsclubb.com

بولیں گی۔"

"اچھا چلو، ایک تو میں تمھاری اس دادی سے بہت تنگ ہوں۔ ایک تو عجیب شوق ہیں اُنہیں اوپر سے یہ عجیب باتیں۔۔۔"

شانزے اسے ساتھ لئے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"نہیں یار، عجیب نہیں ہیں وہ۔ بہت اچھی باتیں کرتیں ہیں وہ۔ سید ھادل میں اترتی ہیں۔"

"اتنی خون کی نالیاں جو سید ھادل میں اترتی ہیں۔"

دیکھو، ان کا مزاق نہیں بنانا۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

لاؤنج کا منظر دیکھ کر اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ اس کے چہرے پر خفگی کی جگہ حیرت نے لے لی۔ لاؤنج کو غباروں، رنگ برنگی لائیٹوں اور مختلف قسم کی لڑیوں سے سجایا گیا تھا۔ لاؤنج کے وسط میں گول میز پر کیک رکھا تھا۔ پیچھے دیوار پر بیلونز سے 'ہیپی برتھ ڈے زخرف' لکھا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔۔۔۔"

کچن سے ایک ادھیڑ عمر مرد اور ایک درمیانی عمر کی عورت کے ساتھ ایک بیس، اکیس سالہ لڑکا لاؤنج میں آتے ہوئے اسے وِش کر رہے تھے۔شانزے بھی ان کے ساتھ مل کر آہستہ آہستہ تالیاں بجاتے ہوئے اسے،ہیپی برتھ ڈے کہنے لگی۔ اب چوکھٹ کے درمیان وہ اکیلی کھڑی ان سب کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"آؤ، زخرف بیٹا آؤ، کیک کاٹو۔"

اُن صاحب نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو غالباً شانزے کے والد تھے۔وہ خاموشی سے چلتی ہوئی میز کی قریب آئی پھر اس نے انکل، آنٹی سے پیار لیا۔

"ہمیشہ خوش رہو۔"

انہوں نے اسے دعا دی۔پھر اس نے پھیکی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کیک کاٹا۔وہ بار بار شانزے کی طرف بھی دیکھتی جو اس سے نظریں چُرا رہی تھی۔سب نے مل کر کیک کھایا۔

''شانزے، تم مجھے بتادیتی۔۔۔۔''

جب شانزے نے اس کی طرف تحفہ بڑھایا تو اس نے شکایتی انداز میں اسے دیکھ کر کہا۔

''ہاں تاکہ تم انکار کردیتی اور پھر ہمارا پلان خراب ہوتا۔''

''لیکن پھر بھی شانزے، اب ہر سال اچھا نہیں لگتا۔''

''بیٹا، آپ بھی ہماری شانزے کی طرح ہو۔ آپ کو اچھا لگے یا نہ لگے لیکن ہمیں اچھا لگتا ہے۔''

شانزے کے والد نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس سنجیدہ طبیعت کے مالک انسان تھے۔ وہ بڑی شفقت سے زینب کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''میں تو اتنا کہتی ہوں ادھر ہی آجاؤ۔ وہاں اکیلے گھر میں کیوں رہتی ہو۔ لیکن یہ سنتی ہی نہیں۔''

شانزے کی امی نے بھی شفقت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کتنی دفعہ کی کہی بات پھر دہرائی تو زخرف نے بے اختیار تھوک نگلا۔ گردن میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔عام لڑکیوں کی طرح اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئے تھے۔

"چلیں ٹھیک ہیں آنٹی میں چلتی ہوں۔ٹائم کافی زیادہ ہو گیا ہے۔"

مزید ایسی باتوں سے بچتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم ہمیشہ اس بات سے پہلو بچاتی ہو۔بیٹا سوچنا ضرور اس بارے میں۔"

آنٹی نے ہر بار کی طرح کہا تھا۔اس نے حسبِ معمول سر اثبات میں ہلاتے ہوئے گفٹس والے بیگ اُٹھائے اور ان سب کو خدا حافظ کہتی باہر آئی۔شانزے پیچھے ہی آئی۔

"زخرف۔۔۔۔زخرف۔۔۔۔بات سنو۔"

زخرف نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ لان میں بھاگتی ہوئی اس تک آئی۔پھولی ہوئی سانسوں کو نارمل کرتے ہوئے وہ بولی۔

www.novelsclubb.com

"خفا ہو گئی ہو۔۔؟"

"نہیں تمھیں کیا لگتا ہے مجھے خوش ہونا چاہیے۔شانزے چھے سال کافی عرصہ ہوتا ہے۔انہوں میں سے کسی نے پلٹ کر میرے بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا تو پھر تم لوگ کب تک میرا برتھ ڈے کیک کاٹتے رہو گے۔ تمھیں یاد ہو گا پچھلے سال بھی ہماری اسی وجہ سے کتنی لڑائی رہی تھی اور پھر پورا ایک ہفتہ ہم نے ایک دوسرے سے بات نہیں کی تھی۔"

"ہاں،تو تم کب تک اُن سب کی وجہ سے اپنے اچھے دنوں کو خراب کرو گی۔"

شانزے نے بھی تیز آواز میں کہا۔

"میں ان کی وجہ سے کیوں کوئی دن خراب کروں گی۔میرا ویسے ہی کوئی دن منانے کو دل نہیں کرتا۔"

اس بات پر زخرف یک دم چلائی۔

"خود کو اچھی تسلی دے لیتی ہو تم۔اینی ویز تم اس وقت ٹھیک نہیں ہو۔ تمھیں دیر

ہو رہی ہے۔اس وقت تم جاؤ۔"

"یہی بہتر ہے۔"

زخرف کہہ کر مڑی اور گیٹ سے باہر نکل گئی۔شانزے نے افسوس سے اس کی پشت کو دیکھا۔پتہ نہیں کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس نے زخرف کو مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔اتنی پیاری لگتی تھی وہ مسکراتے ہوئے۔اللہ ہی جانتا تھا اس کی پُرانی دوست کہاں غائب ہو گئی تھی۔چار، پانچ سالوں سے وہ کوئی اور ہی زخرف دیکھ رہی تھی۔

سر جھٹک کر وہ اندر جانے کیلئے مڑی۔

اس نے اس محل نما گھر کے سامنے گاڑی روکی۔جلدی سے باہر نکلی اور پتھریلی روش پر بھاگتی ہوئی اندر آئی۔بے دھیانی میں وہ راہداری میں کھڑی محمل سے ٹکرائی۔

"آؤچ۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"آرام سے چلو۔۔"

محمل نے اسے بازو سے پکڑ کر گرنے سے بچایا۔

"اسلام علیکم !"

سلام کرتی وہ سیدھا اندر بھاگی تھی۔

"پتہ نہیں کونسے گھوڑے پر سوار تھی۔"

محمل سر جھٹکتی باہر جانے کیلئے مڑی۔اس نے جلدی سے کمرے کے باہر آکر دروازہ کھولا۔سامنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ دروازے کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

"پورا ایک منٹ اور چھبیس سیکنڈ لیٹ ہو تم۔"

زخرف نے گہری سانس لی۔دروازے کے ہینڈل کو پکڑا ہاتھ پہلو میں آگرا۔

"آپ بھی نہ۔۔۔۔ایک ایک منٹ کا حساب رکھتی ہیں۔"

سر جھٹکتے ہوئے زخرف اندر آئی اور آوور آل کوٹ سمیت اپنا سامان صوفے پر رکھتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

www.novelsclubb.com

وہ چہرے سے ستر، بہتر سال کی خاتون لگتی تھی۔ چہرے پر جھریاں بڑھنے کی وجہ سے وہ مزید ضعیف لگ رہی تھیں۔ البتہ ان کا چہرہ روشن تھا اور ان کی بھوری آنکھیں اس بات کی تصدیق کر رہی تھیں کہ وہ جوانی میں بہت پیاری ہوتی تھیں۔

زخرف نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دے کر اٹھایا۔ پھر باتھ روم کی طرف لے گئی۔ وہ باتھ روم میں چلی گئیں تو وہ جلدی سے مڑی اور کمرے کی چیزیں سمیٹنے لگی۔ ان کے باہر آنے تک وہ بیڈ شیٹ ٹھیک کر کے میز سے چیزیں اٹھا کر سمیٹ چکی تھی۔

وہ کھڑکیوں کے آگے سے پردے ہٹا رہی تھی جب انہوں نے اسے آواز دی۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں تھاما اور بیڈ پر بٹھایا۔ پھر اس نے شلف سے اٹھا کر انہیں قرآن پکڑایا۔ روزانہ کا یہی معمول تھا۔ اب وہ قرآن پڑھیں گی اور وہ ان کو صوفے پر بیٹھ کر دیکھے گی۔

بشریٰ اماں کو کچھ عرصہ پہلے دائیں بازو پر فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ پہلے زخرف انہیں

ہسپتال میں ہی ٹریٹمنٹ دیتی تھی پھر انہیں ڈسچارج کیا تو ان کے بڑے بیٹے محمود (جن کے ساتھ وہ رہتی تھیں) نے ڈاکٹرز سے بات کر کے زخرف کو ان کی حالت بہتر ہونے تک ان کی دیکھ بھال کیلیۓ رکھ لیا۔اب وہ صبح نو بجے ان کے گھر آتی اور دوپہر تین بجے سے شام سات بجے تک ہوسپٹل میں ڈیوٹی دیتی تھی۔ تین ماہ سے یہاں آتے جاتے زخرف کا یہاں کے گھر والوں سے اپنائیت کا رشتہ بن چکا تھا۔ بشریٰ اماں کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ لیکن زخرف صرف محمود صاحب،ان کی بیگم اور بچوں سے واقف تھی۔ باقی اگر ان کی بیٹی گھر آتی بھی تھی تو زخرف ان سے کبھی نہیں ملی تھی۔

www.novelsclubb.com

محمود صاحب کے تین بچے تھے۔ محمل، حمزہ اور اُحد۔ حمزہ کی شادی ہو گئی تھی اور اس کی ایک چار سال کی بیٹی تھی۔ محمل اور اُحد ابھی پڑھ رہے تھے۔

اسے بالکل بھی آج کا دن یاد نہیں تھا۔ اگر شانزے وہ سب نہ کرتی تو اسے یاد بھی نہ

آتا کہ آج اس کا برتھ ڈے ہے۔اس کا اب زندگی میں فلحال ایک ہی مقصد تھا۔

ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے لوگوں کی جان بچانا اور بس۔۔۔۔۔

ابھی بھی وہ ہوسپٹل سے آئی کوئی کال سن رہی تھی۔فون بند کر کے اس نے دادی کو دیکھا۔بشریٰ اماں کے کہنے پر ہی اس نے انہیں دادی کہنا شروع کیا تھا۔

"آجاؤ بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔کتاب پڑھیں۔"

اسے دیکھتا پا کر انہوں نے کہا۔اس نے بے اختیار گھڑی دیکھی۔

"دادی،ابھی تو ساڑھے گیارہ ہوئے ہیں۔آپ بارہ بجے سنتی ہیں۔"

"نہیں،آج ابھی سنا دو۔بس کچھ صفحات باقی ہیں اس کتاب کے۔آج مکمل کر دو اسے۔"

"جی،اچھا۔۔۔"

کہہ کر اس نے بیگ سے کتاب نکالی اور بیڈ پر آ کر ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔پھر وہ پڑھنے لگی اور وہ سننے لگی۔باہر لاؤنج میں آؤ تو محمل صوفے پر بیٹھی ناک پر پھسلتی

www.novelsclubb.com

عینک کو پیچھے کرتے ہوئے نیچے جھکی اور کارپٹ پر گرا ریموٹ اٹھایا۔

"تم آج یونی کیوں نہیں گئی۔۔۔؟"

اُحد نے پیچھے سے آکر اس کے ہاتھ سے ریموٹ اُچکتے ہوئے پوچھا۔

"میری مرضی۔۔۔۔"

محمل سے تنک کر کہا۔

"ہاں ضرور آج کوئی پریزنٹیشن ہو گی اور تمھاری تیاری نہیں ہو گی اس لئے تم نے کہا چھٹی کر لی جائے۔"

"میرا خیال ہے تم اپنا بہانہ سنا رہے ہو۔ تم بھی تو آج گھر میں پھرتے نظر آرہے ہو۔"

"بات تو سچ ہے مگر بات ہے رُسوائی کی۔۔۔۔۔۔"

اُحد نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے کہا۔ محمل نے بے حد افسوس سے اسے دیکھا۔

"شرم کر لو۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"تمھیں آتی ہو تو تم کر لو۔چھپکلی نہ ہو تو۔۔۔۔"

اُحد نے فوراً کہا۔محمل کے تو سر پر لگی تلووں پر بجھی۔

"امی دیکھ لیں۔مزاق اڑا رہا ہے میرا۔"

"اُحد باز آؤ۔"

کچن سے مہوش بیگم کی فوراً آواز آئی تھی۔

"بس رو تو پارٹی شروع۔۔۔مجھے ایک بات تم ہر بات میں امی کو کیوں بیچ میں لے آتی ہو چھپکلی۔۔۔۔۔"

محمل نے جواباً گود میں رکھا کشن اٹھا کر اسے مارا جسے اس نے سرعت سے کیچ کر لیا۔محمل غصے سے پیر پٹختی اٹھی کچن کی طرف بڑھی۔پیچھے اُحد کا بے ساختہ قہقہ بلند ہوا۔واپس اندر کمرے میں آؤ تو کمرے کے در و دیوار اور کمرے میں موجود اشیاء خاموشی سے زخرف کو پڑھتا سن رہی تھیں۔صرف گھڑی کی ٹِک ٹِک تھی جو مسلسل چل رہی تھی کیونکہ وقت کبھی رُکا نہیں کرتا۔ہم انسان ہی رُک جاتے ہیں

ٹھہر جاتے ہیں کسی ایسے لمحے کی زد میں آکر خود کو روک لیتے ہیں جس پر بعد میں ہمیں بے حد پچھتاوا ہوتا ہے۔

چند ساعتیں اور بیتیں تو کمرے کی در و دیوار نے زخرف کو کتاب بند کرتے دیکھا۔

"فائنلی، ایک اور سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ کتاب بھی آج مکمل ہو گئی۔ اب نئی کتاب بتادیں کونسی پڑھے پھر میں کل کو وہ لے آؤ گی۔"

زخرف نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا۔

"کوئی بھی لے آنا جیسے ہر بار لے آتی ہو۔"

"ویسے دادی آپ نے ان لکھاریوں کی ساری کتابیں جوانی میں پڑھ رکھی ہیں لیکن آپ پھر بھی یہی سن لیتی ہیں۔"

اب وہ ایک ہاتھ میں بیگ ٹیڑھا کر کے پکڑے کتاب بیگ میں ڈال رہی تھی۔

"بیٹا، کوئی کتاب یہ تو نہیں کہتی نہ کہ مجھے دوسری دفعہ نہ پڑھو۔ اچھی کتاب کو دو دفعہ نہ پڑھو تو اس کتاب میں دیئے ہوئے علم کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اور ویسے بھی جو

چیز آپ کیلئے بہتر ہو اللہ اسے خود ہی بار بار آپ کی راہ میں لاتا ہے۔"

زخرف کے ہاتھ لمحے بھر کو تھم گئے۔بے اختیار اس کا ذہن صبح ہوئے واقع کی طرف گیا۔تو کیا شانزے کے گھر والے اس کیلئے بہتر تھے۔۔؟

"زخرف۔۔"

انہوں نے اسے رکے دیکھ کر پکارا تو وہ چونکی۔ہاتھ میں پکڑے ٹیڑھے بیگ کو جھٹکا لگا اور سارا سامان نیچے گر گیا۔

"اُف۔۔"

ماتھے پر ہاتھ مار کر وہ نیچے جُھکی اور سامان سمیٹنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"زینب۔۔"

اس کے ہاتھ پھر تھمے۔ان کی آواز پر نہیں ان کے الفاظ پر۔۔ان کو کیسے۔۔۔۔۔

"اب ہم یہ کتاب پڑھے گے۔میں نے کافی مرتبہ تمھارے بیگ میں یہ کتاب دیکھی ہے۔لگتا ہے تم کافی پڑھتی ہو۔"

زخرف نے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو دیکھا۔ پھر اس نے گہری سانس لی۔ اچھاااااتو وہ اس کی بات کر رہی تھی۔ پھر وہ سر جھٹک کر بولی۔

"چھوڑیے دادی، آپ نے اتنے اچھے اچھے رائیٹرز کی کتابیں پڑھیں ہیں۔ بانو قدسیہ، اشفاق احمد، نسیم حجازی، اقبال، سعدی وغیرہ کی اور اب تو میں نے آپ کو نمرہ احمد کی بھی ساری کتابیں پڑھ کر سنائیں ہیں۔ یہ عام سے رائٹر کی کتاب ہے۔ یہ آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔"

"بیٹا اگر ہم مزاج سے ہٹ کر کام نہیں کریں گے تو ہمارے اندر برداشت کیسے پیدا ہو گی۔ کبھی کبھی مزاج سے ہٹ کر بھی کام کر لینے چاہیے۔ اپنے اندر صبر کے پیمانے کا اندازہ ہوتا ہے۔ خیر ادھر لاؤ۔ دکھاؤ مجھے یہ کتاب۔۔"

انہوں نے بات کے آخر میں زرا زور دے کر کہا۔ ناچار زخرف کو وہ کتاب انہیں دینی پڑی۔

"ہمم، زینب۔۔۔۔۔"

وہ کچھ دیر صفحے پلٹ پلٹ کر دیکھتی رہیں۔انہیں عام سی بھی کوئی کتاب مشکل سے ہی پسند آتی تھی۔

"دادی رہنے دیں۔۔۔"

"زخرف نے پھر کہا۔

"نہیں ہم کل سے یہی کتاب پڑھے گے۔"

دادی نے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہا۔زخرف نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔

"ٹھیک ہے۔لیکن ابھی تو دے دیں۔"

اسے پتہ تھا اب دادی نہیں مانیں گی اس لئے ہار مانتے ہوئے بولی۔انہوں نے وہ کتاب اسے پکڑا دی۔

وہ کتاب بیگ میں رکھ کر وہیل چیئر گھسیٹتی ہوئی لائی۔بشریٰ اماں کو سہارا دے کر اس نے چیئر پر بٹھایا اور باہر لان میں لے آئی۔موسم اچھا ہونے کی وجہ سے انہوں نے اسے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ آج باہر لان میں چلے گے۔ہلکی ٹھنڈی ہوا

www.novelsclubb.com

پتوں پر سے سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی۔ گھاس ہلکی سی گیلی تھی۔ چلتے ہوئے زخرف کو جوتے پہنے ہونے کے باوجود پاؤں گیلے ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

"دادی۔۔۔"

صبح والا واقعہ زخرف کے ذہن میں آیا تو اس متعلق ہر بار کی طرح دادی سے پوچھنے کیلئے اس نے انہیں پکارا۔

"ہاں بیٹا۔۔"

"دادی، ہم کیسے پتہ لگائے کہ کون ہمارے ساتھ کتنا مخلص ہے۔؟"

اس کی بات سن کر دادی نے لمحے بھر کو سوچا پھر بولی۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا، کون ہمارے ساتھ کتنا مخلص ہے یہ ہم پتہ نہیں لگائے گے یہ ہم ہر خود بہ خود ظاہر ہو جائے گا۔ کسی بھی وقت۔ بس انتظار کرو۔"

"اور اگر دادی، تب تک وہ ہمیں نقصان پہنچا چکا ہو تو۔۔۔۔"

زخرف کے ذہن میں کوئی آیا تھا اس لئے اس نے پوچھا۔ ٹھنڈی ہوا اس کے وجود

سے ٹکرا کر گزر رہی تھی۔ ہوا کے باعث اس کی سفید قمیض پیچھے کو اڑ رہی تھی۔ وہ وہیل چیئر کی پشت گھسیٹتی چلتی جا رہی تھی۔

"تو بیٹا یہ اللہ کے کام ہیں۔ ہمیں پھر اللہ کی رضا میں راضی ہو جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ کام ہمارے بھلے کیلیئے ہو۔"

دادی کی بات سن کر زخرف کے ہونٹوں پر تلخ مُسکراہٹ اُبھری۔ شانزے سہی کہتی تھی وہ مسکراتے ہوئے بہت پیاری لگتی تھی لیکن اگلے ہی لمحے وہ دوبارہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"غلطی تو غلطی ہوتی ہے نہ۔۔ پھر دادی جب ہم لوگوں کو ان کی غلطی بتاتے ہیں تو وہ اس کو مانتے کیوں نہیں ہیں۔ کیسے لوگ دوسروں کا دل دکھا کر اتنے خوش باش بنے پھرتے ہیں۔"

"کیونکہ بیٹا، یہی دنیا کا اصول ہے، یہاں کوئی اپنی غلطی نہیں مانتا۔۔۔۔"

بشریٰ اماں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور زخرف یک دم ساکت ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

ہاں یہاں کوئی اپنی غلطی نہیں مانتا پھر وہ کیوں بچپن سے کوشش کرتی رہی کہ وہ لوگ اپنی غلطی مانے۔اس نے کبھی ایسے سوچا ہی نہیں تھا۔زخرف کے دماغ میں باتیں گڈ مڈ ہو رہی تھیں۔ان باتوں سے تنگ آکر اس نے سر جھٹکا اور وہیل چیئر کا رُخ اندر کی طرف موڑا۔

رات کی سیاہی سارے میں پھیلی تو آسمان پر بادلوں نے ڈیرہ ڈال لیا۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔خاموشی اور تاریکی اس علاقے میں دور دور تک پھیلی تھی۔اس گلی کے آخر میں لگی سٹریٹ لائیٹ کی روشنی بھی تاریکی کو کم کرنے کیلیئے ناکافی تھی۔

دفعتاً سڑک پر دو ہیڈ لائیٹس کی روشنی نظر آئی اور پھر وہ آگے بڑھتی گئی۔گھر کے باہر لا کر اس نے کار روکی۔گھر کا گیٹ کھولنے کی غرض سے وہ باہر نکلنے لگی جب وہ یک دم چونکی۔دروازہ کھلا تھا۔وہ باہر نکلی اور دروازہ کھول کر دیکھا تو وہاں سائیڈ پر

www.novelsclubb.com

ریڈ کلر کی کار کھڑی تھی۔ایک گہری سانس لے کر وہ پلٹی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔گاڑی پارک کر کے وہ اندر آئی اور لاؤنج کی لائٹ جلائی۔صوفے پر بیٹھے وجود کو مکمل نظر انداز کرتی وہ کمرے میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ فریش ہو کر باہر آئی تو صوفے پر بیٹھا وجود ابھی بھی اُسی پوزیشن میں بیٹھا تھا۔وہ کچن میں چلی آئی۔کچھ کھانے کی غرض سے اس نے فریج کا دروازہ کھولا تو پہلے کھانے میں رکھے براؤنی کیک کو دیکھ کر چونکی۔پھر نچلے کھانے سے کل کا بچا ہوا سالن نکال کر اسے فرائی پان میں ڈالنے لگی۔

"تمھاری برتھ ڈے ہے آج۔۔۔"

"پتہ ہے مجھے۔کوئی نئی بات بتاؤ۔۔۔"

زخرف نے بے زاری سے اس کی بات کاٹی۔

"کیا میرے ساتھ مل کر اس دن کو سیلیبریٹ نہیں کرو گی۔"

"نہیں۔۔۔"

www.novelsclubb.com

فوراً جواب آیا تھا۔وہ اٹھا اور چلتا ہوا کچن تک آیا۔وہ اب اپنے لئے روٹی بنا رہی تھی۔

"دیکھو زخرف، کھانا بھی میں لے آیا ہوں اور کیک بھی ریڈی ہے۔کیوں اتنی ضد کر رہی ہو۔تمھارا دن ہے مناؤ اسے۔۔۔"

کچن کاؤنٹر کے قریب کھڑے ہو کر اس نے کہا۔اس کے وجود سے اٹھتی کلون کی مہک زخرف کی نتھوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"کس کے ساتھ آئے ہو تم یہاں۔۔۔؟"

زخرف نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ساتھ ہی روٹی کو توے پر ڈالا۔وہ اس وقت بلیک ٹراؤزر پر بلیک گھٹنوں تک آتی قمیض پہنے عام سے حلیے میں تھی۔بال گول مول جوڑے میں بندھے تھے۔جن میں سے لٹیں نکل کر چہرے کے اطراف میں گر رہی تھیں۔

"چھوٹے کے ساتھ آیا ہوں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔"

"پھر بھی تمھارے گھر میں کسی کو پتہ چل گیا کہ تم یہاں ہو تو مسئلہ ہو جائے گا اس

لئے جاؤ تم یہاں سے۔"

اس کی بات سن کر اس نے زخرف کو بازو سے پکڑ کر اس کا رُخ اپنے سامنے کیا۔

جھٹکا لگنے سے اس کے ڈھیلے جوڑے میں بندھے سیاہ بال کھل کر کمر پر بکھر گئے۔

"پہلے بھی تو میں یہاں آتا ہوں تب تو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔بس آج تم خود سے بیزار ہو اس لئے ایسا بول رہی ہو۔"

اس نے ابھی بھی زخرف کو بازو سے پکڑا ہوا تھا۔

"میرا بازو چھوڑو۔"

زخرف نے اب کی بار مزاحمت کی ناکام کوشش کرتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا۔

وہ نرم نہیں پڑنا چاہتی تھی لیکن صرف اس انسان کے سامنے وہ نرم پڑ جاتی تھی۔

اس کو نرم پڑتا دیکھ کر اس نے چولہا بند کیا اور اسے بازو سے پکڑے لاؤنج میں لایا۔

اسے ڈائیننگ ٹیبل پر بٹھا کر وہ کچن سے کھانا بھی اٹھا لایا۔

"دیکھو شاہ، میرا ابھی کچھ کھانے کو دل نہیں کر رہا۔"

www.novelsclubb.com

زخرف اسے کھانا لیتے آتا دیکھ کر بولی۔

"نو ایکسکیوز۔۔۔"

اس نے قطعی لہجے میں کہا تو زخرف کی ساری مزاحمت دم توڑ گئی۔ زخرف بالکل چپ ہو گئی۔ پھر دونوں نے چُپ چاپ کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب وہ اٹھ کر برتن اٹھانے لگا تب زخرف کو احساس ہوا کہ وہ آج کچھ زیادہ ہی 'بُرا' رویہ رکھ رہی ہے۔ وہ فوراً اٹھی۔

"میں کر دیتی ہوں۔"

"نہیں میں کر رہا ہوں۔ تم جا کر وہ ڈریس چینج کر آؤ۔"

برتن اٹھانے میں مگن وہ صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ زخرف نے گردن موڑ کر صوفے کی طرف دیکھا پھر اسے۔ جس نے اپنے گھر میں کبھی پانی کا گلاس بھی اٹھا کر نہیں پیا تھا اور اب اس کے برتن مگن انداز میں سمیٹ رہا تھا جیسے وہ اس سب کا عادی ہو۔ اسے شرمندگی نے آن گھیرا۔ پھر وہ ڈریس اٹھا کر کمرے میں

چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ چینج کر کے باہر آئی تو ایک لمحے کیلیئے اس کی آنکھیں چندھیا گئی۔ پھر اس نے آنکیں پوری طرح کھول کر دیکھنا چاہا۔لاؤنج کے وسط میں رکھے میز کے اوپر رنگ برنگی لائیٹس سے چھت بنی ہوئی تھی اور ان کے کونوں میں غبارے لگے تھے۔لائیٹس کے درمیان میں رنگ برنگی لڑیاں لٹکائی ہوئی تھی۔ بس درمیان میں وہی سکوائر کی جگہ روشن تھی۔ارد گرد بالکل اندھیرا تھا۔زخرف نے گردن گھما کر دیکھا اس وقت وہ اوپن ایئر کچن میں جھکا فریج سے کیک نکال رہا تھا۔سیدھا ہوتے ہوئے جب وہ فریج بند کر رہا تھا تو اس کی نظر دروازے میں کھڑی زخرف کی طرف اٹھی۔اسے دیکھ کر وہ حیرت میں نہیں ڈوبا تھا کیونکہ وہ اسے ہمیشہ ہی پیاری لگتی تھی۔

”آؤ ادھر، رُک کیوں گئی۔۔۔؟“

میز پر کیک رکھتے ہوئے اس نے کہا۔زخرف چل کر اس کے پاس آئی۔اس نے

www.novelsclubb.com

زخرف کو نائف پکڑائی۔زخرف نے مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کیک کاٹا۔ہاں، اب واضح ہوا تھا۔۔اس کے لیفٹ گال پر ہلکا ساڈمپل پڑتا تھا۔

شاہ نے اسے مسکراتے دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔وہ اس وقت گھٹنوں تک آتے سیاہ فراک میں ملبوس تھی۔جس کی آستین کلائیوں سے تنگ تھی۔نیچے ہم رنگ سیاہ چوڑی دار پاجامہ پہنے،ڈوپٹے کو دائیں کندھے پر ڈالے میک اپ کے نام پر ہلکی سی لپ اسٹک لگائے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔بال اس نے نفیس سے جوڑے میں باندھے تھے۔

"میرا گفٹ۔۔"

کیک کاٹ کر اس نے اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے بچوں کی سی معصومیت سے کہا۔وہ جو اسے دیکھ رہا تھا یک دم چونکا پھر اس کے ہاتھ سے نائف لیتے ہوئے بولا۔

"گفٹ کی بہت جلدی ہے تمھیں۔پہلے کیک تو کھالو۔"

پھر اس کا حصہ پلیٹ میں رکھ کر اسے پکڑایا تو زخرف نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے پلیٹ پکڑی۔

"شانزے کو میں نے ہی بولا تھا کہ صبح میں وہ سیٹ اپ ارینج کر لو۔ وہ رات کو ہی سیلیبریٹ کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے اسے روکا کیونکہ میں نے رات میں آنا تھا۔ تم اُس سے خفا مت ہو۔ وہ بھی تمھیں خوش دیکھنا چاہتی ہے۔"

کیک کھانے کے دوران اس نے مدھم آواز میں کہا تھا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتا تھا۔

زخرف نے اسے دیکھا پھر سر ہلا کر سمجھتے ہوئے بولی۔

"مجھے اندازہ تھا۔ یہ تمھارا ہی آئیڈیا ہو گا۔"

www.novelsclubb.com

"اچھا جلدی کرو۔ پھر تمھیں گفٹ بھی دینا ہے اور مجھے صبح تک گھر واپس بھی پہنچنا ہے۔"

وہ جلدی سے کیک کا بچا ہوا ٹکڑا منہ میں رکھ کر میز کو صاف کرنے لگا۔ زخرف نے پھر اٹھنا چاہا۔

”لاؤ، میں کر دیتی ہوں۔“

”نہیں، آج تم آرام کرو گی۔ یہ بندۂ ناچیز کس لئے ہے۔ یہ کرے گا آج آپ کے سارے کام۔“

اس نے تھوڑا سا آگے جھکتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔ وہ اس وقت بلیک ہی ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا۔ کوٹ اس نے کب کا اتارا ہوا تھا۔ شرٹ کی آستین کہنیوں تک موڑے وہ سب کام کر رہا تھا۔ بھورے بال اس کے ماتھے پر گر رہے تھے۔

”اب بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں تمھارے لئے۔“

سب کچھ سمیٹ کر اب وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

”میرے لئے یہی بہت ہے۔“

”شکر ہے اب تو تم مان گئی۔۔“

شاہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ پھر صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

"میں ابھی بھی نہیں مانی۔مجھے میرا برتھ ڈے گفٹ چاہیے۔"

"خدا کو مانو یار، اتنے گفٹ دیے ہیں تمھیں۔یہ بھی میرا ہی دیا ہوا تحفہ ہے۔"

اس نے زخرف کا ہاتھ پکڑ کر اس میں موجود رِنگ کو انگلی سے گھماتے ہوئے کہا۔

زخرف اس وقت بالکل مختلف لگ رہی تھی۔جیسی وہ دنیا کے سامنے ہوتی تھی ابھی اس چہرے والی رمق بھی اس کے چہرے پر دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔وہ بھی شاہ کے ساتھ پیچھے کو ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئی۔

"شاہ، دادی کہتیں ہیں انہیں 'زینب' کتاب پڑھنی ہے۔"

صوفے کی پشت پر سر رکھ کر اس نے اوپر لگی لائیٹس کو دیکھتے ہوئے کہا۔پچھلی بات کو اس نے نظرانداز کیا۔وہ کبھی کبھی ہی آتا تھا۔وہ ان لمحوں کو جینا چاہتی تھی۔

"اچھا۔۔۔"

وہ واضح چونکا۔یہ خبر اس کے لئے نئ تھی۔

"تو کیا تم وہ بُک نہیں پڑھنا چاہتی۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

”نہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن میں ’زینب‘ کا کردار اکیلی تو پڑھ سکتی ہوں لیکن کسی کے سامنے نہیں۔“

”تمھیں پتہ ہے۔ مجھے اس ناول میں ’زینب‘ کا کردار ہی سب سے زیادہ پسند ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ لڑکیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ وہ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کر سکیں۔ ماں باپ کا سایہ سر پر نا ہوتے ہوئے وہ اپنے لئے ہوتے غلط فیصلے کے خلاف آواز اٹھا سکیں۔ خود اپنا فیصلہ کر سکیں۔ مجھے ’زینب‘ کا کردار بہت اچھا لگتا ہے اور ایک بات بتاؤں۔۔“

وہ رُکا۔ پھر چہرہ اس کی طرف موڑا۔

”زخرف تم سے زیادہ ’زینب‘ اچھی اور بہادر ہے۔“

اس کی بات سن کر زخرف نے بھی چہرہ موڑا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ زخرف کی شہد رنگ آنکھوں نے شاہ کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا تھا۔ شاہ بیان نہیں کر سکتا تھا کہ اس ایک لمحے میں زخرف کی آنکھوں میں کتنے تاثرات اُبھرے تھے۔

دوسرے ہی لمحے زخرف نے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"اچھا میں مووی لایا تھا۔ موڈ ہے دیکھنے کا؟"

شاہ نے بات بدلتے ہوئے کہا۔ وہ اسے اُداس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

زخرف نے سر ہلانے پر اتفاق کیا۔ شاہ صوفے سے اٹھا اور جا کر سی۔ڈی سیٹ کرنے لگا۔ پھر وہ سکوائر میں آن لائیٹس آف کر کے دوبارہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ اب لاؤنج میں صرف ایل۔سی۔ڈی کی روشنی تھی۔ شاہ نے صوفے سے ٹیک لگائی تو زخرف نے اس کے کندھے پر سر رکھ لیا۔

"تھک گئی ہو۔۔"

شاہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلایا۔

"ہاں، میں بہت تھک گئی ہوں۔ اس مصروف روٹین سے۔"

"کچھ دن کیلئے نادرن ایریاز چلتے ہیں۔"

شاہ نے مشورہ دیا۔

www.novelsclubb.com

”نہیں رہنے دو، تمھارے گھر میں کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔“

زخرف نے فوراً کہا۔ پھر مزید بولی۔

”ویسے بھی میں فری ڈیز نہیں چاہتی۔ مجھے دادی کی باتیں سننے کی عادت ہوگئ ہے۔ میں اتنا لمبا گیپ نہیں لے سکتی اور اب تو وہ ری کوری کی طرف جا رہی ہے۔“

”دادی کی باتیں۔۔۔۔“ وہ ہلکا سا ہنسا۔

”میں نے بھی پانچ سال اُن کی باتیں سنی ہیں۔“

اسکرین کی روشنی ان دونوں کے چہرے کو منور کئے ہوئے تھی۔ فلم چل رہی تھی اور وہ دونوں اپنی باتوں میں مگن تھے۔ کرداروں کی آوازیں انہیں دور دور سے آرہی تھیں۔

”شاہ، انہوں کے پاس باتوں کا خزانہ ہے۔ اُن سے مشورہ لے کر انسان ایک دم ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے صرف ناولز نہیں بہت سی اسلامک بُکس بھی پڑھی ہوئی ہیں۔“

"ہاں، بکس میں ہی انہیں لا کر دیا کرتا تھا لائبریری سے۔"

اس کی بات سن کر زخرف ہلکا سا ہنسی۔ شاہ نے اس کی ہنسی سنی تھی۔ وہ اچھا محسوس کر رہا تھا۔ کم از کم اس کے آنے سے وہ خوش ہو جاتی تھی۔ اپنے خول کو توڑ دیتی تھی جو وہ دنیا کے سامنے خود پر چڑھائے ہوئے ہوتی تھی۔

کچھ دیر لاؤنج میں خاموشی رہی صرف اسکرین پر چلتے کرداروں کی آواز تھی۔ کچھ دیر بعد شاہ نے محسوس کیا زخرف کافی دیر سے چُپ ہے۔ اس نے گردن جھکا کر دیکھا تو وہ اس کے کندھے پر سر رکھے سو چکی تھی۔ اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور ایل۔ سی۔ ڈی ریموٹ سے بند کرتے ہوئے بڑبڑایا۔

"تھکی ہوئی تھی بہت۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔"

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

الارم کی آواز نے اس کی نیند میں خلل پیدا کیا۔ وہ نیند میں ہلکا سا کسمسائی تھی۔ پھر دوسری طرف کروٹ لے کر دوبارہ سو گئی۔ کچھ دیر بعد الارم دوبارہ بجا۔ اس نے

نیند میں ہاتھ بڑھا کر الارم بند کرنا چاہا۔

بند ہوتی آنکھوں سے بے اختیار اس کی نظر وال کلاک پر گئی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا وہ کمرے میں اپنے بیڈ پر آرام دہ انداز میں کمفرٹر اوڑھے بیٹھی تھی۔اس نے یاد کرنا چاہا کل رات وہ کہاں سوئی تھی۔

"اُف۔۔۔"

سر پہ ہاتھ مار کر اس نے خود کو کوسا۔وہ رات میں شاہ کے کندھے پر ہی سر رکھے سو گئی تھی۔وہ اکثر جب ایسے ہی تھکی ہوئی ہوتی تھی تو اس کے کندھے پر سر رکھ کر سو جاتی تھی۔خیر یہ تو کافی عرصے سے معمول بن گیا تھا۔سر جھٹک کر وہ سلیپرز پہننے لگی جب بے اختیار اس کی نظر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر گئی۔وہاں ایک سیاہ مخملیں ڈبہ رکھا تھا۔اس نے جھک کر دائیں ہاتھ سے وہ ڈبہ اٹھایا۔وہ ایک فٹ لمبا اور تین انچ چوڑا تھا۔اس نے اوپر والا حصہ اٹھایا اندر ایک گولڈ کا پینڈنٹ پڑا تھا۔

درمیان میں ایک چھوٹا سا نگ جڑا تھا۔باقی سمپل سا وہ پینڈنٹ بہت خوبصورت

لگ رہا تھا۔اس نے احتیاط سے وہ پینیڈنٹ نکالا اور گلے سے لگا کر سامنے آئینے میں خود کو دیکھا۔وہ اس پر سوٹ کر رہا تھا۔اس کی نظر دوبارہ اس جگہ پر پڑی جہاں سے اس نے یہ ڈبہ اٹھایا تھا تو وہاں پر ایک چھوٹا سا لفافہ رکھا تھا۔یقیناً وہ باکس کے نیچے تھا۔اس لئے جلدی میں باکس اٹھاتے ہوئے اس کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر وہ لفافہ اٹھایا اور اس میں رکھا کارڈ نکال کر پڑھا۔جس کے عین وسط میں خوبصورتی سے یہ الفاظ لکھے گئے تھے۔

"ڈیئر زخرف!

خود کو بے مول نہیں کرو۔قدرت یہ زندگی صرف ایک بار ہی دیا کرتی ہے۔اسے کھل کر جیو۔زندگی میں موقعے بار بار نہیں ملتے۔جو لمحے ملے ہیں ان کی قدر کرو۔ اپنا بہت خیال رکھنا۔بہت جلد ہم دوبارہ ملے گے اور زینب کا کردار پڑھتے ہوئے خود کو اکیلا مت سمجھنا۔میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں۔

فقط

www.novelsclubb.com

تمھارا شاہ۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر کارڈ پر گرا تھا۔زخرف نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیں۔پھر ڈبہ اور کارڈ اپنے وارڈراب میں رکھ کر فریش ہونے کی غرض سے واش روم چلی گئی۔

آج بشریٰ اماں کے گھر پر ہر طرف گہما گہمی تھی۔کیونکہ آج دو مہینے بعد ان کی بیٹی ان کے گھر آرہی تھی۔چونکہ وہ لوگ اپنی ہی برادری میں شادی کرتے تھے اسی لئے انہوں نے ملتان کے نزدیک ہی ایک گاؤں کے جاگیر دار سے اپنی بیٹی کی شادی کی تھی۔ملک شاہ،ان کے شوہر ان کی بیٹی کی شادی کے دو سال بعد ہی انتقال کر گئے تھے۔ان کی بیٹی محمود صاحب سے چھوٹی تھی اور ان کے تین بچے تھے۔

"آنٹی میں نکال دیتی ہوں۔آپ نیچے آجائیں۔"

زخرف جو ابھی ابھی آئی تھی۔لاؤنج میں مسز محمود کو صوفے پر کھڑے دیکھ کر ان

کے پاس آئی جو صوفے پر کھڑی برتن نکال رہی تھیں۔

”ہاں بیٹا، نکال دو زرا۔ کب سے اُحد کو آوازیں دیئے جا رہی ہوں۔ 'اٹھ جاؤ' لیکن مجال ہے میری بات سن لے۔ جب ان کی پھوپھو آکر ان کے سر پر کھڑی ہو گی تب جا کر اٹھے گے یہ بچے۔“

وہ نیچے اُتر کر صوفے پر بیٹھ کر ڈوپٹے سے پیشانی پر آیا پسینہ صاف کرنے لگی۔

زخرف نے مسکرا کر ان کی بات سنی پھر ان کو برتن نکال کر دینے لگی۔

”ہاں، یہ والا ڈنر سیٹ بھی نکال دو۔ وہ بھی اور۔۔۔۔۔“

وہ ابھی بتا ہی رہیں تھیں جب محمل دادی کے کمرے سے باہر آتی دیکھائی دی۔ وہ زخرف کو صوفے پر کھڑا دیکھ کر چونکی پھر بولی۔

”زخرف شکر ہے تم آگئی۔ دادی ابھی تمھارا ہی پوچھ رہی تھیں۔ امی آپ یہ کام بھابھی سے کہیں۔“

ساتھ ہی اس نے مسز محمود کو تنبیہ کی۔

"وہ باہر غفور کو سامان لا کر دینے کا کہنے گئی ہے۔ ساتھ ہی باہر بیٹھے تمھارے ابو کو ناشتے کا بھی پوچھ لے گی۔"

مسز محمود نے اسے حمزہ کی بیوی نور کے بارے میں بتایا۔

"آنٹی، بسس میں نیچے آجاؤ۔۔۔؟"

زخرف نے پوچھا تو انہوں نے سر ہلا دیا۔ زخرف نیچے اُتری اور اپنا سامان ٹیبل سے اٹھا کر دادی کے کمرے کی طرف چلی گئی۔ تیاریوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی پھوپھو آرہی ہیں۔ تبھی اس نے خود کوئی بات نہیں پوچھی۔

"مخمل دیکھو زرا رشیدا اوپر گئی ہے صفائی کرنے اسے کہو زرا جلدی کرلے۔ پھر نیچے آکر جالے بھی صاف کرنے ہیں۔ اس کے بعد اُحد کو اٹھاؤ اس سے کہو مالی کی موجودگی میں لان کی صفائی کروادے اور حمزہ سے کہو دادا کو اپنے ابو کے پاس چھوڑ کر تیار ہو جائے۔ میں زرا کچن میں کھانا دیکھ لوں۔"

مسز محمود سب کام کہہ کر چلی گئیں پیچھے مخمل منہ کھولے حیرت سے ان کی پشت

www.novelsclubb.com

دیکھتی رہ گئی۔اُسے جلدی اٹھنے کی سزا مل رہی تھی۔

"اُحد اٹھو۔۔"

تن فن کرتی وہ اُحد کے کمرے میں چلی آئی۔

"اُحد تمھیں سمجھ نہیں آرہی اٹھو جلدی۔امی بول رہی ہیں۔۔"

اب کی بار اس نے اے۔سی کو ریموٹ کی مدد سے بند کرتے ہوئے اس کے منہ سے کمفرٹر ہٹایا۔

"کیا ہے یار۔۔۔"

اس نے مندی مندی آنکھوں سے پوچھا۔

"جب پھوپھو آجائے گی نہ تب ایسے حلیے میں باہر آنا سہی۔۔۔۔پھر بتاؤ گی میں تمھیں۔آنے والی ہیں وہ۔"

"اوہ شٹ۔۔"

پھوپھو کا نام سنتے ہی وہ بجلی کی تیزی سے اٹھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"سوری میں بھول گیا تھا۔کب تک آ رہی ہیں وہ۔۔۔"

چھلانگ لگا کر وہ بیڈ سے اُترا اور کبرڈ میں سے کپڑے ڈھونڈتے ہوئے پوچھنے لگا۔

آنکھیں ابھی بھی نیم بند تھیں اور بال بکھرے ہوئے تھے لیکن آخر کو ان کی پھوپھو آ رہی تھیں۔خوش ہونا تو بنتا تھا کیونکہ وہ سب ہی پھوپھو کے لاڈلے تھے۔

"بس کچھ دیر تک۔۔۔"

محمل نے اس کا کمفرٹر اٹھا کر تہہ کیا۔پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"اُحد کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ پھوپھو کے وہ دو بیٹے اور ایک بیٹی نہ ہوتی تو مزہ ہی آ جاتا پھر وہ صرف ہم سے پیار کرتیں۔۔۔۔"

وہ اب اُحد کے کمرے کی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔

"ناشکری ہی رہنا ہمیشہ۔بیوقوف وہ ہم سے بھی تو اتنا پیار کرتیں ہیں۔۔۔"

"ان کے بڑے بیٹے کو دیکھا ہے۔کتنے نک چڑے ہیں وہ لیکن پتہ نہیں کونسے سرخاب کے پَر لگے ہیں انہیں جو پھوپھو ان کی اتنی تعریف کرتیں ہیں اور اُن کی

بیٹی وہ تو مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی۔"

محمل نے اس کی بات پر پھر کہا۔اُحد اس کی بات پر چونکا تھا۔وہ کسی کو مِس کر گئی تھی۔۔کپڑے ہاتھ میں لئے وہ کبرڈ سے ٹیک لگائے اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

"آپ پھوپھو کے چھوٹے بیٹے زوراور شاہ کو مِس کر گئی ہیں محترمہ۔۔۔۔"

محمل کے چہرے کا رنگ بدلا۔گالوں پر سرخی پھیل گئی۔اُحد نے بھی اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"مانا کہ وہ تمھارے مجازی خدا ہیں لیکن اب اتنا بھی سیدھا نہیں ہے وہ اور بڑے بیٹے کی تو تم بات ہی نا کرو ہاں۔بندر کیا جانے ادرک کا سواد۔اتنے ہینڈسم ہیں وہ۔آجانے دو اُنہیں آج تمھاری شکایت۔۔۔"

اُحد کی بات مسز محمود نے کاٹی۔

"تم دونوں کب تک باتیں ہی کرتے رہو گے۔ٹائم دیکھا ہے۔پھوپھو لوگ آنے ہی والے ہیں اور تم۔۔۔"

وہ دروازے میں کھڑی بول رہی تھی۔

"تمھیں میں نے اُحد کو جگانے بھیجا تھا کہ اُس کے ساتھ گپیں ہانکنے اور آپ جناب کو کوئی احساس ہے کب۔۔"

"امی پھوپھو لوگ آجائیں گے۔ پھر آپ کا کچھ نہ کچھ بنانے والا رہتا ہوگا۔ جائیں جا کر کچن میں کھانا دیکھیں۔"

اُحد نے تو یوں کا رُک اپنی طرف دیکھ کر فوراً کہا تو مسز محمود یک دم چپ ہو گئی۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔" بے اختیار اُنہوں نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"میں نے رحیم کو سلاد کا سامان لانے کیلئے بھیجا تھا۔ مجال ہے اس گھر میں کوئی انسان ٹھیک سے کام کر لے۔"

وہ نوکر وہ کوستی کچن کی طرف بڑھی تو اُحد نے سکون کا سانس لیا۔ وہیں مخمل بھی آنکھ بچاتی اُحد کی نظروں سے اوجھل ہوئی تھی مبادا وہ پھوپھو کے بڑے بیٹے کی شان میں مزید قصے نہ سناڈالے۔

موسم گرما کی تپتی دھوپ اس بنگلے کے بلائینڈز پر پڑ رہی تھی۔ بلائینڈز پر پردے پڑے تھے۔ اندر کا ماحول کافی پُر فسوں تھا۔ کمرے میں اے۔ سی کی خنک محسوس ہو رہی تھی۔ زخرف دادی کے بیڈ پر ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ باہر کے شور سے بے نیاز وہ دونوں ایک نئی کتاب کا سفر شروع کرنے جا رہی تھیں۔ زینب کتاب اس وقت زخرف کے ہاتھ میں تھی۔ وہ بس کتاب کے سرورق پر ہاتھ پھیرے جا رہی تھی۔

"زخرف۔۔۔۔"

دادی نے اسے پکارا۔ وہ یک دم چونکی۔ پھر سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا بیٹا، پڑھنا شروع کیوں نہیں کر رہی۔ کیا تم یہ کتاب نہیں پڑھنا چاہتی۔۔۔۔؟"

ان کی بات پر زخرف کی ہونٹوں پر ایک اُداس مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ایسی بات نہیں ہے دادی، آپ کو پتہ ہے میں نے سب سے زیادہ یہ کتاب پڑھی ہے اکیلے میں۔ پتہ نہیں لیکن یہ کتاب مجھے دل سے بہت قریب لگتی ہے۔"

"بیٹا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کچھ کہانیوں کو پڑھتے ہوئے ہم ان کو خود سے منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں اور نا چاہتے ہوئے بھی وہ کہانی خود بہ خود ہمارے دل کے قریب ترین پہنچ جاتی ہے۔"

دادی نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔ انہیں اس لڑکی کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات تو نہیں تھیں لیکن پھر بھی وہ انہیں بہت پیاری ہو گئی تھی۔ چند مزید لمحے گزرے تو کمرے کی در و دیوار نے زخرف کو وہ کتاب کھولتے دیکھا۔ کمرے کا ماحول مزید بوجھل ہو گیا پھر جیسے چیزیں بدلنے لگی، ماحول بدلنے لگا، وقت بدلنے لگا اور آہستہ آہستہ وہ دونوں اس کہانی کے اندر سمانے لگیں۔ ایسے جیسے وہ دونوں خود اس جگہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہیں ہوں۔

قسط نمبر ۲:

تم مجھے تاریخ میں لکھ سکتے ہو

تیرے کڑوے جھوٹ سے،

تم مجھے بہت گندگی میں روند سکتے ہو

لیکن پھر بھی، خاک کی طرح، میں اٹھوں گی

کیا میری بے حسی تم کو پریشان کرتی ہے؟

تم اداسی میں کیوں مبتلا ہو؟

'کیونکہ میں ایسے چلتی ہوں جیسے میرے پاس تیل کے کنویں ہیں

میرے لونگ روم میں پمپنگ

جیسے چاند اور جیسے سورج،

جوار کی یقین کے ساتھ،

جیسے امیدیں بلند ہوتی ہیں

پھر بھی میں اٹھوں گی

(مایا اینجلو کی نظم 'ابھی بھی میں اٹھتی ہوں' سے اقتباس)

موسم سرما کی پہلی بارش کچھ دیر پہلے شروع ہوئی تھی۔آسمان پر کالے بادلوں کا راج تھا۔بادل برسنے کے ساتھ ساتھ گرج بھی رہے تھے۔کچھ دیر بعد بجلی چمکنے سے رات میں دن کا سماں لگتا تھا لیکن پھر فوراً اندھیرا چھا جاتا۔گناہوں کی سیاہی سے بھی سیاہ اندھیرا۔ایسے میں اس درمیانے درجے کے گھر کی چھت پر وہ لڑکی دنیا جہاں سے بے خبر آنکھیں بند کئے بارش کے قطروں کو چہرے پر گرتا محسوس کر رہی تھی۔ساتھ ساتھ اس کے ذہن میں صبح اپنی دوست سے کیں باتیں بھی گونج رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"بابا کہتے تھے۔۔۔لڑکیاں تلخ نہیں ہوتیں۔لڑکیوں کو یہ معاشرہ تلخ بناتا ہے۔ان پر روک ٹوک کر کے، طرح طرح کے سوال پوچھ کے۔اسی وجہ سے لڑکیاں غصے میں بہت سی ایسی تلخ باتیں کہہ جاتی ہیں جو معاشرے کے لوگوں کو چابک کی طرح

لگتی ہیں۔شنایہ مجھے لگتا ہے میں کبھی کبھی کچھ زیادہ ہی تلخ ہو جاتی ہوں۔"

"زینب، صبر کرو۔اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنا سیکھو۔لوگ باتیں کرنے سے پہلے ہم سے اجازت نہیں لیتے کہ ہم یہ بات کہہ لیں؟انہوں نے جو کہنا ہوتا ہے کہہ جاتے ہیں۔ہمیں ہی اپنے اندر برداشت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔پھر سب بہت آسان لگے گا۔"

شنایہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔پھر اپنا بیگ اٹھا کر اٹھی اور اسے بھی اٹھایا۔

"چلو، کینٹین چل کر کچھ کھاتے ہیں۔مجھے لگتا ہے تمھارے ساتھ رہ رہ کر میں بھی بھوکی ہی رہوں گی۔"

اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔آہ!!!۔۔۔۔اندھیرے میں اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس کی شہد رنگ آنکھوں میں آنسو تھے یا بارش کے قطرے۔اس نے اپنی مخروطی انگلیوں سے ماتھے پر چپکے بال پیچھے ہٹائے۔وہ خوبصورت نہیں تھی لیکن اس کے

www.novelsclubb.com

چہرے پر کشش تھی جو ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔

"زینب۔۔۔زینب۔۔۔!"

نیچے سے آتی آواز پر وہ بدمزہ ہوئی۔ وہ اس وقت چھت پر اکیلی تھی کیونکہ صرف اسے ہی سردیوں کی بارش میں بھی بھیگنے کا شوق تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ بھاگ کر گرل تک آئی۔

"جی آپی۔۔۔"

اس نے گرل پر ہاتھ رکھ کر نیچے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ چھت کے عین درمیان میں وہ چوکور حصہ کھلا تھا جس کے ارد گرد گرل نصب تھی۔

"بس کرو، بہت بھیگ لیا بارش میں۔ منان کو پتہ چلا کہ تم مغرب کے بعد اوپر گئی ہو تو بہت ڈانٹے گا۔"

"آپی بس تھوڑی دیر۔۔۔"

وہ منمنائی۔

"زینب۔۔"

وانیہ نے اسے آنکھیں دیکھائی تو ناچارا سے بات ماننی پڑی۔

"ٹھیک ہے آپی آرہی ہوں۔"

بجھے دل کے ساتھ وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔حالانکہ سردیوں کی بارش تھی لیکن زینب پر تو جیسے فرض تھا ہر بارش میں بھیگنا۔

تھوڑی دیر بعد وہ شاور لے کر ڈریسر کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی۔لمبے سیاہ بال جو کمر تک آتے تھے۔

"ابھی تو تم بچ جاؤ گی۔صبح ناشتے کی ٹیبل پر تمھاری یہ سرخ ناک دیکھ کر اماں سے ہمیں ہی باتیں سننے کو ملیں گی۔"

غزل نے اسے دیکھتے ہوئے طنزیہ کہا تھا۔تھی وہ زینب سے دو سال چھوٹی لیکن باتوں میں وہ اس سے کہیں زیادہ بڑی تھی۔اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔وہ ڈبل سٹوری بیڈ کے نچلے حصے میں لیٹی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اگر تم چپ رہو گی تو کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ میں بارش میں بھیگی تھی۔"

"ویسے زینب تم پاگل ہو۔ تمھیں کس نے کہا تھا سردیوں کی بارش میں بھیگو؟"

وانیہ اس کیلئے ٹرے میں کھانا لاتے ہوئے بولی۔ وانیہ، زینب کی بڑی بہن جو گھر کے اس طرح کے حالات کے باوجود اس کا پورا خیال رکھتی تھی۔ وہ چھت پر تھی تو ان دونوں نے کھانے کی میز پر یہ کہہ دیا تھا کہ وہ پڑھ رہی ہے۔ البتہ غزل نے بڑی مشکلوں سے اپنا منہ بند رکھا تھا۔ زینب اس بات پر خاموش رہی اور برش ڈریسر پر رکھ کر ان کے ہاتھ سے ٹرے پکڑی۔ پھر وانیہ کے سنگل بیڈ پر جا کر وہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی اور کھانا کھانے لگی۔

www.novelsclubb.com

"آپی، مجھے صبح مت اٹھائیے گا۔"

زینب کی خاموشی کو نوٹ کرتے ہوئے غزل نے بات کا رُخ پلٹا۔

"کیوں اب تمھیں کیا ہوا ہے؟"

"بارش ہوئی ہے۔ ٹیچر سے کہوں گی پانی کھڑا تھا گلی میں۔"

”کیوں چاہتی ہو صبح موحد سے خود سری کا الفاظ دوبارہ سنو میں۔“

وانیہ کی بات سن کر زینب کا نوالہ بناتے ہاتھ تھما تھا۔خود سری! دل یک دم اچاٹ ہو گیا۔لیکن وہ پھر بھی کھانا کھاتی رہی ورنہ مزید سوالات کے جوابات دینے پڑتے۔

”میں چھٹی کا موقع نہیں جانے دوں گی۔موحد بھائی تو کہتے رہتے ہیں۔آپ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دینا۔“

بڑی سمجھداری سے مشورہ دے کر اس نے جلدی سے منہ تک کمبل اوڑھ لیا مبادا وانیہ کچھ اور ہی نہ کہہ دے۔وانیہ نے اس کو ایسا کرتے دیکھ کر سر جھٹکا اور کمرے کے آدھے سے کم حصے میں لگے پردے کو ہٹایا۔پیچھے دو بڑے بڑے ٹرنک اور ان پر گتے کے ڈبوں میں کچھ سامان رکھا تھا۔ان کے آگے چوڑائی والے حصے میں اس دیوار سے دوسری دیوار تک رسی لگی تھی جس پر استری شدہ کپڑے لٹک رہے تھے۔کونے میں تین،چار کمبل تہہ در تہہ رکھے تھے۔اس نے آگے بڑھ کر اوپر

والا کمبل اٹھایا اور واپس کمرے والے حصے میں آئی۔

اتنی دیر میں زینب کھانا کھا کر برتنوں سمیٹ کمرے سے غائب ہو چکی تھی۔ وانیہ لائٹ آف کر کے اپنے سنگل بیڈ پر لیٹ گئی۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور زینب اندر آئی۔ نیم اندھیرے میں اپنا کمبل لے کر وہ ڈبل سٹوری بیڈ کے زینے چڑھنے لگی۔ کمبل اچھی طرح خود پر اوڑھنے کے بعد وہ چھت کو گھورنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کے وجود پر کپکپی طاری ہو گئی لیکن وہ نظرانداز کئے چھت کو تکتی رہی۔ اس کے ذہن میں کچھ دیر پہلے وانیہ کی کہی بات گونجی۔

"کیوں چاہتی ہو صبح موحد کے منہ سے خود سری کا الفاظ دوبارہ سنو میں۔"

"ہم ہی کیوں سنیں یہ الفاظ بار بار اللہ۔۔۔"

اس کے اندر کسی نے سرگوشی کی تھی۔ اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

بے اختیار وہ اللہ سے شکوہ کر گئی تھی۔

"آخر کیوں یہ دنیا والے ہمیں جینے نہیں دیتے۔ کیوں ہمیں یہ الفاظ روز روز سننے

www.novelsclubb.com

پڑتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ ہم یتیم ہیں۔ ہمارے سر پر اب باپ جیسا مضبوط سایہ نہیں ہے۔ ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی بھائی نہیں ہے صرف اسی لئے۔ بالکل صحیح کہتے تھے بابا لڑکیاں اتنی بے مول نہیں ہوتیں جتنا معاشرہ انہیں بنا دیتا ہے۔ آئی مس یو بابا۔ آئی رئیلی مِس یو۔"

اور یہ کہتے ہی زینب نے اپنی آنکھیں بند کر دی پھر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ دو سال ہو گئے تھے ان کے والد کی وفات کو۔ ان دو سالوں میں کوئی ایک بھی ایسا دن نہیں گزرا تھا جب زینب اپنے والد کو یاد کئے بنا ہی سو گئی ہو۔

مصطفیٰ صاحب کی وفات کے بعد ان کے تینوں بیٹے انہیں کے چھوڑے گھر میں رہ رہے تھے۔ جو ان کے بڑے بیٹے کے نام تھا۔ خالد صاحب سب سے بڑے تھے ان کی شادی عفیفہ بیگم سے ہوئی تھی اور ان کی تین بیٹیاں تھیں۔ وانیہ، زینب اور غزل۔ خالد صاحب کا دو سال پہلے ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال ہو گیا تھا۔ ان سے

چھوٹے وقاص صاحب کی شادی اسمہ بیگم سے ہوئی تھی۔ان کا ایک بیٹا موحد اور ایک بیٹی سحرش تھی۔سب سے چھوٹے زاہد صاحب کی شادی حمیدہ بیگم سے ہوئی تھی ان کے دو بڑے بیٹے جڑواں تھے جن کا نام ایان اور منان تھا اور صدف ان سے چھوٹی تھی۔

کھانا سب نیچے والے پورشن میں ڈائینگ ٹیبل پر اکٹھا بیٹھ کر کھاتے تھے۔

"اسلام علیکم !"

وانیہ اور زینب نے مل کر سلام کیا۔زینب چپ کر کے بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگی اور وانیہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"غزل کدھر ہے۔۔۔؟"

کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد سربراہی کرسی پر بیٹھے وقاص صاحب نے اونچی آواز میں پوچھا۔ایک ہاتھ سے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ اخبار بھی پڑھ رہے تھے۔زینب نے سب کی طرف دیکھا۔سب ناشتہ کرنے میں مصروف

تھے صرف ایک انسان اس کی طرف متوجہ تھا۔ جیسے وہ اس کے بولنے کے انتظار میں ہو۔

"وہ چچا جان۔۔۔"

"چچا جان سکول میں کوئی مقابلہ تھا۔ وہ حصہ نہیں لینا چاہتی تھی اسی لئے اُس نے آج چھٹی کر لی۔"

اس سے پہلے ہی پر اٹھالے کر آتی وانیہ نے انہیں جواب دیا تھا۔

"لیکن یہ کونسی بد تمیزی ہے کہ اُس نے ناشتے کی ٹیبل پر ہی آنا گوارا نہیں کیا۔۔۔؟"

اب کی بار موحد تیز آواز میں بولا۔ وہ خوش شکل سا نوجوان وقاص صاحب کی دائیں طرف پہلی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ان کو دیکھتے ہی اس کی چہرے پر سخت تاثرات اُبھرے تھے۔ سیاہ آنکھوں میں بھی ناگواری در آئی۔

"موحد۔۔۔۔!"

وقاص صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے آنکھوں میں ہی تنبیہ کی۔

"لیکن ابا۔۔۔"

"چچا جان، میری وین آگئی ہے۔میں چلتی ہو۔"

اس سے پہلے کے موحد کچھ بولتا وین کی آواز سن کر زینب جلدی سے اٹھی۔

"اللہ حافظ۔۔۔"

کہہ کر اس نے اپنی شال اور بیگ اٹھایا۔مسز خالد کی کرسی کے پاس رُک کر جھکتے ہوئے ان نے پیار لیا اور لاؤنج میں آئی۔شال اوڑھ کر وہ باہر کی طرف جانے ہی لگی تھی جب۔۔

www.novelsclubb.com

"زینب۔۔۔"

آواز پر وہ رُکی۔گہری سانس لے کر وہ مڑی اور فرصت سے سامنے والے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔وہ جانتی تھی اس شخص کے علاوہ اس کے پیچھے کوئی نہیں آئے گا۔

"یہ لو، کچھ پیسے رکھ لو۔ تم نے صبح سے ناشتہ بھی نہیں کیا۔ کالج سے کچھ لے کر کھا لینا۔"

اس نے پیسے اس کی طرف بڑھائے۔ وہ اکثر اسے پیسے دیا کرتا تھا۔ زینب نے مسکرا کر ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کے ہاتھ سے وہ پانچ سو کا نوٹ پکڑا۔

"شکریہ ایان بھائی۔۔۔"

مسکرا کر کہتی وہ باہر کی طرف بڑھی۔ ایان تب تک ایسے ہی دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔ پھر سر جھٹک کر کمرے کی طرف بڑھا۔ اسے صرف زینب کی ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ دیکھنی تھی جو وہ کبھی کبھی ہی دیکھ پاتا تھا اور جس مسکراہٹ کا کسی نے اس سے وعدہ لیا ہوا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

"شنایہ، اگر چچا جان نے میرے آگے پڑھنے پر اعتراض کیا تو میں کیا کروں گی پھر۔"

کالج کے فری پیریڈ میں وہ دونوں خالی میدان میں آگئی تھیں۔ جہاں کھیلوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔اس کے ساتھ چلتے ہوئے زینب نے اپنا ڈر اسے بتایا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔وانیہ آپی نے بھی تو پڑھا ہے نہ پھر تمھارے پڑھنے پر انہیں اعتراض کیوں ہوگا۔"

"وانیہ آپی نے بابا کی زندگی میں ہی اپنی پڑھائی مکمل کر لی تھی۔بس لاسٹ سمسٹر تھا جو انہوں نے بعد میں پڑھا تھا۔"

زینب نے اسے دیکھتے ہوئے خاصہ جتایا تھا۔

"تم فکر نہ کرو۔اللہ بہتر کرے گا۔"

کہتے ہوئے وہ ایک پلر کے ساتھ قدرے دھوپ والی سائیڈ پر بیٹھ گئی۔زینب بھی اسی کے ساتھ بیٹھی۔

"ایک مہینہ رہ گیا ہے پیپرز میں۔پھر اگر چچا جان نہیں مانے تو میرا یونیورسٹی میں ایڈمشن نہیں ہوگا۔"

اسے ابھی بھی یہی فکر لاحق تھی۔ گرم دھوپ خود پر پڑتے وہ سکون محسوس کر رہی تھی۔ شکر کے صبح ناشتے کی ٹیبل پر غزل کی وجہ سے کسی نے اس پر دھیان نہیں دیا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔میں کروادوں گی تمھارا ایڈ مشن اور وہ ایان صاحب کے دیے جانے والے پیسے بھی تو ہیں نہ تمھارے پاس۔۔۔"

"اوہ ہاں۔۔۔" کچھ یاد آنے پر اس نے اپنا بیگ تلاشا۔

"یہ دیکھو آج اُنہوں نے پھر مجھے پیسے دیے۔"

شنایہ نے اس کے ہاتھ سے پیسے جھپٹنے والے انداز میں پکڑے تھے۔ پھر اوپر کر کے روشنی میں وہ نوٹ دیکھنے لگی۔

"شنایہ بس کرو۔۔۔"

اس نے اسے ٹوکا۔ پہلے پہلے وہ دونوں یہی سمجھتی تھیں کہ وہ جعلی نوٹ دیتا ہے لیکن اب زینب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اصلی ہی ہیں۔ لیکن شنایہ ابھی بھی تجسس کے

www.novelsclubb.com

مارے چیک ضرور کرتی تھی۔

"ہاں اصلی ہی ہے۔۔۔"

اس نے مایوسی سے وہ نوٹ زینب کو پکڑا دیا۔

"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں ایان صاحب تمھارے ساتھ اتنی ہمدردی کیوں دیکھاتے ہیں۔"

اس سوال کا جواب زینب کے پاس بھی نہیں تھا۔اس لئے پلر سے سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی۔شروع شروع میں وہ یہ سوچا کرتی تھی لیکن اب اس نے یہ سوچنا چھوڑ دیا تھا پہلے کم مصیبتیں تھیں جو اب یہ مصیبت بھی پالتی۔۔۔؟

www.novelsclubb.com

"تم کل رات پھر بارش میں بھیگی تھی۔۔؟"

شنایہ کو اب اندازہ ہوا تھا وہ اتنی دیر سے دھوپ میں کیوں بیٹھی ہے۔

"ہاں، لیکن پلیز میں اس وقت لیکچر سننے کے موڈ میں ہوں۔"

"اچھا، تم بیٹھو میں آتی ہوں۔"

کہہ کر وہ اٹھی اور کینٹین جانے والے راستے کی طرف بڑھی۔ تھوڑی دیر کی بعد وہ دوبارہ آئی اور اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

"ہاں۔۔"

زینب نے آنکھیں کھولیں۔شنایہ کے ایک ہاتھ میں فرائز جبکہ دوسرے ہاتھ میں سموسے کی پلیٹ تھی۔

"شنایہ، پیسے تو لے جا۔۔"

"اچھا، پہلے کھالو۔ ٹھنڈا ہو جائے گا سب۔"

شنایہ نے آرام سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔زینب چُپ ہو کر اس کے ساتھ فرائز کھانے لگی۔

"بیٹا، بیٹیوں کو خاموش رہنا پڑتا ہے۔"

"کیوں بابا، ہم ہی کیوں۔؟"

وہ نویں کلاس میں تھی جب اس نے یہ سوال اپنے بابا سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ بیٹا، لڑکیوں کی عزت سوکھے پتے کی مانند ہوتی ہے۔ لڑکیوں کو چاہیے وہ خود ہی شروع سے اپنے نفس پر قابو رکھنا سیکھیں۔ سیکھو گی نا تم۔۔؟"

اس نے اپنے نازک ہاتھوں سے ان کے بوڑھے ہوتے ہاتھ تھامے تھے۔

"جی بابا، سیکھو گی۔ لیکن آپ یہ سب وانیہ آپی اور غزل کو کیوں نہیں بتاتے۔۔۔؟"

اس کی بات سن کر ان کے چہرے پر اُداس مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"بیٹا، میں آپ تینوں کو یہ باتیں بتاتا ہوں لیکن علیحدہ علیحدہ۔"

www.novelsclubb.com

"لیکن وہ کیوں بابا۔۔؟"

وہ حیران ہوئی تھی۔

"کیونکہ بیٹا، میں اکٹھے میں بتاؤں تو اگر میری ایک بیٹی عمل کرے گی تو دوسری اسے دیکھ کر کہے گی 'دیکھا بابا کی نظر میں اچھا بننے کیلئے اس بات پر عمل کر رہی

ہے۔'میں نہیں چاہتا میری بیٹیاں بدزبانی کریں۔میں چاہتا ہوں میری ہر بیٹی اپنی جگہ پر اپنی عزت کی حفاظت کرنا سیکھے اور خود سیکھے کسی دوسرے کو دیکھ کر نہیں۔ لیکن بیٹا، کبھی بھی اپنے منہ سے ایسے الفاظ نا نکالنا جسے سن کر کسی دوسرے کو تکلیف ہو۔"

خالد صاحب نے واقعی اپنی بیٹیوں کی ذہن سازی اچھے طریقے سے کی تھی۔اس وقت وہ چھت پر چارپائی پہ بیٹھی اپنے بابا کے الفاظ یاد کرتی روئے جا رہی تھی۔ کالج سے آکر اپنے کپڑے بدل کر وہ سیدھا چھت پر آئی تھی اور اب روئے جا رہی تھی وجہ۔۔

کالج کے باہر ایک لڑکے کا روزانہ اسے دیکھنا تھا۔وہ جب تک وین کا انتظار کرتی تھی وہ تب تک کھڑا اسے ہی دیکھتا رہتا تھا اور آج تو حد ہی ہو گئی۔وہ چل کر اس کے پاس آرہا تھا وہ تو شکر تھا اسی وقت وین والے انکل آئے اور اس نے وین میں بیٹھ کر سکون کا سانس لیا۔اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، کس کو

www.novelsclubb.com

بتائے۔اس لئے بیٹھ کر روئے جا رہی تھی۔

"زینب۔۔"

ایک جھٹکے سے اس نے سر اٹھایا۔مسز خالد چلتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھیں۔

"امی آپ۔۔"

اس نے جلدی سے آنسو صاف کئے اور بال سمیٹنے لگی۔

"ہاں بیٹا،میں۔دھوپ اچھی نکلی ہوئی تھی تو سوچا گھٹنوں کو لگوا آؤں۔"

وہ آکر چارپائی پر بیٹھیں تو وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔اُنھوں نے پیار سے اِس کے بال ماتھے سے ہٹائے۔

www.novelsclubb.com

"بتاؤ،اب۔کیوں رو رہی تھی۔۔؟"

ان کی بات سن کر اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی۔

"امی ایک لڑکا دو ہفتے سے مجھے کالج کے باہر کھڑا ہو کر گھورتا ہے۔"

"پھر۔۔۔"

"امی مجھے عجیب لگتا ہے اُس کا یوں دیکھنا۔"

"تو بیٹا، اُس سے پوچھو وہ تمھیں کیوں گھورتا ہے۔۔"

"امی اگر اُس نے کوئی بد تمیزی کر دی تو۔۔"

"بیٹا، کم از کم خود میں اتنی ہمت تو پیدا کرو کہ ایسے حالات کا سامنا کر سکو۔ لڑکوں سے بات کرنے کی ایک حد قائم ہے۔ اُس میں رہ کر پوچھو کون ہو تم۔۔۔؟"

"ہاں، ٹھیک ہے۔۔"

زینب نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"ہاں بیٹا، جب کسی کے کسی عمل سے آپ کو یا آپ کی ذہنی حالت کو نقصان پہنچ رہا ہو تو خاموش رہنا سراسر بے عقلی ہے۔ ایک مہذب گفتگو کر کے انسان اس نقصان سے بچ سکتا ہے۔"

"پھر امی، آپ ہمیں موحد بھائی اور منان بھائی کی باتوں کے جواب میں کچھ کہنے کیوں نہیں دیتیں۔۔؟"

www.novelsclubb.com

مسز خالد لمحے بھر کو چُپ رہ گئی۔کچھ دیر بعد وہ آہستہ سے بولیں۔

"بیٹا وہ آپ سے بڑے ہیں نہ۔۔۔"

"امی آپ نے کہا بات کرنے کی ایک حد قائم ہے۔ہم اُس میں رہ کر بات کر سکتے ہیں۔"

اُس نے بیچ میں ہی اُن کی بات کاٹی۔زینب کے بال سنوارتا اُن کا ہاتھ رُکا تھا۔وہ پھر لاجواب ہوئی تھیں۔انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی بات پر ہی پھنس جائے گی۔انہیں اندازہ ہوا کبھی کبھی اولاد بھی ماں باپ سے اونچے قد نکال لیتی ہے۔تب اولاد ماں باپ کے الفاظ ہی انہیں دوبارہ لٹاتی ہے۔چند لمحوں بعد وہ ہمت کر کے دوبارہ بولیں۔

"بیٹا، ہم ان کے احسانات تلے دبے ہیں۔ہم اس گھر میں رہ رہے ہیں۔یہی بہت ہے۔۔۔"

"لیکن امی یہ گھر تو ابھی بھی بابا کے نام پر ہی ہے نہ پھر کیوں اس گھر میں ہم پر جگہ

www.novelsclubb.com

تنگ ہے۔۔۔"

زینب کے کہنے پر اُنہوں نے نظریں چُرائیں۔زینب سے یہ سب چھپ نہ سکا۔وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی۔زینب کے نرم ملائم بال ان کی انگلیوں سے نکل گئے۔

"امی،آپ کچھ چھپا رہی ہے نا مجھ سے۔کیا یہ گھر ابھی بھی بابا کے نام پر نہیں ہے ۔۔۔"

آخری جملہ کہتے اُس کی اپنی آواز بھی کانپی تھی۔

"نہیں۔۔"

اُنہوں نے ہمت کر کے کہا۔زینب نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"یہ گھر تمھارے بابا نے اپنی ہی زندگی میں میرے نام کر دیا تھا۔ان کے انتقال کے بعد جب ان سب نے پتہ کروایا تو انہیں پتہ چل گیا کہ یہ گھر میرے نام ہے۔پچھلے سال انہوں نے مجھ سے یہ کہہ کر گھر اپنے نام کروالیا تھا کہ یہ میری بچیوں کو پڑھائیں اور ان کی شادی کی زمہ داریاں بھی پوری کریں گے۔لیکن مجھے کیا پتہ تھا

کہ یہ لوگ میری بیٹیوں کو طعنے دیں گے۔میں بھی بہت بے بس ہوں

زینب۔۔۔“

ہولے سے اپنی بات مکمل کرتے ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔زینب ابھی بھی

نفی میں سر ہلاتی بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

”امی آپ سب کو جانتی تھی۔آپ کو پتہ تھا یہ سب کیسے ہیں۔لیکن پھر بھی۔آپ

ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔او خدایا۔۔۔“

”شششش۔۔۔وانیہ اور غزل کو خبر بھی نہیں ہونی چاہیے کہ ایسا کچھ ہوا ہے

سمجھی۔۔۔“

انہوں نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے تنبیہ کی۔زینب نے شکوہ کناں نظروں

سے انہیں دیکھا۔اُس کی بے یقینی اب غصے میں بدلنے لگی تھی۔

”کس کے نام پر ہے اب یہ گھر۔۔۔۔“

اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے اس نے بس ایک سوال پوچھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"وقاص بھائی اپنے بچے کا مستقبل محفوظ کرنا چاہتے تھے۔اس لئے انہوں نے یہ گھر موحد کے نام کر دیا تھا۔"

اور بس۔۔۔۔زینب کیلئے اتنا بہت تھا۔وہ اٹھی اور چھت کے دوسرے حصے میں جا کر ٹہلنے لگی۔آنسو اس کی آنکھوں سے پھر بہنے لگے تھے لیکن اب وجہ اور تھی۔

"اس لئے موحد بھائی ہمیں کچھ نہیں سمجھتے۔ان کے نزدیک ہم بیوقوف بچیاں ہیں جن کی ان کی نظر میں رتی برابر قدر نہیں ہے۔بابا کہاں ہیں آپ۔کیوں اس دنیا میں ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔اس دنیا میں لوگ تو بہت ہیں لیکن یہاں اپنے اور پرائے میں فرق کرنا انتہائی مشکل ہے۔یہ دنیا تو وہ ہے جہاں پرائے کا غم چھوڑ کر اپنوں کی بے حسیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔"

آنکھوں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے وہ اِدھر اُدھر ٹہلتی دل ہی دل میں اپنے بابا سے مخاطب تھی۔

____

www.novelsclubb.com

اگلے دن جب وہ کالج کے ٹائم سے فارغ ہو کر باہر آئی تو اس نے اس لڑکے کو روزانہ کی طرح وہاں کھڑا پایا۔اسے دیکھتے ہی زینب کو غصہ آیا لیکن پھر ضبط کرتی اس کی طرف بڑھی۔وہ لڑکا اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر واضح چونکا تھا۔بلیو جینز پر بلیک شرٹ پہنے وہ دیکھنے میں کافی ہینڈ سم معلوم ہوتا تھا۔اُسے اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ جو اپنی بائیک سے ٹیک لگائے کھڑا تھا فوراً سیدھا ہوا۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں روزانہ ادھر کھڑے ہو کر آپ کا مجھے گھورنے کا مقصد کیا ہے۔۔؟"

اس کے پاس پہنچ کر زینب نے سیدھے سیدھے پوچھا۔سامنے والا پہلے تو اس اچانک افتاد پر بوکھلا گیا پھر چند لمحے خاموش رہا۔

"اوہ مسٹر۔۔۔میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

جب وہ کچھ نہ بولا تو زینب نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔

"وہ دراصل میں۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

ابھی وہ کچھ بولتا جب اس کی نظر زینب کے ہاتھ کی طرف اٹھی جہاں شہد کی مکھی بیٹھی تھی پھر اس نے زینب کی طرف دیکھا جو سوالیہ نظروں سے اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر زینب کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ زینب کو کرنٹ لگا۔ بے اختیار اس کا ہاتھ اٹھا اور اس نے سامنے والے کے منہ پر زوردار تھپڑ مارا۔

"ہاؤ ڈیئر یو۔۔۔ ہمت کیسے ہوئی تمھاری مجھے چھونے کی۔ تمیز نام کی چیز ہے تم میں ـ"

وہ فوراً آپ سے تم پر آئی تھی۔ زینب کا تنفس ایک دم تیز تیز چلنے لگا۔ اُسے شدید غصہ آ رہا تھا۔ سامنے والا حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔ اِدھر اُدھر سے کچھ طلباء ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ نظر انداز کر کے گزرتے رہے۔

"آئندہ مجھے گھورنے اور چھونے سے پہلے سو دفعہ سوچنا۔ لڑکیاں ہیں ہم تم جیسے

www.novelsclubb.com

مردوں کی غلام نہیں کہ جیسا چاہا ویسا سلوک کرلیا۔عام لڑکیوں کی طرح بزدل نہیں ہوں میں۔ سمجھے۔۔۔"

انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتی ایک قہر آلود نظر اس پر ڈال کر وہ اپنی وین کی طرف بڑھی جو ابھی ابھی آئی تھی۔ پیچھے وہ ہکا بکا اپنے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑا رہ گیا۔

وقت گزرتا جارہا تھا۔دن آہستہ آہستہ کرکے گزرتے رہے اور زینب ان دنوں میں بہت مصروف رہی۔ پیپرز کی تیاری میں دن رات جاگتی رہتی۔ پھر وہ دن بھی آگیا جب زینب اپنا آخری پیپر دے کر گھر آئی۔اس نے تیاری بہت اچھی کی تھی بس اسے اب رزلٹ کا انتظار تھا۔

"امی،امی۔۔۔۔۔!"

فارغ وقت کا فائدہ اٹھا کر وہ مسز خالد کو آواز دیتی ان کے کمرے میں چلی آئی۔ پیپرز کی مصروفیت کی وجہ سے وہ کسی کو بھی سہی سے وقت نہیں دے پا رہی تھی۔اب

موقع ملا تو ان کے کمرے میں چلی آئی۔ شام کا وقت تھا سب اس ٹائم لان میں تھے۔ بس ان ماں بیٹیوں کو بلانا گناہ سمجھتے تھے۔ غزل اور وانیہ تو پھر چلی جاتی لیکن زینب کا اب ان کی ساتھ بیٹھنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔

"ہاں بیٹا۔۔"

وہ جو کمرے کی چیزیں درست کر رہی تھیں اس کی آواز پر جواب دیتے بیڈ پر آ کر بیٹھیں۔

"امی، کتنی دفعہ کہا ہے۔ ہمیں بلا لیا کریں۔ طبیعت آپ کی پہلے ہی ٹھیک نہیں رہتی اوپر سے آپ کام بھی کرتی رہتیں ہیں۔ کچھ تھوڑا بہت اپنی طبیعت کا احساس کر لیا کریں۔"

انہیں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بٹھاتے ہوئے وہ تھوڑا غصہ کر گئی۔

"بس بیٹا، اب کیا چھوٹی چھوٹی باتوں پر تم لوگوں کو آواز دیتی پھروں۔ اللہ بس کسی کا محتاج نہ کرے۔ تم بتاؤ کیسے ہوا آج کا پیپر۔۔؟"

"اللہ کا شکر ہے باقی سب پیپرز کی طرح بہت اچھا ہوا ہے۔بس اب ایک دفعہ رزلٹ آجائے پھر یونیورسٹی میں داخلہ لوں گی۔"

"محنت جو اتنی کی تھی تم نے اچھا ہی ہونا تھا اور بیٹا مجھے بتاؤ۔کیا میں کروں وقاص بھائی سے تمھاری یونیورسٹی کے متعلق بات۔۔۔؟"

"نہیں امی، کب تک آپ ہمارے لئے کھڑی ہوں گی۔اب ہمیں اپنے لئے خود کھڑا ہونا ہے۔میں چچا جان سے خود ہی بات کر لوں گی۔"

اس نے پیار سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما تھا۔

"لیکن۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔بس اپنی صحت کا خیال رکھیں۔مجھے یہ بتائیں میرے پیپرز کے دنوں میں میڈیسن وقت پر لیتی رہی ہیں نہ آپ۔۔؟"

اس کا لہجہ یک دم ہی فکر مندانہ ہو گیا۔

"ہاں لیتی ہوں۔تم ٹینشن نہیں لیا کرو۔بس اپنی پڑھائی پر توجہ دو اور خود کو۔۔۔"

www.novelsclubb.com

پھر وہ اسے ہمیشہ کی طرح کچھ باتوں کی تاکید کرتیں رہیں۔وہ چُپ چاپ ان کی ہر بات سن کر سر ہلاتی رہی۔کچھ دیر بعد جب وہ سو گئی تو وہ آہستہ سے اٹھی اور کمرے کی لائٹ بند کر کے دبے پاؤں باہر آئی۔

پانچ منٹ کے بعد وہ اسٹڈی کے دروازے کے باہر کھڑی دیکھائی دی۔ڈوپٹہ ٹھیک کر کے اس نے گہری سانس لی۔وہ جانتی تھی لان میں چائے پینے کے بعد چچا جان اب اپنی اسٹڈی میں کام کر رہے ہوں گے۔دروازہ ناک کر کے اس نے اجازت ملنے کا انتظار کیا۔

"آجاؤ۔۔۔"

اگلے ہی لمحے اندر سے وقاص صاحب کی آواز گونجی۔اس نے ناب گھما کر دروازہ کھولا تو یک دم ٹھٹک کر رُک کی۔اندر منان اور موحد اسٹڈی ٹیبل کے دائیں جانب رکھی کُرسیوں پر براجمان تھے۔ٹیبل پر کچھ فائلز پڑی تھیں۔جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ آج وہ دونوں بھی چچا کے ساتھ کام میں مصروف تھے۔وہ جلدی سے

www.novelsclubb.com

معزرت خواہانہ لہجے میں بولی۔

"سوری چچا جان، میں بعد میں آجاؤں گی۔"

"نہیں زینب، کوئی بات نہیں۔ تمھیں کوئی ضروری بات کرنی ہے تو آؤ۔۔۔۔"

وقاص صاحب نے اسے پلٹتے دیکھ کر فوراً کہا۔ وہ مڑی اور منان، موحد کو دیکھنے لگی جو اسی کی طرف متوجہ تھے۔

"لیکن۔۔"

"زینب ان سے کیوں گھبرا رہی ہو۔ وہ تمھارے بھائیوں کی طرح ہیں۔"

وقاص صاحب نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھ کر کہا۔ زینب نے لمحے بھر کو سوچا۔ یونی کی بات ہی کرنی تھی۔ اچھا ہے ان کے سامنے ہی ہو جائے تاکہ بعد میں علیحدہ سے ان کا اجازت نامہ پُر نہ کروانا پڑے۔ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے زینب چُپ چاپ چلتی ہوئی میز تک آئی اور ان کے سامنے کُرسی کے کنارے پر ٹِک گئی۔

"میں نے سنا ہے آج تمھارا لاسٹ پیپر تھا۔ کیسے ہوئے تمھارے پیپرز۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

وہ بہت غیر آرام دہ نظر آ رہی تھی اسی لئے اُنہوں نے ہی بات کا آغاز کیا تاکہ وہ نارمل ہو جائے۔ موحد اور منان بظاہر فائلز دیکھ رہے تھے لیکن ان کے کان ادھر ہی متوجہ تھے۔

"اللہ کا شکر ہے چچا جان۔ اچھے ہوئے ہیں میرے پیپرز۔۔۔۔"

"اچھی بات ہے۔ آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔؟"

وہ ٹیبل پر آگے کو جُھکے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"جی۔۔"

زینب نے ناسمجھی سے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"مطلب کے آگے یونیورسٹی جانے کا ارادہ ہے بیٹا۔۔؟"

وہ نرمی اور اپنائیت سے پوچھ رہے تھے اور زینب نے بے حد بے یقینی نے انہیں دیکھا۔ وہ یہی تو کہنے آئی تھی۔ اُس نے یہی تو ابھی نہیں کہا تھا۔ وہ کیسے سمجھ گئے تھے کہ وہ یہ کہنا چاہتی تھی۔ کیا کچھ دعائیں اتنی جلدی بھی قبول ہوتیں ہیں۔۔؟ بالکل

اگر نیت صاف ہو تو دعائیں بہت جلد قبول ہوتیں ہیں۔ کسی نے اس کے اندر سرگوشی کی تھی۔

"زینب۔۔۔"

جب اس نے کوئی جواب نہ دیا تو کچھ وقت کی خاموشی کی بعد انہوں نے اسے پکارا۔

زینب ہوش میں آئی۔

"جی جی چچا جان، مجھے آگے پڑھنا ہے۔ یونیورسٹی میں ایڈمشن لینا ہے۔"

وہ جب بولی تو اس کی آواز میں زمانے بھر کی خوشی تھی۔

"کیا پڑھنا چاہتی ہو تم۔۔؟"

"چچا جان، آگے مجھے ایم بی بی ایس کرنا ہے۔ اُس کیلئے مجھے پہلے انٹری ٹیسٹ پاس کرنا ہوگا اور۔۔"

وہ روانی سے مزید بتا رہی تھی جب موحد نے اس کی بات کاٹی۔ موحد ہو، زینب کی بات پر اعتراض نہ ہو ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا ضرورت ہے اتنی کھپائی کرنے کی اور خرچہ الگ۔ کوئی آسان سی فیلڈ پڑھ لو۔ ہم نے کونسا تم سے نوکریاں کروانی ہیں۔"

"موحد۔۔"

وقاص صاحب نے اسے ٹوکا۔ پھر زینب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بیٹا جو تمھیں بہتر لگے وہ کرو۔ پڑھائی میں تمھیں مکمل آزادی ہے۔ تم ایم بی بی ایس کرنا چاہتی ہو کرو۔۔۔"

وہ اب زینب کی طرف دیکھتے ہوئے حوصلہ افزاء انداز میں کہہ رہے تھے۔ باپ کے ٹوکنے پر موحد نے بُرا سا منہ بنا کر سر دوبارہ فائل پر جھکا لیا۔

"اور ایم کیٹ کی تیاری شروع کر دو۔ پھر جب تمھارا نام میرٹ لسٹ میں آ جائے تو پہلی فرصت میں میرے پاس آ کر اپنی فیس لے جانا۔"

انہوں نے پیچھے کُرسی کی پُشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ زینب نے میز کے کونے کو تھام کر اپنے اندر اُبلتی خوشی کو روکا۔ ورنہ یہ سب سننے کے بعد اس کی خوشی کا کوئی

ٹھکانہ نہ تھا۔اسے کچھ بھی نہیں کرنا پڑا تھا۔چچا نے خود ہی اس کے راستے سے سارے پتھر ہٹا دیئے تھے۔

البتہ موحد کے چہرے پر ناگوار تاثرات اُبھرے تھے لیکن کچھ معاملات میں وہ کچھ بھی کہنے سے قاصر تھا۔

"جی ٹھیک ہے چچا جان، بہت شکریہ آپ کا۔۔بہت بہت شکریہ۔۔"

وہ بس اتنا ہی کہہ پا رہی تھی۔ لیکن اس کی خوشی کا اندازہ اس کے چہرے سے لگایا جا سکتا تھا۔اس کے گال گلابی ہو چکے تھے۔بلاشبہ اس کی مسکراہٹ بہت پیاری تھی۔

"تمھیں اور بھی کچھ کہنا ہے۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وقاص صاحب نے مزید پوچھا۔

"جی چچا جان۔۔۔"

"بولو۔۔۔"

"چچا جان اب میں نے یونیورسٹی جوائن کرنی ہے۔پھر اب میں بڑی بھی ہو گئی

ہوں۔وانیہ آپی کے علاوہ ہم میں سے کسی کے پاس موبائل فون نہیں ہے۔مجھے ایک فون دلادیں۔۔"

اس نے معصومیت بھرے اعتماد سے کہا تھا۔لیکن اب موحد کی برداشت سے باہر تھا۔اس سے پہلے کہ وقاص صاحب کچھ کہتے موحد دوبارہ تیز آواز میں بولا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا کرنے کی۔اب ہم لڑکیوں کو اتنی آزادی نہیں دے سکتے کہ وہ جب چاہے جو مرضی کریں۔یونیورسٹی میں اگر کبھی ضرورت ہوئی بھی تو وانیہ کا لے جانا۔وہ کونسا ہر وقت میٹنگ کالز پر مصروف رہتی ہے۔"

جہاں زینب کی مسکراہٹ سمٹی وہیں وقاص صاحب نے موحد کو آنکھیں دیکھائیں۔ساتھ بیٹھے منان نے بھی موحد کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔اُس کا لہجہ کچھ زیادہ ہی تلخ ہو گیا تھا۔

"کس لہجے میں بات کر رہے ہو تم زینب سے۔۔اور آج کل کی لڑکیوں کو معاشرے میں خود مختار ہونا پڑتا ہے ورنہ معاشرے کے مردان کے حقوق چھیننے

www.novelsclubb.com

میں دیر نہیں لگاتے۔"

پھر وہ زینب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"زینب، تم فکر نہیں کرو میں تمھیں موبائل دلا دوں گا۔خود جا کر پسند کرو گی یا میں منگوا دوں۔۔۔"

زینب کی طرف رُخ کرتے ان کے لہجے میں پھر شفقت سمٹ آئی تھی۔اس لئے اس کی مرضی بھی پوچھنے لگے۔زینب نے ان کے چہرے پر نظر ڈالی۔وہ ان کے ابو سے دو سال ہی چھوٹے تھے لیکن وہ کافی فٹ اور خوبرو تھے۔ان کے چہرے پر ہمہ وقت ٹھہراؤ رہتا تھا جو ان کی شخصیت کا خاصا تھا۔

www.novelsclubb.com

"چچا جان، آپ ہی منگوا دیں۔"

"ٹھیک ہے۔اب تم جاؤ اور ایان کو میرے پاس بھیجو۔تمھیں رات تک یا کل صبح تک موبائل مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے چچا جان۔۔"

تابعداری سے سر ہلا کر وہ جلدی سے اٹھی اور باہر کی طرف بڑھی۔اس سے پہلے کہ وہ موحد کی آنکھوں کی تپش کی تاب نہ لاتے ہوئے اسے اچھی خاصی سنا دیتی۔

"موحد ذرا نرمی سے بات کیا کرو بھائی کی بیٹیوں کے ساتھ۔مت بھولو وہ تمھارے مرحوم تایا کی یتیم اولاد ہے۔۔"

اس کے جاتے ہی انہوں نے موحد کو گھرکا۔

"لیکن ابو،اتنی مہنگی ڈگری۔۔۔"

"وہ بنا باپ کے بچیاں ہیں۔زمہ داری تو میری ہیں نہ۔لوگ کیا کہے گیں کہ یتیم بچیاں تھیں اسی لئے نہ پڑھ سکیں اور جب پڑھانا ہی ہے تو اُن کو اپنی مرضی کا پڑھنے دو۔"

"لیکن ابو۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔۔۔اور آئیندہ تم مجھے ان کے ساتھ اس لہجے میں بات کرتے نہ دکھائی دو۔۔"

دو ٹوک لہجے میں کہہ کر انہوں نے اپنے سامنے پڑی فائل کھول لی جیسے بس اب وہ مزید بات نہیں سنے گے۔ موحد بس صبر کرتا رہ گیا۔

سب کچھ آہستہ آہستہ ٹھیک ہوتا جا رہا تھا پھر اس کا رزلٹ بھی آ گیا اور توقع کے مطابق بہت اچھے نمبروں سے وہ پاس ہو گئی تھی۔ پھر جیسے افراتفری مچ گئی۔ ایم کیٹ کی تیاری وہ کافی مہینوں سے کر رہی تھی اس لئے وہ بھی اچھے نمبروں سے پاس کر لیا۔ یونی کی میرٹ لسٹ میں نام آتے ہی وہ 'پہلی فرصت' میں چچا جان کے پاس گئی اور انہوں نے اسے فیس تھما دی۔ اگلے دن ایان کے ساتھ جا کر وہ مورننگ کیلئے فیس بھی جمع کروا آئی۔ اور اب اس وقت وہ کمرے میں اپنے کبرڈ کے سارے کپڑے پھیلائے بیٹھی تھی۔

"آپی، کل میرا یونیورسٹی میں پہلا دن ہے لیکن میرے پاس کوئی بھی اچھے کپڑے نہیں ہیں جو پہلے دن کی مناسبت سے مجھ پر جچیں۔۔۔"

وہ ایک جوڑا اٹھا کر دیکھتی پھر اسے رجیکٹ کرتی پھر دوسرا اٹھاتی پھر تیسرا اور بس

۔۔۔۔وہ پچھلے گھنٹے سے یہی کام کر رہی تھی۔

"یہ بھی دن کے لحاظ سے بہتر نہیں ہے۔۔"

اور بس جوڑا ریجیکٹ۔

"زینب، یہ پہن لینا اچھا تو ہے۔۔"

وانیہ نے اسے ایک جوڑا اٹھا کر دیا۔وہ سیاہ شلوار قمیض تھی جس کے گلے اور دامن

پر سُرخ رنگ کے دھاگے کا کام ہوا تھا۔

"ہاں، اچھا ہے یہ۔۔"

اس نے قمیض پر ہاتھ پھرتے ہوئے کہا۔جبکہ اتنے سارے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے وہ

یہ بھول گئی تھی کہ وہ یہ جوڑا پہلے دو بار ریجیکٹ کر چکی تھی۔وجہ۔۔۔

"لیکن آپی، یونی کا پہلا دن ہے اور یہ کالا رنگ۔۔۔"

ہاں یہی تو وجہ تھی۔اسی وجہ سے وہ پہلے یہ ریجیکٹ کر چکی تھی۔

"اففففف زینب، کیسی سوچ، سوچ رہی ہو۔ کیا ہو گیا ہے تمھیں۔اب یہ سب سمیٹو اور سونے کیلئے لیٹو۔ صبح جلدی اٹھنا ہے تمھیں۔۔"

وانیہ نے اب کی بار باقاعدہ خود کپڑے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا آپی، آپ یہ کپڑے سمیٹے میں یہ پریس کر کے آتی ہوں۔۔"

چٹکی بجا کر کہتی اگلے ہی لمحے وہ وہاں سے غائب تھی۔وانیہ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

یونی جانے کیلئے پہلے دن اُس نے بھی ایسے ہی کرتب کئے تھے۔

کچھ دیر بعد جب وہ اپنے اپنے بستر میں لیٹ گئی تو وانیہ نے زینب کو پکارا۔۔۔

"زینب۔۔"

www.novelsclubb.com

"جی آپی۔۔"

"جس دن تم فری ہو گی مجھے بتا دینا۔میں تمھیں بازار لے جاؤں گی۔ پھر وہاں سے اپنے لئے کپڑے لے لینا۔۔"

اس نے جتنے آرام سے کہا تھا اوپر بنک پر لیٹی زینب نے اتنی ہی تیزی سے نیچے جھانکا

تھا۔

"سچی آپی۔۔" وہ خوشی سے چیخی تھی۔

"ہاں سچی۔۔"

"واہ زینب واہ۔۔۔اب تو یہ کہنا بنتا ہے کہ 'تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔۔"

زینب نے سیدھا ہو کر چھت کو تکتے ہوئے کہا۔

"تمھیں پتہ ہے جب میں یونی جاتی تھی نہ تو ابو مجھے ہر ماہ چار سوٹ دلوایا کرتے تھے۔"

www.novelsclubb.com

وانیہ کی آواز میں اُداسی گھل گئی۔

"ہر ہفتے بعد مجھے یونی سے واپسی پر آئسکریم کھلاتے تھے اور ہر ماہ بعد مجھے شوز بھی لے کر دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے گرمی میں بھی جو گرز ہی آپ کے پاؤں کو سیور کھتے ہیں۔ کھلی جوتی سے پاؤں درد بھی کرتے ہیں اور کالے بھی ہو جاتے ہیں۔۔"

آخر میں اپنی اپنی جگہ دونوں ہی اُداسی سے مسکرائی تھیں۔غزل بنک کے نیچے والے حصے میں سو رہی تھی۔

"اچھا آپی، مجھے نہیں پتہ تھا ابو آپ کیلیئے اتنا سب کرتے ہیں۔لیکن ایک بات میں جانتی ہوں وہ اپنی ہر بیٹی کو خوش رکھتے تھے۔انہوں نے ہم تینوں کو کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔"

"بالکل، وہ دن بہت اچھے ہوتے تھے۔۔۔"

وانیہ نے یاد کر کے کہنا شروع کیا۔

"جب ابو تمھارے لئے امی سے۔۔"

پھر بس دونوں پُرانے دنوں کو یاد کر کے اُن دنوں کی باتیں دہرانے لگیں۔اور صرف یہی کیا جا سکتا تھا۔پُرانے دنوں کو یاد کر کے صرف مُسکرایا ہی جا سکتا تھا نہ ان میں جا کر رہا جا سکتا تھا اور نہ انہیں واپس لایا جا سکتا تھا صرف! یاد کیا جا سکتا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

www.novelsclubb.com

صبح جلدی جلدی ساری تیاریاں کر کے وہ سات بجے تک ریڈی تھی۔ وہ ناشتے کی ٹیبل پر پہنچی تو وہاں سب ہی موجود تھے۔ کیونکہ آٹھ بجے گھر کے مردوں نے آفس کیلئے نکلنا تھا۔ اس نے وہی رات میں منتخب کیا جوڑا پہن رکھا تھا۔ سیاہ ہی ڈوپٹے کے ساتھ اس نے سُرخ اور سیاہ رنگ کے امتزاج کی اجرک کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی۔

"چچا جان، شکریہ آپ کا۔ میرے تعلیمی اخراجات اٹھانے کیلئے۔"

ناشتے پر بیٹھے زینب نے اونچی آواز میں کہا تھا کہ سربراہی کُرسی پر بیٹھے وقاص صاحب تک آواز پہنچ سکے۔

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کا چہرہ میک اپ سے پاک تھا۔ صرف آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر ہلکا سا لِپ گلوس لگا تھا۔ وہ خوبصورت نہیں تھی لیکن اس کے چہرے، خاص کر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں کشش تھی جو دوسروں کو اس کی طرف متوجہ کرتی تھی۔ بہت سی طنزیہ نظروں نے اس کا احاطہ

www.novelsclubb.com

کیا۔زینب نے دیکھااُن میں وہیں موحد،اس کی بہن اور چھوٹی چچی شامل تھیں۔

"کوئی بات نہیں بیٹا،بس اپنی پڑھائی پر توجہ دو اور خوش رہو۔"

وقاص صاحب نے نرمی سے کہتے ہوئے اخبار کا صفحہ پلٹا۔مسز خالد نے اسے آنکھیں دیکھائی۔جن کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے چائے کا کپ اٹھایا۔انہوں نے اس سے کہا تھا کہ اچھے طریقے سے شکریہ ادا کرنا لیکن وہ رکھائی سے بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"چلیں زینب۔۔"

موحد نے اسے آواز دی تو اس نے نظریں اٹھائیں۔پہلا دن ہونے کی وجہ سے وقاص صاحب نے موحد سے کہا تھا کہ وہ اسے یونیورسٹی چھوڑ آئے اور اس نے بنا کچھ کہے حامی بڑھ لی تھی۔

"جی موحد بھائی۔۔۔"

www.novelsclubb.com

یہ کہتے ہوئے زینب اٹھ کھڑی ہوئی۔

"موحد کچھ کھالو۔۔"

مسز وقاص نے اسے ٹوکا۔ کیونکہ وہ روم سے آکر سیدھا جانے کیلئے تیار تھا۔

"نہیں امی میری ایک کمپنی کے ڈائریکٹر سے میٹنگ ہے مجھے جلدی پہنچنا ہے بعد میں کسی ریسٹورانٹ سے میں کچھ کھالوں گا۔"

"اچھا بیٹا، یاد سے کھالینا۔۔"

مسز وقاص نے یقین دہانی کیلئے دوبارہ کہا جس پر موحد نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اللہ حافظ۔۔۔"

زینب نے بھی سب کو خدا حافظ کہا اور موحد کے پیچھے باہر کی طرف بڑھ گئی۔

"اللہ ان بچوں کی حفاظت کرے۔"

مسز وقاص نے دل ہی دل میں دعا دی تھی۔ وہ سلجھی ہوئی دھیمے مزاج کی خاتون تھیں۔ سب کی ضرورتوں کا خیال رکھتی تھیں بس ان کا بیٹا اور بیٹی شروع سے ہی خالد صاحب کی بیٹیوں کے ساتھ ایسا رویہ رکھتے تھے۔ وہ ان کو سمجھاتی تو وہ آگے

سے کہتے تھے 'امی آپ کو آج کل کے دور کا اندازہ نہیں ہے' اور پھر وہ تھک کر چُپ کر جاتیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے بیٹے سے ایک ایسی غلطی سرزد ہو جائے گی جس کی وجہ سے وہ ساری زندگی اس یتیم لڑکی کی قرض دار رہے گی۔

یونیورسٹی میں معمول سے ہٹ کر گہما گہمی تھی۔ادھر ادھر پھرتے لوگ کسی کو روک کر کبھی اپنی کلاس کا پوچھتے اور کبھی اپنے ڈیپارٹمنٹ کا۔غرض ہر طرف شور اور ہنگامہ تھا۔یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی وہ ادھر ادھر دیکھ کر اپنے ڈیپارٹمنٹ کا اندازہ لگانے لگی۔موحد اسے باہر ہی ڈراپ کر کے چلا گیا تھا۔وہ بد دماغی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔اس کے ذہن میں موحد کی آخری کہی بات گونج رہی تھی۔۔

جب وہ گاڑی سے اترنے لگی تب موحد نے اسے آواز دے کر روکا۔

"دیکھو زینب تمھیں اتنی چھوٹ دے تو دی ہے ابو نے۔لیکن اپنی حد میں رہنا۔

میری نظر ہمیشہ تم پر ہے۔آئی سمجھ۔؟"

اور وہ خلافِ معمول چُپ کر کے سر ہلاتی باہر نکل گئی۔اب موحد کی اس بات کے ساتھ ساتھ اسے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی فکر بھی ہونے لگی تھی۔

"ایک تو پتہ نہیں کیا سسٹم ہے یہاں کا۔کس سے کیا پوچھو کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

شنایہ۔۔۔۔"

ایک دم سوچتے سوچتے وہ چونکی۔

"ہاں شنایہ نہیں پہنچی ابھی تک۔ہاں ہو سکتا ہے وہ پہنچ گئی ہو۔کال کر کے دیکھتی ہوں۔"

اس نے بیگ سے موبائل نکالا۔یہ وہی موبائل تھا جو کچھ عرصہ پہلے چچا نے اسے خرید کر دیا تھا،سر جھکا کر وہ شنایہ کا نمبر ڈھونڈ ھنے لگی جب۔۔۔

"سنیں۔۔"

کسی نے اسے پیچھے سے آواز دی۔وہ چونکی پھر پلٹی۔موبائل والا ہاتھ پہلو میں گر گیا۔سامنے والے انسان کو دیکھتے ہی اس کے تاثرات بدلے۔یہ وہی لڑکا تھا جو اسے

کالج کے باہر کھڑا ہو کر دیکھتا تھا۔

"تم۔۔۔! کیا مسئلہ ہے تمھارے ساتھ۔"

زینب کا لہجہ ایک دم خشک ہو گیا۔ تاثرات بھی سرد تھے۔ سامنے والا بھی اسے دیکھتے ہی چونکا تھا۔ اس کے تاثرات میں بھی واضح تبدیلی آئی تھی۔

"سوری، مجھے نہیں پتہ تھا یہ آپ ہیں۔۔۔۔"

وہ شرمندہ ہوا۔

"آپ کو کچھ کہنا تھا۔"

اس کے شرمندہ ہونے پر وہ تھوڑی نرم پڑی۔ ارد گرد سے لوگ گزرتے جا رہے تھے۔ وہ قدرے سائیڈ پر کھڑے تھے۔

"کہنا کچھ اور تھا۔ لیکن اب میں کچھ کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب۔۔؟"

زینب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ کچھ دیر کیلئے اسے ارد گرد کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ وہ لڑکا کچھ دیر چُپ رہا جیسے الفاظ جوڑ رہا ہو پھر وہ بولا۔

"دیکھیں مِس، آپ اس دن غلط سمجھ گئی تھی میرا مقصد آپ کے ساتھ کچھ غلط کرنا نہیں تھا۔میں اپنی کزن کو لینے کالج آتا تھا اور رہی بات آپ کو دیکھنے کی تو میں نے ایک دفعہ اپنی کزن کے موبائل میں آپ کی تقریر سنی تھی جو آپ نے کالج کے کسی تقریری مقابلے میں کی تھی۔میں بس ویسی ہی کوئی تحریر لکھوانا چاہتا تھا آپ سے۔۔اس سے زیادہ کچھ نہیں خیر۔۔۔"

وہ لمحے بھر کو رُکا۔زینب کے چہرے کے تاثرات پہلے سے مختلف تھے پھر وہ جھجھکتے ہوئے بولا۔

"اور مقصد آپ کو چھونا نہیں آپ کو بچانا تھا۔اس دن جس درخت کے نیچے ہم کھڑے تھے وہاں اوپر شہد کی مکھیوں کا گھر تھا۔آپ کے ہاتھ پر بھی ایک مکھی بیٹھی تھی بس اسی کو ہٹا رہا تھا لیکن آپ غلط سمجھ گئی۔"

بات ختم کر کے اس نے زینب کو دیکھا۔اس کا چہرہ وہ نہیں تھا جو بات کرنے سے پہلے اس نے دیکھا تھا۔

"سوری۔۔"

زینب کو احساس ہوا تو خفیف سا ہوتے ہوئے اس نے معذرت کی۔

”غلطی صرف آپ کی نہیں میری بھی تھی۔مجھے آپ کو بتانا چاہیے تھا کہ میں وہاں کیوں کھڑا ہوتا ہوں۔“

اس لڑکے نے بات سمیٹ دی۔پھر بولا۔

”آپ کا یونی میں فرسٹ ڈے ہے۔۔؟“

”جی۔۔“

مختصر کہہ کر وہ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔اسے اِس لڑکے میں فی الوقت کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ہاں وہ تو شنایہ کو کال کرنے والی تھی لیکن اس لڑکے کی وجہ سے اسے رُکنا پڑا۔وہ جانے کیلیئے مڑی جب اس نے پھر کہا۔

”کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں۔۔“

وہ پوری اس کی طرف گھومی اور سینے پر بازو لپیٹ کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

”کیا آپ کا بھی فرسٹ ڈے نہیں ہے۔۔؟“

"دراصل میں پہلے بھی کافی دفعہ یونیورسٹی آچکا ہوں اپنے کزن کے ساتھ۔کافی راستے معلوم ہیں مجھے۔"

وہ کان کھجاتے ہوئے بولا۔وہ دونوں راہداری کے آخر میں ایک پلر کے ساتھ کھڑے تھے۔

"بس مجھے بتادیں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کہاں ہے۔۔؟"

"حسین اتفاق۔۔۔"

اس کی بات سن کر وہ بڑبڑایا۔زینب نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"جی۔۔؟"

"نہیں وہ میں کہہ رہا تھا آپ میڈیکل کی سٹوڈنٹ ہیں۔۔؟"

"جی۔۔"

"پھر یہ اتفاق ہی ہے کہ میں بھی میڈیکل کا سٹوڈنٹ ہوں۔۔"

"اوہ گڈ۔"

وہ مختصر جواب ہی دے رہی تھی۔

"میڈیکل کا ڈیپارٹمنٹ اس طرف ہے۔"

لڑکے نے ہاتھ سے دائیں طرف اشارہ کر کے بتایا۔

"تھینک ہو۔۔میں اب چلتی ہوں۔"

"سنیں۔۔"

وہ مڑنے ہی لگی تھی جب اس کی آواز پر بادلنخواستہ دوبارہ رُکی۔

"یونی میں دوست بہت ضروری ہوتے ہیں اور پھر ہمارا تو ڈیپارٹمنٹ بھی سیم ہے۔ ملاقات ہوتی رہے گی۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی۔۔؟"

اس نے دوستی کا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے سادگی سے پوچھا۔ زینب نے حیرت سے اس کے بڑھائے ہاتھ کو دیکھا۔ اس نے تو کبھی لڑکوں سے بات بھی نہیں کی تھی دوستی تو دور کی بات تھی۔ اس کے زہن میں چند منٹ پہلے موحد کے کہے الفاظ گونجے۔

"میری تم پر نظر رہے گی۔"

لیکن پتہ نہیں کیسا اثر تھا اس لڑکے کا۔ سادگی اور شرافت سے بولتا وہ لڑکا اسے اچھا

لگا تھا۔ عجیب کیفیت تھی اس کی۔ پھر موحد کی آواز کو جھٹکتے ہوئے اس نے ہمت کر کے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اس کے بڑھے ہاتھ کو تھام لیا۔

"زینب خالد۔۔"

اس نے خود ہی اپنا تعارف کروایا۔

"بندۂ ناچیز کو 'ارسم ابراہیم' کہتے ہیں۔۔"

ارسم نے سر کو خم دیتے ہوئے اپنا تعارف بھی کروایا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

قسط نمبر۳:

پیاری بہنو! ایک لمحہ سنیں

اور شاید آپ دس کے لیے توقف کریں گے

عورتوں کا کاروبار بطور عورت

مردوں کے ساتھ صرف مردوں کے طور پر ہے

ہم کیا کرتے ہیں، 'ہم، بطور خواتین'

ہم نے اپنی پوری زندگی میں کیا ہے

وہ کام جو عورت کے طور پر ہمارا ہے

ماں اور بیوی کا کام ہے

(شارلٹ پرکنز گلمین کی نظم ہم خواتین کے طور پر سے اقتباس)

www.novelsclubb.com

دروازے کی دستک نے ان کے مطالعے میں خلل پیدا کیا۔ تسلسل ٹوٹا تو دونوں نے چونک کر سر اُٹھایا۔ پُر فسوں ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا۔ بشریٰ اماں نے بدمزہ ہو کر زخرف کو دیکھا۔ زخرف نے مسکراہٹ دبائی۔

"دادی، مجھے لگتا ہے آپ کے مہمان آ گئے ہیں۔"

کہتے ہوئے زخرف نے کتاب بند کی اور بیڈ سے اتری۔ پھر بشریٰ اماں کو ٹیک لگا کر بٹھایا اور خود صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ اتنی دیر میں دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔

"آجاؤ۔۔"

انہوں نے زرا اونچی آواز میں کہا۔ اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر عورت اندر داخل ہوئی۔ ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس وہ خوبصورت نین نقش کی خاتون اندر آتے ہی مسکراتے ہوئے سیدھا بشریٰ اماں کے بستر کی طرف بڑھی۔

www.novelsclubb.com

"اسلام علیکم! اماں۔۔"

"وعلیکم اسلام! آؤ آؤ ماشاءاللہ میری بیٹی آئی ہے۔۔۔"

انہوں نے بھی والہانہ انداز میں مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔ جو چیز ان کو مطالعے میں خلل لگ رہی تھی وہ توان کیلئے خوشی کا باعث تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیسی ہو بیٹا۔۔؟ سفر کیسا رہا۔۔"

اب وہ خوشگوار لہجے میں ان سے خیریت دریافت کرنے لگی۔

"جی الحمداللہ، خیر وعافیت سے پہنچ گئے۔۔"

وہ بتا ہی رہی تھیں اسی وقت دو نوجوان لڑکے اور ایک کم عمر لڑکی بھی کمرے میں داخل ہوتے دیکھائی دیئے۔ان کے پیچھے اُحد بھی تھا۔یقیناً وہ انہیں کے بچے تھے۔ آتے ہی وہ بھی نانی کی طرف لپکے۔بشریٰ اماں ان سے بھی والہانہ انداز میں ملی۔ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا وہ سب انہیں بہت عزیز تھے۔ملنے کے بعد وہ سب بھی جگہ بنا کر ان کے پاس بیڈ پر ہی بیٹھ گئے۔زخرف کی ان کی طرف پشت تھی۔وہ صوفے کے پاس کھڑی اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔کسی کا بھی اس کی طرف دھیان نہیں گیا تھا۔

"آج تو تمھارا بڑا بیٹا بھی آیا ہے۔خیریت ہے جناب۔لگتا ہے آپ کو نانی کی یاد آ ہی گئی ہے۔"

بشریٰ اماں نے پاس بیٹھے ان کے بڑے بیٹے کے کان کھینچے تھے وہ فوراًان کے قریب ہوا۔

”نانی جان، اب آپ مجھے انڈراسٹیمیٹ کر رہی ہیں۔ میں ہر بار آتا ہوں۔ کام کی وجہ سے کچھ لیٹ ہو جاؤں تو وہ الگ بات ہے۔“

اس نے فوراًاپنا دفاع کیا۔

زخرف نے چیزیں بیگ میں ڈالتے کن اکھیوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔ سب ساتھ بیٹھے کتنے مکمل لگ رہے تھے۔

”ہاں اگر آج تم آ گئے ہو تو تمھارے ابو کو فرصت نہیں ملی۔ کہاں ہیں صاحب بہادر۔۔؟“

”نانی جان، آج گاؤں کی ضروری پنچائیت تھی۔ میری غیر حاضری تو قابل قبول تھی لیکن ابو کا وہاں جانا انتہائی ضروری تھا۔ کہہ رہے تھے کچھ دیر تک پہنچ جائیں گے۔۔“

www.novelsclubb.com

اس نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر مکمل اطمینان کروایا۔

"ٹھیک ہے دادی جان میں چلتی ہوں۔"

زخرف نے سامان سمیٹ کر دادی جان سے اجازت مانگی۔اب پہلی بار کسی کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ایسے ہی چلتی ہوں۔ادھر آؤ بیٹا۔۔"

سب کی سوالیہ نظروں کے جواب میں بشریٰ اماں نے اسے اپنے پاس بلایا۔ناچاہتے ہوئے بھی بادلنخواستہ وہ بیڈ کی طرف بڑھی۔

"امی کون ہے یہ۔۔"

www.novelsclubb.com

زرین بیگم سے مزید انتظار نا ہوا تو پوچھ ہی لیا۔

"یہ زخرف ہے۔۔۔"

دادی نے ایک پیار بھری نظر اس پر ڈالی۔

"جب مجھے فالج کا اٹیک ہوا تھا تب اس نے میرا خیال رکھا تھا۔اس کے بعد محمود

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے اسے گھر پر بھی میری دیکھ بھال کیلیئے رکھ لیا۔ماشاءاللہ بہت پیاری بچی ہے۔

بہت محنتی ہے۔۔۔"

زرین بیگم نے اب زخرف کو غور سے دیکھا۔سفید شلوار قمیض پر سفید آوور آل

کوٹ پہنے وہ ان کے سامنے اعتماد سے کھڑی تھی۔چہرے سے غیر معمولی سنجیدگی

جھلکنے کے باوجود کوئی چیز تھی جس نے زرین بیگم کو کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے پر

مجبور کیا تھا۔

"اسلام علیکم!"

ان کی نظریں اپنے اوپر محسوس کرتے ہوئے مجبوراً زخرف کو انہیں سلام کرنا پڑا۔

ساتھ ہی اس نے جھک کر پیار بھی لیا تھا۔انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ

پھیرا تھا۔

"خوش رہو بیٹا۔۔"

اب کے زخرف نے نظر اٹھا کر ان کے بچوں کو دیکھا۔بیٹی سے ہوتی ہوئی اس کی

نظر اُن کے چھوٹے بیٹے پر پڑی تو بے اختیار وہ بول اٹھا۔

"اسلام علیکم !۔۔۔"

مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کے بھائی نے اس کا گھٹنا دبایا۔اس کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔اب کی بار زخرف نے ہلکا سا مسکرا کر سر کے خم سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"زوراور زرا میری بات سنو۔۔۔نانی جان میں ابھی آتا ہوں۔۔۔"

ایک ہی فقرے میں دو لوگوں کو مخاطب کر کے ان کا بڑا بیٹا اٹھ کر باہر چلا گیا۔ناچار زوراور کو اس کے حکم کی تقلید کرنی پڑی۔بھائی کی بات کو نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"دادی جان،میں جاؤں۔۔"

زخرف نے اب دادی جان کی طرف رُخ کیا۔

"نہیں زخرف ایسے تو امی تمھیں کبھی نہیں جانے دیں گی۔رُک جاؤ کھانا کھا کر

www.novelsclubb.com

جانا۔۔"

کب سے چپ کھڑا اُحد اس بات پر فوراً بولا تو زخرف نے دل میں سوچا کاش! یہ خاموش ہی رہتا۔

"ہاں ٹھہر جاؤ زخرف۔۔"

بشریٰ اماں نے بھی کہا۔

"لیکن دادی جان مجھے ہوسپٹل بھی جانا ہے۔۔"

اس نے راہِ فرار اختیار کی۔

"تم ہمیں بیوقوف سمجھتی ہو۔۔سب جانتے ہیں تمھیں ہوسپیٹل سے ہفتہ اتوار آف ہے۔۔۔"

"بیٹا،سب اصرار کر رہے ہیں تو رُک جاؤ۔۔"

زرین بیگم نے بھی بالآخر کہا۔لیکن سامنے بھی زخرف تھی وہ جانتی تھی یہاں رُکنا وہ بھی اس وقت میں کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔

”آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔ لیکن مجھے اجازت دیں۔ایسے ہی آپ کا فیملی ڈنر خراب نا ہو۔“

آخری بات البتہ اس نے اپنے دل میں ہی کہی تھی۔

”اللہ حافظ دادی جان، آنٹی۔ مل کر اچھا لگا آپ سے۔۔“

ان دونوں کے پیار میں کمی نہیں آئی تھی وہ مسکراتے ہوئے اس سے ملیں۔ پھر وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

”آپ سے بھی مل کر اچھا لگا بیٹا۔ میں ابھی چند دن یہی ہوں اپنی بیٹی کے ساتھ۔ ملاقات ہوتی رہے گی۔“

اور زخرف نے ان کی بات کے اختتام تک بامشکل چہرے پر مسکراہٹ قائم کی رکھی۔ پھر اس نے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔لاؤنج سے نکل کر وہ ابھی لان میں داخل ہی ہوئی تھی کہ وہ دونوں بھائی اس کے راستے میں آ گئے۔

زخرف نے ایک طرف ہو کر ان کو جگہ دی۔ دونوں آگے پیچھے اندر آئے اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

زخرف تیزی سے باہر کی طرف بڑھی۔ابھی وہ لان کے وسط میں ہی کچھ آگے تک پہنچی تھی جب اسے کسی نے پیچھے سے پکارا۔

"زخرف۔۔"

بادلنخواستہ وہ مڑی۔سامنے سے محمل چلتی آرہی تھی۔

"تم کیوں جارہی ہو۔اب رُک جاؤ۔پھوپھا جان آنے ہی والے ہیں۔کھانا کھا کر چلی جانا۔"

محمل نے روانی میں بولتے نوٹ نہیں کیا کہ پھوپھا جان کے نام پر اس کے چہرے پہ ایک رنگ آکر گزرا تھا۔

"آج میری کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔پھر کبھی سہی۔۔"

زخرف نے حد درجہ کوشش کی تھی کہ بے زاری اس کے چہرے سے عیاں نہ ہو۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔لیکن امی بہت اصرار کررہی تھیں۔کل وہ بہت خفا ہوں گی۔"

محمل کے چہرے پر واضح مایوسی چھائی تھی۔اسی وقت ہارن کی آواز آئی۔گارڈ نے

www.novelsclubb.com

جلدی سے اٹھ کر بڑا گیٹ کھولا۔

"محمل، آنٹی کو میں کل سمجھادوں گی۔ ابھی میں چلتی ہوں۔"

زخرف نے ہاتھ سے اس کا بازو تھپک کر تسلی دی اور واپس مڑی۔ اسی وقت سیاہ رنگ کی مرسڈیز اندر داخل ہوتی دیکھائی دی۔ جس وقت زخرف گاڑی کے ساتھ سے گزری اس نے ادھ کھلے شیشے سے دیکھا کہ اندر بیٹھا مرد موبائل کان سے ہٹا رہا ہے اور بسس۔۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ کچھ آگے جا کر گاڑی رُکی اور پچھلی نشست سے ایک درمیانی عمر کا مرد باہر نکلا جس کی آنکھوں پر کالا چشمہ تھا۔ سیاہ، شلوار قمیض میں ملبوس وہ بہت خوبرو اور ہینڈسم تھا۔ محمل ان کی طرف بڑھی تو انہوں نے اپنی گلاسز اتاری۔ بھوری آنکھیں دھوپ میں واضح ہوئی۔

زخرف نے بس ایک نظر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ان کے چہرے میں اسے 'کسی' کی شبیہ دیکھائی دی۔ خاص کر بھوری آنکھوں میں۔ اور پھر وہ مڑ گئی۔ باہر نکلنے سے پہلے اس نے محمل کی خوشی سے بھرپور آواز سنی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پھوپھاجان، آپ اتنی جلدی آ گئے۔ بڑے بھائی تو کہہ رہے تھے کہ آپ دیر سے آئیں گے۔"

"بس بیٹا میں نے کہا اپنے بچوں کو خوش کر دوں۔۔ تمھارے بڑے بھائی کو۔۔۔"

اور گیٹ بند ہو گیا۔ان کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔اس نے کھلی فضا میں سکون کی گہری سانس لی۔ یہ بہت مشکل تھا۔اسے چھٹی کر لینی چاہیے تھی۔ سر جھٹک کر وہ اس محل نما گھر سے کچھ آگے بنی دکان کی طرف بڑھی جہاں صبح اس نے اپنی گاڑی ریپیئر کیلئے دی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

www.novelsclubb.com

"ماشاءاللہ، اماں یہ بچی تو مجھے بہت پیاری اور بااخلاق لگی۔"

اندر زخرف کے جاتے ہی زرین بیگم نے مسکرا کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"ہاں بیٹا، بچی تو بہت سگھڑ اور بااخلاق ہے۔اس کی مرہونِ منت ہی آج میں دوبارہ تندرست ہوئی ہوں۔ بہت خیال رکھتی ہے۔جب تک یہاں ہوتی ہے بیڈ سے نیچے

قدم نہیں رکھنے دیتی۔ جو کہوں وہ کرتی ہے۔ کبھی لیٹ نہیں ہوتی۔ ایک منٹ کا بھی۔۔۔"

"کس کی اتنی تعریفیں ہو رہی ہیں۔۔؟"

تبھی وہ دونوں اندر آتے ہوئے بولے۔

"مجھے تو نانی جان کے منہ سے کسی اور کی اتنی تعریف بالکل ہضم نہیں ہو رہی۔"

"ہاں بھئی، ہمیں بھی تو پتہ لگے کون ہے وہ جس کی شان میں نانی جان نے پورا پیرا گراف ہی بول ڈالا۔"

زوراور بھی بڑے بھائی کی تقلید کرتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

"وہ زخرف۔۔ماشاءاللہ کتنی پیاری بچی ہے۔۔"

"ہاں پیاری تو وہ تھیں۔ کیوں نہ۔۔"

زوراور کہہ رہا تھا کہ بھائی کی طرف سے پڑنے والے تھپڑ پر اس کی زبان کو بریک لگا۔ کوئی نئی لڑکی دیکھ کر زوراور لائن نا مارے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

"شرم کرو کچھ۔ محمل سن لے گی۔"

"سوری بھائی۔"

کھسیانہ سا ہو کر اس نے کان کھجائے۔

بشریٰ اماں اور زرین بیگم مسکرا دی۔ وہ ابھی تک اپنے چھوٹے بھائی کی ہر بات ہر حرکت نوٹ کرتا تھا۔ جبکہ اُحد نے باقاعدہ اس کا ریکارڈ لگایا۔

"تم ٹھہرو ابھی محمل کو بتاتا ہوں۔"

اور وہ واک آؤٹ کر گیا۔

"تم ٹھہر جاؤ۔۔"

وہ اس کو آوازیں دیتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا۔ مبادا واقعی محمل کے سامنے کچھ نا بول دے۔

"یہ بچے بھی نا۔ بڑے ہو گئے ہیں۔ لیکن بچپنا نہیں چھوڑیں گے۔"

"اللہ ہی انہیں عقل دے۔"

www.novelsclubb.com

"ویسے اماں، کہاں رہتی ہے یہ۔اس کے گھر والے کہاں ہوتے ہیں۔"

بشریٰ اماں بُری طرح چونکی۔چونکا تو پاس بیٹھا ان کا بڑا بیٹا بھی تھا۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔۔؟"

پھر بھی انہوں نے لاتعلقی کا اظہار کیا۔

"زخرف کی اماں۔۔"

"گھر تو بیٹا اس کا دور ہی ہے۔اکیلی ہی رہتی ہے۔ماں، باپ اس دنیا میں نہیں رہے۔خود ہی اپنا گھر چلاتی ہے۔"

"تو کوئی بہن بھائی، رشتے دار وغیرہ۔۔۔"

"بیٹا یہ تو میں نے کبھی نہیں پوچھا۔اپنے بارے میں بہت کم بات کرتی ہے۔"

بشریٰ اماں نے بات سمیٹنی چاہی۔

"لیکن اماں۔۔۔"

"پھوپھو۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ پوچھتیں محمل انہیں آواز دیتی کمرے میں چلی آئی۔وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"جی بیٹا۔۔"

"پھوپھا جی آگئے ہیں۔امی کہہ رہی ہیں آجائیں۔کھانا تیار ہے۔"

اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا ان کا بڑا بیٹا فوراً کھڑا ہوگیا۔

"چلیں امی پہلے کھانا کھاتے ہیں۔باتیں تو بعد میں بھی ہوتیں رہی گی۔"

"ہاں چلو۔۔"وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"غازی۔۔زرا میرا ہاتھ پکڑو بیٹا۔میں اٹھو۔"

ان کی آواز پر وہ مڑا اور نانی کو سہارا دے کر اٹھانے لگا۔آہستہ آہستہ آگے پیچھے سب ہی کھانے کیلیئے باہر چلے گئے۔اور کسی کو یہ احساس بھی نہ ہوا کہ 'کوئی' کتنی خوبصورتی سے 'اتنی' ضروری بات کو گول مول کر گیا تھا۔

آج پھر جب وہ گھر پہنچی تو دروازہ کھلا تھا اور پارکنگ میں ایک گاڑی کھڑی تھی۔

لیکن آج کی کار کا رنگ سیاہ تھا۔ سیاہ مرسڈیز۔ اپنی کار پارک کر کے وہ باہر نکلی تو اندھیرا تھا۔ مطلب آنے والے نے پورچ کی لائٹ جلانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔

وہ اپنا بیگ بازو پر ڈالے لان عبور کر کے لاؤنج میں آئی تو معمول کے مطابق ایک وجود کو صوفے پر بیٹھا پایا۔ بیگ کو صوفے پر پھینک کر اس نے لاؤنج کی لائٹ آف کر کے کچن کی لائٹ آن کی۔ فریج کا دروازہ کھول کر وہ جھکی اور چھوٹی پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگائی۔ اگلے ہی لمحے وہ غٹا غٹ سارا پانی پی گئی۔ مدھم روشنی میں اس کے ماتھے اور گردن کا پسینہ واضح ہوا۔

"ابھی بھی ناراض ہو۔۔؟"

صوفے پر بیٹھے وجود نے ایل۔ سی۔ ڈی بند کر کے رُخ موڑا۔ اب سارے لاؤنج میں اندھیرا تھا۔ صرف کچن کی چھوٹی لائٹ جل رہی تھی۔ جس سے زخرف کی

حرکات واضح ہو رہی تھیں۔وہ گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"زخرف،آر یو اوکے۔۔۔؟"

اس کے خاموش رہنے پر وہ پریشانی سے دوبارہ بولی۔وہ دوبارہ خاموش رہی تو وہ اٹھ کر اس کے پاس کچن میں چلی آئی اور اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب کیا اور براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔اس کی شہد رنگ آنکھیں بے تاثر تھیں۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟"

"کچھ نہیں۔۔"

بے تاثر لہجے میں کہہ کر وہ اپنا بازو چھڑواتے ہوئے لاؤنج میں آ گئی اور صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے اس کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند گئی۔

"زخرف خاموش کیوں ہو۔؟مجھ سے ناراض ہو۔۔؟"

"نہیں شانزے،تمھاری تو کوئی غلطی بھی نہیں تھی۔تم نے تو سب شاہ کے کہنے پر

کیا تھا۔ہے نا۔۔"

شانزے یک دم چپ ہو گئی۔کچھ لمحے گزرے تو وہ آہستہ آواز میں بولی۔

"وہ آیا تھا۔۔؟"

"ہاں وہ آیا تھا۔۔"

زخرف نے اپنی آنکھیں کھول کر چھت کو دیکھا۔

"ہر بار کی طرح مجھے کافی دن انتظار کروانے کے بعد۔۔ہاں وہ آیا تھا اور پتہ ہے کیا ہوا۔۔؟"

شانزے جانتی تھی یہ سوال نہیں ہے۔لیکن اندھیرے میں چھت کو تکتے وہ کہے جا رہی تھی۔

"وہ آیا اور ہر بار کی طرح میری مزاحمت پانچ منٹ میں ہی دم توڑ گئی۔میں اس کے سامنے کوئی شکوہ نہیں رکھ پائی۔اس سے کوئی گلہ نہیں کر پائی۔کیوں۔۔؟"

آخر میں اس کی آواز یک دم بلند ہوئی کہ شانزے بھی یک دم سہم گئی۔اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا اور شانزے کی جانب رخ کیا۔

"کیوں شانزے۔۔کیوں، میں کیوں اس کے کہنے پر سب کچھ کرتی جاتی ہوں۔۔۔۔"

یک دم ہی اس کی آنکھوں میں آنسو چمکے تھے۔اس کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔ جوڑے سے نکلی لٹیں الجھ کر چہرے کے دونوں اطراف میں بکھری تھیں۔سفید آوور آل کوٹ کے بٹن بھی آگے سے کھلے تھے اور ڈوپٹہ ندارد تھا۔

"بتاؤ شانزے میں کیوں اس کو انکار نہیں کر پاتی۔میں ہمیشہ کیوں اپنوں سے ہار جاتی ہوں۔سہی کہتے ہیں اپنوں سے کی جانے والی جنگ میں سب سے زیادہ نقصان اسی انسان کا ہوتا ہے جس نے یہ جنگ شروع کی ہوتی ہے کیونکہ ہم اپنوں سے کبھی جنگ کر ہی نہیں پاتے۔ہم ہمیشہ اپنوں کے آگے ہار جاتے ہیں۔ہم اپنوں کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں۔کیوں۔۔؟"

وہ چِلا کر شانزے سے پوچھ رہی تھی۔وہ اس وقت خاموش اور سلجھی ہوئی زخرف نہیں لگ رہی تھی۔وہ اس وقت الجھی اور بکھری زخرف لگ رہی تھی۔

"وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔سب کچھ اس کے کہنے پر بھی ہوا تھا پھر وہ اپنے ماں باپ

سے بات کیوں نہیں کرتا۔۔؟"

شانزے اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر فوراً اٹھ کر اس کے ساتھ آبیٹھی۔

"تم کل رات سے ڈسٹرب ہو۔"

"نہیں، میں پچھلے پانچ سال سے ڈسٹرب ہوں۔"

زخرف نے اتنا کہہ کر سر اپنے ہاتھوں میں گرالیا۔شانزے کی زبان کو بھی چپ لگی۔کچھ دیر لاؤنج میں خاموشی رہی۔صرف زخرف کے تیز چلتے تنفس کی آواز آرہی تھی۔پھر شانزے ہمت کر کے بولی۔

"زخرف اس کو بھی سمجھو۔اس کی مجبو۔۔۔"

زخرف نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔جیسے سارے چہرے کا خون سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آگیا ہو۔

"مجھے اس کی مجبوریاں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"دیکھو یار۔۔"

اس سے پہلے کہ شانزے کچھ کہتی فون کی ٹون نے اس کی آواز کو روکا۔زخرف نے

اپنے موبائل کو بیگ سے نکال کر دیکھا۔ پھر پھینکنے کے انداز میں ٹیبل پر رکھا۔

"بس یہی کرنا آتا ہے اسے۔۔۔"

اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ کب سے نارمل ہونے کی کوشش کر رہی تھی اور بالآخر وہ کامیاب ہو گئی تھی۔ موبائل ابھی تک بج رہا تھا۔

"ضروری بات کرنا ہو گی۔"

شانزے نے اسے سمجھانا چاہا۔ وہ عجیب کشمکش میں پڑ گئی تھی۔ لیکن اب وہ اس کو اور موبائل کو نظر انداز کرتی آنکھیں صاف کر کے بال سمیٹ رہی تھی۔

"شانزے کال ریسیو کر کے کہہ دو کہ زخرف مر گئی۔"

"اللہ نہ کرے۔"

بے اختیار شانزے کے لبوں سے نکلا۔ زخرف اب تکیے ٹھیک کر کے لاؤنج کی حالت بہتر کرنے لگی تھی۔ پھر بالآخر جب مسلسل فون بجتا رہا تو شانزے نے موبائل اٹھایا اور کال اوکے کر کے کان سے لگایا۔

"اسلام علیکم!"

"جی زخرف فریش ہونے گئی ہے۔ کوئی ضروری بات ہے تو مجھے بتادیں۔"

رُک کر اس نے کچھ سنا۔

"جی ٹھیک ہے۔ میں کہہ دیتی ہوں۔"

اور فون رکھ دیا۔

"زخرف وہ۔۔۔"

وہ جو کچن میں کافی بنانے جارہی تھی ہاتھ جھلا کر اکتاہٹ سے بولی۔

"پلیز مجھے کچھ نہیں سننا۔"

"یار وہ دراصل۔۔"

"شانزے نو مور آرگیومنٹ پلیز۔۔۔"

قطعی لہجے میں کہہ کر اس نے کافی کیلئے کافی میکر اور دودھ نکالا۔ شانزے چپ چاپ صوفے پر بیٹھ کر اسے دیکھتی رہی۔ اب یہ تو پکا تھا کہ وہ اس کے موڈ ٹھیک ہونے کا انتظار کرے گی کیونکہ 'پیغام' دیے بغیر وہ نہیں جاسکتی تھی۔

اگلی صبح اس کی گاڑی مطلوبہ کالونی میں داخل ہوئی تو غیر معمولی خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ دماغ پر زور ڈالنے پر اسے یاد آیا کہ آج تو سنڈے ہے اور عموماً ملتان کی گرم گلیوں میں اتوار کی صبح دیر سے ہی ہوتی تھی۔

گھر کے سامنے گاڑی رکی تو گارڈز نے فوراً اسے دیکھ کر بڑا گیٹ کھولا۔ آہنی سلاخوں کا دروازہ ہٹا تو اس نے گاڑی اندر بڑھائی۔ چند لمحے بعد جب وہ لان عبور کر کے لاؤنج میں آئی تو سامنے اس کی نظر بیگم زرین پر پڑی۔ جو لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تلاوت کر رہی تھیں۔ اب وہ ایسے گزرتی تو بد تمیزی تھی کیونکہ دادی کے کمرے میں جانے تک اسے انہیں کراس کرنا پڑنا تھا۔ ویسے انتظار کرنا مشکل نہیں تھا اور وہ اتنی بد اخلاق بھی نہیں تھی کہ کچھ دیر انتظار نہ کر سکے سو وہ انتظار کرنے لگی۔

"السلام علیکم !۔"

کچھ دیر بعد جب انہوں نے قرآن بند کیا تو زخرف نے جھکتے ہوئے سلام کیا۔

انہوں نے منہ میں کچھ پڑھ کر زخرف کے سر پر پھونک ماری اور اسے پیار دیتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم اسلام! کیسی ہو بیٹا۔۔؟"

"میں ٹھیک ہو آنٹی۔آپ کیسی ہیں۔۔؟"

اس نے بھی مسکراہٹ چہرے پر سجائے پوچھا۔اس کا ایک ہاتھ پہلو میں اور دوسرا پرس کی چین پر تھا۔یہاں بات ختم ہو یہاں وہ بھاگ جائے۔

"میں ٹھیک ہو بیٹا۔ذرا یہ قرآن اُدھر الماری میں رکھ دو۔"

"جی لائیں۔"

وہ فوراً آگے بڑھی اور ان سے قرآن پکڑ کر الماری میں رکھا۔پھر ان کی طرف مڑی اور بلاارادہ ہی ان سے پوچھنے لگی۔

"آنٹی گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟"

"یہ بچے کل رات کافی دیر تک گھر سے باہر رہے ہیں۔ابھی سب آرام کر رہے ہیں۔اتوار تھا آج بھائی نے بھی کام پر نہیں جانا تھا اس لئے ابھی تک سب سوئے ہی ہوئے ہیں۔"

انہوں نے تفصیل سے بتایا تو وہ مزید پوچھنے گی۔

"کیا دادی جان بھی ابھی تک نہیں اٹھی۔۔؟"

"دیکھ لو بیٹا۔ نماز پڑھ کر لیٹی تھیں۔ میرا خیال ہیں جاگ گئی ہو گیں۔"

"ٹھیک ہے۔۔"

یہ کہہ کر اب وہ ان کے آگے سے گزر کر بشریٰ اماں کے کمرے کی طرف بڑھی۔ زرین بیگم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔اب اس مسکراہٹ کا کیا مطلب تھا یہ تو اللہ ہی جانتا تھا۔

وہ آہستہ سے کمرے میں داخل ہوئی تو اندر مکمل خاموشی تھی۔ کمرے میں نیم اندھیرا تھا اور اے۔ سی کی خنک محسوس کی جا سکتی تھی۔ایک لمحے کیلئے تو وہ ٹھٹھری۔ پھر اندازاً نیم اندھیرے میں قدم اٹھاتی بیڈ تک پہنچی اور سائیڈ ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر اے۔ سی بند کیا۔مزید چند قدم وہ آگے بڑھی ہی تھی کہ یک دم ٹھٹھکی۔ صوفے پر لیٹا کوئی وجود دیکھائی دیا۔اس نے بیڈ پر دیکھا۔اندھیرے میں آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوئی تو بشریٰ اماں دوسری طرف کروٹ لئے لیٹی دیکھائی دیں۔وہ آہستہ سے ان کی طرف بڑھی اور بشریٰ اماں کو ہلکا سا ہلایا۔ لیکن ان کے

وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں ہوئی۔یقیناً وہ سو رہی تھی۔

وہ مڑی اور آگے بڑھ کر کھڑکیوں کے آگے سے پردے اتنی زور سے ہٹائے کے صوفے پر لیٹا وجود جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔پہلے تو اسے سمجھ نہیں آیا کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے اور جب سمجھ آیا۔۔۔

"بد تمیزی کی انتہا ہو گئی ہے۔کوئی اس گھر میں سونے کیوں نہیں دیتا۔پتہ بھی ہے مجھ سے زرا سی بھی روشنی میں سویا نہیں جاتا لیکن کوئی سنے تو۔۔۔"

"سٹوپ اٹ۔۔"

وہ جو آنکھوں کے آگے ہاتھ کئے غصے سے بولے جا رہا تھا زخرف کے یک دم اونچی آواز سے بولنے پر زبان کو بریک لگایا۔اب اس نے انگلیوں سے آنکھوں کو مسلتے ہوئے غور سے سامنے دیکھا تو بے یقینی سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی۔اتنے میں دادی بھی اٹھ چکی تھیں۔

"کیا ہوا زخرف۔۔؟"

کروٹ بدلتے انہوں نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے زخرف سے پوچھا۔وہ فوراً

ان کی طرف بڑھی اور انہیں اٹھنے میں مدد دی۔

"کچھ نہیں دادی بس آپ کو ہی اٹھانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ یہ اٹھ کر مجھے بولنے لگے۔"

"نہیں نانی جان۔پہلے یہ۔۔۔"

اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن۔۔

"غازی۔۔۔"

اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بشریٰ اماں نے اسے آنکھیں دیکھائی تو ناچار اسے چپ ہونا پڑا۔

کوئی کچھ بھی کہے لیکن نانی جان کا حکم سر آنکھوں پر۔زخرف نے سہارا دے کر انہیں بیڈ سے اٹھایا اور واش روم تک لے گئی۔پھر خود کمرے کی چیزیں سمیٹنے لگی۔

جب صوفے تک پہنچی تو وہ ابھی تک وہیں کھڑا غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کائینڈلی مسٹر ،سائیڈ پر ہٹ جائے۔میں آپ کی طرح فارغ نہیں ہوں۔کام ہیں مجھے بہت۔"

زخرف نے تپ کر کہا۔فضول میں یہ انسان اس کے پیچھے پڑ گیا تھا اور مسئلے اس کے

کم تھے جو یہ نیا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔زخرف کی بات سن کر تو اس کا دماغ ہی ہل گیا۔

"کیا کہا تم نے۔میں فارغ؟تم ہو گی فارغ۔۔تم ہو گی۔۔"

غصے میں وہ پتہ نہیں کیا بولنے والا تھا کہ یک دم رُک گیا۔پھر جھک کر صوفے سے اپنا بلینکٹ اٹھا کر وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔زخرف نے سر جھٹک کر کام کی طرف دھیان دیا۔

"امی مجھے یہاں رُکنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔"

باہر آ کر وہ زرین بیگم کے ساتھ بیٹھتے ہوئے خفا لہجے میں بولا۔وہ سخت خفا لگ رہا تھا۔وہ جواب کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔ایل۔سی۔ڈی کی آواز بند کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیا ہوا میرے شہزادے کو۔۔؟"

"امی مجھے نانی کے کمرے سے نکال دیا گیا۔اب کسی میں اتنی ہمت بھی آگئی ہے کہ نانی کے لاڈلے کو ان کے کمرے سے باہر نکال دے۔۔"

اس نے اتنی آواز میں کہا تھا کہ اندر تک صاف آواز جائے۔پتہ نہیں کیوں اسے اُس

پر شدید غصہ آرہا تھا۔

"کس نے کی یہ ہمت۔۔"

زرین بیگم نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر اس کے بال سہلاتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

"وہ لڑکی۔۔"اس نے رُک کر سوچا۔"ہاں وہ زخرف۔۔۔"

"غازی، کیسے چھوٹے بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔وہ امی کی کیئر ٹیکر ہے اور یہ بچپنا تھوڑی ہے جو ضد کرو گے۔تم تو اب میچور ہو گئے ہو۔تم سے مجھے ایسی حرکت کی توقع نہیں تھی۔"

بات کے اختتام پر انہوں نے ہلکی سی چپت اس کے سر پر لگائی۔

"امی آپ اب اس لڑکی کی طرف داری کر رہی ہیں۔"

"بیٹا وہ ہے ہی طرف داری کے لائق۔"

ان کی بات سن کر وہ یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے اٹھ کر بیٹھا۔

"امی کیا بات ہے۔آپ اس لڑکی میں زیادہ ہی دلچسپی نہیں لے رہی۔"

"ہاں لے تو رہی ہو۔"

ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہنوز قائم تھی۔

"کیا چل رہا ہے آپ کے دماغ میں۔"

اس کی گرد خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

"وہ بیٹا۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں اُحد چلاتا ہوا اپنے کمرے سے نکلا اور بھاگ کر لاؤنج کی طرف آیا۔ پھر چھلانگ لگا کر وہ زرین بیگم کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا اور ان کا بازو پکڑ لیا۔

"پھوپھو بچائے مجھے اپنے جِن سے۔ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

"امی بسس، آج آپ اس کی طرفداری نہیں کرے گی۔"

زوراور بھی اس کے پیچھے ہی آتا ہوا بگڑے موڈ سے بولا۔

"اب کیا ہوا ہے؟"

"امی اتنے خراٹے لیتا ہے یہ۔ نیند خراب کر دی اس نے ساری رات میری۔ کل

رات بس ہمیں ہی گھر آتے آتے دیر ہو گئی۔ ورنہ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ ابو نے ہمارے آنے سے پہلے ہی نکل جانا ہے تو کبھی بھی ان کے ساتھ باہر نا جاتا۔ گھر ہی رہ لیتا۔ ابو کے ساتھ گھر جا کر کم از کم سکون کی نیند تو میسر ہوتی۔"

زوراور کے بھی اپنے ہی دُکھ تھے۔ لیکن اندر کہیں غازی بھی اس سے اتفاق کرتا تھا۔ امی سے بعد میں بات کرنے کا ارادہ کر کے وہ اٹھا اور فریش ہونے کیلئے اُحد کے کمرے کی طرف بڑھا۔

باہر کا شور کم ہوتا سن کر زخرف اٹھی اور دروازہ بند کیا۔ تب تک بشریٰ اماں بھی قرآن کی تلاوت کر چکی تھیں۔ پتہ نہیں کیسا اثر تھا زخرف پر یا اس کا خود ہی وہ کتاب پڑھنے کو دل چاہ رہا تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ مڑی اور بشریٰ اماں سے خود ہی پوچھنے لگی۔

"دادی، کتاب لے آؤں۔۔"

بشریٰ اماں چونکی پھر مسکرا کر بولیں۔

"خیریت، بہت دل کر رہا ہے آج تمھارا۔"

"جی دادی، کیونکہ میں نے محسوس کیا ہے کہ ماضی ہماری زندگی کا بنیادی زینہ ہوتا ہے۔ جب تک ہم اس زینے کو نہیں چڑھیں گے ہمارا ذہن ہمارا ساتھ نہیں دے گا۔ وہ ہمیں بار بار پیچھے کی طرف کھینچے گا۔ ماضی کو ہم کبھی بھول نہیں سکتے تو کیوں نہ ماضی کو دہرائیں تاکہ ہمیں اپنی درست سمت کا اندازہ ہو اور ہم دوبارہ وہ غلطی نا کریں۔۔۔"

پھر کچھ کہتے کہتے وہ رُک گئی۔ جیسے بلاارادہ ہی منہ سے کچھ نکلنے لگا ہو۔ سر جھٹک کر وہ صوفے تک گئی اور بیگ سے بُک نکالنے لگی۔ بشریٰ اماں نے اس کے ایسے چپ ہونے کا نوٹس لیا تھا لیکن پھر زیادہ نہیں پوچھا۔ وہ اسے بولنے کا وقت دیا کرتی تھیں اور وہ کچھ دیر، کچھ گھنٹے، یا کچھ دن بعد خود ہی بشریٰ اماں کو ساری بات بتا دیا کرتی تھی۔

زخرف ان کے ساتھ بیڈ پر آ کے بیٹھی اور مطلوبہ صفحہ نمبر کھولنے لگی اور پھر۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے اِرد گرد چیزیں بدلنے لگی۔ ماحول بدلنے لگا۔ وقت بدلنے

لگا۔ جگہ بدلنے لگی اور وہ دونوں مکمل طور پر اس کہانی میں غرق ہو گئیں۔ جیسے وہ دونوں خود اس کہانی کا حصہ ہوں۔

موسم میں آج اچھی خاصی تپش تھی۔ آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ بادل جیسے ناراض ہو کر آسمان میں کہیں چھپ سے گئے تھے۔ سورج کی تپتی گرم شعائیں یونیورسٹی کی بلند و بالا عمارت پر پڑ رہی تھی۔ اس پُر شکوہ عمارت کے بر عکس لوگوں کو اس شدید گرمی میں کام کرنا کافی مشکل لگ رہا تھا۔

ایسے میں وہ دونوں لوگوں کی بھیڑ میں گزرتے دیکھائی دیئے۔ دفعتاً ارسم اس کی جانب جھک کر پوچھنے لگا۔

”کیا میں 'آپ' کو تم کہہ سکتا ہوں۔۔؟“

زینب حیران ہوئی۔ یہ کیسا سوال تھا۔ پھر کچھ کہنے کی بجائے خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

”ویسے ہم اب دوست بن ہی گئے ہیں تو دوستوں میں 'آپ' جناب اچھا نہیں لگتا۔

تو 'تم' ہی ٹھیک ہے۔"

کچھ دیر اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد وہ خود ہی بول اٹھا۔زینب ابھی بھی خاموش رہی۔وہ سمجھا شاید وہ ابھی ان کمفرٹیبل ہے۔

"زینب۔۔"

اپنے نام کی پکار پر وہ چونکی۔پھر اس نے سر اٹھایا۔سامنے سے شنایہ سٹوڈنٹس کے درمیان میں سے گزرتی اس کی طرف آرہی تھی۔اُس کے کندھے پر بیگ تھا۔اس نے سکن اور گرین کلر کا فراک پہنا ہوا تھا۔ساتھ میں اسکن ہی ڈوپٹہ گلے میں ڈالے،بالوں کی پونی بنائے وہ یونی کے پہلے دن کیلئے مکمل تیار تھی۔

"کدھر تھی تم۔میں نے تمھیں کہا تھا یونی کے گیٹ پر میرا انتظار کرنا۔تم سے کچھ دیر صبر نہیں ہو سکا۔کتنی دیر انتظار کر کے اب میں اندر آئی ہوں۔"

"میں وہ۔۔۔"

"سبحان اللہ۔۔۔"

شنایہ نے ابھی کچھ کہنے کیلئے لب کھولے ہی تھے کہ ارسم حیرت سے بول اٹھا۔

"شکر ہے اللہ کا، آپ بولی تو سہی۔ آپ سے جتنی ملاقاتیں ہوئی ہیں پہلی بار آپ کے منہ سے اتنا بڑا جملہ سنا ہے۔ میرے کان ابھی تک یقین نہیں کر پا رہے۔"

شنایہ حیرت سے پوری اس کی طرف گھومی۔ جو پتہ نہیں کون تھا اور کیا کیا بکواس کر رہا تھا اور اس کی ہمت کیسے ہوئی شنایہ دلاور کی بات کاٹنے کی۔

"یقین کرو، میں سمجھا تمھیں کوئی بیماری ہے۔ تم زیادہ بولو گی تو۔۔۔"

"اوہ مسٹر۔۔"

شنایہ اس کی قینچی کی طرح چلتی زبان کو بریک لگانے کیلیئے اس کے سامنے آئی۔ ایسے کے زینب پوری طرح اس کے پیچھے چھپ گئی۔ اب وہ زینب اور ارسم کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

"تم ہو کون اور کیا فضول میں بک بک کیئے جا رہے ہو۔ زینب کبھی لڑکوں سے بات نہیں کرتی۔ تم میری معصوم اور شریف دوست کو تنگ کر رہے ہو۔ میں بالکل یہ برداشت نہیں کروں گی۔ تم رُکو زینب۔۔۔"

زینب جو اسے بازو سے ہلا کر متوجہ کرنا چاہتی تھی شنایہ نے اسے ہاتھ اٹھا کر رُکنے کا

اشارہ کیا۔

"اور تمھاری ہمت کیسے ہوئی میری 'شنایہ دلاور' کی بات کاٹنے کی۔آج تک میرے بابا نے میری بات نہیں کاٹی۔تم کیا چیز ہو بھئی۔اب نکلتے بنو یہاں سے اس سے پہلے میں کمپلین کروں۔۔"

غصے سے بولتے اسے سانس چڑھنے لگا تھا۔دھوپ اس کی پشت پر پڑ رہی تھی۔ارسم کو اسے دیکھنے کیلئے آنکھیں چھوٹی کرنا پڑ رہی تھیں۔اپنی بات ختم کر کے وہ مڑی اور زینب کی طرف متوجہ ہوئی اور اِدھر زینب کے چہرے کی ہوائیاں اُڑی ہوئی تھیں۔

وہ بس ہکا بکا سی شنایہ کے کندھے سے پیچھے دیکھ رہی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو۔وہ چلا گیا۔چلو کلاس ڈھونڈھے۔۔۔"

جب زینب نے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے زینب کی نظروں کے تعاقب میں مڑ کر دیکھا۔وہ ابھی تک کھڑا تھا۔وہ صرف زینب کے اس کو دیکھنے کی وجہ سے کھڑا تھا۔

کوئی اور ہوتا تو کب کا چلا گیا ہوتا۔

"تم۔۔"

"بس کرو شنایہ۔۔"

اس سے پہلے کہ شنایہ دوبارہ بولنا شروع کرتی اب کی بار وہ آگے بڑھی۔اب دھوپ اس کی پشت کی بجائے اس کے دائیں طرف پڑ رہی تھی اور وہ شنایہ اور ارسم کے درمیان میں کھڑی تھی۔یونیورسٹی کے رش سے ہٹ کر وہ قدرے ایک طرف کھڑے تھے۔پسِ منظر میں یونی کا شور ویسا ہی تھا۔

"ان سے ملو، یہ ہیں 'ارسم ابراہیم'۔میں ایک دفعہ پہلے بھی ان سے مل چکی ہوں اور اب ہم باقاعدہ دوست ہیں۔"

اس نے دوست پر زور دیتے ہوئے کہا۔جہاں شنایہ کی آنکھیں حیرت سے کُھلیں وہیں ارسم کے ہونٹوں پر دوست سن کر دل کش سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"اور ارسم یہ ہے میری اکلوتی دوست 'شنایہ دلاور'۔اس کی باتوں کا غصہ مت کیجئے گا۔بس کوئی بات دل میں نہیں رکھتی۔تھوڑی سی سٹریٹ فارورڈ ہے۔"

زینب نے تعارف والا مرحلہ خود ہی سر انجام دیا۔شنایہ ابھی تک حیران تھی۔

"تھوڑی سی نہیں بہت زیادہ سٹریٹ فارورڈ ہے۔"

ارسم بڑبڑایا۔ لیکن اس کی بڑبڑاہٹ زینب اور شنایہ تک بخوبی پہنچی تھی۔اس سے پہلے کہ غصے سے بھری شنایہ کچھ کہتی زینب نے شنایہ کا بازو پکڑا اور اسے ساتھ لئے چلنے لگی۔

”ہماری کلاس شروع ہونے والی ہے۔ چلو چلیں۔ پھر ملاقات ہو گی۔“

”زینب یہ کب ہوا اور مجھے بتانے کا ارادہ کب تھا۔“

وہ ابھی تک بے یقین تھی۔

”ابھی چلو بعد میں بات کرتے ہیں۔“

زینب نے آہستہ آواز میں کہتے ہوئے بات ٹال دی۔

”میں بھی آتا ہوں۔ سیم سبجیکٹس ہیں ہمارے۔“

ارسم بھی پیچھے ہی بھاگا۔

”بس اب اس بندر کو بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ فضول میں پیچھے پڑ والیا ہے۔“

شنایہ سخت کوفت زدہ تھی۔

”مِس شنایہ مجھ تک آواز آرہی ہے۔“

ارسم نے اونچی آواز میں اسے باور کروایا۔

"جی جناب، آپ کو سنانے کیلیئے ہی بولا ہے۔"

شنایہ نے بھی تپ کر کہا۔

"تم دونوں چپ کر جاؤ۔ خدا کا واسطہ ہے۔"

زینب نے عاجز آ کر کہا۔ بس ہاتھ جوڑنے کی کسر باقی تھی۔ کیونکہ کلاس آ گئی تھی اور وہ دونوں مسلسل بول رہے تھے۔ خدا ہی جانتا تھا ان کی دوستی کا کیا ہونے والا تھا۔

"زینب یہ کیا پلے پڑ والیا ہے اور مجھے بتانے کا ارادہ کب تھا تمھارا۔ ایک ملاقات ہو بھی گئی تمھاری اور میں بے خبر ہوں۔"

تیسرے لیکچر میں پہلے ہی دن سر نا آنے کی وجہ سے وہ دونوں کلاس میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ جب ارسم کو باہر جاتا دیکھ کر شنایہ زینب سے کہنے لگی۔ زینب نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے وہ ابھی باہر گیا تھا۔ پھر شنایہ کی طرف مڑی۔

"کالج کے باہر ایک دن ملاقات ہوئی تھی۔مجھے یہ گھورتا تھا۔۔۔"

اور پھر زینب نے اتا پے ساری بات شنایہ کے گوشِ گزار کی۔

"تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تم اسے دوست بنالو گی۔"

"شنایہ پلیز،یونی لائف میں ایسے بہت سے دوست بنتے ہیں۔اس کا مطلب ہے ہر ایک سے سلام دعا کے بدلے میں تم مجھے یوں ہی لیکچر دو گی۔"

زینب نے قدرے اکتا کر کہا۔پہلے اس کے ذہن میں موحد کا فقرہ گونجتا رہا تھا اور اب شنایہ۔مطلب وہ اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزار ہی نہیں سکتی تھی۔وہ کسی لڑکے سے دوستی کرتی بھی نا لیکن پتہ نہیں کیوں وہ اُسے انکار نہیں کر پائی تھی۔ ایسے جیسے کوئی پُرانا سا تعلق لگتا تھا۔جیسے وہ بھیڑ میں بھی اسے اس کی آواز سے پہچان لے گی جیسے۔۔۔

"ہیلو لیڈیز۔"

آواز پر جہاں زینب کی سوچوں کا ارتکاز ٹوٹا وہیں شنایہ بھی اپنی جگہ اُچھلی۔وہ نا جانے کب کلاس کے پیچھے والے دروازے سے داخل ہو کر ان تک پہنچا تھا۔

"تم دونوں ادھر کیوں بیٹھی ہو۔اٹھو،یونی گھومو،انجوائے کرو۔"

کہتے ہوئے وہ ان کے سامنے آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔کلاس میں چند لوگ ہی بیٹھے تھے۔باقی سارے آوارہ گردی کیلئے باہر نکلے ہوئے تھے۔

"نہیں ابھی دل نہیں ہے۔پھر اگلے پورے پانچ سال یہی یونی تو دیکھنی ہے۔"

زینب نے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا۔

"اچھا مجھے تو نہیں لگتا کہ اگلے پانچ سال یونی ایسی ہی رہے گی۔چیزیں ہر روز بدلتی ہیں۔کچھ پہلے سے خوبصورت ہو جاتی ہیں اور کچھ بدتر۔لیکن اگلی ہی نظر میں بھی چیز دیکھنے پر ویسی نہیں رہتی۔۔"

پھر اس نے گردن گھما کر کلاس کو دیکھا۔

"یقین جانو،تم لوگ ہر روز یونی کو نئی نظر سے دیکھو گی تو ہر روز نئی لگے گی۔دل میں بس ایک یقین ہو کہ آج کچھ نیا دیکھنا ہے تو یقین جانو سچ میں کچھ نیا نظر آئے گا۔۔۔"

زینب دلچسپی سے اسے دیکھتی غور سے سن رہی تھی۔جبکہ ثنایہ نے منہ بنا کر رُخ

پھیر لیا۔

"ہنہ، زیادہ ہی فلاسفر بن رہا ہے۔۔"

وہ بڑبڑائی۔ وہی بڑبڑاہٹ جو زینب اور ارسم کے ساتھ ساتھ کلاس کے پچھلے دروازے سے داخل ہوتے سٹوڈنٹس نے بھی سنی تھی۔ زینب کا اس کو دیکھتا تسلسل ٹوٹا۔ اس نے کرسی کے پیچھے سے اسے کمر پر چٹکی کاٹی۔ جس کا اُس پر کوئی اثر نا ہوا پھر اس نے ارسم کو دیکھا جس کی مسکراہٹ میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔

پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور قدم قدم پیچھے کو اٹھاتے ہوئے اونچی آواز میں بولا۔

"میڈم شنایہ آزما کر دیکھ لینا۔ پھر ایک دن فلاسفر نہ سہی ایک بندہ ضرور یاد آئے گا۔ جسے تم 'ارسم ابراہیم' کے نام سے جانتی ہو گی۔۔"

شنایہ نے اس کا ایک ایک لفظ سنا لیکن چہرہ سیدھا نہیں کیا۔

"پھر ملاقات ہو گی زینب۔۔"

آخر میں زینب سے کہہ کر وہ مڑا اور جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ کچھ سٹوڈنٹس نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"زینب میں بتا رہی ہوں یہ لائن مار رہا ہے۔ چھٹی کرواؤ اس کی۔۔"

شنایہ سخت کبیدہ خاطر تھی۔ کہہ کر وہ اٹھی اور واک آؤٹ کر گئی۔ زینب نے چند کرسیاں آگے بیٹھے اس لڑکے کی پشت پر نظر ڈالی جس کے ایک لفظ سے بھی اسے چھچھورے پن کی بو نہیں آئی تھی۔ اسے تب بھی یہ محسوس نہیں ہوا تھا کہ وہ اس پر لائن مار رہا ہے جب اس نے زینب کا ہاتھ پکڑا تھا۔ کون تھا وہ۔۔۔!

پھر آخری کلاس لے کر جب وہ دونوں باہر آئیں تو شنایہ کافی جلدی میں تھی۔ عجلت کے عالم میں اس نے زینب کو اس کا رجسٹر تھمایا اور معذرت خوانہ لہجے میں بولی۔

"زینب رئیلی سوری یار، میں تمھیں لے کر نہیں جا سکتی اور تمھارے ساتھ رُک بھی نہیں سکتی کیونکہ پھوپھو کی طبیعت خراب ہے۔ مجھے ان کی طرف جانا ہے۔ بابا باہر کھڑے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ فکر نا کرنا۔ مجھے ایان بھائی لینے آ جائے گے۔"

زینب نے اس کا ہاتھ تھپک کر اسے تسلی دی۔

"چلو پھر ٹھیک ہے۔کل ملتے ہیں۔خدا حافظ۔۔"

اور وہ اپنا بیگ اور ڈوپٹہ سنبھالتی جلدی سے باہر کی طرف بڑھی۔

"ہیلو۔۔"

اور وہ اسی وقت کلاس سے باہر نکل کر سیدھا اس کی طرف آیا تھا۔زینب نے گہری سانس لی۔پتہ نہیں اسے اس کا علم کیسے ہو جاتا تھا۔وہ خاموشی سے چلتی رہی کیونکہ ابھی اسے اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نکلنے کیلئے کافی چلنا پڑنا تھا پھر مین گیٹ تک بھی بہت پیدل چل کر جانا پڑتا تھا۔وہ بھی اس کے دائیں طرف چلنے لگا۔

"کیسا گزرا تمھارا پہلا دن۔۔"

اسی نے بات کا آغاز کیا۔

"توقع سے بہت اچھا۔تمھارا کیسا گزرا۔۔؟"

"بہت زیادہ اچھا۔۔"

ارسم نے مسکرا کر کہا۔زینب نے نوٹ کیا اسے بات بے بات مسکرانے کی عادت تھی۔

"گڈ۔۔"

زینب نے مختصر جواب دیا۔

کچھ لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔دھوپ ان کے سایے ان کے پیروں میں بنا رہی تھی۔جس پر چلتے وہ قدم آگے بڑھا رہے تھے۔پھر ارسم جھجھکتے ہوئے بولا۔

"زینب،ایک بات کہوں؟"

زینب نے حیرت سے اسے دیکھا۔وہ اس سے ملنے کے بعد پہلی بار یوں جھجھک رہا تھا۔

"ہاں کہو۔۔"

وہ اگلے چند لمحے سر جھکائے چلتا رہا۔کبھی کان کی لو مسلتا،کبھی بال ٹھیک کرتا۔۔۔

"کیا مجھے تمھارا نمبر مل سکتا ہے؟"

بالآخر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمھیں کیوں چاہیے۔"

زینب نے دوبدو جواب دیا۔

”ویسے ہی کبھی کبھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔“

ارسم نے پھر کان کھجائے تھے۔زینب نے غور سے اسے دیکھا۔دیکھنے میں وہ کوئی ایساویسالڑکا لگتا تو نہیں تھا۔۔پھرر۔

”لکھو۔“

زینب نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ارسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”میں کہہ رہی ہوں۔نوٹ کرو۔“

زینب نے دوبارہ کہا۔ارسم گڑ بڑایا۔پھر جلدی سے موبائل نکال کر بولا۔

”بولو بولو، میں سن رہا ہوں۔“

نمبر نوٹ کرنے کے بعد وہ بیگ کندھے پر درست کرتے ہوئے بولا۔

”تم اپنی دوست سے کافی مختلف ہو۔میں حیران ہوں تمھاری اس سے دوستی کیسے ہوئی؟“

زینب ہلکا سا ہنسی۔

"بس غصے کی تھوڑی تیز ہے۔دل کی بہت اچھی ہے۔"

وہ دونوں اب ڈیپارٹمنٹ کے ایریا سے باہر آچکے تھے۔سورج کی تپتی شعائیں ابھی بھی ان پر پڑ رہی تھیں۔

"بس کرو دل کی اچھی۔ صبح مجھے بندر کہہ رہی تھی۔"

ارسم نے اسے دیکھتے ہوئے باور کروایا۔

"ہاں تو ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔"

بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔پھر وہ جلدی سے زبان دانتوں تلے دبا گئی۔لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔ارسم نے صدمے سے اسے دیکھا۔

"کیا میں تمھیں واقعی ایسا لگتا ہوں۔۔۔"

"نہیں وہ میں۔۔۔"

زینب نے کچھ کہنا چاہا۔لیکن ارسم کے دل کو لگ چکی تھی۔

"تم لوگ کیسے مجھے بندر کہہ سکتی ہو۔امی کہتی ہیں خاندان کا سب سے خوبصورت بچہ ہوں میں۔امی کو شکایت لگاؤں گا میں تمھاری۔۔۔۔"

ناراضگی سے کہتے ہوئے وہ اس سے دو قدم آگے چلنے لگا۔

"ارسم سنو تو۔۔۔"

"نہیں بس بہت ہو گیا۔ میرا تو دنیا سے اعتبار ہی اٹھ گیا ہے۔"

وہ آگے چلتے ہوئے ہاتھ جھلا کر بولا۔ زینب فوراً رک گئی۔

"مسٹر ارسم!۔۔۔"

اس نے پیچھے سے پکارا۔

"یو نو، میرے بابا کہتے تھے۔ بات وہ کرو جو دل کو لگے۔ پھر چاہے وہ تلخ ہو یا سادہ۔۔۔"

ارسم کے قدم اس کے سادہ لہجے پر رُکے تھے۔ وہ مڑا۔ دھوپ کی کرنیں اس پر پڑی۔ اس نے زینب کو دیکھا تو وہ اندھیرے میں دیکھائی دی۔ دھوپ کی کرنیں اس کے اطراف سے ہوتی اس پر پڑ رہی تھی۔ اس نے ہاتھوں کا چھجا بنا کر آنکھوں پر رکھتے ہوئے زینب کے تاثرات دیکھنے چاہے۔

"تم کو تو میری سادہ بات برداشت نہیں ہوئی۔ میری تلخ باتیں کیسے برداشت کرو

گے۔۔“

ارسم کو لگا وہ مسکرائی ہے۔ تلخ سی مسکراہٹ۔ وہ دو قدم اس کی طرف بڑھا۔ اب ان کے درمیان چند قدم کا ہی فاصلہ تھا۔

”کیا دوستوں کو تلخ باتیں کہنی چاہیے؟“

پتہ نہیں اس نے کیا سوچ کر یہ پوچھا تھا۔ اس کی بات سن کر زینب مزید اس کی طرف جھکی اور اس کے کان کے نزدیک سرگوشی نما آواز میں بولی۔

”جناب، یہ دنیا تلخ ہے۔ اس میں رہنے والے لوگ تلخ ہیں۔ جب تک ہم اس دنیا کو تلخ نظروں سے نہیں دیکھیں گے ہم اس دنیا میں نہیں رہ سکتے۔ ویسے کبھی کبھی اپنے اندر کی تلخ باتیں اپنے الفاظ کے ذریعے کہہ دینی چاہیے۔ پھر چاہے سامنے والا انسان آپ کا قریبی ہو یا آپ کا کوئی دوست۔“

اتنا کہہ کر وہ پیچھے ہٹی اور اس کے دائیں طرف سے گزرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ پہلے تو وہ وہیں کھڑا حیرت سے اس کے الفاظوں کی بازگشت سنتا رہا پھر یک دم پلٹا اور اس کے پیچھے بھاگا۔

"یار تم اتنا کچھ اتنی آسانی سے کیسی کہہ سکتی ہو اور کہاں سے سیکھا ہے ایسا بولنا۔۔"
پھولے ہوئے سانس کے درمیان وہ اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔اس کی بات سن کر وہ زخمی سا مسکرائی۔ارسم نے اس کی مسکراہٹ دیکھی پھر خود ہی جلدی سے بولا۔
"آئی گیس، تم کہو گی تمھیں یہ باتیں زندگی نے سیکھائی ہیں۔حالات اور یہ لوگ بہت کچھ سیکھا دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔"
زینب نے کچھ کہنے کیلئے لب کھولے ہی تھے کہ فوراً بند کر لئے۔وہ بالکل خاموش ہو گئی۔ارسم نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو 'دیکھا میں ٹھیک کہہ رہا تھا۔' کچھ دیر دونوں ایسے ہی خاموش چلتے رہے۔بس سامنے اب یونی کا مین گیٹ نظر آرہا تھا۔ پھر زینب آہستہ سے بولی۔
"مجھے یہ سب لوگوں نے اور زندگی نے نہیں سیکھایا۔میں نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔میرے بابا کہا کرتے تھے کہ لوگوں کی باتوں سے زیادہ لوگوں کے تلخ رویے اور بے زاریت بھرے لہجے انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔۔۔"

رہ رُکی۔ ارسم سانس روکے اسے سن رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ پھر گہری سانس بھر کر دوبارہ بولی۔

"تمھیں کس نے کہا میں حالات سے ہاری ہوئی لڑکی ہوں۔ میں حالات سے ہاری ہوئی لڑکی نہیں ہوں۔ میں لہجوں سے جنگ کرتی ہوئی لڑکی ہوں۔ مجھے یہ سب میرے بابا نے سیکھایا ہے۔۔"

بات کے اختتام پر زینب نے اسے دیکھا۔ جسے یک دم شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

"سوری مجھے نہیں پتہ تھا تمھارے والد اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت کرے۔"

"الٰہ آمین۔"

زینب نے آنکھیں بند کر کے آنکھوں میں آنے والی نمی اندر اتاری تھی۔ اپنے والد کے چھوٹے سے ذکر پر بھی اس کی آنکھیں ایسے ہی نم ہو جاتی تھیں۔ پھر اس کے شرمندہ چہرے کو دیکھ کر بولی۔

"میرا مقصد تمھیں شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ خیر اچھے انسان ہو۔ بات کر کے اچھا لگا

تم سے۔ کل ملاقات ہو گی پھر۔ اللہ حافظ۔“

کہہ کر اپنی چادر درست کرتی وہ مین گیٹ کی طرف بڑھی۔ وہ بھی کندھے سے پھسلتے بیگ کو دوبارہ کندھے پر دھکیلتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا۔ تب تک وہ یونی کے گیٹ سے باہر نکل چکی تھی۔ یونی کے گیٹ سے تھوڑا پیچھے کھڑی کار میں وہ بیٹھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا فرنٹ سیٹ پر اس کے ساتھ ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ جو مسکرا کر زینب کو سیٹ بیلٹ لگاتے دیکھ رہا تھا۔ پھر زینب نے اسے کچھ بتایا تو وہ اس کی بات پر ہنس دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گاڑی کو زن سے آگے بھگا لے گیا۔ ارسم کے ذہن میں کچھ اٹکا۔ اسے کچھ بُرا لگا تھا پھر وہ سر جھٹک کر ہوسٹل جانے والے راستے کی طرف بڑھا۔

\-----------

رات اس علاقے پر اُتری تو ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ کہیں کہیں سٹریٹ لائیٹس کی روشنی جلتی دیکھائی دیتی تھی ورنہ ہر طرف اندھیرا تھا۔ آسمان کا چاند بھی آج بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ تارے بھی زمین کے مکینوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

گلی محلوں میں خاموشی تھی۔ لیکن۔۔۔

اس گھر میں آج خلافِ معمول ہر چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ بڑوں کی تو بیٹھک میں سیاست کے موضوع پر گرما گرم بحث چل رہی تھی جبکہ سارے بچے لاؤنج میں بیٹھے باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ نا کچھ کھیلنے میں لگے تھے۔ زینب بھی آج سب کے ساتھ بیٹھی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سب کی نوک جھونک سن رہی تھی۔ دفعتاً اس کے موبائل کی رِنگ ٹون بجی۔ اس نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر دیکھا تو کسی ان ناؤن نمبر سے اس کے واٹس ایپ پر میسج آیا تھا۔

"ہیلو زینب۔۔۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ سیدھا بلاک کر دیتی۔ لیکن آج یونی کا پہلا دن تھا اور بہت سی لڑکیوں کو اس نے نمبر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے واٹس ایپ کھولا اور میسج لکھنے لگی۔

"آپ کون؟"

بھیج کر وہ ایان کی طرف متوجہ ہوئی جو اسے کہہ رہا تھا۔

"چلو، زینب اب تمھاری باری۔ گھماؤ اس بوتل کو۔"

وہ لوگ ٹرتھ، ڈیئر کھیل رہے تھے۔ زینب سنگل صوفے پر بیٹھی تھی۔ اسکے دائیں جانب ڈبل صوفے پر ایان اور سحرش جبکہ سامنے والے صوفے پر ایان اور موحد بیٹھے تھے۔ موحد کے ساتھ وانیہ تھی، صدف اور غزل لاؤنج کے درمیان میں کرسیاں رکھ کر کتابیں کھولے بیٹھی تھیں۔ موحد اور زینب بالکل آمنے سامنے تھے۔

زینب نے ایک ہاتھ سے بوتل کو گھمایا۔ دوسرے ہاتھ میں ابھی بھی فون پکڑا تھا۔ پیغام زینب کو ملا تو اس نے سکرین کو دیکھا۔ جہاں بھیجنے والے کا میسج جگمگا رہا تھا۔

"جسے آپ صبح بندر کا لقب دے چکی ہیں۔"

پڑھتے ہی زینب کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے جسے اس نے جلدی سے دانتوں تلے دبا کر کنڑول کیا۔ دوسری طرف ایان اسے کہہ رہا تھا۔

"چلو زینب، پوچھو کچھ موحد سے۔"

اب کے زینب نے نظر ٹیبل پر ڈالی تو اس کی گھمائی ہوئی بوتل نے اس کا اور موحد کا

رُخ اختیار کیا ہوا تھا۔اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو موحد کی سیاہ آنکھیں اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔وہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک ہاتھ صوفے کی پشت پر پھیلائے،دوسرا ہاتھ ٹانگ پر ٹکائے دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کی سیاہ آنکھوں میں چیلنج تھا۔زینب نے گہری سانس لے اور پھر اعتماد سے بولی۔

"ترتھ اور ڈیئر۔۔"

"ڈیئر۔۔"

اس نے بِلا تامل کہا۔جیسے وہ سوچ کر بیٹھا ہو۔اس کا یہ اعتماد ہی موحد کو سلگاتا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی موبائل کی اسکرین پیغام ملنے سے پھر جگمگائی۔زینب نے ایک نظر سکرین کو دیکھا۔جہاں پیغام جگمگا رہا تھا۔

"تم مجھے نظر انداز کر رہی ہو اور مجھے نظر انداز ہونا بالکل نہیں پسند۔۔۔"

"زینب ڈیئر دے بھی دو۔۔"

منان نے اسے چپ دیکھ کر کہا۔

"ہاں دو۔میں بھی تو دیکھو تم میرے بھائی کو کیا کرنے کا کہتی ہو۔"

سحرش نخوت سے بولی۔زینب نے اس کے لہجے کو نظرانداز کرتے ذہن میں الفاظ جوڑے۔

”میں مدد کروں۔۔“

وانیہ نے پیشکش کی۔۔“

”نہیں وہ خود دے گی۔“

موحد نے قطعی لہجے میں کہا۔وہ پُر سکون مسکراتی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اور زینب کیلیئے اس کا یہی سکون عذاب بنا ہوا تھا۔

”آپ کیلیئے میرا ڈیئر یہ ہے کہ۔۔“

اتنے میں زینب کا فون بجنے لگا۔اب وہ اسے مستقل مزاجی سے کال کر رہا تھا۔زینب اٹھ کھڑی ہوئی۔

”کہاں جارہی ہو؟“

موحد نے اسے اٹھتے دیکھ کر فوراً کہا۔زینب نے پہلے اپنے موبائل کو دیکھا جسے وہ سائلنٹ لگا چکی تھی پھر اس نے موحد کو دیکھا۔

"ابھی میری دوست کی کال آرہی ہے۔آپ پر میرا یہ ڈیئر ادھار رہا پھر کبھی دوں گی۔"

عجلت میں کہتی وہ جانے کیلئے مڑی۔

"واپس تو آؤں گی نا۔ابھی ہم نے کسوٹی کھیلنی ہے۔"

ایان نے پیچھے سے آواز دی۔زینب نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"نہیں آپ لوگ کھیلیں۔میں اب فون سن کر آرام کروں گی پھر کبھی سہی۔"

کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔موحد کی آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

"کیا کہہ سکتے ہیں ہم اب۔اب وہ یونی جاتی ہے اپنی مرضی ہے اس کی۔"

سحرش کے طنزیہ تبصرے نے اسے ہوش دلایا۔

"کیا کہہ رہی ہو تم۔اس نے کہا وہ تھکی ہوئی ہے،بس اسی لئے چلی گئی۔"

ایان فوراً زینب کی حمایت میں بولا تھا۔

"بھائی آپ زینب کی زیادہ ہی طرفداری کرتے ہیں۔میں نے نوٹ کیا ہے۔"

اس بات پر کتابوں پر جھکی صدف نے فوراً سر اٹھا کر لقمہ دیا۔

"اچھا چلو بس کرو۔ ہم کھیل رہے تھے۔ چلو منان اب تمھاری باری۔ بوتل گھماؤ۔"

ایان نے بات سمیٹتے ہوئے بات ہی بدل دی۔ سب دوبارہ گیم کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اب موحد صرف ایان کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے تمھیں۔ انسان مصروف بھی ہوتا ہے لیکن تم میں تمیز نام کی چیز ہی نہیں ہے۔"

زینب نے سیدھا چھت کا رُخ کیا تھا۔ فون اوکے کرتے ہی وہ دوسرے انسان پر برس پڑی۔

"یو آر رائٹ، میں بہت بد تمیز ہوں۔ اپنے دوستوں کے معاملوں میں۔ کال نہیں اٹھاؤ گی تو یونہی کروں گا۔"

ارسم نے اتنے ہی سکون سے جواب دیا تھا۔ چھت کی خاموشی کی وجہ سے آواز باہر

بھی آرہی تھی۔

”لیکن میں اس وقت کال نہیں اٹھا سکتی تھی۔اتنی مشکل سے اٹھ کر آئی ہوں سب کے درمیان میں سے۔“

وہ غصے میں بھی کوشش کر رہی تھی کہ آواز زیادہ اونچی نہ ہو۔

”آہاں، تو آپ سب کے درمیان میں سے اٹھ کر آئی ہیں۔پوچھ سکتا ہوں کہ وہ سب کون ہیں؟“

ارسم کی آنکھوں کے سامنے صبح والا منظر آیا تو تپ کر بولا۔اس کی بات سن کر زینب دروازے سے زرا ہٹ کر کھڑی ہوئی پھر منڈیر سے ٹیک لگا کر رکھائی سے بولی۔

”میری ایک فیملی ہے ارسم، مجھے اپنے گھر کے حالات دیکھ کر تمام کام کرنے ہوتے ہیں۔میں ایسے ہی کسی سے بات نہیں کر سکتی۔ہماری فیملی میں اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔“

”اچھا چلو ٹھیک ہے پھر میں فون رکھتا ہوں۔“

وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

"رُکو۔۔"

وہ جلدی سے بولی۔

"کیا ہوا۔۔"

وہ جیسے بادلنخواستہ رکا۔زینب نرم پڑی۔

"اب ہم تھوڑی دیر بات تو کر سکتے ہیں۔"

اور نیچے جا کر ان کے درمیان بیٹھنے کی بجائے زینب خالد نے ارسم ابراہیم سے بات کرنے کو ترجیح دی۔

"ابھی کسی کی فیملی میں یہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔"

اس نے بھی جتایا۔

"ارسم۔۔۔"

اس نے دبی آواز میں تنبیہ کی۔

"اچھا سوری۔۔۔"

وہ سیدھا ہوا پھر بولا۔

"اچھا تو بتاؤ تم نے۔۔۔"

اور پھر وہ دونوں باتوں میں مصروف ہو گئے۔ فیملی کے علاوہ ان کے بیچ ہر طرح کی بات ہوتی رہی۔ زینب کو بالکل احساس نہیں ہوا کہ وہ کافی دیر سے بات کر رہی ہے۔ تقریباً گھنٹے بعد جب اس نے موبائل کان سے ہٹایا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ یہ ایک گھنٹے سے شروع ہونے والی کال کا سلسلہ کس حد تک جانا تھا ابھی زینب خالد کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔

اگلے دن یونی کے فارغ پیریڈ میں وہ تینوں کینٹین میں چلے آئے۔ وہ دونوں آگے تھیں اور وہ بیگ کندھے پر ڈالے ان سے دو قدم پیچھے تھا۔ ایک ٹیبل کے پاس وہ رُکیں اور اپنے رجسٹرڈ ٹیبل پر رکھے اور اپنے بیگ کرسی کی پشت پر لٹکاتی کرسیوں پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ آخر کو اتنی دور تھی کینٹین۔ اتنا چل کر آئے تھے وہ تینوں۔

"ایک منٹ۔۔"

اس سے پہلے کہ ارسم بیٹھتا شانیہ نے اسے انگلی اٹھا کر روکا۔ زینب نے کراہ کر رُخ کینٹین کے کاؤنٹر کی طرف پھیر لیا۔ وہ شانیہ کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھی۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا۔ تنگ آ کر اب اس نے اسے ارسم کے متعلق کچھ کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

”مجھے یہ بتاؤ، ہمارے ساتھ کوئی میگنٹ اٹیچ ہے جو تم ہمارے ساتھ ساتھ ہی چلے آتے ہو۔“

زینب نے اتنا سن کر بھی رُخ نہیں موڑا۔ وہ کاؤنٹر کے پاس کھڑی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ جو کافی دیر سے سر جھکائے کھڑی اپنے ہاتھ میں پکڑے پیسے گن رہی تھی۔ زینب نے دیکھا وہ کافی بار یہ عمل دہرا چکی تھی۔ لیکن وہ آگے بڑھ کر کچھ کھانے کیلئے نہیں لے رہی تھی۔ اسے بے اختیار اپنا آپ یاد آیا۔ جب وہ بھی اپنے بابا کو ایسے ہی پیسے گنتا دیکھ کر کچھ لینے کی خواہش کو اپنے اندر ہی دبا لیتی تھی۔

”پہلے میں بیٹھ جاؤں۔“

ارسم نے کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے تھوڑا آگے کو جھکتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو۔"

شنایہ نے جیسے احسان کیا تھا۔

"مِس شنایہ، مجھے دنیا میں اور بھی بہت کام ہیں۔ لیکن آپ لوگوں کے ساتھ اس لئے چلتا ہوں کیونکہ آپ لوگ لڑکیاں ہیں اور یہاں کو سسٹم ہے۔"

اس نے معصومیت سے وجہ پیش کی۔ بلیک جینز پر، بلیو شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑے وہ عام سے حلیے میں بھی خاص لگ رہا تھا۔

"کائینڈلی، اپنا یہ فلاحی امداد کا ادارہ کہیں اور جا کر کھولیں اور ہمیں اکیلا چھوڑ دیں۔ ہم اپنی حفاظت کرنا جانتی ہیں۔"

اب زینب کو بھی اس کی بات لگی تھی۔ اس نے فوراً رخ موڑا۔

"ارسم تم کہیں نہیں جا۔۔۔"

اس سے پہلے کہ زینب کچھ بولتی وہ کرسی دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر میز پر ہاتھ رکھ کر زرا سا جھکا۔

"اگر آپ کو یہ خوش فہمی ہے کہ آپ کے علاوہ مجھے یہاں کوئی نہیں جانتا تو یہ دور

کر لیں۔اللہ نگہبان۔۔۔"

کہہ کر وہ مزید جھکا اور کرسی کی ٹانگ کے پاس پڑا اپنا بیگ اٹھایا۔کندھے پر ڈالتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا۔ارسم ابراہیم کیلئے سیلف ریسپیکٹ سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں تھا۔کینٹین کے کونے والے میز کے پاس جا کر وہ رُکا جہاں پہلے سے ایک لڑکا شاید کسی کا منتظر بیٹھا تھا۔اس نے اسے متوجہ کیا تو اسے دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگا۔شاید وہ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"کتنی بدتمیزی ہے ویسے یہ شانیہ۔۔"

پیچھے اس ٹیبل پر آؤ تو زینب سخت خفا سی شانیہ کو دیکھ رہی تھی۔جس کو شاید اپنی غلط بات کا احساس ہوا تھا اس لئے اس کے چہرے پر شرمندہ سے تاثرات تھے۔

"زینب وہ۔۔۔۔"

"پلیز،ابھی مجھ سے بات نہ کرو۔مجھے اکیلا چھوڑ دو۔"

خفگی سے کہہ کر ملامتی نظروں سے اسے دیکھتی وہ بھی کرسی دھکیل کر اٹھی اور اپنا رجسٹر ڈ اٹھایا۔پھر کرسی کی پشت سے اپنا بیگ اتارتی وہ باہر کی طرف چل دی۔

کینٹین کے کونے والی میز پر بیٹھے ارسم نے یہ منظر دیکھا تھا اور جب تک زینب نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی تھی وہ اس کی پشت کو دیکھتا رہا۔ پھر سر جھٹک کر اپنے دوست کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ کم عمر دبلا، پتلا سا نوجوان تھا۔ آنکھوں پر عینک لگائے، بال پیچھے کو سیٹ کئے۔ وہ اس وقت بلیک جینز اور گرے شرٹ میں ملبوس تھا۔ اس وقت ٹیبل پر آگے کو جھکے پریشان چہرے سے ارسم کو دیکھ رہا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔۔۔"

"مشورہ لینے ہی تو آیا ہوں۔۔۔"

بات کرنے سے قبل ارسم نے زرا کی زرا نظر اٹھا کر اس ٹیبل پر بیٹھی شنایہ کو دیکھا جو بگڑے تاثرات کے ساتھ موبائل پر جھکی مسلسل کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔

"تم ایسا کرو آنٹی کی بات مان لو۔ بات ختم۔۔۔"

"کیا مطلب، تم کہہ رہے ہو کہ میں وہ خالہ کی بیٹی سے شادی کر لوں۔ یہ دیکھو۔۔۔"

اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے تھے۔

”میں خودکشی کرلوں گا لیکن اُس افلاطون سے شادی نہیں کروں گا۔۔۔“

”دونوں ہی تم پر حرام ہیں۔ چوائس از یورز۔۔“

ارسم نے سہولت سے مشورہ دیا۔ پھر خود ہی ہنس دیا تو اس لڑکے نے اسے گھورا۔

”یار کوئی اچھا مشورہ دو۔۔“

ارسم فوراً سنجیدہ ہوا۔ پھر اسی کے انداز میں ٹیبل پر آگے کو جھکتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری بات مانو تو۔۔۔۔“

وہ اب اسے کچھ تفصیل سے سمجھا رہا تھا اور پیچھے ٹیبل پر بیٹھی شانیہ ابھی تک جھلا کر زینب کو میسج لکھ رہی تھی۔ پھر اس نے غصے میں فون رکھ دیا۔ یہاں سے باہر آؤ تو کینٹین والے علاقے میں کافی رش تھا زرا کینٹین کی پچھلی طرف کا منظر بناؤ تو وہاں مکمل خاموشی اور سکوت تھا۔ جیسے وہ علاقہ یونی سے تھوڑا ہٹ کر ہو۔ وہ وہاں نیچے ایک اسٹیپ پر پلر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی دور آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی اسے کیا ہوا تھا۔ اسے بس شانیہ کا ارسم سے ایسے بات کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ شانیہ اس کی اتنی پرانی دوست تھی وہ اس کے ساتھ بدتمیزی بھی نہیں کر سکتی

تھی۔ لیکن وہ ارسم سے بھی دوستی رکھنا چاہتی تھی۔

پتہ نہیں کیوں لیکن موحد کے کہے گئے الفاظوں کے باوجود وہ ارسم سے رابطہ رکھنا چاہتی تھی۔ اسے اس دن سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھیڑ میں چل رہی ہے اور اچانک اسے وہ پکارتا ہے اور۔۔۔۔۔ وہ فوراً پلٹ کر لوٹتی ہے۔ لیکن اسے یاد تھا ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ موبائل کی بپ بجی تو اس نے نکال کر دیکھا۔ شانیہ کا میسج تھا۔

"اچھا نا زینب، آئندہ اسے نہیں ٹوکو گی۔ بتاؤ تو سہی ہو کہاں تم۔۔۔"

زینب نے خاموشی سے موبائل آف کر دیا۔ اب اس نے سر اٹھا کر دوبارہ اس منظر کو دیکھا تو ایک لمحے کیلئے مبہوت سی دیکھتی رہ گئی۔ پت جھڑ کے موسم میں وہ آسمان اور وہ درخت جیسے منظر کا حصہ لگ رہے تھے۔ دفعتاً ہوا کا ایک جھونکا آیا اور بہت سے پتے ہوا کی سمت دوسری طرف اڑ گئے۔ اسے نیلے رنگ کی جھلک دیکھائی دی۔ اس نے غور سے دیکھا تو وہ نیلے رنگ کے کبوتروں کا ایک جوڑا تھا جو درخت پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی جیسے اس منظر کا حصہ تھے۔ اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

"یقین ہو کہ ہم کچھ نیا دیکھیں گے تو، کچھ نیا ضرور نظر آتا ہے۔"

اس نے سر جھٹکا۔اس کی باتیں جیسے ہر وقت اس کے کانوں میں گونجتی رہتی تھیں۔

ارسم کو اس نے زیادہ ہی سر پر سوار کر لیا تھا۔

اگلا ایک ہفتہ وہ سب بہت مصروف رہے۔وہی یونی کے پہلے ہفتے کی مصروفیت شروع ہو گئی تھی۔لیکچرز،نوٹس،اسائمنٹ اور اب تو انہیں پہلی پریزنٹیشن کا ٹوپک بھی مل چکا تھا۔وہ ایک دوسرے سے بہت کم ہی بات کر پاتے تھے۔

ارسم کینٹین والے واقعے کے بعد زینب اور شانیہ کے پاس نہیں گیا تھا البتہ کہیں نظر آجاتی تو علیک سلیک کر لیتا تھا۔زینب نے اسی دن ہی اس سے معذرت کر لی تھی۔ اب تو اس کی ارسم سے موبائل پر بھی کم ہی بات ہوتی تھی۔پڑھائی کا بھی یک دم کافی بوجھ آگیا تھا۔آج کافی دنوں بعد ان کے ایک سر نے چھٹی کی تھی جس کی وجہ سے بہت سے سٹوڈنٹس پارک میں جگہ جگہ بیٹھے باتوں میں مصروف نظر آرہے تھے۔وہ بھی پارک کے سرے پر کھڑی سب پر نظر ڈال رہی تھی۔ان تمام میں اسے وہ کہیں بھی نظر نہیں آیا۔

شنایہ آج نہیں آئی تھی۔اس کا موڈ تھا کہ آج وہ ارسم سے فیس ٹو فیس مل کر بات کلیئر کر لے۔اس نے پورا ہفتہ خود پر قابو کیا تھا لیکن اب تمام باتوں کے باوجود وہ چاہتی تھی کہ ارسم اس سے دوستی رکھے۔ایسے ہی سوچوں میں گھری وہ اپنے اپارٹمنٹ کا چکر لگانے لگی۔چلتے چلتے وہ کینٹین کے ایریا میں آ گئی۔پھر اس کے قدم خود بہ خود بیک ایریا کی طرف بڑھے۔وہ ان تمام دنوں میں جب بھی فارغ ہوتی تھی وہی آ کر بیٹھ جاتی تھی۔وہاں خاموشی اور سکون ہوتا تھا۔آخری گلی کا موڑ مڑ کر وہ ابھی ایک قدم آگے بڑھی ہی تھی کہ یک دم چونکی۔وہاں ایک پلر کے ساتھ وہ ٹیک لگا کر سر جھکائے بیٹھا تھا۔زینب نے چاروں طرف دیکھا۔وہاں کوئی نہیں تھا۔ بالکل خاموشی تھی۔

وہ چند قدم مزید آگے بڑھی تو واضح ہوا۔وہ بہت محویت سے سر جھکائے کچھ لکھ رہا تھا۔

"ارسم۔۔"

اس نے پکارا تو وہ بُری طرح چونکا۔وہ بہت محو ہو کر لکھ رہا تھا۔اس نے گردن موڑ

کر دیکھا پھر گہری سانس لی۔

"اوہ تم۔۔۔"

اس نے جلدی سے اپنا قلم اور جرنل بند کیا اور وہاں سے چیزیں سمیٹ کر اس کیلئے جگہ بنائی۔

"آؤ زینب بیٹھو۔"

"میں نے تمھیں ڈسٹرب تو نہیں کیا۔ کیونکہ میں دیکھ رہی تھیں تم بہت محویت سے کچھ لکھ رہے تھے۔ اتنا کہ تمھیں میرے یہاں آنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔"

"کب سے کھڑی میرا معائنہ کر رہی ہو؟"

اس نے ہلکا سا ہنس کر پوچھا۔ پھر نا محسوس انداز میں اپنے جرنل کو اپنے ادھ کھلے بیگ کے اندر کیا۔

"میں ابھی آئی ہی تھی بس۔"

وہ بھی وہیں زرا فاصلے پر بیٹھ گئی۔ کھلتا سبز رنگ پہنے، ڈوپٹہ سر پر لے کر چادر کو کندھوں پر ٹکائے وہ پیاری لگ رہی تھی۔

”سہی۔“

ارسم کہہ کر سامنے دیکھنے لگا۔ جہاں درختوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ چل رہا تھا۔ سورج غائب تھا اس لئے وقفے وقفے سے چلتی ہوا بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہوا کا جھونکا آتا اور اپنے ساتھ نا جانے کتنے پتوں کو اڑا کے لے جاتا۔ یہ منظر حسین تھا۔ کچھ دیر دونوں ہی خاموش رہے پھر ارسم نے سرسری سا پوچھا۔

”تمھاری دوست نہیں آئی آج۔“

”نہیں۔“

کہتے ہوئے زینب نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ ذرا مختلف لگ رہا تھا۔ شاید اس نے بال کٹوائے تھے یا شاید بیئرڈ تھوڑی ہلکی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔

”تم کسی بات پر ناراض ہو؟“

”نہیں تو، تمھیں ایسا کیوں لگا؟“

”دیکھو ارسم، وہ تو بس ایسے ہی کہہ دیتی ہے۔ اس کا مقصد تمھیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ وہ بعد میں شرمندہ تھی۔“

زینب نے وضاحت پیش کرنی چاہی۔

"تم یونہی غلط سمجھ رہی ہو۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔میں نے تمھیں کچھ کہا؟"

ارسم نے گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے سکون سے پوچھا۔سبز ڈوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ گھبرایا ہوا الگ رہا تھا۔

"پھر کیا تمھارے اس گریز کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔"

"ارے یار، میں نے کہا نا تم غلط سمجھ رہی ہو۔میں نے ایسا کچھ بھی نہیں سوچا۔۔"

وہ سر جھٹک کر ہلکا سا مسکرایا۔

"میں بس کچھ اسپیس دینا چاہتا تھا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نے پڑھا تھا اسپیس رشتوں میں جادو کا کام دیتی ہے اور واقعی رشتوں میں جتنی دوریاں ہوتی ہیں رشتے اتنے ہی مضبوط بنتے ہیں۔یہ دوریاں ہی ہمیں احساس دلاتی ہیں کہ رشتوں کی گہرائی کتنی ہے۔کونسا رشتہ کتنا اہم ہے یہ پھر خود بہ خود واضح ہو جاتا ہے۔"

پلر سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے آرام سے کہا تھا۔وہ ایک پلر کے ساتھ جبکہ زینب دوسرے پلر سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔اب وہ براہِ راست زینب کو دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر تمھیں کیا معلوم ہوا۔ہمارے رشتے کی گہرائی کتنی ہے؟''

زینب کو یک دم اس موضوع میں دلچسپی پیدا ہوئی۔دلچسپی سے پوچھتی زینب تھوڑا آگے ہوئی۔

''مجھے؟''اس نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں زینب،اس معاملے میں احساس مجھے نہیں تمھیں ہونا تھا۔''

ارسم کی سکون سے کہی بات نے چند لمحے زینب کو سکتے میں ڈالا تھا۔

''تو پھر 'زینب خالد' بتاؤ کیا سیکھا تم نے اس ہفتے میں۔''

وہ اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔زینب کا سکتا ٹوٹا۔اس نے دیکھا ارسم کے ہونٹوں پر حسبِ معمول مسکراہٹ تھی۔

''تمھاری باتوں کی کمی سب سے زیادہ محسوس ہوئی۔''

"اوہ،نوازش آپ کی۔"

اس نے سر کو خم دیتے ہوئے تعریف وصول کی۔پھر نا جانے کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بڑبڑایا۔

"کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے جیسے۔۔"

وہ الجھا۔زینب نے چونک کر اسے دیکھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے احساسات کو الفاظ میں ڈھال نہیں پا رہا تھا۔

"ہاں لگتا ہے جیسے، جیسے۔۔۔تم بھیڑ میں میرے آگے کسی کا ہاتھ تھامے چل رہی ہو۔میں تمھیں آواز دیتا ہوں اور تم فوراً پہچان کے چہرہ موڑتی ہو۔۔"

زینب نے مزید حیرت سے اسے دیکھا۔یہ تو اس کا خیال تھا۔ایسے مناظر تو اسے ارسم سے ملنے کے بعد نظر آرہے تھے۔یہ سب تو اس کے ساتھ بھی ہو رہا تھا۔

"یوں کیسے کوئی۔الوژن ہو یا جیسے کوئی جاگتی آنکھوں سے دیکھا جانے والا خواب۔۔۔"

پھر اس نے الجھن سے زینب کو دیکھا۔

”کیا تمھیں بھی ایسا لگتا ہے۔۔۔“

زینب نفی میں سر ہلانا چاہتی تھی وہ اس کے سامنے اپنا کوئی احساس نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن پھر اس کا سر خود بہ خود اثبات میں ہل گیا۔ اگلے چند لمحے ان کے درمیان بوجھل خاموشی حائل رہی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ نے سماعتوں پر اپنا قبضہ کئے رکھا۔ اس درخت پر وہ کبوتروں کا جوڑا یوں ہی بیٹھا تھا لیکن انہیں آج کوئی دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ زینب، ارسم کو دیکھ رہی تھی اور وہ دور اُفق کو۔۔ پھر زینب آہستہ آواز میں بولی۔

”تمھیں پتہ ہے، میں اتنا زیادہ نہیں بولتی۔ کیوں یہ مجھے خود نہیں پتہ۔ لیکن تم سے مل کر الگ ہی احساس ہوا۔ تمھارا زندگی کو جینا اور ہر وقت خوش رہنا اور دوسروں کو بھی رکھنا۔ مجھے پسند آیا۔ میں چاہتی ہوں ہماری دوستی قائم رہے۔ تمھارے ساتھ بات کر کے اچھا لگتا ہے۔“

زینب کہے جا رہی تھی اور وہ بس مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ آج دھوپ نہیں تھی۔ آسمان پر بادلوں کا راج تھا۔ اس لئے ٹھنڈی چلتی ہوا میں وہ دونوں سکون سے بیٹھے

تھے۔

”مجھے نہیں پتہ کیسے لیکن میں خود بہ خود تم پر اعتبار کرتی جا رہی ہوں۔ تم سے بات کرنا چاہتی ہو۔ تم سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔ تمھارے اندر کاٹ ہے کہ کوئی تمھیں نہیں سنتا۔ بس اسی لئے تم نہیں بولتی۔ تمھیں کسی سامع کی ضرورت ہے جو تمھارے اندر بھری باتوں کو سنے۔ ایم آر ائٹ۔۔“

ارسم نے اسے آئینہ دیکھاتے ہوئے پوچھا۔ وہ دوبارہ نفی میں سر ہلانا چاہتی تھی لیکن پتہ نہیں کیا اثر تھا۔ اس کا سر خود بہ خود اقرار میں ہل گیا۔ پتہ نہیں کیا تھا وہ انسان۔۔۔

ارسم تھوڑا آگے ہوتے ہوئے بولا۔

”بولو زینب، میں سن رہا ہوں۔ اگر میرے سامنے بولتے ہوئے تم خود کو ایزی فیل کرواتی ہو تو۔ ’ارسم ابراہیم‘ تمھارا سامع بننے کیلئے تیار ہے۔“

زینب خاموش رہی۔ بہت دیر وہ خاموش رہی کہ ارسم کو لگا ابھی وہ اٹھ کر چلی جائے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گی۔ لیکن کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے بولنا شروع کیا۔

”میرے بابا، وہ میرے لئے میرا سب کچھ تھے، میرے آئیڈیل۔ ہم تین بہنیں تھیں۔ وہ ہم سے بہت پیار کرتے تھے۔ ہماری ہر ضرورت پوری کرتے تھے۔ وہ ہمارے سچے خیر خواہ تھے۔ لوگ طنزیہ انداز میں بہت کچھ کہہ جاتے تھے لیکن ہمارے بابا نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا۔ وہ لوگوں کی باتوں سے ہماری حفاظت کرتے تھے۔ وہ ہمارے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ انہیں ہم پر فخر تھا۔ لیکن پھر ایک دن ہمارے گھر پر قیامت بن کر اترا پتہ ہے کیا ہوا۔۔؟“

آہستہ آواز میں بولتے ہوئے آخر میں اس کی آواز بھیگی تھی اس نے رُک کر ارسم کی طرف دیکھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا لیکن اس نے پھر بھی نفی میں سر ہلایا۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا۔ زینب کے ہونٹ کپکپائے۔

”میرے بابا کا انتقال ہو گیا۔ انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور اس دن مجھے اندازہ ہوا ’باپ بیٹی کے پاس وہ خزانہ ہے جسے کھونے کے بعد بیٹی خالی ہاتھ رہ جاتی ہے۔ اس

کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا۔دنیا کا کوئی مرد حوا کی بیٹی کی حفاظت اس طرح نہیں کر سکتا جس طرح ایک بیٹی کا باپ اس کی حفاظت کرتا ہے۔۔"

ایک آنسو اس کے دائیں گال پر لڑھکا۔شدتِ غم کے باعث اس نے دونوں ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کر لیا۔کچھ وقفے کے بعد وہ سنبھلتے ہوئے بولی۔

"بس پھر یہ دنیا ہم پر تنگ ہو گئی۔خاندان والے جو پہلے بابا کی وجہ سے خاموش رہتے تھے اب وہ بھی ہمیں طعنے دینے لگے۔بابا کی ڈیتھ میرے لئے بہت بڑا ٹراما تھا۔میں اتنے دن نہیں بولی تھی۔بسسس چپ چپ سی ہر کسی کی حرکات نوٹ کر رہی تھیں اور پھر اس وقت میں مجھے سمجھ آیا بابا چھوٹی سی عمر سے میری ذہن سازی کیوں کر رہے تھے۔وہ بہت مشکل وقت تھا میرے لئے۔زندگی بہت مشکل لگتی تھی تب۔۔"

"ہمیں زندگی اتنی ہی مشکل لگے گی اگر ہم زندگی کو گزارے گے۔ہمیں زندگی اتنی ہی آسان لگے گی اگر ہم زندگی کو جیئے گے۔زندگی کو گزارنا نہیں جینا سیکھو۔

سب آسان لگے گا۔"

اس کے خاموش ہوتے ہی ارسم بولا تھا۔وہ اس لڑکی کا راز جان گیا تھا۔اسے صرف ایک سننے والا چاہیے تھا۔اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تم کیسے لوگوں کو زندگی کی اُمید دکھا دیتے ہو۔ سرِا تھما دیتے ہو کیسے ؟"

"اپنی ماما سے سیکھا ہے میں نے یہ۔ وہ بہت پازیٹو ہیں۔ ہر ایک کو امید تھماتی ہیں۔ بس انہیں سے یہ عادت مجھ میں آئی ہے۔"

ارسم کہہ کر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ساتھ ہی اس نے اپنا بیگ اٹھایا۔

"ویسے میں نے سنا تھا لڑکیاں روتے ہوئے اچھی لگتی ہے لیکن تمھیں دیکھ کر سنو وائٹ کی بوڑھی ماں ذہن میں آرہی ہے۔"

اور زینب نم آنکھوں سے مسکرادی۔ پھر گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اُداسی یک دم ہوا ہوئی تھی۔

"تم نے غلط سنا ہے۔ایسا کبھی کسی نے نہیں کہا۔"

اب وہ پچھلے ایریا سے باہر نکل رہے تھے۔ پیچھے درخت کی شاخ پر کبوتر ویسے ہی

بیٹھے تھے جن پر آج زینب نے نظر بھی نہیں ڈالی تھی۔ کیونکہ اسے آج کے دن کی نئی چیز ارسم کی صورت میں مل گئی تھی۔

"ہاں ہو سکتا ہے میری انفارمیشن محدود ہوں۔"

اب وہ اس پلر والی جگہ سے دور جاتے جا رہے تھے۔ان کی آواز بھی ہلکی ہوتی جا رہی تھی۔سامنے سے دیکھو تو زینب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔وہ اس کا موڈ فریش کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔پتہ نہیں کیسے کرتا تھا وہ۔وہ کبھی سمجھ نہیں پائی تھی۔ اسے یہ نہیں پتہ تھا کہ واقعی 'وہ ارسم ابراہیم کو کبھی سمجھ نہیں پائے گی۔'

"سننے میں آیا ہے کہ تمھیں اس نکاح پر اعتراض ہے؟"

کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔وہ بیڈ پر بیٹھی نوٹس بنا رہی تھی۔چونکہ وہ یونی میں مزے کر کے بہت تھک گئی تھی اس لئے گھر آتے ہی کافی بنا کر کمرے میں چلی آئی۔اب کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ دوبارہ اٹھی تھی اور یونی کے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ابھی پانچ منٹ ہی ہوئے

تھے اسے کام کرتے جب اس آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔وہ دروازے کے عین وسط میں کھڑا تھا۔چہرے پر غصہ اور آنکھوں میں چبھن لئے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"جی،ہے مجھے اعتراض۔کیا نہیں ہونا چاہیے۔"

گلے میں لئے ڈوپٹے کو سینے پر پھیلاتے ہوئے اس نے معصومیت سے پوچھا۔اس کی بات سن کر وہ قدم قدم چلتا اندر آیا۔بیڈ کے پاس پہنچ کر اس نے زینب کو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے میں اٹھایا۔

"تایا ابو نے زیادہ ہی ذہن سازی کر دی ہے تمھاری۔اپنی زندگی میں بڑی باتیں بتا دی ہیں انہوں نے تمھیں۔اتنا بولنا اس دنیا میں بہتر نہیں ہے۔"

"ابو کو بیچ میں مت لائیں اور بازو چھوڑیں میرا۔۔"

زینب نے اسے وارن کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی مدد سے اپنا بازو چھڑوانا چاہا۔

موحد نے سختی سے پوچھا۔

"پہلے یہ بتاؤ،نکاح پر کیوں اعتراض ہے؟"

"کیونکہ پہلے ہم نے آپ سب کی بہت خدمت کرلی ہے۔اب آپی کی شادی خاندان سے باہر کسی لڑکے سے کرواؤ گی تاکہ ہم میں سے کسی کو تو یہاں سے چھٹکارا ملے۔"

"تم۔۔۔"

زینب کی اعتماد سے کہی بات نے اسے آگ ہی تو لگائی تھی۔وہ کیوں خاموش رہتی۔ اپنے ابو کی وفات کے بعد سے دو سال ہو گئے تھے وہ ان سب کی سنتی تھیں۔اب وہ غلط بات برداشت نہیں کرے گی۔اس نے سوچ لیا تھا اب وہ خاموش نہیں رہے گی۔موحد نے غصے سے اس کی بازو پر مزید دباؤ ڈالا۔

"موحد بھائی، میرا بازو چھوڑیں، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

درد کی شدت سے اس نے آنکھیں میچتے ہوئے کہا۔وہ جب بولتی تھی تب یہی ہوتا تھا۔

"میری بات کان کھول کر سنو، میں تمھیں پہلی اور آخری بار وارن کر رہا ہوں۔ میرے معاملات سے دور رہو۔ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

"ہاں یہی چاہتے ہیں نا آپ کہ ابو کی دکان کا جو کرایہ ہمیں آتا ہے وہ بھی آپ کے حصے میں آجائے۔"

درد کی شدت کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے بے خوفی سے کہا۔ موحد ایک لمحے کیلئے ساکت ہوا۔ یہ اس کی توقع سے زیادہ تھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ زینب دکان کے کرایے کے بارے میں جانتی ہے۔ پھر وہ سرد لہجے میں بولا۔

"دیکھو زینب، آرام سے سمجھ جاؤ۔ پہلے ہی تمھیں بہت آزادی دی ہوئی ہے۔ میں واقعی نہیں چاہتا کہ کوئی سخت قدم اٹھاؤں۔"

"کب تک؟ ہاں کب تک مجھے چپ کروائیں گے۔ کب تک یتیم کا حق مارتے رہے گے۔ ابھی تو آپی کو یہ نہیں پتہ کہ آپ دھوکے بازی سے یہ گھر بھی اپنے نام کروا چکے ہیں اور عزت ہماری پھر کوئی نہیں کرتا۔"

وہ حساس ضرور تھی لیکن کمزور نہیں تھی۔ اپنا بازو چھڑواتے ہوئے لہجے میں تپش لئے بولی۔ موحد پھر حیرت میں ڈوبا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا زینب گھر کے معاملات سے اس قدر آگاہ ہے۔ موحد نے اس کی بازو چھوڑتے ہوئے اسے بیڈ پر

دھکا دیا۔ پھر تھوڑا سا جھک کر بولا۔

"چپ تو تم رہو گی اور جب تک میں کہوں گا تب تک رہو گی ورنہ۔۔۔"

وہ رُکا۔ زینب بیڈ کے کنارے پر ٹکی بازو سہلاتے ہوئے نفرت سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ تھوڑا اور جھکا۔ زینب کا سانس رُکا۔ وہ فوراً پیچھے ہٹی، پھر وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

"ورنہ تمھاری بہن سے پہلے، تمھاری سیدھا شادی کرواؤں گا اور خدا کی قسم میرے لائے رشتے کو ابو انکار بھی نہیں کریں گے۔ رشتہ میرا لایا ہوا ہوگا یاد رکھنا۔۔۔۔۔"

اس کے لہجے کی ٹھنڈک۔ زینب ایک دفعہ اندر تک کانپی ضرور تھی۔

"نقصان تمھارا ہوگا۔ پڑھائی بھی چھوٹے گی اور اپنی مرضی بھی نہیں کر سکو گی۔ چوائس از ٹوٹلی یورز۔۔۔"

آخری جملہ طنزیہ کہتے ہوئے وہ سیدھا ہوا۔ زینب نے اٹکی ہوئی سانس بحال کی۔ تقریباً گھر والے سب شاپنگ کرنے گئے ہوئے تھے اسی لئے کوئی یہ سب دیکھ

نہیں پایا تھا۔ باہر کی طرف بڑھتے بڑھتے وہ یک دم رکا پھر مڑا۔

"اور اس خوش فہمی میں بالکل نہ رہنا کہ ابو میرے لائے رشتے کو ریجیکٹ کر دیں گے۔ موحد وقاص کو ابھی تم ٹھیک طرح جانتی نہیں ہو۔"

اتنا کہہ کر وہ رُکا نہیں تھا۔ پیچھے زینب نے سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔ یہ نئی مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ وہ یونی سے آنے کے بعد جب امی سے ملنے گئی تھی تو انہوں نے اسے بتایا تھا کہ اس جمعے کو موحد اور وانیہ کا نکاح ہے۔ ان کے نکاح کی بات گھر میں کافی دنوں سے چل رہی تھی لیکن اس نے زیادہ سیریئس نہیں لیا۔ ایک تو وہ سٹڈیز میں بزی تھی دوسرا اسے لگا تھا وانیہ آپی انکار کر دیں گی۔ لیکن وانیہ کو خوش دیکھ کر اس کے ہوش اڑے تھے۔

اس نے اس نکاح کی سخت مخالفت کی تھی اور چچا جان سے بات کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ منسوخ نا سہی کم از کم اگر وہ ملتوی کروا دیتی تو وانیہ کو خود ہی سمجھا لیتی۔ لیکن اب موحد جو اسے کہہ کر گیا تھا اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔ بے بسی سے سر ہاتھوں میں گرائے وہ بہت کچھ سوچ رہی تھی۔ کسی نقطے پر پہنچ کر اس نے

بالآخر کوئی فیصلہ کیا۔کچھ دیر بعد وہ خود کی حالت ٹھیک کرتی امی کے کمرے کی طرف جاتی دیکھائی دی تھی۔

قسط نمبر ۴:

میں آپ کے بغیر
جینا نہیں چاہتی تھی
لیکن آپ مجھ سے یہ چاہتی ہیں
اور اگر کوئی ہے کہ جسے میں
خوش کرنا چاہتی ہوں
کہ وہ کوئی آپ ہو
میں آپ کو واپس کرنے
کیلیئے کچھ بھی کرتی،
لیکن میں اب جانتی ہوں
کہ یہ ہونا ہی تھا
کیونکہ آپ اب بھی
وہاں سے دیکھ رہی ہیں،
اور میں جانتی ہوں

آپ مجھے دیکھ رہی ہیں،

میں آپ پر فخر کروں گی

میں آپ کی خواہش

پوری کرنے جارہی ہوں،

آپ مجھے دیکھ کر

مسکرائیں گی،

یہ ایک بیٹی کا وعدہ ہے!

(ایلی بی کو گلیری کی نظم ایک بیٹی کا وعدہ سے اقتباس)

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

موحد اور زینب کی تلخ کلامی سے ایک دن پہلے کا واقعہ۔۔

پچھلا پورا ہفتہ شنایہ یونی نہیں آئی تھی۔وجہ۔۔!اس کی پھوپھو کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی۔چونکہ وہ روزانہ اکیلی ہی ہوتی تھی اس لئے وہ اور ارسم اکھٹے کافی وقت ساتھ گزارتے تھے۔وہ دونوں فارغ وقت میں کینٹین کے بیک ایریا میں جا کر بیٹھ جاتے اور بہت سی باتیں کرتے۔زینب کی جھجھک ختم ہو گئی تھی اس لئے وہ گھر کی تمام باتیں ارسم سے کرتی جاتی۔شانزے کی کال کا کہہ کر رات میں بھی موبائل پر وہ دونوں کافی کافی دیر تک بات کرتے تھے۔وہ دونوں ایک دوسرے کو جاننے لگے تھے۔یاں یوں کہا جائے 'ارسم زینب کے بارے میں بہت کچھ جان گیا تھا۔'

آج وہ ایک ہفتہ بعد یونی آئی تو زینب اسے اپنے اور ارسم کی بات چیت کا بتا رہی تھی اور وہ حیرت سے سب کچھ سن رہی تھی۔آخر میں وہ بس اتنا بولی۔

"زینب تمھیں نہیں لگتا، تم اس سے کچھ زیادہ ہی اٹیچ ہو رہی ہو۔"

وہ جو مسکرا کرا سے سب بتا رہی تھی اس کی بات پر زینب کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شنایہ کی سنجیدہ شکل دیکھ کر وہ بھی یک دم سنجیدہ ہوئی۔

"کیا ہوا شنایہ؟"

"دیکھو، پہلے تو تم نے کبھی کسی لڑکے سے اتنی دوستی نہیں بڑھائی۔ان فیکٹ تم تو میرے کزنز سے بھی کھنچا کھنچا رویہ رکھتی ہو۔پھر یہ کیوں؟"

"شنایہ، وہ بہت کول ہے۔اس کے پاس ہر مسئلہ کا حل ہے۔ہی از۔۔۔"

وہ الجھی۔وہ شنایہ کو بتانا چاہتی تھی وہ بہت اچھا ہے۔ڈیسنٹ ہے۔

"تم خود بھی کنفیوز ہو۔تم صرف میری کمی پوری کرنا چاہ رہی تھی۔اس کے علاوہ کچھ نہیں۔۔"

"تمھیں کیا لگتا ہے۔مجھے ہمیشہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

زینب نے شکایتی انداز سے اسے دیکھا۔شنایہ نے نفی میں سر ہلایا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اسے اپنی بات کیسے سمجھائے۔اس نے دوسرا راستہ اپنایا۔

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر گھر میں کسی کو پتہ چل گیا تو۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"تم مجھے موحد بھائی کا ڈراوا دے رہی ہو۔۔"

زینب نے بے یقینی سے کہا۔وہ ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"جب تم جانتی ہو۔پھر کیوں اپنی زندگی میں ایک اور مصیبت پالنا چاہتی ہو۔"

"ارسم کہتا ہے زندگی کچھ پل کی ہے۔ان کچھ پلوں کو جی لو تو بہتر ہے ورنہ زندگی گزار تو سب ہی رہے ہیں۔"

سر جھٹک کر کہتے ہوئے وہ اٹھی اور اپنا بیگ اٹھایا۔وہ کبھی کبھی شنایہ کی اس بحث سے تنگ آجاتی تھی۔پھر وہ جانے کیلئے مڑی۔

"اس نے تمھیں اس حد تک قائل کیا ہوا ہے کہ تم بس اُسی کے حق میں دلائل دے رہی ہو۔"

وہ پیچھے سے بولی تو اس کی بات سن کر زینب دوبارہ بینچ پر ڈھے سی گئی۔کلاس ختم ہونے کے بعد سب سٹوڈنٹس باہر چلے گئے تھے۔وہ دونوں بس اب اکیلی ہی کلاس کے آخر میں بیٹھی تھیں۔بالآخر وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

www.novelsclubb.com

”اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ اس نے مجھے قائل کیا ہے۔میں نے اس کی طرف خود دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔“

اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔وہ اپنے احساسات شانیہ کو بتانے سے قاصر نظر آرہی تھی۔اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔کچھ دیر بعد وہ بولی تو اس کی آواز بہت آہستہ تھی۔

”میں چاہتی تھی وہ مجھ سے دوستی کرے۔اچھا لگتا تھا وہ مجھے۔اس کے بولنے کا انداز،اس کی مسکراہٹ۔مجھے اپنی طرف کھینچتی تھی۔میں نہیں چھوڑ سکتی اسے۔۔“

سر جھکائے اس نے اعتراف کیا تھا اور شانزے نے بے یقینی سے اس کے جھکائے سر کو دیکھا۔اسے زینب سے اتنی صاف گوئی کی توقع نہیں تھی پھر وہ آگے بڑھی اور اس نے زینب کو دونوں کندھوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔زینب نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھی۔اسکے گال بھی آنسوؤں سے تر تھے۔

www.novelsclubb.com

"اور کیا۔۔"

شنایہ نے سنبھلتے ہوئے اسے مزید بولنے دیا۔

"شنایہ مجھے ارسم میں ابو دیکھائی دیتے ہیں۔اس کی معصومیت،اس کا مسکرانا،اس کا لوگوں کو امید تھمانا۔بابا بالکل ایسے ہی تھے۔میں اُس کے سامنے خود کو بولنے سے روک نہیں پاتی۔۔"

اس نے بہتے آنسوؤں کے درمیان اعتراف کیا تھا اور شنایہ کے تنے اعصاب فوراً ڈھیلے پڑ گئے تھے۔اس نے آہستہ سے زینب کو اپنے ساتھ لگایا۔

"اوکے فائن،ناؤ جسٹ ریلکس۔۔"

اس کا سر تھپکتے ہوئے وہ اسے حوصلہ دے رہی تھی اور یہی اس کا کام تھا۔پہلے وہ زینب کو ڈانٹتی تھی،پھر اس پہ غصہ کرتی تھی اور پھر فوراً ہی موم کی طرح پگھل جاتی تھی۔

حال:

نکاح سادگی سے ہوا تھا۔ گھر کے لان میں ہی سارے انتظامات کئے گئے تھے۔ فیملی کے لوگوں کے علاوہ موحد کے کچھ آفس کو لیگز نکاح کے فنکشن میں شامل ہوئے تھے۔ زینب نے پھر اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔ مسز خالد نے اسے وانیہ کی خوشی میں خوش رہنے کی تلقین کی تھی اور وہ بہت ضبط سے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ابھی تک فنکشن میں تھی۔

نکاح کے بعد مبارک بعد کا سلسلہ شروع ہوا۔ بلیو پینٹ کوٹ میں ملبوس، چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ سب کی مبارک باد وصول کر رہا تھا۔ اس کے پہلو میں وانیہ اسکن میکسی اور ہلکے کئے میک اپ میں بیٹھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ ایک خوبصورت کزن کپل لگ رہا تھا۔ زینب اسٹیج پر پہنچی تو ہر چیز سے بے خبر وانیہ مسکرائی۔ جواباً وہ بھی مسکرائی تھی۔

"مبارک ہو آپ دونوں کو۔ اللہ ہمیشہ خوش رکھے۔"

ان دونوں کے قریب پہنچتے ہی اس نے کہا تھا۔وانیہ بس روایتی دلہنوں کی طرح مسکرادی جبکہ موحد نے باقاعدہ جواب دیا۔

"شکریہ تمھارا۔"

سر کو خم دے کر اس نے مبارک باد وصول کی۔زینب میکسی پہلوؤں سے اٹھائے پلٹنے ہی لگی تھی جب موحد نے اسے پکارا۔

"زینب۔۔"

وہ پلٹی۔نکاح کے بعد تمام لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔اسٹیج پر بھی اس وقت ان تینوں کے علاوہ کوئی نا تھا۔البتہ موحد کی زینب کو پکارے جانے والی آواز پر اسٹیج کے دائیں طرف کھڑا ایان چونکا تھا۔جو غزل کو کسی بات پر ہدایت دے رہا تھا۔

"جی موحد بھائی۔۔"

"مجھے تمھیں کسی سے ملوانا تھا۔آؤ۔"

زینب کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ کر وہ اٹھا اور اسے اپنے پیچھے آنے کا

www.novelsclubb.com

اشارہ کیا۔ زینب بھی الجھتی اس کے پیچھے ہی اسٹیج سے اُتری۔ خاندان کی کوئی عورت اسٹیج پر چڑھی تو وانیہ اس کی طرف متوجہ ہوئی البتہ ایان کی نظریں موحد اور زینب پر ہی تھیں۔ زینب یہ سوچتی کہ موحد نے اسے کس سے ملوانا ہے، موحد کے پیچھے چلتی رہی۔ وہ اس کو لان میں دائیں طرف قدرے سائیڈ پر ایک ٹیبل کے پاس لے آیا۔ جہاں پہلے سے ایک اُدھیڑ عمر مرد اور ساتھ ایک نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔

"اسلام علیکم! زمان صاحب۔"

ان کے پاس پہنچ کر اس نے سلام کیا۔ زینب بھی اس کے پیچھے ہی کھڑی تھی۔ وہ ابھی بھی کشمکش میں تھی۔ ایک کونے میں کھڑی شانیہ اور اسٹیج کے پاس کھڑے ایان کی نظریں انہیں پر جمی تھیں۔

"وعلیکم اسلام! بہت مبارک ہو نکاح کی۔"

انہوں نے خوش دلی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے جسے موحد سے گرمجوشی سے تھام لیا۔ ساتھ کھڑا لڑکا خاموش لیکن گہری نظروں سے زینب کو دیکھ رہا تھا جو بلیک

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کلر کی میکسی میں ملبوس تھی۔ بالوں کو کرل کر کے چہرے کے دونوں اطراف میں گرائے، ہلکا سا میک اپ کیئے وہ عام دنوں سے مختلف لگ رہی تھی۔

"مجھے آپ کو ان سے ملوانا تھا۔"

حال احوال کے بعد موحد نے ان کی توجہ زینب کی طرف کروائی۔ ساتھ ہی زینب کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ زینب کچھ جُز بُز سی تھوڑا سا آگے ہوئی تو موحد بولا۔

"ان سے ملیں، یہ ہیں وانیہ کی بہن زینب خالد اور زینب یہ ہیں زمان صاحب ہماری کمپنی کے نیو انویسٹر ہیں اور یہ ان کا بیٹا طلحہ زمان!"

زینب نے رسمی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو خم دیتے ہوئے انہیں سلام کیا۔ اسے ابھی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اسے ان لوگوں سے کیوں ملوا رہا ہے۔ اب کافی لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھی تھیں کیونکہ موحد وہاں کھڑا تھا۔ کچھ دیر وہ وہاں کھڑے باتیں کرتے رہے۔ زینب اس ماحول میں کافی غیر آرام دہ محسوس کر رہی تھی اوپر سے سامنے کھڑے لڑکے کی نظریں۔ وہ پہلی نظر میں ہی زینب کو نشئی لگا

www.novelsclubb.com

تھا۔دو تین دفعہ اس نے واپس جانے کی کوشش کی لیکن موحد کسی نہ کسی بات پر زینب کو مخاطب کرتا جس کی وجہ سے اسے رُکنا پڑتا۔کچھ دیر بعد مسز خالد نے اسے آواز دی تو وہ معذرت کرتی جلدی سے منظر سے ہٹی۔

نکاح کی تھکاوٹ کے باوجود زینب اگلے دن ہی یونی پہنچی تھی۔تپتی دھوپ کے ساتھ ساتھ آج موسم میں تناؤ بہت زیادہ تھا۔فضا میں آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ ہوا میں جیسے باسی گلاب کی بُو رچ بس گئی تھی۔ایک ایسی بے بسی فضا میں ٹھہری ہوئی تھی جو طبیعت کو بوجھل کئے ہوئے تھی۔وہ یونی میں داخل ہوئی تو حسبِ معمول وہ سامنے درخت کے نیچے کھڑا دیکھائی دیا۔بلیو جینز پر ریڈ شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح ترو تازہ لگ رہا تھا۔وہ سیدھا اس کے پاس آئی تھی۔وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا جوا باً وہ بھی پھیکا سا مسکرا دی۔

"کیسے ہو؟"

پاس پہنچنے پر اس نے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ؟"

وہ دونوں مل کر ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ دراصل مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی۔"

اب کہ زینب سنجیدہ تھی۔ چہرے پر رسماً سجائی گئی مسکراہٹ معدوم ہو چکی تھی۔

"کوئی مسئلہ ہے؟"

ارسم کا ماتھا ٹھٹکا۔

"ہاں مسئلہ ہے۔ لیکن مجھے پتہ ہے تم میری مدد کرو گے۔ کرو گے نا؟"

زینب نے رُک کر اُمید سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ کم آن زینب، اب ہم میں یہ تکلف کب آیا کہ تم مجھ سے بات کرنے سے پہلے تمہید باندھو گی۔"

اس نے بے زاری سے کہا۔

"ارسم سوچ لو۔ بعد میں مدد کرنے سے مکر نا نا۔"

زینب نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔اس نے امی کو بہت امید دلائی تھی تو وہ راضی ہوئی تھی۔اب وہ نہیں چاہتی تھی ارسم انکار کر دے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وہ ارسم سے زیادہ ہی بڑی امید لگا رہی ہے۔

"مکرتے وہ ہیں جو مخلص نہیں ہوتے اور کم از کم تمھیں میری مخلصی ہر شبہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"ایک تو تمھارا یہ اُردو سے رومانس۔۔"

زینب نے بات کو مزاح کا رُخ دیتے ہوئے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں قدم رکھا۔اندر سے وہ بہت ڈر رہی تھی۔ لیکن سامنے اسے شنایہ کھڑی نظر آئی تو اسے زرا حوصلہ ہوا۔

"تم بات بدل رہی ہو۔"

اس کے ساتھ ملتے ہوئے ارسم نے یاد دلایا۔

"بدل نہیں رہی۔ٹال رہی ہوں۔"

کہتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کر شنایہ کو گلے لگایا۔ تھوڑا سکون ہوا تھا۔

"تیسرے لیکچر کے بعد کینٹین کے پیچھے والے حصے میں ملاقات ہوتی ہے۔"

گردن موڑ کر ارسم کو دیکھ کر کہتے ہوئے وہ شنایہ کا ہاتھ تھام کر اسے کلاس میں لے گئی۔ پیچھے ارسم نے گہری سانس بھری۔

"زینب ایک دفعہ پھر سوچ لو۔"

کلاس میں آکر اپنی مخصوص نشست پر بیٹھتے ہوئے شنایہ نے زینب سے کہا۔رات میں وہ کال کر کے شنایہ کو سب کچھ بتا چکی تھی۔

"شنایہ اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔ جیسے موحد بھائی دھمکی دے رہے تھے میں بہت ڈر گئی ہوں۔ پھر کل وہ مجھے وہ اپنے بزنس پارٹنر سے بھی ملوا رہے تھے۔ مجھے جو بہتر لگا بس وہی بات امی سے کرلی۔امی ارسم سے ملنے پر راضی ہوگئی تھیں۔"

اب زینب نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سکون سے کہا تھا۔ارسم کو دیکھ کر جیسے سارے خدشات خود بہ خود دم توڑ گئے تھے اور شنایہ کو زینب کا یہی سکون ہولا رہا تھا۔اسی وقت ارسم بھی کلاس میں داخل ہوا۔

"اور اگر ارسم نہ مانا۔"

شنایہ نے ایک نظر ارسم کو دیکھ کر اعتراض اٹھایا اور زینب کا دل یک دم خالی ہو گیا۔ اس سے آگے اس نے کچھ سوچا ہی نہیں تھا۔ارسم اندر آکر ان سے زرا دور دوسری رو میں بیٹھ گیا۔دور سے اس نے انہیں بات کرتے دیکھ لیا تھا۔

"پھر جو ہو گا اسے میں اپنے اللہ پر چھوڑ دوں گی۔"

جب کوئی جواب نا بن پایا تو اتنا کہتے ہوئے زینب نے چہرہ سیدھا کر لیا۔جہاں ابھی سر کلاس میں داخل ہوئے تھے۔شنایہ بھی سیدھا ہوتے ہوئے سر کی طرف متوجہ ہوئی۔

\-----------

تیسرے لیکچر کے بعد وہ دونوں ٹائم پر کینٹین کے بیک ایریا میں پہنچے اور اپنی اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھ گئے۔تپتے سورج کی وجہ سے آج خاصی گرمی تھی۔ موسمِ گرما کا بس آغاز ہو چکا تھا۔ارد گرد خاموشی تھی۔ کبوتروں کے جوڑے کو آج پھر کوئی نہیں دیکھ رہا تھا کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھے۔ بالآخر گہری سانس لے کر زینب نے بِلا تمھید کہنا شروع کیا۔ کبوتروں کے جوڑے سمیت وہاں موجود تمام درختوں کے ایک ایک پتے نے زینب کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔ معمول کی مطابق اس نے ساری بات ارسم کے گوشِ گزار کی اور ارسم۔۔۔

اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ اس کی بات سن کر حیرت میں ڈوبا تھا یا اسے موحد پر غصہ آیا تھا۔زینب نے اپنی بات مکمل کی تو اس نے ارسم کا چہرہ دیکھا۔اس کا دل ڈوب کر اُبھرا۔ کیونکہ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بس اتنا بولا۔۔۔

”میں تیار ہوں۔“

www.novelsclubb.com

زینب نے بے حد بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر بامشکل بولی۔

"واقعی؟"

"دیکھو زینب۔۔"

وہ سنجیدہ سا آگے کو ہوا پھر کہنے لگا۔

"ہمیں خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ ہمارا رشتہ کیا بن چکا ہے۔ تم سمجھتی ہو گی دوستی لیکن مجھے پتہ نہیں کچھ اور ہی محسوس ہوتا ہے۔ تمھارے ساتھ گزارا ایک لمحہ بھی میرے لئے بہت قیمتی ہے۔ تم خود ہی دیکھ لو اتنا سیریئس مسئلہ تھا اور تم میرے پاس ہی لائی کیونکہ تمھیں پتہ تھا میں انکار نہیں کروں گا اور اب۔۔۔"

وہ ذرا دیر کو رُکا۔ زینب کی بے یقین نظریں اب بھی اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"میں تیار ہوں۔ مجھے اس بات پر کسی سے مشورہ لینے کی یا کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے فیصلے آزادانہ طور پر لینے کا مکمل حق ہے اور یہ بس ایک ملاقات ہی تو ہے۔ تم بس اتنا بتاؤ مجھے آنٹی سے کب ملنا ہو گا۔"

www.novelsclubb.com

"آج ہی ہم شاپنگ کرنے گھر سے نکلے گے پھر میں تمھیں وقت اور جگہ میسج کر دوں گی۔"

اب کی بار زینب نے نظریں پھیرتے ہوئے کہا۔ان میں ہلکی سی نمی تھی۔ جیسے ارسم اس کی توقع سے زیادہ جلدی راضی ہو گیا ہو۔اس کی بات پر ارسم کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"واہ، سارا پروگرام سیٹ ہے۔ ٹھیک ہے جناب میں تیار رہوں گا۔آنٹی سے ملنے کی ابھی سے خوشی ہو رہی ہے۔"

وہ یک دم ہی جیسے ہلکا پھلکا ہو گیا تھا اور زینب بس اس کے حوصلے کو داد دے کر رہ گئی تھی۔اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ اس نے چند منٹ میں ہی لے لیا تھا۔

عفیفہ بیگم مسلسل ارسم کو دیکھ رہی تھیں اور ارسم آنٹی کو۔یہ ایک کیفے تھا۔جہاں لنچ ٹائم میں کافی تعداد میں لوگ اکٹھے ہوتے تھے لیکن چونکہ اب لنچ ٹائم گزرے

www.novelsclubb.com

کافی وقت ہو چکا تھا تو اکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔ وہ قدرے سائیڈ کے ایک ٹیبل پر بیٹھے تھے۔ درمیان میں پڑے میز کے عین وسط میں ایک خوبصورت کینڈل جار رکھا تھا۔

زینب اور عفیفہ بیگم ایک طرف جبکہ ارسم ان کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھ والی کرسی خالی تھی۔ زینب کبھی ارسم کو دیکھتی کبھی امی کو۔ علیک سلیک کے بعد کسی نے بھی بات شروع نہیں کی تھی۔

اسی خاموشی کے دوران ویٹر آیا اور تین جوس کے گلاس ان تینوں کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ دفعتاً ارسم کھنکھارا۔

www.novelsclubb.com

"آنٹی، زینب بتا رہی تھی آپ نے کوئی بات کرنی ہے۔"

وہ اس وقت بلیو جینز پر سفید شرٹ پہنے بالوں کو ماتھے پر گرائے انتہائی معصوم لگ رہا تھا۔ بھوری آنکھیں عفیفہ بیگم کے کمزور، جھریوں زدہ چہرے پر جمی تھیں۔

جوسز کے گلاس ابھی بھی ایسے ہی تینوں کے سامنے ان چھوئے رکھے تھے۔ بالآخر

مسز خالد نے کہنا شروع کیا۔

”جی، بیٹا مجھے بھی زینب نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ آپ لوگ یونیورسٹی کے شروع سے ایک دوسرے کو جانتے ہو اور اگر میری زینب نے کہہ دیا ہے تو مجھے آپ کے کردار پر کوئی شک نہیں۔۔۔“

وہ سانس لینے کو رُکی۔ زیادہ بولنے سے انہیں سانس چڑھ جاتا تھا۔ گہری سانس لے کر وہ دوبارہ کہنا شروع ہوئیں۔

”بیٹا، جب سے ان کے ابو کا انتقال ہوا ہے ہمارے لئے دنیا میں مخلص رشتوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ پھر بھی الحمداللہ میں دو سال سے اپنی بچیوں کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ لیکن بچیوں کی عمر کا یہ وقت ہر ماں باپ کیلئے انتہائی کٹھن زدہ ہوتا ہے۔ اگر ان کے والد زندہ ہوتے تو وہ کبھی اپنی بچیوں کا ہاتھ کسی غیر زمہ دار شخص کے ہاتھ میں نا تھماتے لیکن بیٹا، زینب نے بتایا کہ آپ ہماری مدد کرنے کیلئے راضی ہیں۔ میری بس آپ سے ایک ہی درخواست ہے کہ آپ اپنی بات سے کبھی نہ

www.novelsclubb.com

مکریں۔۔۔"

آہستہ آہستہ بولتیں وہ ایک دفعہ دوبارہ رُکیں۔ارسم بس توجہ سے ان کا ہر لفظ سن رہا تھا۔زینب نے ایک نظر اپنی بوڑھی ماں کے چہرے پر ڈالی جو اس وقت بس اپنی بیٹیوں کی خاطر بے بس دیکھائی دے رہی تھیں اور تب اسے احساس ہوا، بیٹیوں کا والدین ہونا آسان کام نہیں ہوتا۔بیٹیوں کی خاطر ماں، باپ کو زندگی میں وہ کچھ بھی کرنا پڑتا ہے جو انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا۔اپنے خیالوں میں گُم اسے امی کی آواز دور سے آرہی تھی۔

"جب تک میری کوئی بھی بیٹی مصیبت میں رہے گی آپ میری بیٹیوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔"

"جی آنٹی، میں اپنی بات پر قائم رہوں گا۔میں آپ کی کسی بیٹی پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گا۔"

ارسم نے تابعداری سے سر ہلاتے ہوئے کہا تو مسز خالد کے چہرے پر یک دم

www.novelsclubb.com

اطمینان سا پھیل گیا۔

”تو چلیں پھر۔“

کچھ دیر بعد جب وہ تینوں اپنے سامنے رکھے جوس پی چکے تو زینب نے دونوں کی طرف ایک نظر دیکھ کر کہا۔ ارسم فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

”جی جی چلیں۔ پھر آپ لوگوں کو گھر بھی جانا ہوگا۔“

زینب نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے انہیں سہارا دے کر اٹھایا۔ وہ اس وقت سفید فراک اور چوڑی دار پاجامہ پہنے، ڈوپٹے سے سر کو ڈھکے سنجیدہ لیکن پُر سکون دیکھائی دے رہی تھی۔ پھر وہ دونوں ماں بیٹی، ارسم کی تقلید میں کیفے ایریا سے باہر نکلے۔ دور افق پر موجود ٹھنڈے ہوتے سورج نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔

یہ نکاح سے دو دن بعد کا واقعہ ہے۔ جب وہ دونوں آفس سے گھر جانے کیلئے پارکنگ میں سے گاڑی نکالتے ہوئے باتوں میں مصروف تھے۔ آج اُنہیں کچھ مزید

کام کی وجہ سے دیر تک رُکنا پڑا تھا۔اسی لئے کافی رات ہو گئی تھی۔

"ویسے موحد میری سمجھ میں نہیں آیا تم نے وانیہ سے نکاح کیلئے اتنی جلدی کیوں کی؟"

کچھ یاد آنے پر منان نے موحد سے پوچھا۔ کہہ کر وہ کار میں بیٹھ گیا۔اسے کافی دن سے یہ بات کھٹک رہی تھی۔ موحد بھی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی ریورس کرنے لگا۔ پارکنگ ایریا سے نکال کر اس نے گاڑی روڈ پر ڈالی۔ پھر سکون سے اسٹئیرنگ گھماتے ہوئے بولنا شروع ہوا۔

"تم بھی جانتے ہو میں ابھی ان چکروں میں پڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے ایک انسان سے خطرہ ہے اور جب تک وہ اس گھر میں رہا میرا کام خراب ہوتا رہے گا۔"

"زینب۔"

منان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"بالکل۔"

"اب کیا ہوا تھا؟"

"یار مجھے اندازہ نہیں تھا وہ گھر کے معاملات کے بارے میں اتنا کچھ جانتی ہے۔ میری نظروں میں وہ صرف ایک کمزور، سر پھری لڑکی تھی لیکن میں نے کافی عرصے سے غور کیا ہے ان تینوں بہنوں میں وہی نڈر ہے۔"

موحد نے کار کا موڑ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس سب کا زینب سے کیا تعلق؟ تمھارے دماغ میں اُس کے حوالے سے چل کیا رہا ہے۔"

"یونی سٹارٹ ہونے کے بعد وہ کافی لوگوں سے گھلنے ملنے لگ گئی ہے۔ بڑے پَر نکل آئے ہیں اس کے۔ اس دن پتہ ہے اس نے مجھے کیا کہا؟"

اس نے گردن موڑ کر مصنوعی حیرت سے منان کو دیکھا۔ جیسے ابھی تک اس کے الفاظ پر حیرت ہو رہی ہو۔

"مجھے کہتی ہے۔۔۔ آپی کی شادی کسی اور سے کرواؤں گی تاکہ ہمیں یہاں سے

www.novelsclubb.com

چھٹکارا ملے اور مجھے کم از کم بالکل یہ برداشت نہیں ہے کہ وہ اپنی من مرضی کرے۔ وہ گھر کے معاملات میں اتنی دلچسپی لینے لگ گئی ہے۔ اسے تایا کی دکان کا بھی پتہ ہے اور اتنا بھی کہ وہ گھر میرے نام پر ہے۔"

وہ سیاہ آنکھوں میں چھبن لئے بول رہا تھا اور منان بس خاموشی سے سن رہا تھا۔

زینب کی باتیں واقعی اس کی توقع سے بھی زیادہ تھا۔

"اور کم از کم میں اس کل کی لڑکی سے باتیں نہیں سن سکتا۔"

"تمھارا آگے کا کیا پلان ہے؟"

اب کے منان نے اُکتا کر پوچھا۔ وہ نقطے پر نہیں آ رہا تھا۔

"زینب کی شادی! میں پہلے ہی اس کے آگے پڑھنے پر راضی نہیں تھا صرف ابو کی وجہ سے خاموش رہا ہوں لیکن اب بس۔۔۔ اُس کی شادی کرواؤں گا تاکہ اس کی اکڑ ختم ہو اور میری اس سے جان چھوٹے۔۔۔"

"لیکن کس سے؟"

منان نے اپنی حیرت پر قابو پایا۔موحد کی باتیں بھی اس کی توقع سے زیادہ تھیں۔

اب کے موحد نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں پر استہزایہ مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں مکاری۔

"طلحٰہ سے۔زمان صاحب آدھی کمپنی کے مالک ہیں۔نئے نئے شئیر ہولڈر ہیں۔ابو سے ابھی ان کی چند ملاقاتیں ہی ہوئیں ہیں لیکن میں کافی عرصے سے جانتا ہوں انہیں،انہوں نے زینب میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔اگر یہ شادی ہو جاتی ہے تو وہ ہماری کمپنی میں ایک بھاری رقم انویسٹ کریں گے۔ابھی کچھ دن پہلے بھی انہوں سے کمپنی کے تعمیراتی کاموں میں کافی پیسہ لگایا ہے۔ہمیں ڈبل فائدہ ہو گا۔"

www.novelsclubb.com

وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

"کبھی نہیں! وقاص تایا کبھی نہیں مانے گے۔"

حیرت کو قابو کرتے ہوئے اب منان نے اعتراض اٹھایا تھا۔

"انہیں اتنا کچھ بتائے گا کون۔وہ ابھی نئے انویسٹر ہیں۔ایوان کے بارے میں زیادہ

نہیں جانتے اور ویسے بھی شروع شروع میں، میں نے جب ابو سے ان کے بارے میں پوچھا تھا تو انہیں وہ کافی سلجھے ہوئے لگے تھے۔ بس انہیں طلحہٰ کا اچھے سے تعارف کروانا ہے۔ باقی میری ذمہ داری۔۔۔"

بات کے شروع میں اسے تنبیہ کرتے ہوئے آخر میں اس نے ہاتھ جھلا کر بات ہوا میں اڑائی۔

"لیکن موحد۔۔"

اس سے پہلے کہ منان کوئی اور اعتراض اٹھاتا موحد کا پاؤں بریک پر پڑا اور گاڑی ایک جھٹکے سے رُکی۔ منان نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ رکھ کر خود کو ٹکرانے سے بچایا۔ البتہ موحد کا سر اسٹئرنگ میں لگا تھا۔ جس سے چند لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آیا پھر سر جھٹک کر باہر نکلتے ہوئے وہ چلایا۔

"واٹ دا ہیل۔۔۔۔"

غصے سے چلاتا وہ گاڑی سے اترا۔ سامنے والی گاڑی کا غلط یوٹرن لینے کی وجہ سے ان کا

آپس میں ٹکراؤ ہوا تھا۔

"نظر نہیں آتا تمھیں۔ نہیں آتی گاڑی چلانی تو کیوں اندھوں کی طرح اتنی رات میں لے کر نکلے ہوئے ہو۔ بیوقوف لوگ۔ حد ہے۔"

بولتے ہوئے وہ آگے آیا اور بونٹ پر جھکا۔ زوردار ٹکر کی وجہ سے گاڑی کا بونٹ کھل چکا تھا۔ سامنے والی گاڑی سے بھی جلدی سے لڑکا اُتر کر اس طرف آیا۔

"یو بلائینڈ، دیکھ کر نہیں چلا سکتے۔"

منان بھی غصے سے کہتے ہوئے اُس لڑکے کی طرف بڑھا۔

"سوری، ایم رئیلی سوری، میں جلدی میں تھا۔"

www.novelsclubb.com

وہ فوراً ہی معذرت کرنے لگا۔ اس کی گاڑی کی بھی آگے سے ہیڈلائٹ ٹوٹی تھی۔ وہ شرمندہ ہوا ورنہ ان دونوں کا غصہ دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ اسے کچا چبا جائے گے۔

"جلدی میں تم تھے، اس میں ہمارا کیا قصور اور تم۔۔۔"

منان ابھی کچھ اور کہتا یا آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑتا موحد نے اسے روکا۔

"چھوڑو منان، بس کچھ سکر یچ ہیں میں صبح ٹھیک کروالوں گا اور جاؤ تم آئندہ دیکھ کر چلانا۔"

آخر میں اسے غصے سے کہتے ہوئے وہ گاڑی کی طرف بڑھا۔ منان بھی ایک قہر آلود نظر اُس لڑکے پر ڈال کر گاڑی میں آبیٹھا۔ لڑکے نے جلدی سے اندر بیٹھ کر گاڑی آگے سے پیچھے ہٹائی اور ان کے گزرنے کیلئے جگہ بنائی۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد موحد نے گاڑی سٹارٹ کی تو منان نے اس لڑکے پر تبصرہ کیا۔

"دیکھنے میں تو اچھے گھر کا لگ رہا تھا۔ پھر ایسے رَش ڈرائیونگ کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا میری۔"

"چھوڑو، جانتا ہوں ایسے لڑکوں کو بھی۔"

موحد نے بے زاری سے کہتے ہوئے سر جھٹکا۔

وہ دونوں سر جھکائے یونی کے اندر داخل ہوئیں۔ پھر زینب نے سر اٹھا کر دیکھا تو

ہمیشہ کی طرح اس کی نظر سامنے درخت کے نیچے کھڑے انتظار کرتے ارسم پر پڑی۔ وہ اسے دیکھتے ہی مسکرایا۔ شنایہ بھی آج زینب کے ساتھ تھی۔

"خیریت، آج تم دونوں اکٹھی آئی ہو؟"

ان کے پاس پہنچنے پر اس نے کہا۔ پھر ان کے ساتھ ہوتے ہوئے وہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔ شنایہ زینب کے ارسم کے بارے میں خیالات جاننے کے بعد نارمل ہو گئی تھی اور یہ ایک بڑی تبدیلی تھی جس پر زینب نے شکر منایا تھا۔

"مجھے اپنی کچھ چیزیں زینب کی طرف سے اٹھانی تھیں۔ پھر بس ہم اکٹھے میرے ڈرائیور کے ساتھ آ گئے۔"

www.novelsclubb.com

خلافِ معمول زینب کی بجائے شنایہ نے ارسم کو ایک نظر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ارسم کو پہلے بُرا ماننے کی وجہ اور تھی لیکن اب زینب کے خیالات جاننے کے بعد سب آہستہ آہستہ نارمل ہو رہا تھا۔ شنایہ جیسے زینب کی رضا میں راضی تھی۔

"زینب مجھے ایمن سے کام ہے۔ میں آتی ہوں۔"

کچھ دیر بعد شانیہ زینب سے کہتے ہوئے خود ہی منظر سے غائب ہوگئی۔یونی میں آج چہل پہل قدرے کم تھی۔اکاد کا لوگ ہی پھرتے دیکھائی دے رہے تھے اور میڈیکل ڈیپارٹمنٹ والوں کیلئے یہ منظر قدرے حیران کن تھا۔چند لمحے کی خاموشی کے بعد ارسم بولا۔

”گیس،مجھے کل رات کون ملا۔“

بلیو جینز پر گرے شرٹ پہنے، جیل سے بالوں کو پیچھے کی جانب سیٹ کئے وہ اچھے موڈ میں لگ رہا تھا۔اس کے یوں اچانک بولنے پر زینب چونکی۔

”کون؟“

www.novelsclubb.com

”موحد اور منان۔۔“

وہ جو اپنے دھیان چلتی جا رہی تھی ان الفاظوں پر یک دم رُکی۔پھر ارسم کی طرف مڑی۔چہرے کے تاثرات فوراً بدلے تھے۔پھر تیزی سے آگے بڑھ کر ارسم کو دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے بولی۔

”کہاں ملے وہ دونوں، انہوں نے تمھیں کچھ کہا تو نہیں۔ کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔ مجھے پتہ تھا وہ تمھارے بارے میں جان جائے گے۔ اب کیا ہو گا۔“

وہ پریشانی سے بغیر رُکے بولے جا رہی تھی۔ ارسم نے مسکراہٹ دبائے نظریں جھکا کر اپنے بازؤں پر ڈالی۔ پھر اس کے ہاتھ اپنے بازؤں سے ہٹاتے ہوئے زرا سا ہنس کر بولا۔

”یار تم تو زیادہ ہی سیرئیس ہو گئی۔ میں نے کہا ملا تھا۔ نہ کے انہوں سے بات چیت کی تھی۔“

اس کے ہاتھ ہٹانے پر زینب قدرے شرمندہ سی پیچھے ہٹی۔ چہرے موڑتے ہوئے زینب نے کندھے پر اپنے بیگ کو ٹھیک کیا پھر دوبارہ چہرہ موڑتے ہوئے خفت مٹانے کو بولی۔

”پھر کیسے ملے؟“

”میں باہر تھا اپنے دوست کے ساتھ۔ بابا ایک دم ہوسٹل آ گئے۔ وہ پہلے کبھی ایسے

www.novelsclubb.com

رات میں بِنا بتائے نہیں آئے تھے۔ تو بس جلدی میں ڈرائیونگ کرتے ہوئے ان کی کار سے ٹکرا گیا۔"

اب کے اس نے تفصیل سے بتایا تو زینب نے سکون کا سانس لیا۔ پھر یک دم اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔

"ایک منٹ، تم نے موحد اور منان کو پہلے کہاں دیکھا۔ جو تم انہیں کل رات پہچان گئے۔"

اور لمحے کے ہزارویں حصے میں ارسم کے چہرے کا رنگ اُڑا تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ اپنے منہ سے نکلی کسی بات پر پچھتایا تھا۔ لیکن لمحے بھر سے پہلے اس نے خود پر قابو پایا تھا۔ زینب نے دھوپ کی شدت کی وجہ سے اس لمحے بھر کے عمل کو نہیں دیکھا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"شانیہ نے دیکھائی تھی۔ اس کے پاس وانیہ آپی کے نکاح کی تصویریں تھیں۔ پرسوں ہی دیکھی تھیں میں نے۔"

www.novelsclubb.com

اور زینب نے ہر بار کی طرح ارسم کے ایک دفعہ کے کہے جملے پر یقین کر لیا اور دوبارہ چلنے لگی۔ پیچھے ارسم نے گہری سانس خارج کی۔ اب بس زینب شانیہ سے کچھ نہ پوچھے۔ اس نے بڑی شدت سے دعا مانگی تھی۔ پھر جلدی سے زینب کی طرف بڑھا۔ اس تک پہنچ کر وہ شرارت سے بولا۔

"میں نے غور کیا ہے۔ تم اب زیادہ ہی میرے لئے پریشان ہوتی ہو۔"

اس کے ذو معنی جملے پر زینب ہلکا سا بلش کی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔"

"ہاں ہاں سب جانتا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

ہاتھ جھلا کر ارسم بولا تو زینب سر جھٹکتی اس سے نظریں ملائے بغیر کلاس کے اندر چلی گئی۔ پیچھے ارسم نے سکون کا سانس لیا۔ وہ ایسے ہی بات کر کے اس کا دھیان فوراً مدعے سے ہٹاتا تھا اور کلاس کے اندر اپنی مخصوص نشست پر شانیہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے زینب یہ بات بھول بھی چکی تھی کہ باہر ارسم نے کسی بات پر شانیہ کا حوالہ دیا

تھا۔بس جوارسم نے کہہ دیاٹھیک ہی کہاہوگا۔کچھ اتناہی اندھااعتبار تھااسے ارسم پر!

"نانی جان،میں آجاؤں؟"

اس نے دروازہ کھٹکھٹاکرپوچھاتووہ دونوں چونک کرحال میں لوٹیں۔ان کے تصور کابلبلہ پھٹاتھا۔ارد گرد کامنظر بدلا۔کرداروں کی دنیاسے واپس لوٹیں تودونوں نے ادھرادھر دیکھا۔سنہری دھوپ اوریونیورسٹی کی عمارت کے منظر کی جگہ اب کمرے کاسامان نظرآرہاتھا۔وہ نرم بستر پربیٹھی تھی اوراے۔سی چل رہاتھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کودیکھاتوبے اختیار مسکرائیں۔

"چلیں،آج کاوقت ختم ہوا۔اب کل پڑھے گے۔"

زخرف نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔پھرگہری سانس لے کروہ بیڈسے نیچے اُتری۔اتنی دیر میں دروازہ ہلکاساکھلااورغازیان نے چہرہ نکال کراندر جھانکا۔

"آجاؤں میں۔"

"آجاؤ بیٹا آجاؤ۔"

بشریٰ اماں نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے اجازت دی۔اس نے ایک نظر گھمائی تو زخرف صوفے کے پاس کھڑی دیکھائی دی۔پھر وہ دروازہ کھول کر اندر آیا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کیا۔

"میں کافی دیر سے باہر انتظار کر رہا ہوں۔لیکن ممانی نے سختی سے منع کئے رکھا کہ آپ اس وقت کتاب پڑھ رہی ہوتی ہیں تو بالکل آپ کو پریشان نہ کیا جائے۔"

اندر آکر وہ بیڈ پر ان کے گھٹنوں کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔دادی نے پیار سے اسے دیکھا۔ان کے ہاتھوں میں پلا وہ اب کتنا بڑا ہو گیا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔

"ہاں بیٹا، تمھیں تو پتہ ہے تمھاری دادی کو کوئی کتاب پڑھے بغیر کہاں سکون آتا ہے۔پھر بس زخرف کو بھی پریشان کئے رکھتی ہوں۔بیچاری روزانہ گھنٹہ،ڈیڑھ

گھنٹہ بولتی ہے۔"

انہوں نے زخرف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جواب اپنی چیزیں بیگ میں ڈال رہی تھی اور اپنے نام پر زخرف نے گردن موڑ کر بس مسکرا کر انہیں دیکھا۔ بولی کچھ نہیں۔

"اچھا تو آج کل کونسی کتاب پڑھ رہے ہیں آپ لوگ؟"

"زینب۔"

بشریٰ اماں اور زخرف ایک ساتھ بولیں۔ پھر زخرف نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔ اپنی بے اختیاری پر خود کو کوسا۔ غازیان کے ہونٹوں پر دل کش سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا وہ

ZAINAB

والا زینب۔ دیکھی ہے میں نے یہ بک مارکیٹ میں۔"

اس نے الگ الگ حرف بولتے ہوئے بشریٰ اماں کی طرف دیکھا۔

"نہیں۔

Z A Y N A B

والا زینب۔۔"

اس سے پہلے کے بشریٰ اماں کچھ بولتیں زخرف نے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے فوراً تصیح کی تھی۔اس نے زخرف کی طرف دیکھا پھر بِنا آواز کے ہونٹوں کو ہلا کر بولا۔

"سیریئیسلی؟"

اور زخرف نے سر جھٹک کر رُخ پھیر لیا۔بشریٰ اماں نے دلچسپی نے ان کے اس

www.novelsclubb.com

مکالمے کو سنا۔

"تو بیٹا، دونوں ناموں میں فرق ہی کیا ہے۔"

"نانی جان، آئی کا فرق ہے۔کافی لوگ آئی لگاتے اور کافی لوگ وائے۔"

غازیان نے سر جھٹک کر مسکراتے ہوئے بشریٰ اماں کو بتایا۔یہ لاحاصل ڈیبیٹ

تھی۔

"چھوڑیں نانی جان، میں بس جا رہا تھا۔آپ سے ملنے کیلئے رُکا ہوا ہوں۔ صبح سے ابو کے فون آ رہے ہیں۔"

سنجیدہ ہوتے ہوئے وہ بشریٰ اماں کی طرف متوجہ ہوا۔

"دیکھ لو پھر، بس اتنی دیر ہی ٹھہرتے ہو تم اپنی نانی کے پاس۔"

وہ خفا ہوئی تھیں۔

"نانی جان۔۔"

اس نے لاڈ سے ان کے ہاتھ پکڑے۔

"بس میں ہی جا رہا ہوں۔ باقی سب ادھر ہی ہیں۔آپ اُداس نا ہوں آپ کا دل لگائے رکھے گے سب۔"

"اچھا بیٹا، میرے کہنے سے رُک کونسا جاؤ گے۔ خیال سے جانا۔اب دوبارہ مجھے بالکل ہی بھول نا جانا۔ کبھی کبھی آجایا کرو نانی کے پاس۔"

www.novelsclubb.com

اب کی بار انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"جی نانی جان، آتا رہوں گا۔اجازت دیں۔"

"ہاں بیٹا، جاؤ۔اللہ تمھارا نگہبان ہو گا۔"

انہوں نے اسے پیار دیا اور وہ ایک نظر زخرف پر ڈال کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھیک ہے دادی جان، میں بھی اب چلتی ہوں۔"

زخرف بھی تیار ہوتی دادی کے پاس آکر پوچھنے لگی۔

"ٹھیک ہے بیٹا، جاؤ۔ لیکن کل کوشش کرنا کہ دیر تک ٹھہر سکو۔مجھے اس کتاب کو ختم کرنا ہے۔مجھے جاننا ہے زینب کے ساتھ کیا ہوا تھا۔"

"دادی جان، ابھی کتاب کا بڑا حصہ باقی ہے۔ابھی کم از کم اسے ختم کرنے میں تین دن لگے گے۔"

زخرف پھیکا سا مسکرائی۔

"اچھا تو تم نے یہ کتاب پڑھی ہوئی ہے۔کچھ بتاؤ، آگے زینب کے ساتھ کیا ہو گا۔"

انہوں نے دلچسپی سے پوچھا۔زخرف ان کے بیڈ کے قریب کھڑی تھی۔

”دادی جان،زیادہ نہیں۔بس اتنا بتاؤں گی کہ ارسم،زینب کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑے گا۔وہ اپنے وعدے نبھانا اچھے سے جانتا تھا۔وہ آخر تک زینب کے ساتھ رہے گا۔“

یہ کہتے ہوئے زخرف کے لہجے میں ایک عجیب سامان تھا۔

”چلو ٹھیک ہے۔یہ تو اب آگے پڑھ کر ہی پتہ لگے گا۔“

”اللہ حافظ دادی جان۔“

ان سے پیار لے کر وہ جانے کیلئے مڑی۔جب وہ پارکنگ میں پہنچی تو وہاں اسے غازیان دیکھائی دیا۔وہ ابھی تک وہی اپنی گاڑی کے قریب کھڑا تھا۔سر جھٹک کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھی اور اندر بیٹھ کر اس نے گاڑی ہسپتال جانے والے روڈ پر ڈالی۔پیچھے غازیان کی آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

”سر پھری لڑکی!“

www.novelsclubb.com

ہلکا سا بڑبڑا کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

اور پھر وقت جیسے پَر لگا کر اڑ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شام کے نیلگوں سائے نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ پھر رات کا گہرا اندھیرا ہر چیز پر قابض ہو گیا۔ پھر جیسے ہر روز کی طرح صبح اس شہر پر اُتری تو بادلوں نے اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ سورج کہیں دور بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔ تیز ٹھنڈی ہوا جسم کو چھوتی اچھی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسے میں زخرف نے اس محل نما گھر کے باہر لا کر گاڑی روکی تو گارڈ نے اٹھ کر فوراً بڑا گیٹ کھولا۔ زخرف نے گاڑی روش پر آگے بڑھائی اور پارکنگ ایریا میں لا کر گاڑی روکی۔ گاڑی پارک کر کے جب وہ باہر نکلی تو اس کی نظر مخالف سمت میں بنے لان پر پڑی۔ سامنے ہی لان کے جھولے پر زوار بیٹھا دکھائی دیا۔ زخرف نے ایک سرد آہ بھری۔ اس کے ذہن میں ایک آواز گونجی۔

”صرف میں جا رہا ہوں۔ باقی سب ابھی ادھر ہی ہیں۔“

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پتہ نہیں کب جائے گے سب۔"

یہ سوچتی ہوئی وہ اندر کی طرف بڑھی۔ خلافِ توقع لاؤنج میں کوئی نہیں تھا۔ وہ قدم قدم چلتی دادی کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"اسلام علیکم!"

دروازہ کھولتے ہی اس نے سلام کیا۔ پھر اندر آئی اور صوفے پر اپنا بیگ اور فائلز رکھ کر بشریٰ اماں کی طرف بڑھی۔ وہ جو بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر مسکرائی۔

"وعلیکم اسلام! بیٹا۔ کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں۔ کل رات دوا لے لی تھی وقت پر؟"

کہتے ہوئے اس نے انہیں سہارا دے کر بیڈ سے اٹھایا۔

"ہاں بیٹا، وہ روحا اور زور اور ہیں نا۔ بہت خیال رکھتے ہیں وہ بچے۔ انہوں نے رات دے دی تھی دوا"

زخرف نے ان کی بات پر گہری سانس لے کر سر ہلا دیا۔ وہ دادی کے منہ سے، ان کے نواسے، نواسیوں کی تعریف سننے کی عادی ہو گئی تھی۔ وہ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے اور ڈوپٹے کو گردن کے گرد لپیٹے وہ سنجیدہ دیکھائی دے رہی تھی۔ انہیں واشروم کے دروازے تک چھوڑنے کے بعد وہ جلدی سے مڑی اور ایک ایک کر کے کمرے کی چیزیں درست کرنی لگی۔ چند لمحے بعد کمرے کا منظر معمول کے مطابق تھا۔ بشریٰ اماں قرآن کا مطلوبہ صفحہ کھولتی تلاوت میں مصروف ہو چکی تھیں۔ جب کہ زخرف صوفے پر بیٹھی موبائل پر ٹائپنگ کر رہی تھی۔ موسم اچھا ہونے کی وجہ سے اس نے آج کھڑکھیوں پر بلائینڈز نہیں گرائے تھے۔ شیشے ہٹے ہوئے تھے اور وہاں سے ٹھنڈی ہوا کمرے میں بھی آ رہی تھی۔

ان کو یہیں چھوڑ کر باہر لاؤنج میں آؤ تو اب وہاں محمل، روحا، اُحد اور زور اور بیٹھے دیکھائی دے رہے تھے۔ اُحد منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے جماہی روکنے کی کوشش کر رہا

تھا۔شاید ابھی اٹھ کر آیا تھا۔اس کے بر عکس زوراور تر وتازہ لگ رہا تھا۔

"بھائی آج ہم کہیں چلے گے۔"

روحا نے کوئی منصوبہ بنانا چاہا لیکن محمل فوراً بولی۔

"سوری، میں آج کہیں نہیں جاسکتی۔مجھے اپنی بہت ضروری اسائنمنٹ بنانی ہے۔"

"روحا بچے، میں بھی آج واپس جانے کا سوچ رہا ہوں۔مزید دیر کی تو ابو ڈانٹے گے۔"

زوراور نے سنجیدگی سے کہا۔تو روحا کو حیرت ہوئی۔

"بھائی آج آپ بھی چلے جائیں گے۔"

"زوراور کچھ دن ٹھہر جاؤ۔بڑے بھائی چلے تو گئے ہیں۔"

اُحد نے بھی اپنی سی ایک کوشش کی۔

"نہیں یار، انہیں پہلے بہت کام ہیں۔وہ سب سنبھال تو لیں گے لیکن انہیں اگلے ہفتے دو تین سیمینار کے انتظامات بھی دیکھنے ہیں۔ان پر کام کا کافی بوجھ ڈل جائے گا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں ابو کے ساتھ گاؤں کے معاملات اور زمینوں کے کام دیکھ لوں گا۔"

"ایک تو تمھارے بھائی صاحب کا بھی پتہ نہیں چلتا۔اچھی خاصی انکل کی زمینیں ہیں لیکن نہیں ان جناب کے وکھرے ہی شوق ہیں۔کیا ضرورت تھی انہیں پھوپھا جان کی مرضی کے بغیر یہ کام شروع کرنے کی۔"

اُحد نے زوراور کے جواب میں منہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے بھائی کو کچھ نہیں کہنا۔الحمداللہ بڑا نام ہے ان کا۔ایک دنیا ان کو جانتی ہے۔"

روحا نے فخریہ کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں اور ایک دنیا میں صرف تم ہی آتی ہو۔"

احد بھی اسے چڑاتے ہوئے بولا۔

"صاف پتہ لگ رہا ہے تم جیلس ہو رہے ہو۔"

"شکریہ مجھے بتانے کیلئے ورنہ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔"

اُحد نے حیرت سے کہا تھا۔ان کی بحث کے دوران ہی محمل اٹھ کر جاچکی تھی۔

زوراور جلدی سے بیچ میں بولا ورنہ روحا کا اگلا جملہ تیار تھا۔

"اچھا اچھا بس۔میں کچھ دیر میں نکل جاؤں گا۔روحا میری لئے جوس کا ایک گلاس لادو۔"

"جی اچھا بھائی۔"

ناچاہتے ہوئے بھی وہ اُحد کو منہ چڑاتی ہوئی اٹھی۔زوراور بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم کہاں جارہے ہو۔"

اُحد اسے اٹھتا دیکھ کر بولا۔

"میں بیگ تیار کرلوں اپنا۔"

کہتے ہوئے وہ اُحد اور اپنے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھا۔کچن کی طرف جاتی روحا رُکی پھر پیچھے سے اسے آواز لگائی۔

"بھائی، امی کو بتا کر جائیے گا۔"

"کہاں ہیں وہ؟"

اُحد کے کمرے کے دروازے میں سے منہ نکال کر اس نے پوچھا۔

"ممانی جان کے کمرے میں۔"

"اچھا مل لوں گا۔"

سر اثبات میں ہلا کر اس نے اپنا چہرہ دروازے کے پیچھے گم کر لیا۔ روحا بھی جوس لینے کچن میں چلی گئی۔ پیچھے لاؤنج میں اُحد اکیلا بیٹھا رہ گیا۔

کچھ دیر کے بعد لان کی کھڑکی سے بشریٰ اماں کے کمرے میں جھانکو تو زخرف بیڈ پر ان کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے گود میں رکھی کتاب کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ بشریٰ اماں ہاتھ میں سوئی دھاگہ لئے سویٹر بُننے میں مصروف تھیں۔ وہ سر جھکائے دوسرے ہاتھ سے گود میں رکھی کتاب کی جلد پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"ہاں۔یہ بس ہو گیا۔"

بشریٰ اماں نے کہتے ہوئے آخری سلائی لگائی اور دھاگے کو قینچی سے کاٹ کر الگ کیا۔پھر دونوں کندھوں سے پکڑ کر اس سویٹر کو جھاڑا۔ان کی آواز پر زخرف نے سر اٹھایا۔ہتھیلی پہلو میں گر گئی۔زخرف کے متوجہ ہونے پر اب وہ زخرف کو دیکھاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"دیکھو زخرف،کیسا بنا ہے؟"

زخرف نے مسکرا کر اس سویٹر کو دیکھا۔نیلے رنگ کا وہ چھوٹا سا سویٹر وہ پچھلے چار دن سے بُن رہی تھیں اور آج جا کر وہ مکمل ہوا تھا۔پتہ نہیں وہ یہ سویٹر اپنے کن بچوں کے بچوں کیلئے بنا کر رکھ رہی تھیں۔

"بہت اچھا بنا ہے دادی۔"

اس نے مسکرا کر تعریف کی۔پھر ان کے ہاتھ سے لے کر وہ سویٹر تہہ کرنے لگی۔ تہہ لگا کر اس نے وہ سائیڈ پر رکھا پھر ان کے ہاتھ سے سوئی اور دھاگا پکڑ کر مڑتے

ہوئے زرا ساجھک کر بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز میں رکھا اور سیدھا ہوتے ہوئے بولی۔

''اب بس آپ اتنا اصرار کرتی ہیں تو میں اجازت دے دیتی ہوں۔ ورنہ ابھی تک آپ کا بازو مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوا۔''

''بیٹا، اب کچھ حرکت تو دینی ہے نا۔ پھر بس اتنا کرنے کیلئے ہلا لیتی ہوں۔ اچھا چلو اب پڑھتے ہیں۔ پہلے ہی کافی وقت گزر گیا ہے۔''

ان کی بات پر زخرف نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''ابھی آپ نے آج جلدی پڑھنا شروع کرنا تھا۔''

کہہ کر اس نے مطلوبہ صفحہ نمبر کھولا۔ پھر بس زخرف نے پڑھنا شروع کیا اور دادی نے سننا شروع کیا۔ عادت کے مطابق، معمول کے مطابق۔

یہ نکاح کی تقریب سے تیسرے دن کا واقع ہے جب وہ دونوں یونی میں ملے تھے۔

صبح سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔پتہ نہیں آج وہ اسے نظر ہی نہیں آیا تھا۔ لیکن ان کا وہی معمول تھا۔وہ یونی کا فارغ وقت ساتھ گزارتے اور ڈھیر ساری باتیں کرتے۔کل یونی سے واپسی پر زینب،ارسم کے ہوسٹل بھی گئی تھی شنایہ کے ساتھ۔امی کی اجازت لے کر۔

"ارسم۔۔۔"

آج ان کا فرسٹ لیکچر ہی فری تھا اسی لئے وہ اس کو بلاتی گراؤنڈ میں چلی آئی۔آج خلافِ معمول وہ کینٹین کے بیک ایریا کے بجائے گارڈن میں بیٹھا تھا۔قدرے ایک طرف درخت کی ٹھنڈی میٹھی چھایا کے نیچے وہ سر جھکائے اپنے کام میں مصروف تھا۔اس کی آواز پر اس نے دھیرے سے اپنا جرنل بند کیا اور نا محسوس انداز میں اسے اپنے بیگ کے اندر دھکیل دیا۔پھر ساتھ پڑا اپنا موبائل اٹھا کر بلاوجہ ہی اس پر کچھ دیکھنے لگا۔

"ہائے۔۔"

www.novelsclubb.com

اس کے ساتھ گھاس پر بیٹھتی وہ دبے دبے جوش سے بولی۔

"تم آج پہلے لیکچر میں ہی کلاس میں نہیں تھے اور ایسا ہوا کہ آج سر بھی نہیں آئے۔"

"مجھے پتہ تھا آج سر نہیں آئیں گے اسی لئے کلاس میں ہی نہیں آیا۔"

لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے موبائل دوبارہ گھاس پر ڈالا اور پیچھے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور زینب کو دیکھا جو اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ایک منٹ، تمھیں کس نے بتایا؟"

"میرے موکلوں نے۔۔۔"

"ایک تو تمھارے یہ موکل۔ کسی دن مجھے مل گئے نا بچے گے نہیں میرے ہاتھوں۔"

زینب نے باقاعدہ بازو چڑھائے تھے۔ اُسے زینب کی ہر بات کا پتہ ہوتا تھا اور زینب

کے پوچھنے پر وہ معصومیت چہرے پر سجاتے ہوئے بول دیتا تھا کہ ۔۔میرے موکلوں نے۔

اور زینب آگے سے ہنس دیتی۔ابھی بھی اس کا جواب سن کر ارسم ہنس دیا۔پھر کسی کی کمی محسوس ہونے پر فوراً بولا۔

”شنایہ کہاں ہے؟“

”پتہ نہیں میری ابھی تک اس سے بات نہیں ہوئی۔رات تک تو کہہ رہی تھی کہ آؤں گی لیکن۔۔“

زینب نے کندھے اُچکا کر بات ادھوری چھوڑ دی پھر ٹانگیں فولڈ کر کے سینے سے لگا کر ان کے گرد بازو حائل کئے۔ارسم تنے سے ٹیک لگا کر درخت کی چھاؤں میں بیٹھا تھا اور وہ دھوپ میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔دھوپ کبھی چمکنے لگتی تو کبھی بادل سامنے آجانے کی وجہ سے ٹھنڈی پڑ جاتی۔ارسم ادھر ادھر دیکھنے لگا۔گراؤنڈ میں اکا دکا لوگ ہی نظر آرہے تھے۔

"ارسم!"

کچھ دیر بعد سر جھکائے گھاس پر گرے پتوں کو اٹھا کر توڑتے ہوئے اس نے مصروف سے انداز میں پکارا۔

"جی۔"

وہ فوراً متوجہ ہوا۔

"کبھی سوچا ہے اگر ہم دونوں الگ ہو گئے پھر کیا ہو گا؟"

ارسم بالکل ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ ابھی بھی سر جھکائے مصروف انداز میں پتے توڑ رہی تھی۔

"تمھیں یہ خیال کیوں آیا؟"

"ایسے ہی۔"

اس کے ہاتھوں کی حرکت رُکی۔ اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں۔

"اگر کبھی ہماری زندگی میں ایسا لمحہ آئے جہاں سے آگے ہم دونوں کا ساتھ چلنا ممکن نہ ہو اور ہم الگ ہو جائیں تو تمھارا ردِ عمل کیا ہو گا۔"

"اوہ کم آن۔۔" وہ جھلا یا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہم دونوں الگ ہو ہی نہیں سکتے۔"

"اگر ہو گئے۔"

زینب ابھی بھی اپنی بات پر اڑی تھی۔ ارسم کو کچھ کھٹکا تھا۔ اس نے ٹیک چھوڑی اور زینب کے قریب کھسکا پھر فکر مندی سے بولا۔

"زینب کچھ ہوا؟ گھر میں کوئی مسئلہ۔۔۔"

"نہیں۔"

اس نے گھٹنے پر تھوڑی ٹکائے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر تم ایسا کیوں کہہ رہی ہو؟"

"میں تمھیں صرف فرض کرنے کا کہہ رہی ہوں۔"

www.novelsclubb.com

زینب نے اپنی بات سمجھانی چاہی۔ارسم اس کے مزید قریب کھسکا پھر اس کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے یقین سے بولا۔

"میں ایسا فرض بھی نہیں کرنا چاہتا اور کچھ نہیں میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہم کبھی الگ نہیں ہوں گے اور تم کبھی مجھ سے علیحدہ ہونا بھی نہیں چاہو گی۔ہے نا؟"

آخر میں اس نے اُمید سے پوچھا۔اسے لگا تھا زینب فوراً ہاں کر دے گی لیکن زینب کچھ نہ بولی۔اس کی اُمید بھری نظریں زینب کے چہرے پر جمی تھی۔جو بے تاثر تھا۔

چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔پھر زینب آہستہ سے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالتی ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

www.novelsclubb.com

"ایک بات کہوں۔لوگ بُرے نہیں ہوتے۔بس ان سے وابستہ ہماری توقعات بڑی ہوتی ہیں۔۔۔"

پھر اس نے گھٹنے سے تھوڑی اٹھائی اور نظریں اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ ہمیں لوگوں سے ایسی توقعات لگانی ہی نہیں چاہیے جو بعد میں

ہمارے لئے تکلیف کا باعث بنیں۔ پھر میں کیوں تم سے ایسی بات کہوں جس پر قائم رہنا بعد میں میرے لئے بھی مشکل ہو جائے۔"

ارسم نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ یہ غیر متوقع تھا۔ زینب نے نظریں نہیں پھیریں۔ وہ آسمان کو ہی دیکھتی رہی۔

"زینب!"

اس نے بے یقینی سے پکارا۔ اس کے لہجے پر زینب نے نظروں کا رُخ پھیرا۔ پھر وہی ٹھنڈے تاثرات سے اسے دیکھتی بولی۔

"ارسم یہ دنیا ہے۔ ہمیں یہاں ہر چیز کیلئے تیار رہنا پڑتا ہے کیا پتہ۔۔"

www.novelsclubb.com

لیکن اب وہ اس کی نہیں سن رہا تھا۔

"بس کرو، مت بولو۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ مت جیا کرو اتنی تلخی میں۔ مت کیا کرو اتنی تلخ باتیں۔ تم جانتی ہوں تمھیں دنیا نے اتنا تلخ بنا دیا ہے کہ اب تم اپنی باتوں سے کسی کا دل رکھنا بھی چاہو تو نہیں رکھ سکتی۔۔۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ آج کل بہت بار ایسی بات کہہ چکی تھی لیکن ارسم نظرانداز کرتا تھا۔ لیکن آج تو حد ہی ہو گئی تھی وہ تو سیدھا سیدھا ارسم کو ہی خود سے کوئی اُمید نا لگانے کو کہہ رہی تھی۔

"ارسم دیکھو۔۔۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن آج اس نے زینب کو چپ کروا۔

"بس۔۔۔۔ تم جو بھی کہو۔ مجھے پتہ ہے تمھیں زندگی میں جب بھی کوئی مشکل آئی تم سب سے پہلے مجھے ہی کال کرو گی۔"

اس نے جیسے خود ہی اندازہ لگایا۔ زینب تلخی سے مسکرائی۔

"اگر تم ایسا چاہتے ہو تو تم نے مجھے بہت غلط لیا ہے۔ میں وہ لڑکی نہیں ہوں جو مردوں کے سہارے کھڑا ہونے سیکھے۔ جو مردوں کے بغیر کچھ کر نا سکے۔ میں نے اپنے باپ کے علاوہ کبھی کسی کا سہارا نہیں لیا۔ میں وہ ہوں جو اپنے راستے میں پڑے پتھر خود ہٹا سکتی ہے۔ اس لئے اگر مجھ پر کوئی مصیبت آئے گی بھی نا تو مجھے تمھیں

www.novelsclubb.com

کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"زینب میں صرف کہہ رہا ہوں کہ تم اپنی مشکل میں مجھے یاد رکھو گی اور مجھے پتہ ہے تم رکھو گی۔"

اس نے بس فیصلہ سنا دیا تھا۔زینب نے دیکھا اس کے چہرے پر اب ہٹ دھرمی تھی۔دونوں کی نظر ملی پھر وہ بولی۔

"اپنے خود ساختہ پیمانوں کو۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی اس کا فون بج اٹھا۔زینب چونکی، اتنی صبح صبح فون۔اس کے گرد الارم سا بجا۔اس نے آگے بڑھ کر کچھ دور رکھا اپنا بیگ اٹھایا اور زپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ارسم نے اسے روکا۔

"پہلے اپنی بات مکمل کرو۔"

"پہلے مجھے فون کال سننے دو۔"

"زینب۔۔"

ارسم نے بے بسی سے پکارا۔زینب کی باتوں نے اسے واقعی دکھی کر دیا تھا۔

"ارسم اس وقت کبھی کسی کی کال نہیں آئی۔بس کال سن لوں۔پھر بات کرتے ہیں۔"

اس نے بھی جیسے التجا کی تھی۔ارسم نے اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔اس نے جلدی سے موبائل نکالا۔

"وانیہ آپی؟"

موبائل کی سکرین دیکھ کر وہ تعجب سے بڑبڑائی۔ارسم نے دیکھا اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی نمودار ہوئی۔زینب نے ریسیو کر کے فون کان سے لگایا۔

www.novelsclubb.com

"ہیلو؟"

"زینب؟"انہوں کی فکرمند آواز ریسیور میں گونجی۔

"جی آپی،سب خیریت۔۔۔"

"زینب تم جہاں بھی ہو۔جلدی گھر پہنچو۔امی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ہم

انہیں ہوسپیٹل لے کر جا رہے ہیں۔"

وانیہ کی آواز آخر میں بھیگ گئی تھی۔زینب کے چہرے کا رنگ فق ہوا۔وہ پریشانی سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر جلدی سے بولی۔

"آپی میں ابھی آ رہی ہوں۔آپ پریشان نہیں ہوں۔آپ امی کے ساتھ ہی رہنا۔میں بس آ رہی ہوں۔"

جلدی میں کہہ کر اس نے فون رکھا پھر جھک کر بیگ اٹھایا۔ارسم لاعلمی سے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا۔کیا کہہ رہی تھیں وہ۔۔"

"ارسم مجھے گھر کے لئے نکلنا ہو گا۔امی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے۔آپی انہیں ہوسپیٹل لے کر جا رہی ہیں۔" اتنی بات سن کر وہ بھی پریشانی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کی گھبرائی شکل دیکھ کر وہ بولا پھر گاڑی کی چابی نکالی۔

"ٹھیک ہے۔"

وہ اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں تھی۔اس لئے فوراً مانتے ہوئے بولی اور جلدی سے دوسری طرف بڑھی۔

"زینب ٹینشن نہیں لو۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔انہیں کچھ نہیں ہو گا۔"

کچھ دیر بعد گاڑی میں بیٹھتے ہی ارسم نے زینب کا پریشان حال چہرہ دیکھ کر اسے تسلی دی۔اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"نہیں تم نہیں جانتے۔ان کی طبیعت پچھلے کچھ دن سے بہت خراب تھی۔"

"تو ڈاکٹر کو چیک کروانا تھا۔"

کار کا موڑ کاٹتے ہوئے وہ ایک نظر اسے دیکھ کر بولا۔

"کروایا تھا۔ایان بھائی کے ساتھ باقاعدہ چیک اپ کروا کر آئی تھیں۔ڈاکٹر نے میڈیسن دی تھی۔روزانہ یاد سے انہیں میڈیسن دیتی ہوں۔دمے کی وجہ سے آج

کل ان ہیلر بھی استعمال کرتی تھیں۔ لیکن۔۔"

میسج ٹون کی آواز پر اس نے فوراً سر اٹھایا اور ڈش بورڈ پر رکھا اپنا موبائل جلدی سے ہاتھ بڑھا کر پکڑا۔ میسج پڑھ کر وہ جلدی سے بولی۔

"سٹی ہوسپیٹل چلو۔امی کو وہاں ہی لے کر گئے ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

سر ہلاتے ہوئے اس نے کار ہسپتال جانے والی سڑک پر ڈالی اور زینب نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔اس کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

www.novelsclubb.com

وقت گزرتا جا رہا تھا اور ایک ایک منٹ زینب کے حواسوں پر کوڑے کی طرح برس رہا تھا۔منان انہیں وانیہ کے ساتھ گاڑی میں لے کر آیا تھا۔زینب کے پہنچنے کے بعد وقاص صاحب بھی اپنی اہلیہ کے ساتھ ہسپتال پہنچ گئے تھے۔اب تقریباً دو گھنٹے سے وہ سب ہسپتال کے کوریڈور میں کھڑے تھے اور ڈاکٹرز تھے کہ کچھ بتا ہی

نہیں رہے تھے۔ وہاں سب کے درمیان ایک بوجھل سی خاموشی حائل تھی۔

زینب بھی آئی۔ سی۔ یو کے باہر سب سے پہلے بینچ پر بیٹھی تھی۔ سر ہاتھوں میں گرا رکھا تھا۔ دفعتاً اس نے سر اٹھایا تو واضح ہوا۔ وہ رو نہیں رہی تھی لیکن اس کی شہد رنگ آنکھیں سُرخ پڑی تھیں۔ جب وہ بولی تو اس کی آواز بہت ہلکی تھی۔

"آپ میں سے کوئی ڈاکٹرز کے پاس جاتا کیوں نہیں ہے۔ کوئی تو پوچھے ان سے میری امی کیسی ہیں؟"

"زینب کوئی خبر ہو گی تو ڈاکٹرز بتا دے گے۔ پریشان نہ ہو۔"

منان نے اسے وہی گھسی پٹی تسلی دی تھی اور وہ یہ الفاظ کب سے سن رہی تھی۔

ارسم ان سے کافی آگے کوریڈور میں ہی کھڑا تھا۔ وقاص صاحب کے آنے پر اس نے ان سے سلام کیا تھا اور اپنا تعارف زینب کے دوست کی حیثیت سے کروایا تھا۔ جواباً انہوں نے اسے پیار دیا لیکن پھر وہ واپس نہیں گیا تھا۔ وہ ان کی کسی بات میں بول بھی نہیں رہا تھا بس خاموشی سے ایک جگہ کھڑا زینب کو وقتاً فوقتاً دیکھ لیتا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"زینب، پانی پی لو۔"

ایان جو کچھ دیر پہلے ہی منظر سے غائب ہوا تھا۔اب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں شاپر میں لپٹی بوتل تھی۔اس نے پانی کی بوتل زینب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے زینب نے پیچھے دیوار سے سر ٹکا دیا۔وہ اس وقت بے بس نظر آرہی تھی۔اس کے بس میں نہیں تھا وہ خود اٹھ کر اندر چلی جاتی۔

"زینب تھوڑا سا پانی پی لو۔" اب کے وقاص صاحب آگے بڑھے تھے۔

"نہیں چچا جان، میرا کچھ بھی پینے کا دل نہیں کر رہا۔"

"وہ کہہ رہی ہے اس کا من نہیں ہے تو مت اصرار کریں۔"

مسز وقاص کہتے ہوئے بینچ پر زینب کے قریب ہوئیں تو زینب فوراً ان سے لپٹ گئی۔

"موحد کو فون کیا تم نے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وقاص صاحب ایان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں میں نے کیا تھا کہہ رہا تھا کہ کچھ دیر میں پہنچتا ہوں۔"

اگلے کچھ لمحے کوریڈور میں پھر خاموشی رہی۔سب آئی۔سی۔یو کے دروازے پر نظریں جمائے ڈاکٹرز کے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔بالآخر کچھ دیر بعد آئی۔سی۔یو کا دروازہ کھول کر دو سینیئر ڈاکٹرز باہر آتے دیکھائی دیئے۔دروازہ کھلنے کی آواز پر زینب نے سر اٹھایا پھر ڈاکٹرز کو باہر آتا دیکھ کر جلدی سے اٹھی اور ان کی طرف بڑھی۔وقاص صاحب بھی اس کے ساتھ تھے۔باقی سب بھی ان کے پیچھے ہی بڑھے۔

www.novelsclubb.com

"کیسی طبیعت ہے اب پیشنٹ کی؟"

وقاص صاحب نے پوچھا۔

"سر،ان کی حالت پہلے سے بہتر ہیں۔لیکن اگلے تین گھنٹے بہت اہم ہیں۔"

پھر انہوں نے زینب کی طرف رُخ موڑا۔

”مِس خالد، آپ ہمارے ساتھ آئیں۔ ہمیں آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔“

کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ وانیہ بھی مسز خالد کے ساتھ ہسپتال آتی تھی لیکن چونکہ زینب کافی دفعہ اپنی امی کے ساتھ آئی تھی اور ان کی بیماری کی مکمل تفصیلات انہوں نے زینب کو بتائی ہوئی تھیں اسی لئے انہوں نے اسے ہی بلایا تھا۔ زینب کچھ ڈرتی، کچھ خوف زدہ فوراً ان کے پیچھے لپکی تھی۔

اپنے کمرے میں آکر وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

”آئیں بیٹھیں۔“

زینب دھڑکتے دل کے ساتھ ان کے سامنے چیئر پر ٹک گئی۔

”دیکھئے مِس خالد۔ پیشنٹ کو جب لایا گیا تھا تب ان کی حالت کافی کریٹیکل تھی۔ ہمیں انہیں نارمل کرنے میں کافی ٹائم لگا ہے۔ ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ ان کو سانس کا کافی مسئلہ ہے۔ آپ کو ان کا خیال رکھنا تھا۔ لیکن ان کی صحت کے معاملے میں مجھے لگتا ہے آپ کافی کوتاہی برت گئی ہیں۔ آپ کو انہیں شدید ڈپریشن لینے سے

روکنا تھا۔ لیکن آج انہیں جو اٹیک ہوا ہے وہ شدید ڈپریشن کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔ ابھی ہم نے انہیں مصنوعی آکسیجن لگا دی ہے۔ اگلے تین گھنٹے بہت اہم ہیں۔ اگر ان کی سانس کی رفتار نارمل نہ ہوئی تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

وہ اپنے وہی پروفیشنل انداز میں بتا رہے تھے اور زینب کے ارد گرد جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ وہ تو انہیں صبح اچھا بھلا چھوڑ کے آئی تھی۔ اس نے ٹیبل کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے لیکن ہونٹوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے وہ کچھ بول نہ پائی اور کہنے کو کچھ بچا بھی نہیں تھا۔

ڈاکٹر اس کی طرف سے جواب کے منتظر تھے لیکن وہ بولی بھی تو بس یہ۔۔

"کیا میں اپنی امی سے مل سکتی ہوں۔"

اس کی آواز میں نمی محسوس کی جا سکتی تھی۔ وہ جیسے بہت ضبط سے بیٹھی تھی۔ آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے تھے۔

"جی آپ مل سکتی ہیں تھوڑی دیر کیلئے۔ لیکن پلیز پیشنٹ کو بولنے مت دیجیئے گا۔"

www.novelsclubb.com

ڈاکٹر نے اس کی حالت کے پیشِ نظر اسے ملنے کی اجازت دی تھی۔وہ سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی پھر مڑی اور بس۔۔

آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر گالوں پر بہنے لگے۔بے دردی سے آنکھوں کو رگڑتی ہوئی وہ باہر کی طرف بڑھی۔

"زینب۔"

اس کو باہر آتا دیکھ کر سب اس کی طرف بڑھے۔وہ باہر آنے تک اپنا چہرہ صاف کر چکی تھی لیکن آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔

"کیا بتایا ڈاکٹر ز نے۔"

وانیہ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھامتے ہوئے بے تابی سے پوچھا۔آخر کو اندر اس کی بھی ماں تھی۔

"آپی آپ بس دعا کریں۔ڈاکٹر ز نے کہا ہے امی کی حالت بہت خراب ہے۔"

زینب نے خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا لیکن ایک آنسو پھر بھی اس کی آنکھ سے نکل

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر گال پر بہہ گیا۔

"ابھی آپ یہی ٹھہریں میں امی سے مل کر آتی ہوں۔"

زینب نے اس کا ہاتھ تھپتھپا کر کہا۔

"میں بھی چلوں گی۔"

"نہیں آپی۔ڈاکٹر نے صرف ایک بندے کو جانے کی اجازت دی ہے اور ابھی امی بات نہیں کر سکتی۔"

اتنا کہہ کر وانیہ کو بینچ پر بٹھاتی وہ خود آئی۔سی۔یو کی طرف بڑھی تھی۔

"موحد ابھی تک نہیں آیا۔"

اسے جاتا دیکھ کر اب کی بار منان نے ایان سے پوچھا تھا۔

"موحد بڑی امی کو یہاں لانے سے کچھ دیر پہلے ہی گھر سے آفس کیلئے نکلا تھا۔ہو سکتا ہے ٹریفک میں پھنسا ہو۔"

ایان نے اندازہ لگایا تو منان چپ کر گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اسے فون کر کے جلدی آنے کا کہو۔کوئی اتنا بھی ضروری کام نہیں تھا آفس میں۔"

ابو قاص صاحب برہم ہوئے تو ایان نے جلدی سے کہا۔

"جی جی،تایا جان ابھی کرتا ہوں۔"

آئی۔سی۔یو میں داخل ہوتی زینب نے ان کی بات سنی تھی لیکن اس کا ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ وہ ان کی بات کا سہی سے اندازہ نہیں لگا پائی تھی۔کوریڈرو کے آخر میں کھڑے ارسم نے خاموشی سے یہ سب دیکھا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظر بیڈ پر لیٹے اپنی ماں کے کمزور وجود پر پڑی تو پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔وہ آہستہ آہستہ چلتی بیڈ کے قریب آئی اور پاس پڑے سٹول پر بیٹھ گئی۔وہ اپنی ماں کے وجود کو مختلف قسم کی مشینوں میں جکڑا دیکھ رہی تھی۔اس نے اپنے لرزتے ہاتھ میں ان کا نازک ہاتھ تھاما اور جھک کر ان کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ پھر وہ سیدھی ہوئی اور ان کے ہاتھوں کو پکڑے ہی بولی۔

"مجھے معاف کر دیں امی۔ میں آپ کا خیال نہیں رکھ پائی۔ بابا کے جانے کے بعد ایک آپ ہی تو ہیں ہمارے پاس۔"

وہ رُکی۔ آنسو ابھی بھی اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

"ڈاکٹرز بتا رہے ہیں کہ آپ کی طبیعت بہت خراب ہے۔ پتہ نہیں آپ۔"

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔ کمرے میں صرف اس کی ہچکیوں کی آواز آرہی تھی۔ کچھ لمحے بعد وہ خود پر قابو پاتے ہوئے گیلی سانس اندر کھینچتے ہوئے بولی۔

آپ کو پتہ ہے جب آپ کی طبیعت خراب ہوتی تھی تو بابا کہتے تھے کہ میری تو زندگی کے آخری لمحے ہیں تم لوگ اپنی ماں کا خیال رکھا کرو۔ ایک ماں تو اولاد کے پاس وہ سہارا ہوتا ہے جس کے بغیر اولاد زندگی کا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔ اسی لئے

www.novelsclubb.com

تم لوگ بس اپنی ماں پر توجہ دو۔امی میں مانتی ہوں میں بابا کی لاڈلی تھی اور ان سے زیادہ پیار کرتی تھی لیکن آپ کی جگہ بھی میری زندگی میں ان سے کم نہیں ہے۔۔"

وہ اداسی سے پھیکا سا مسکرائی۔ان کے ہاتھ کو اس نے ابھی بھی دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ان کے دائیں ہاتھ میں کینولا لگا تھا۔

"لیکن میں اپنے بابا کی بات پر عمل نہیں کر سکی۔پلیز امی ٹھیک ہو جائیں ورنہ ہم بالکل اکیلے رہ جائے گے۔پلیز۔"

ان کے ہاتھوں پر سر جھکائے وہ رو رہی تھی۔چند لمحے گزرے کے اچانک اس کے ہاتھ میں تھامے ان کے ہاتھ نے ہلکی سی حرکت کی۔زینب نے تیزی سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔وہ مندی مندی آنکھیں کھولیں آکسیجن ماسک میں سانس لینے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"امی۔"

www.novelsclubb.com

بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا۔ پھر وہ جلدی سے ان کا ہاتھ چھوڑتی، آنکھوں سے آنسو صاف کر کے اٹھنے لگی۔

"میں ڈاکٹرز کو بلا۔۔۔"

کہتے ہوئے وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ انہوں نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے ڈوپٹے کا کونا پکڑا۔ اس نے مڑ کر انہیں دیکھا۔ وہ ہاتھ سے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

وہ جلدی سے ان کی طرف جھکی۔

"شکر ہے آپ ٹھیک ہیں۔ اللہ کا شکر ہے۔ آپ کو پتہ ہے میں بہت ڈر گئی تھیں۔ مجھے لگا میں آپ کو کھو دوں گی۔ میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔ بابا کو کھو دیا ہے آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔"

ان کے ہاتھ کو تھام کر اسے چومتے ہوئے وہ روانی سے بولتی جا رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہنا پھر سے جاری ہو گئے تھے۔ پتہ نہیں اب خوشی کے آنسو تھے یا غم کے ۔یہ آنسوؤں کا بھی انسان کے ساتھ عجیب سا رشتہ ہے۔ کبھی چاہنے کے باوجود بھی

یہ انسان کی آنکھوں سے رواں نہیں ہوتے اور کبھی نا چاہتے ہوئے بھی یہ انسان پر مہربان ہو جاتے ہیں۔انہوں نے اپنے دوسرے ہاتھ کو حرکت دی اور ہاتھ کو آہستہ آہستہ منہ تک لے جاتے انہوں نے آکسیجن ماسک اتارنا چاہا۔زینب نے فوراًاُن کا ہاتھ تھاما۔

"نہیں امی،ابھی نہیں۔آپ کو ابھی آکسیجن کی اشد ضرورت ہے۔"

مسز خالد نے نفی میں ہلکا سا سر ہلایا۔ان کے چہرے پر کوئی درد،کوئی تکلیف نہیں تھی۔وہ بس جیسے زینب سے بات کرنا چاہتی تھیں۔انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے ماسک نیچے اتارا۔زینب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"زینب۔۔۔"انہوں نے ہلکی سی سرگوشی کی۔

"جی امی۔"اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"بیٹا،میری بات۔۔۔غور سے سنو۔۔"

وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھیں۔

"امی پلیز، ہم بات میں بات کریں گے۔"

زینب نے التجا کی تھی۔ آئی۔ سی۔ یو کا وہ کمرہ خاموشی سے ان ماں، بیٹی کو دیکھ رہا تھا۔

زینب نے ایک بار پھر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ان کا آکسیجن ماسک اوپر کرنا چاہا لیکن انہوں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

"میری بات سنو۔۔" گہری لمبی سانس لیتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"جی امی، میں سن رہی ہوں۔۔"

اس نے آنکھوں سے آنسو صاف کرتے کہا۔ لیکن وہ بہے جا رہے تھے۔

"دیکھو بیٹا، جو بھی ہو۔ جتنی بھی مشکل ہو۔۔۔"

www.novelsclubb.com

ان کی آواز لڑکھڑائی۔ انہوں نے ایک اور لمبا سانس کھینچا۔

"کبھی خود کو وانیہ کی طرح قربان نہ کرنا۔۔۔ کبھی وقاص بھائی اور زاہد بھائی کے بچوں کے سامنے نہیں جھکنا۔۔۔ کبھی۔۔۔"

ان کا سانس پھر اکھڑا۔

"امی مجھے سب پتہ ہے۔پلیز آپ ماسک پہن لیں۔۔۔"

زینب نے ان کا ہاتھ ملتے ہوئے التجا کی۔

"بیٹا، کبھی ارسم کا ساتھ نہیں چھوڑنا۔"

زینب کا ان کے ہاتھ کو ملتا ہاتھ رُکا۔اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔سانس لینے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔زینب نے جلدی سے ان کا آکسیجن ماسک اوپر کیا اور تیزی سے باہر کی طرف بھاگی۔باہر آئی تو اس نے دیکھا ڈاکٹر وقاص صاحب کے ساتھ کھڑے کوئی بات کر رہے تھے وہ تیزی سے ان تک پہنچی۔

"ڈاکٹر، امی کو ہوش آگیا ہے۔ان کا سانس اکھڑ رہا ہے۔پلیز دیکھیں۔۔"

اس نے پھولے ہوئے سانس کے درمیان کہا تو ڈاکٹرز جلدی سے اندر کی طرف بڑھے۔آگے بڑھ کر اس نے سہارے کیلئے بینچ کی بیک کو تھاما۔مسز وقاص فوراً اس کی طرف بڑھی۔

"زینب، تم ٹھیک ہو؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں دور روکنا چاہا لیکن انہوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑا۔اس نے سر اٹھا کر دیکھا کوریڈرو میں ارسم، منان اور وانیہ کے علاوہ سب موجود تھے۔

"چچی جان، میں پریئر ہال سے آتی ہوں۔"

کہہ کر اپنی اکھڑتی سانسوں کو سنبھالتی وہ آگے بڑھی۔

"جاؤ اسے دیکھو۔۔۔" وقاص صاحب نے اپنی اہلیہ سے کہا۔

"نہیں، بچی کو اکیلا رہنے دیں۔اس کا دل ہلکا ہو جائے گا۔"

پریئر ہال میں داخل ہوتے ہی اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔وہ غیر متوازن قدموں سے چلتی قدرے سائیڈ پر بنے ایک بینچ پر بیٹھی۔اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ایک عجیب قسم کے خوف نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ارد گرد

www.novelsclubb.com

چند خواتین دو نوازہوئی اپنے رب کے حضور سجدہ کر رہی تھیں۔اسی وقت

دروازے کے سامنے سے گزرتے ارسم کی نظر اس پر پڑی تو وہ تیزی سے اس تک

آیا۔

"زینب، تم ٹھیک ہو؟"

زینب نے آہستہ سے سر اٹھایا۔وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھ چکا تھا۔

"ارسم امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔وہ بہت عجیب باتیں کر رہی تھیں۔مجھے

بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔"

کہتے ہوئے زینب کی آنکھیں پھر سے بھیگ گئیں۔

www.novelsclubb.com

"زینب، حوصلہ کرو، آنٹی جلد ٹھیک ہو جائے گی۔"

"نہیں ارسم۔۔۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔آنکھوں سے آنسو تواتر بہہ رہے تھے۔

"تمھیں نہیں پتہ، وہ بہت عجیب باتیں کر رہی ہیں۔جیسے ان کی زندگی بس چند لمحے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کی ہو۔ تمھیں پتہ ہے بابا کی وفات والے دن بھی جب میں کالج جانے سے پہلے ان کے پاس گئی تھی تو وہ ایسی باتیں ہی کر رہے تھے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

بات کے آخر میں اس نے اپنے آنسو صاف کرنے چاہے لیکن وہ تواتر بہہ رہے تھے۔ ارسم نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسوؤں سے زیادہ ڈر تھا۔ کسی اپنے کو کھونے کا ڈر۔ اسے ایک لمحے کیلئے حیرت ضرور ہوئی تھی کیونکہ یہ وہی زینب تھی جو ابھی کچھ گھنٹے پہلے یونی میں بیٹھی اس سے کہہ رہی تھی کہ اگر اسے کوئی مصیبت ہوئی تو وہ خود ہی ہینڈل کرلے گی۔ ارسم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"زینب اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اللہ وہی کرے گا جو ہم سب کے حق میں بہتر ہوگا۔ دیکھنا وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی اور زینب تو بہادر لڑکی ہے نا۔ حالات سے مقابلہ کرنے والی۔ سو بی بریو۔۔"

زینب کے ہاتھوں پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے وہ مضبوط لہجے میں بولا۔ زینب نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ آنسوؤں کے پیچھے بس دھندلا سا

کوئی نظر آ رہا تھا۔زینب کو اسے پہچاننے میں دقت ہوئی۔ لیکن دھند کے پیچھے اس چہرے پر ایک اُمید نظر آ رہی تھی۔ایک آس،اسی دھندلاتے منظر میں ایک دوسرا منظر اُبھرا۔ایک الگ ہی منظر چلنے لگا۔وقت کچھ سال پیچھے چلا گیا۔ جگہ بھی بدل گئی۔

وہ ایک پُر تعیش بیڈ روم تھا۔کمرے کے بیچ و بیچ بیڈ پر وہ لیٹے تھے۔وہ تیار ہو کر کالج یونیفارم میں ملبوس سر جھکائے کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے خالد صاحب کے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

"بابا،آپ نے یاد سے۔۔۔"

گھڑی باندھ کر اس نے سر اٹھایا تو باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔خالد صاحب ایک طرف کو جھکے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے۔وہ جلدی سے بھاگ کر بیڈ کے سرہانے تک پہنچی۔

"بابا،آپ بھی نہ۔آواز دے کر ہمیں بلا لیا ہوتا۔"

www.novelsclubb.com

وہ خفا لہجے میں کہتے ہوئے ان کو سیدھا کر کے بٹھانے لگی۔ پھر سائیڈ ٹیبل سے انہیں پانی کا گلاس اٹھا کر دیا۔

”بس بیٹا، میں نے سوچا تم لوگ جانے کیلئے تیار ہو رہی ہو گی۔ آواز دے کر پریشان کیوں کرنا۔“

انہوں نے اس کے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر پانی پیا۔

”بابا۔۔۔“

اس نے شکوہ کناں نظروں سے باپ کو دیکھا۔ جن کا چہرہ نقاہت زدہ تھا۔ بڑھتی عمر کی وجہ سے چہرے پر جھڑیوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن ان کی آنکھیں آج بھی چمکتی گہری سیاہ تھیں۔

www.novelsclubb.com

”ہم غیر نہیں ہیں۔ اپنے ہی ہیں اور اپنوں کو تو جب آواز دو آپ کی ہر آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئیں گے آپ کے پاس۔۔“

سر جھٹک کر کہتے ہوئے اس نے اپنا ڈوپٹہ درست کیا پھر ان سے گلاس لے کر

سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"غلط بات ہے یہ بیٹا،۔۔۔۔"

"وہ کیسے بابا؟"

سیدھا ہوتے ہوئے ان کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"بیٹا، اپنوں کو صدا دینے کی غلطی نا کرنا۔ اپنے ہی ہوتے ہیں جو آپ کو جانتے ہوئے بھی آپ کی ذات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ جو آپ کے پاس ہو کر بھی آپ کو سمجھ نہیں پاتے۔ آپ کے اپنے ہی آپ پر ایسا وار کرتے ہیں کہ آپ کا اپنی ذات پر سے بھی مان اٹھ جاتا ہے۔ آپ کے اپنے ہی زندگی میں آپ کو سب سے گہری چوٹ دیتے ہیں۔ کبھی اپنے اپنوں پر حد سے زیادہ اعتبار نہ کرنا۔ ورنہ بہت نقصان اٹھانا پڑے گے زندگی میں۔"

کمزوری کی وجہ سے وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہے تھے اور وہ انہیں دیکھتے ہوئے ہمیشہ کی طرح سر اثبات میں ہلاتی جا رہی تھی۔

"اور بیٹا، میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔اپنے چچاؤں کے بچوں کا کبھی مقابلہ نہ کرنا۔وقاص اور زاہد نے جو کمپنی بنائی ہے اس میں میری بھی شراکت داری ہے۔ لیکن چونکہ اب ان کے بیٹے اس فرم کو سنبھال رہے ہیں تو اس میں میرا کوئی حصہ نہیں۔"

وہ وقتاً فوقتاً زینب کو ایسی باتیں بتاتے رہتے تھے۔اس لئے زینب کو گھر کے معاملات کے بارے میں وانیہ اور غزل سے زیادہ پتہ تھا۔

"لیکن ایک دوکان ہے جس کا کرایہ تم سب تک پہنچے گا۔میرے جانے کے بعد وہ آخری۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"بابا۔۔۔"

اس نے تڑپ کر اپنا ہاتھ ان کے ہونٹوں پر رکھ کر انہیں بات مکمل کرنے سے روکا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"پلیز، ایسی بات نہ کہیں۔"

انہوں نے افسردہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ایسا کرتے ان کی سیاہ آنکھیں چمکی تھیں۔انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگایا اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے بولے۔

"بیٹا،زندگی ایک بے یقین سفر ہے۔اس لئے خود کو ہر لمحہ،ہر وقت موت کیلئے تیار رکھو اور میری زینب تو بہادر ہے نہ۔بابا کی طرح حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔ سو بی بریو۔"

زینب نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ہاتھ ابھی بھی ان کے گرم ہاتھوں نے مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔دھندلاتے منظر میں سب مل جل رہا تھا۔۔

اور آج ہسپتال میں پر یئر روم کے بینچ پر بیٹھی زینب نے سوچا تھا کہ ارسم نے بابا کے الفاظ چُرائے ہیں یا بابا نے ارسم کے۔سامنے بیٹھا شخص تو اسے کچھ عرصہ قبل ملا تھا پھر وہ اس کے بابا کے کہے الفاظ کیسے جانتا تھا؟

www.novelsclubb.com

"زینب۔۔"

آواز پر وہ چونکی۔ ارسم اسے بلا رہا تھا۔ حواسوں میں واپس آئی تو اسے اپنی حالت کا اندازہ ہوا۔ اس نے جلدی سے ارسم کے ہاتھوں سے ہاتھ نکال کر آنسو صاف کیئے۔

"چلو، باہر چلیں۔ وہ سب تمھارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

اس کی بات سن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے آئی۔ سی۔ یو تک آئے۔

"زینب۔۔" اسے آتا دیکھ کر وانیہ اس کی طرف لپکی۔

"جی آپی؟"

"امی کی طبیعت کیسی ہے؟"

اس نے گیلی سانس ناک سے کھینچتے ہوئے پوچھا۔ جب وہ اندر سے باہر آئی تھی تب وانیہ وہاں نہیں تھی شاید واش روم گئی ہوئی تھی۔ وانیہ نے ڈوپٹہ حجاب کی صورت میں اوڑھا ہوا تھا۔ سُرخ آنکھیں اور سُرخ ناک اس بات کا غماز تھا کہ وہ بھی خدا

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے سامنے اپنی امی کی سلامتی کیلیئے روتی رہی ہے۔زینب نے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔ارسم کوریڈور میں پیچھے ہی رُک گیا تھا۔

"آپی،آپ بس دعا کریں۔انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"زینب امی۔۔"وانیہ کی آنکھیں پھر بھیگی۔

"آپی بس دعا کریں۔"فلحال وہ اتنا ہی کہہ سکتی تھی۔

وہ ابھی آفس پہنچا ہی تھا کہ اسے منان کا میسج ملا تھا کہ بڑی امی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے۔ہم انہیں ہسپتال لے کر جا رہے ہیں۔تم بھی فوراً ادھر ہی پہنچ جاؤ۔فوراً اس کے گرد خطرے کی گھنٹی بجی تھی کیونکہ آج کل ان کی طبیعت واقعی بہت خراب رہتی تھی۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ جو ابھی آیا تھا جلدی سے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باہر بھاگا تھا۔ برق رفتاری سے گاڑی پارکنگ سے نکالی اور روڈ پر ڈالی۔ ابھی کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ ٹریفک جام میں پھنس گیا۔ غصے سے اس نے کافی دفعہ ہارن دیا مگر بے سود۔ آگے پیچھے بہت سی گاڑیاں ایسے ہی ہارن دے رہی تھیں۔ بے بسی بھرے غصے سے اس نے اسٹئیرنگ پر ہاتھ مارا۔ وہ صبر کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ تبھی اس کا موبائل بجا۔

"ہاں ایان۔۔"

جلدی سے اوکے کر کے اس نے کان سے لگایا۔

"ہیلو موحد، کہاں تک پہنچے ہو؟"

ریسیور میں ایان کی آواز گونجی۔

"یار، وہ میں ٹریفک جام میں پھنس گیا ہوں۔ کچھ دیر لگ جائے گی تم بتاؤ بڑی امی کی طبیعت سنبھلی؟"

"نہیں، ڈاکٹرز نے کہا ہے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مزید ابھی وہ کچھ تفصیل

سے نہیں بتا رہے۔ تم جلدی پہنچو۔"

"ہاں کوشش کرتا ہوں۔"

کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔ پھر بڑی مشکل سے تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ اس ٹریفک جام سے نکلا اور تیز گاڑی چلاتے ہوئے دس منٹ میں سٹی ہوسپٹل پہنچا۔ باہر ہی اسے منان کھڑا نظر آیا۔ تیزی سے اس کے پاس پہنچ کر اس نے پہلا سوال یہی کیا۔

"بڑی امی کی طبیعت کیسی ہے؟"

"کافی کریٹیکل سیچوئیشن ہے۔"

اس کو لئے اندر کے طرف بڑھتے منان نے کہا تھا۔

جب وہ دونوں آئی۔ سی۔ یو کے باہر پہنچے تو موحد نے دیکھا وانیہ بینچ پر بیٹھی بنا آواز روتے ہوئے لب ہلاتی مسلسل کچھ پڑھ رہی تھی۔ زینب آئی۔ سی۔ یو کے قریب ہی دیوار سے ٹیک لگائے خشک آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر ٹکائے کھڑی تھی۔ کچھ

www.novelsclubb.com

پیچھے ایک لڑکا کھڑا تھا جو زینب کو ہی دیکھ رہا تھا۔ان حالات میں بھی اس نے اس لڑکے کو فوراً پہچان لیا تھا وہ وہی تھا جو ان کی کار سے ٹکرایا تھا۔ایان وانیہ کے ساتھ بینچ کے قریب کھڑا تھا۔وانیہ کے ساتھ ہی اس کی امی بھی بیٹھی تھیں۔اسے دیکھ کر وانیہ نے سر اٹھایا وہ سب سے پہلے اسی کی جانب بڑھا۔

"وانیہ،سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس کے دوسری طرف بیٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے اس کا سر تھپکا۔

"موحد میں امی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔"اس نے روتے ہوئے کہا۔

"شش،سب بہتر ہو گا۔"

اس سب کے دوران اس نے وقاص صاحب کی گھورتی نظروں کو نظرانداز کیا تھا اور تبھی موحد کی نظر زینب پر پڑی جس کی خشک آنکھیں یک دم بھیگ گئی تھیں۔

اسی وقت آئی۔سی۔یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز چلتے ہوئے باہر آئے۔زینب نے

www.novelsclubb.com

دیوار کی ٹیک چھوڑی اور سب سے پہلے آگے بڑھی۔ باقی سب بھی جلدی سے پیچھے آئے۔ چند لمحے ڈاکٹرز خاموش رہے۔ لیکن اب زینب کو ایک سوال پوچھنا تھا۔ وہ ایک سوال جو اس کی ساری زندگی کی گفتگو پر بھاری تھا۔

"کیسی ہیں وہ؟"

بالآخر وہ بولی تو اسے اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی سنائی دی۔ جس آواز میں آس بھی تھی، امید بھی، اور خوف بھی۔

"دیکھیں مِس خالد، ہم نے اپنی پوری کوشش کی۔ بٹ انفورچونیٹلی، شی از نو مور۔"

انھوں نے زینب کی طرف رُخ کر کے کہا اور ایکسکیوز کرتے ہوئے ایک سائیڈ سے نکل کر چلے گئے۔

ایک لمحے کیلئے زینب کے قدم لڑکھڑائے لیکن پھر دیوار کا سہارا لیتے ہوئے اس نے آہستہ سے اپنی آنکھوں کو بند کیا اور بہت سے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے وہ زیرِ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لب بڑبڑائی۔

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"۔

ایک ہفتے بعد:

دوپہر کے وقت سورج اپنی آب و تاب سے آسمان پر چمک رہا تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے موسم عجیب خشک خشک سا تھا۔ حبس کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں کے ائیر کنڈیشنز ماحول سے باہر قدم نہیں رکھ پا رہے تھے۔

ایسے میں اس گھر میں داخل ہوتے ہی کافور کی بو نتھوں سے ٹکراتی تھی۔ برآمدے سے گزر کر اندر لاؤنج میں آؤ تو وہاں کا منظر مختلف تھا۔ صوفے ہٹا کر نیچے فرش پر قالین بچھا تھا۔ جس پر چادریں ڈال کر اطراف میں کشن رکھے ہوئے تھے۔ وہ آج بھی پچھلے ایک ہفتے کی طرح اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی۔ ایک طرف دیوار سے ٹیک لگائے منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے وہ ہاتھ میں موجود شمارے نیچے سفید چادر پر

گرا رہی تھی۔ دائیں طرف ایک کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ اندر کا منظر کچھ یوں تھا۔

بیڈ پر غزل بیٹھی مسلسل روتے ہوئے نفی میں سر ہلاتی جا رہی تھی۔ وانیہ اور منان تقریباً پندرہ منٹ سے اس کے پاس کھانے کی ٹرے پکڑے کھڑے تھے۔

"غزل، دیکھو میری جان۔ تھوڑا سا کھانا کھا لو۔ کھانے سے کیا ناراضگی ہے۔"

وانیہ اسے سمجھاتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"مجھے نہیں کھانا۔ امی کو بلائیں۔ وہ ہمیں کیسے چھوڑ کے جا سکتی ہیں۔ انہیں بلائیں، ہم مل کر کھانا کھائیں گے۔"

www.novelsclubb.com

وہ ابھی بھی نفی میں سر ہلاتی روئے جا رہی تھی۔ وانیہ نے بے بسی سے منان کو دیکھا اور منان نے افسوس سے آنکھیں بند کر لیں۔

باہر آؤ تو زینب ابھی بھی ویسے ہی بیٹھی کچھ پڑھے جا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ ان کی آوازیں بھی سن رہی تھی۔ بلکہ وہ روزانہ ہی سنتی تھی پھر روزانہ کے معمول کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مطابق وہ خاموشی سے اٹھی۔ شمارے اکٹھے کر کے ٹیبل پر رکھے اور ڈوپٹہ درست کرتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھی۔ ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس، ڈوپٹے کو حجاب کی شکل میں چہرے کے گرد لپیٹے وہ مزید سنجیدہ اور بڑی بڑی لگ رہی تھی۔

اندر آکر اس نے منان کے ہاتھ سے کھانے کی ٹرے پکڑی اور وانیہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ زینب آگے بڑھی اور وانیہ کی چھوڑی جگہ پر بیٹھ گئی۔ ٹرے اپنے اور غزل کے درمیان میں رکھی۔ غزل نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔ زینب نے ابھی بھی خاموشی سے روٹی کا نوالہ توڑ کر اسے سالن میں ڈبویا پھر اسی خاموشی سے غزل کے ہونٹوں تک وہ نوالہ لے گئی۔ وانیہ اور منان ابھی تک وہیں کھڑے تھے کیونکہ غزل نے اپنے لب نہیں کھولے تھے۔

بالآخر زینب نے اپنے لب وا کیے اور خاموشی کو توڑا۔

"جب ابو کی وفات ہوئی تھی تو امی مجھے ایک بات سمجھایا کرتی تھیں۔ آپ کی زندگی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے کسی انسان کے چلے جانے پر یہ دنیا رُک نہیں جائے گی۔ یہ کائنات کا نظام ہے۔ یہ ایسے ہی چلتا آرہا ہے اور ایسے ہی چلے گا۔ زندگی چلتی رہے گی۔ اگر کچھ رُکے گا تو وہ انسان ہو گا یعنی ہم اور جب تک ہم اس غم سے نکل کر جینے کے قابل ہوں گے تب تک یہ دنیا بہت آگے نکل چکی ہو گی۔ تو کیا اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ہم جلد ہی غم سے نکل کر زندگی کی اس دوڑ میں شامل ہو جائیں۔ تو میری بہن، خود کو سنبھالو اور زندگی کی اس دوڑ میں شامل ہو جاؤ ورنہ یہ دنیا بہت آگے نکل جائے گی۔"

وہ روزانہ کوئی ایک بات غزل کو بتاتی تھی۔ وہ روزانہ اسے کچھ نیا سیکھاتی تھی اور وہ روزانہ بھول کر اگلے دن پھر وہی ضد کرتی تھی۔ اس کی بات سن کر بالآخر روزانہ کی طرح غزل نے اپنے لب کھولے۔ زینب نے بڑھائے ہوئے ہاتھ سے نوالہ اس کے منہ میں ڈالا۔ دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے اس کے گالوں پر بہتے آنسو صاف کئے تھے۔ اتنا تو اسے اس ہفتے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بس باتوں میں ہی تیز تھی۔ ورنہ دل اس کا ابھی بھی ایک چھوٹے بچے کی مانند تھا۔ ان تینوں میں سب

www.novelsclubb.com

سے زیادہ اس ہفتے میں وہی جزباتی ہوئی تھی اور زینب نے سوچا۔ کبھی کبھی ہم بعض انسانوں کے بارے میں کتنے غلط ہوتے ہیں اور وہ بعض بھی ہمارے اپنے ہی ہوتے ہیں۔

منان اور وانیہ نے نم ہوتی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا اور بنا کچھ کہے کمرے سے چلے گئے۔ اب زینب غزل سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی اس کا دھیان بٹا رہی تھی کیونکہ وہ اپنے ابو کے انتقال پر بالکل اسی عمر اور ایسے ہی وقت سے گزر چکی تھی۔ وہ روزانہ یہ سب کرتی تھی۔ یہ سب اس کی روٹین کا حصہ بن چکا تھا۔ یونی وہ اس دن سے ہی نہیں جا رہی تھی۔ ان سب کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں۔ ان تبدیلیوں کو واپس پہلے جیسا کرنے کیلئے تھوڑا وقت لگنا تھا۔

یا شاید کچھ تبدیلیاں کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتی تھیں۔ جیسے زینب کا شام میں ماں کو دوا کھلانے جانا۔

----

www.novelsclubb.com

"کہاں جا رہی ہو؟"

وہ آج دو ہفتے بعد یونی جانے کیلیۓ تیار ہوئی تھی۔ وانیہ کو صبر دلانا اور غزل کو سنبھالنا جیسے بہت مشکل کام ہو گیا تھا۔ دوسرے شہر سے آۓ مہمانوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ گھر کے کام میں اس نے چچی کا ہاتھ بھی بٹایا تھا۔ باقی خود کو تو وہ ایسے بھی سنبھال چکی تھی لیکن اب پہلے سے زیادہ سنجیدہ رہنے لگی تھی۔ گھر کے حالات بہتر ہوتے دیکھ کر اس نے یونی جانے کا ارادہ کیا۔ پھر صبح فجر کے بعد یتیم خانے کے بچوں کو کھانا بھجوا کر اس نے یونی جانے کیلیۓ کپڑے نکالے۔ شانیہ کو جب اس نے آنے کا بتایا تو اس نے تب ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اسے صبح پِک کر لے گی۔ اب تیار ہو کر جب وہ لاؤنج میں کھڑی شانیہ کا انتظار کر رہی تھی تو وہاں سے گزرتے موحد نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوۓ پوچھا۔

"یونی۔"

اسے یک لفظی جواب دیتے ہوۓ اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ اب تک

www.novelsclubb.com

شنایہ کو آجانا چاہیے تھا۔اس نے بے اختیار سوچا۔اس کا جواب سن کر وہ قدم قدم چلتا اس تک آیا۔زینب نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔زینب کی آنکھوں میں اچنبھا ابھرا۔بولی وہ کچھ نہیں۔

”کس سے پوچھ کر یونی جا رہی ہو؟“

”جی؟“زینب نے نا سمجھی سے پوچھا۔

”میں پوچھ رہا ہوں یونی جانے کی اجازت کس نے دی ہے تم کو۔“

اب کی بار اس نے زرا سخت لہجے میں پوچھا تھا۔زینب نے ادھر ادھر دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔سب ڈائننگ ہال میں ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔وہ لاؤنج میں زرا سائیڈ پر کھڑے تھے جہاں سے ڈائننگ ہال میں سے کسی کو یہ منظر نظر نہیں آرہا تھا۔پھر زینب نے چہرہ دوبارہ اس کی طرف موڑا۔

”میں پڑھتی ہوں اور یونی جانے کیلئے مجھے کسی کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔چچا جان کی اجازت۔۔۔“

www.novelsclubb.com

"آج سے تم یونی نہیں جاؤ گی۔"

اس کی بات کو کاٹتے ہوئے اس نے حتمی لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے حکم کی پابند نہیں ہوں۔"

اس نے بھی دوبدو جواب دیا تھا۔اس کا جواب سن کو موحد کے ماتھے پر بل پڑے وہ دو قدم آگے بڑھا ایسے کہ اب ان میں چند قدم کا ہی فاصلہ تھا پھر اسے کہنی سے پکڑ کر چہرے پر سختی لئے زہر خند لہجے میں بولا۔

"افسوس ہوتا ہے تم جیسی لڑکی پر۔جسے اپنی ماں کے مرنے کا افسوس نہیں ہے۔ جس کی ماں کو مرے ابھی کچھ دن ہی گزرے ہیں اور وہ عیش کرنے یونی جا رہی ہے۔تم کیا سمجھتی ہو گھر سے باہر نکل کر ان آوارہ لڑکوں کے ساتھ کینٹین میں بیٹھ کر ہماری عزت کی دھجیاں اڑاؤ گی اور ہمیں پتہ نہیں چلے گا۔ان کے گھروں میں ---"

"بس موحد بھائی---"

جب بات حد سے بڑھ گی تو ہاتھ اٹھا کر اس نے اونچی آواز میں موحد کی بات کاٹی۔

"بولنے سے پہلے سوچ لیں آپ کہ کیا بول رہے ہیں۔"

کہنی پر اس کی گرفت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ سر اٹھا کر بولی۔

"اب تم مجھے بتاؤ گی کہ مجھے کیا بولنا ہے۔"

اس کا بات کاٹنا اسے طیش ہی تو دلا گیا تھا۔لاؤنج سے ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ کی آواز سن کر منان بھی لاؤنج میں آگیا اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا سر چکرایا۔موحد، زینب کو کہنی سے پکڑے غصے سے اسے کچھ کہہ رہا تھا اور زینب دوسرے ہاتھ سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔وہ جلدی سے ان کے پاس آیا اور دبے دبے غصے سے موحد کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"موحد، چھوڑو اسے۔"

"موحد بھائی، چھوڑیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔"

پہلی بار زینب نے زرا ہلکی آواز میں کہا تھا۔اب اسے تکلیف ہونے لگی تھی۔

www.novelsclubb.com

”یہ شرافت کا لبادہ کسی اور کے سامنے اوڑھنا۔ تم کیا کیا کرتی ہو سب جانتا ہوں۔“

موحد نے لال انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

”سوری زینب، میں تھوڑا لیٹ۔۔۔“

اس سے پہلے کہ منان کچھ اور کہتا لاؤنج میں داخل ہوتی شانیہ جو کچھ کہنے جا رہی تھی، سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ پہلے حیران ہوئی۔ تینوں نفوس کی نظریں شانیہ کی طرف اٹھیں جو حیرت سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی پھر اس کے ماتھے پر بل پڑے۔ وہ جلدی سے ان کی طرف بڑھی۔

www.novelsclubb.com

”زینب کو چھوڑیں موحد بھائی۔“

ان کے پاس پہنچ کر شانیہ نے بامشکل غصے کو دباتے ہوئے کہا تھا۔ منان نے بھی موحد کو آنکھیں دیکھائی تو موحد نے جھٹکے سے زینب کا بازو چھوڑا۔ زینب دو قدم پیچھے کو ہوئی۔ شانیہ نے اسے پکڑ کر پیچھے دیوار سے ٹکرانے سے بچایا۔

"سچ سچ بتاؤ مجھے۔کون ہے وہ جو اس دن ہسپتال میں تمھارے ساتھ تھا۔دو ہفتے سے تو تم دکھ میں تھی نا۔۔"

وہ استہزائیہ ہنسا۔

"اسی لئے میں نے نہیں پوچھا۔لیکن اب ،بتاؤ مجھے کون ہے وہ؟"

موحد نے غصے سے سُرخ ہوتے چہرے کے ساتھ چبا چبا کر پوچھا۔ابھی تک کوئی لاؤنج میں نہیں آیا تھا۔مطلب ڈائننگ ہال والوں کو اس واقعے کی ابھی خبر نہیں ہوئی تھی۔اس کی بات سن کر شنایہ کے چہرے پر کئی رنگ آکر گزرے۔اس نے زینب کو دیکھا جو بازو سہلاتے ہوئے نفرت سے موحد کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ کچھ کہنا چاہا۔

"موحد بھائی وہ۔۔۔"

"رہنے دو شنایہ۔"

زینب نے ہاتھ اٹھا کر شنایہ کو روکا۔پھر ایک قدم آگے بڑھی۔منان بھی فوراً آگے

www.novelsclubb.com

ہوا۔ لیکن زینب موحد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے لہجے میں تپش لئے بولی۔

”میں ایسے شخص کو صفائی دینا پسند نہیں کرتی جس کی اپنی نظر میں کوئی عزت نا ہو۔ جو ایسے ہی اٹھ کر بنا ثبوت کے اپنی ماں، بہنوں پر کیچڑ اچھالے۔ موحد بھائی، میں 'زینب خالد' ہوں اور اپنی بہت عزت کرتی ہوں۔ میری عزت نفس مجھے یہ گوارا نہیں کرتی کہ میں کسی کو اپنے کردار کی صفائی دوں۔ آپ نے جو سمجھنا ہے، سمجھ لیں۔ آپ کے سمجھنے یا نا سمجھنے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔“

آخر میں استہزائیہ انداز میں سر جھٹک کر اس نے جھکتے ہوئے صوفے سے اپنا بیگ اٹھایا اور شنایہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف چل دی۔ منان نے اسے جاتا دیکھ کر گہری سانس لی اور موحد۔۔۔

وہ شل چہرہ لئے اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ لاؤنج سے غائب نہ ہو گئی۔ اس کے جاتے ہی وہ چونکا اور غصے سے باہر کی طرف بڑھنے لگا۔ منان نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جانے دو اسے۔"

"وہ مجھے بے عزت کر گئی۔ ہمت کیسے ہوئی اس کی۔ شی بلڈی۔۔"

"موحد۔" اب کی بار منان نے اسے بلند آواز میں ٹوکا۔

"مت بھولو، وہ ہماری تایازاد ہے۔"

اس کی بات سن کر موحد نے غصے سے اپنے بازو کو جھٹکا دے کر چھڑوایا پھر اپنی مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے اپنے غصے کو کنڑول کرنے لگا۔

"موحد میں آئیندہ تمھیں اس کے ساتھ زبردستی کرتے نہ دیکھوں۔ اگر پھر تم نے اسے ہاتھ لگایا ناتو میں خود تایا کو سب کچھ بتاؤں گا۔"

انگلی اٹھا کر منان نے اسے وارن کیا تھا کیونکہ اس نے آج محسوس کیا تھا زینب کو اس سب سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا الٹا وہ موحد کو اور طیش دلا دیتی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا جو کچھ آج اس نے دیکھا آئیندہ کوئی اور دیکھ لے۔ موحد نے بے رُخی سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں،اب تم بھی مجھے دھمکی دے لو۔"

"دھمکی نہیں دی۔بس بتا رہا ہوں۔"

تنبیہی لہجے میں کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔پیچھے موحد پہلو بدل کر رہ گیا۔

"یہ جو تم میں اتنی اکڑ ہے نا۔بس دیکھتی جاؤ،اب تمھاری ساری اکڑ میں نکالوں گا۔

زینب اس بار تم نے موحد وقاص کو اکسایا ہے۔بس اب دیکھتی جاؤ ہوتا کیا ہے۔"

پیچھے وہ بس غصے سے بڑبڑا کر رہ گیا۔

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔وہ چہرے پر ویرانی لئے سائیڈ ونڈو سے باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔سرسبز درخت گاڑی سے بھی تیز بھاگ رہے تھے لیکن وہ اس منظر کو نہیں دیکھ رہ تھی وہ کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔اس کے ساتھ بیٹھی شنایہ موبائل پر جھکی ٹائپنگ کر رہی تھی۔

"افسوس ہوتا ہے تم جیسی لڑکی پر۔جسے اپنی ماں کے مرنے کا زرا افسوس نہیں

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے۔"

"تم کیا کیا کرتی ہو۔ سب جانتا ہوں۔"

"مجھے بتاؤ کون ہے وہ۔ جو اس دن ہسپتال میں تمھارے ساتھ تھا۔"

"افسوس ہوتا ہے۔"

"افسوس ہوتا ہے۔"

غائب دماغی سے باہر دیکھتے ہوئے اس کے ذہن میں بس ایک ہی فقرہ گردش کر رہا تھا۔ موحد کے الفاظ نہیں، ہتھوڑے تھے جو اس کے دماغ میں لگ رہے تھے۔ وہ جتنا بھی خود کو مضبوط ظاہر کر لیتی لیکن تھی تو وہ لڑکی نا۔۔

دفعتاً سگنل پر گاڑی رُکی تو اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔ وہ چونکی اور ارد گرد دیکھا۔ پھر اس نے گردن موڑ کر شنایہ کو دیکھا جو ابھی بھی جھکی موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے حیرانی سے پوچھا۔شنایہ اپنے کام میں مگن رہی۔

"شنایہ۔۔"

اب کہ وہ زرا بلند آواز میں بولی۔

"میں پوچھ رہی ہوں ہم کہاں جا رہے ہیں؟ یہ یونیورسٹی کا راستہ نہیں ہے۔"

اب کے شنایہ نے سکون سے میسج بھیج کر موبائل آف کیا اور سر اٹھایا۔پھر اس کے استفہامیہ انداز کو دیکھا۔وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"جی یہ یونی کا راستہ نہیں ہے اور ہم وہاں جا بھی نہیں رہے۔"

سکون سے کہتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا جہاں گاڑی دوبارہ سٹارٹ ہو چکی تھی۔

"پھر ہم کہاں جا رہے ہیں؟ مجھے یونی جانا ہے۔پلیز ڈرائیور سے کہو گاڑی یونی کی طرف موڑ لے۔"

شنایہ ہنوز سامنے دیکھتی رہی۔

"شنایہ۔۔"

اب کے زینب نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھورا۔ بالآخر شانیہ نے گردن موڑی اور اسے دیکھتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں بولی۔

"میں بول دیتی ہوں ڈرائیور کو کہ یونی لے چلے لیکن ایک بار۔۔بس ایک بار اپنا چہرہ دیکھو۔اپنی حالت دیکھو۔کیا حالت ہے تمھاری وہاں جانے کی۔اپنا چہرہ دیکھو۔ تم وہ زینب نہیں ہو جس کو میں کچھ عرصہ پہلے تک جانتی تھی۔ تم ہر وقت جھنجھلائی رہتی ہو۔ تمھارا چہرہ مرجھا گیا ہے۔ایک تروتازہ تاثر نہیں رہا۔ہمہ وقت کسی نہ کسی چیز کی پریشانی ہے تمھارے چہرے پر۔۔۔"

وہ بولتی جارہی تھی اور زینب کے کندھے آہستہ آہستہ ڈھلک رہے تھے۔

"مانتی ہوں میں کسی اپنے کی موت انسان کو بُری طرح توڑ کے رکھ دیتی ہے لیکن اتنا بھی کیا۔روز تمھارے گھر آکر مجھے تم مزید الجھی ہوئی لگتی تھی۔ کیا ہوتا جارہا ہے تمھیں؟"

ٹھنڈے لہجے میں وہ زینب کو بہت کچھ باور کرواگئی تھی۔زینب کی تاثرات بات کے

اختتام تک بدل چکے تھے۔اس نے تھک کر سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔کچھ دیر گاڑی میں خاموشی رہی۔شنایہ کو لگاوہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔اسے اپنے رویے پر افسوس ہوا پھر وہ لہجے کو نرم کرتے ہوئے بولی۔

"دیکھو،ابھی تمھاری کنڈیشن واقعی یونی جانے والی نہیں ہے۔"

زینب نے سر نہیں اٹھایا۔

"ارسم کی طبیعت کچھ بہتر نہیں تھی تو وہ آج یونی نہیں گیا۔ابھی ہم اسی کے فلیٹ جا رہے ہیں۔"

وہ اب اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔بالآخر زینب نے سر اٹھایا۔اس کے ڈھیلے جوڑے میں سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے کے اطراف میں گر رہی تھیں۔ چہرے پر مرونی اور آنکھوں میں ویرانی لئے اس نے شنایہ کو دیکھا۔

"وہ جانتا ہے ابھی کیا ہوا؟"

"نہیں،میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔باقی تم خود کچھ بتانا چاہو تو تمھاری مرضی۔

www.novelsclubb.com

لیکن اب احتیاط کرنا موحد بھائی تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔ان کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے مجھے۔ باقی میری ارسم سے بات ہو گئی ہے کہ تم اس کی طرف جارہی ہو میں تمھیں اس کی طرف ڈراپ کر کے یونی چلی جاؤں گی۔"

زینب نے بس سر ہلا دیا۔ باقی کا سفر خاموشی سے طے ہوا۔کچھ دیر بعد گاڑی مطلوبہ جگہ پر آکر رُکی۔زینب نے سوالیہ نظروں سے شانیہ کو دیکھا۔شانیہ سمجھ گئی پھر اسے بولتے ہوئے گاڑی سے اتری۔

"باہر آؤ، بتاتی ہوں۔"

وہ ایک مصروف شاہراہ پر واقع پلازہ تھا۔جو چار منزلوں پر مشتمل تھا۔ایک دوسرے کے پیچھے چلتی وہ دونوں پلازے میں داخل ہوئیں۔

"کچھ دن پہلے وہ ہوسٹل سے یہاں شفٹ ہو گیا ہے۔شاید اپنی فیملی کی وجہ سے۔وہ کبھی بھی وہاں آجاتے تھے۔سٹوڈنٹس کو مسئلہ نہ ہو اس لئے اس نے علیحدہ فلیٹ لے لیا۔"

www.novelsclubb.com

گیراج کا فاصلہ عبور کر کے وہ دونوں لفٹ میں داخل ہو رہی تھیں جب شانیہ نے اسے تفصیل سے بتایا۔

''اور مجھے بتانے کا ارادہ کب تھا؟''

زینب نے گردن موڑ کر سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تمھیں بتا دیتے، لیکن آنٹی کی ڈیتھ کی وجہ سے نہیں بتایا کیونکہ ان دنوں تم بہت اپ سیٹ تھی۔''

جواب میں زینب خاموش رہی۔ لفٹ چوتھے فلور پر رُکی تو وہ دونوں باہر نکلیں۔

دائیں طرف پہلے ہی فلیٹ کے دروزے کے پاس نیچے کی طرف ایک سفید رنگ کی پلیٹ لگی تھی جس پر لکھا نام صاف نظر آرہا تھا 'ارسم ابراہیم'

شانیہ نے آگے بڑھ کر بیل بجائی۔ کچھ دیر ہلکے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھلا۔ دونوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ بلیو ٹراؤزر پر سفید ٹی شرٹ پہنے، وہ ہمیشہ کی طرح تروتازہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"اسلام علیکم! لیڈیز۔ کم ان۔"

بہت ہی نرم انداز تھا اس کا۔اس کے گیلے بال ماتھے پر گر رہے تھے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ابھی فریش ہو کر نکلا ہے۔

"وعلیکم اسلام! نہیں میں بس چلتی ہوں۔زینب پہلی دفعہ ادھر آ رہی تھی تو بس اسے چھوڑنے یہاں تک آ گئی۔یہ رہی آپ کی امانت۔"

جوابی مسکراہٹ کے ساتھ شنایہ نے معذرت کرتے ہوئے زینب کو بازو سے پکڑ کر دو قدم آگے بڑھایا کیونکہ اس نے محسوس کیا تھا زینب نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"نوازش آپ کی۔"

اس نے سر کو ادب سے جھکاتے ہوئے زینب کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔جواباً شنایہ بس سر کو خم دیتی جانے کیلئے مڑ گئی۔

آسمان پر سورج کا راج تھا۔ دن بہ دن گرمی کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تپتی شعائیں زمین پر کام کرتے نفوس کے ساتھ ساتھ اس پُر تعیش عمارت پر بھی پڑ رہی تھیں۔ باہر کے گرم ماحول کے بر عکس اندر آفس میں اے۔ سی کی خنک کی وجہ سے سکون تھا۔

دیوار گیر کھڑکیوں پر بلائینڈز گرے تھے۔ ایک طرف لکڑی کی الماری رکھی تھی۔ جس کے مختلف خانوں میں بہت سی فائلز سلیقے سے پڑی تھیں۔ باقی دونوں دیواروں پر سفید پینٹ ہوا تھا۔ الماری کی مختلف سمت میں راکنگ چیئر کی بیک پر اس کا کوٹ لٹک رہا تھا۔ سامنے ٹیبل پر تازہ منگوائی گئی بھاپ اڑاتی کافی کے ساتھ بھی دو فائلز کھلی پڑی تھیں اور وہ خود الماری کے کنارے کھڑے سفید شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں تک موڑے کوئی فائل دیکھنے میں مصروف تھا۔

دفعتاً وہ جھکا اور چھوٹی میز پر رکھے ڈبے میں سے ایک قلم نکال کر سیدھا ہوا اور فائل کو دیکھتے ہوئے مطلوبہ جگہ پر سائن کر کے سامنے کھڑی سیکرٹری کی طرف فائل

www.novelsclubb.com

بڑھائی۔ لڑکی نے فائل تھامی پھر اس کا موڈ دیکھ کر قدرے جھجھکتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"سر، مسٹر طلحٰہ زمان کافی دیر سے آپ سے ملنے کیلئے انتظار کر رہے ہیں۔ کیا انہیں بھیج دوں؟"

"ہاں۔"

خلافِ توقع اب کی بار اس نے اجازت دے دی۔ سیکرٹری شکر مناتی جلدی سے باہر کی طرف بڑھی۔ پیچھے گہری سانس لے کر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور آگے جھکتے ہوئے ایک فائل کھولی۔ پھر دوسرے ہاتھ سے کافی کا کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔ چہرے سے کافی پر سکون دیکھائی دیتا تھا۔ صبح ہوئی لڑائی کا چہرے پر کوئی شبہ تک موجود نہ تھا۔ دو منٹ ہی گزرے تھے جب کوئی غصے سے دروازہ کھول کر آفس میں داخل ہوا۔ اس نے نہ چہرہ اٹھایا نہ نظریں۔

"یہ کیا حرکت ہے مسٹر موحد۔ اب مجھے تم سے ملنے کیلئے انتظار کرنا پڑے گا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ اندر آ کر اسکے ٹیبل پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے غرایا تھا۔اس کی سیکرٹری فوراً دروازے تک آئی۔

"سر، یہ۔۔۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔آپ جائیں مِس ہانیہ۔"

اس نے فائل پر جھکے ہی ہاتھ کے اشارے سے سیکرٹری کو جانے کا بولا۔پھر ایک ہاتھ سے کافی کا گھونٹ بھرا۔

"اور ہاں، دروازہ بند کر جائیں۔"

اس نے پیچھے سے اونچی آواز میں کہا۔وہ جاتے ہوئے دروازہ بند کر گئی۔وہ گئی تو اب موحد نے سر اٹھا کر سامنے والے کو دیکھا جو طیش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آرام سے بیٹھ جاؤ۔غصہ ٹھنڈا کرو پھر بات کرتے ہیں۔"

پُر سکون انداز میں کہتے ہوئے وہ اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ کیا تھا؟"

اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ لوگ مجھے اندر کیوں نہیں آنے دے رہے تھے؟"

"کیونکہ میں نے انہیں منع کیا تھا۔"

سکون سے کہتے ہوئے وہ دوبارہ فائل پر جھک گیا پھر اس پر کچھ مارک کر کے صفحہ پلٹا۔

"تم۔۔"

طلحٰہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے غصہ ضبط کیا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے والے کا سارا سکون برباد کر ڈالے۔وہ ستائیس،اٹھائیس سال کا نوجوان تھا۔چہرے پر پختگی،آنکھوں میں ایک لوفر پن اور انداز میں ایک عجیب شاہانہ پن تھا۔یاں یوں کہا جائے کہ یہ سب پیسے کا کمال تھا۔بالآخر موحد نے فائل بند کر کے سائیڈ پر رکھی اور پیچھے راکنگ چیئر کی بیک سے ٹیک لگا لی۔وہ اب فرصت سے سامنے والے کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔جو غیض و غضب کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"غصہ کرنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ بیٹھو۔"

اس نے ایک دفعہ پھر اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ طلٰحہ نے غصے سے بھینچی مٹھی کو ہونٹوں کے قریب لے جاتے خود کو کچھ بھی بولنے سے باز رکھا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اب بولو۔" بغیر تمھید باندھے وہ کام کی بات پر آیا تھا۔

"تم نے کہا تھا بہت جلد زینب میری ہو گی۔"

"ڈیٹس پوائنٹ۔۔" موحد ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

"زینب ہی ہمارا پوائنٹ ہے۔اس سے آگے پیچھے نا جایا کرو اور یہ جو غصہ ہے نا اسے میرے آفس کے دروازے پر چھوڑ دیا کرو۔"

"آئندہ میرے ساتھ ایسا نہ کرنا۔" وہ پھر تلخی سے گویا ہوا۔

"تمھاری یہ کمپنی ڈوب رہی تھی مسٹر موحد۔۔"

اس نے ارد گرد اشارہ کر کے جتایا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہ جس آفس میں تم بیٹھے ہونا اسے میرے باپ نے تمھارے لائق بنایا۔ میرے باپ نے پیسہ انویسٹ کر کے اس کمپنی کو بچایا ہے۔ میرا باپ پیسے انویسٹ نا کرتا تو دیوالیہ ہو چکی ہوتی یہ کمپنی۔۔۔"

"میں نے نہیں بولا تھا پیسہ انویسٹ کرو۔"

سامنے والے کے اطمینان میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔ وہ سکون سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ پھر زرا سا آگے ٹیبل پر جھکا اور ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے میں اطمینان کی جگہ سرد تاثر ابھرا تھا پھر وہ اسی سرد لہجے میں بولا۔

"تمھارا ٹارگٹ میرے گھر کی ایک لڑکی ہے۔ تمھارے باپ نے سارا پیسہ اسے حاصل کرنے کیلئے لگایا ہے۔ میں چاہوں تو اس کی شکل بھی نہ دیکھاؤں تم لوگوں کو اور تمھارے پاس کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں ہے جس سے تم لوگ ثابت کر سکو کہ پیسے لڑکی کے بدلے میں انویسٹ ہوئے ہیں۔ سو آئندہ برہم ہونے سے پہلے سو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دفعہ سوچنا۔"

"واہ۔۔"

سامنے والے نے داد دی تھی اس کی عقل کو۔ وہ دوبارہ پیچھے ہو کر بیٹھ گیا اور چہرے پر اطمینان سجا لیا۔

"ہمیں تم لوگوں کے ساتھ کام ہی نہیں کرنا۔ اپنے شئیرز واپس لو اور ہماری ایک ایک پائی واپس کرو۔"

وہ اٹھتے ہوئے حتمی لہجے میں گویا ہوا۔ موحد نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم شئیرز کسی اور کو بیچ دیں گے اور تم جانتے ہو میں وہاں زیادہ مہنگے داموں میں بیچ سکتا ہوں کیونکہ لڑکی میرے پاس ہے۔ لیکن نقصان تمھارا ہو گا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہو گی کیونکہ تمھارے ہاتھ سے شئیرز بھی جائیں گے اور لڑکی بھی۔"

آخر میں وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ وہ دو مرد وہاں کسی کمپنی کی نہیں ایک لڑکی کی

زندگی کی بات کر رہے تھے جو زیادہ بولی لگائے گا لڑکی اس کی ہو گی۔ طلحٰہ کے چہرے کے تاثرات لمحے بھر میں بدلے تھے اس نے جیسے ہار مان لی اور دوبارہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بے بسی سے اسے دیکھا۔

”موحد، میں بس مسئلے کا حل چاہتا ہوں۔ تم کہتے ہو یہ سب جلد ہو گا لیکن کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ پچھلے ایک ہفتے سے تم میرا فون اٹینڈ نہیں کر رہے۔ پچھلے ہفتے میں آفس بھی آیا تو تم نہیں تھے۔ آج بالآخر مجھے خود آنا پڑا ہے۔“

موحد نے دوبارہ پیچھے کرسی سے ٹیک لگائی۔ وہ اس کی دکھتی رگ دبا گیا تھا۔

”ہم دونوں کا پوائنٹ زینب ہے۔ میں پچھلے کچھ دن کچھ نہیں کر سکا۔ کیونکہ اس کی امی کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ آفس نہ آنے کی وجہ بھی یہی تھی لیکن اب میں موقع ملتے ہی ابو سے بات کروں گا۔ یوں جلد بازی میں کام خراب ہو گا۔“

آرام سے کہتے ہوئے وہ سامنے والے کو کافی حد تک قائل کر چکا تھا۔

”ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گا۔“

www.novelsclubb.com

اب کے وہ زرا ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"دیکھو، میں نے وعدہ کیا تھا تم سے۔زینب کو تمھارے حوالے ہی کروں گا۔جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔"

بات ختم کر کے موحد نے ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر کھڑکیوں سے بلائینڈز پَرے ہٹائے تو باہر سے سورج کی روشنی کو اندر آنے کا راستہ ملا۔اب موحد انٹر کام اٹھا کر دو مگ کافی لانے کا کہہ رہا تھا۔

"تمھارے لئے بھی ناشتہ بناؤں؟"

اسے سوچوں میں گم بیٹھا دیکھ کر ارسم نے پوچھا۔رسمی علیک سلیک کے بعد ارسم اسے لاؤنج میں بٹھا کر خود لاؤنج سے ملحقہ اوپن کچن میں آگیا۔اس کی آواز پر بھی زینب کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"زینب۔"اس کی بار اس نے زرا بلند آواز میں پکارا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں۔"

وہ چونکی۔ سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔ اس نے گردن موڑ کر اوپن ائیر کچن میں شلف کے آگے کھڑے ارسم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم کچھ کہہ رہے تھے؟"

"میں نے پوچھا ہے۔ ناشتہ بناؤں تمہارے لئے؟"

اس نے ہلکی سی نرم مسکراہٹ لئے پوچھا تھا۔ جو کہ اس کی شخصیت کا خاصا تھی اور بس۔۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر زینب کی ساری کلفت غائب ہو گئی۔ ہونٹوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا۔ پھر وہ اشتیاق سے بولی۔

"کیا بناؤ گے میرے لئے؟"

جواباً وہ ذرا سا آگے کو جھک کر بولا۔

"جو آپ کہیں جناب۔"

آہ! زینب مر نا جائے اس کی اس ادا پر۔ پھر وہ اپنا بیگ وہی صوفے پر چھوڑتی اٹھی اور

قدم قدم چلتی کچن تک آئی۔

”اچھا تو ارسم ابراہیم، زینب خالد کیلئے کوکنگ کریں گے۔“

”میڈم آپ حکم کریں تو یہ غلام روز آپ کیلئے کچھ نہ کچھ بنا دیا کرے۔“

ارسم نے اس کی طرف جھکتے ہوئے نچلا لب دبا کر کہا۔زینب نے ایک آبرو اٹھائی

جیسے پوچھ رہی ہو سیریئسلی؟

www.novelsclubb.com

اور ارسم نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"چلو، آج اپنی مرضی کا ناشتہ بنا دو۔"

زینب نے فراغ دلی سے کہا اور خود چڑھ کر کاؤنٹر پر بیٹھ گئی۔ ارسم نے اسے ایسا کرتے دیکھ کر سر جھٹکا اور فریج کی طرف بڑھا۔ پھر وہ بناتا گیا اور زینب دیکھتی رہی۔ البتہ زینب نے ایک بات نوٹ کی تھی اس کے ہاتھ بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ پھر تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ دونوں لاؤنج میں آمنے سامنے بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ درمیان میں موجود ٹیبل پر پلیٹ میں آملیٹ اور تھوں والے پراٹھے رکھے تھے۔ زینب رغبت سے کھا رہی تھی اور ارسم گاہے بگاہے نظریں اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ سیر ہو چکی تو ارسم کی طرف دیکھ کر داد دینے والے انداز میں بولی۔

"کافی عرصے بعد اتنا مزے کا ناشتہ کیا ہے۔ اتنے مزے کے پراٹھے تو میں بھی نہیں بناتی۔"

"یہ تو آپ کا بڑا پن ہے محترمہ کہ آپ کو مجھ ناچیز کے ہاتھ کا کھانا پسند آیا۔"

مسکراتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر تعریف وصول کرتے وہ شوخ ہوا تھا۔کچھ دیر بعد وہ برتن سمیٹ کر لاؤنج میں آیا تو زینب صوفے پر بیٹھی ایل۔سی۔ڈی آن کئے،ریموٹ پکڑ کر ایک کے بعد ایک چینل بدل رہی تھی۔اب وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھا اور اس کے ہاتھ سے ریموٹ پکڑا۔اب کے زینب اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا ہوا ہے تمھیں۔"

ارسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔پھر اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزید حیرانی سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے کچھ ہونا تھا؟"

"زیادہ بنو مت۔"زینب نے اس کے بازو پر مکا مارا۔

"شنایہ بتا رہی تھی کہ تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک۔"

"ایک تو یہ مس خبرو بھی نہ۔"ارسم نے سر پر ہاتھ مار کر شنایہ کو کوسا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہ کوئی بات پیٹ میں کیوں نہیں رکھتی۔ مجھ سے لکھوالوان فیوچر ہماری درمیان آدھی سے زیادہ لڑائیاں اس کی وجہ سے ہی ہوا کرنی ہیں۔"

پھر اسے مطمئن کرنے کو بولا۔

"نہیں یار، بس کچھ بھی نہیں ہوا۔ رات کو دیر تک ایک پروجیکٹ پر کام کرتا رہا ہوں جس کی وجہ سے تھکاوٹ ہو گئی تھی صبح میں آرام کر لیا۔ اب چھی نیند لے کر اٹھا ہو تو ایک دم فریش ہوں۔"

"پکا نا؟"

زینب نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا۔

"ہاں یار، تم سے کیوں جھوٹ بولوں گا میں۔ تم بتاؤ کیسی ہوں؟"

زینب جو کچھ کہنے والی تھی اس سوال پر بلا ارادہ ہی ایک دم چپ کر گئی۔ نظریں بھی جھک گئی۔ کیسی ہو کبھی کسی نے پوچھا نہیں تھا سوائے بابا، ماما کے۔ لیکن اب اس نے پوچھا تھا تو یک دم بازو پر انگلیوں کے نشان دھکنے تھے۔ ارسم اس کے بولنے کے

انتظار میں تھا۔ جب وہ کافی دیر کچھ نہ بولی تو وہ بول اٹھا۔

"کچھ ہوا ہے نا۔"

اور یہی وہ انسان تھا جس سے زینب چاہنے کے باوجود بھی کچھ چھپا نہیں پاتی تھی۔

اب کے اس نے نظریں اٹھائیں تو اس کی آنکھیں میں پانی تھا۔ وہ فوراً پریشانی سے اس کی طرف گھوما اور اس کے دونوں بازو کہنیوں سے تھامتے ہوئے فکر مندی سے بولا۔

What's happened with you???

جواباً زینب نے صبح ہونے والا سارا واقع دہرا دیا۔ وہ جیسے جیسے بتا رہی تھی ارسم کے کان سُرخ ہوتے گئے۔ اس کی گردن کی رگیں تن گئیں۔ بات کے اختتام پر زینب نے ہچکی لی تو اپنے غصے کو پسِ پشت ڈال کر اس نے زینب کو قریب کرتے ہوئے اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر تھپکا۔

"کول ڈاؤن۔ کچھ نہیں ہوا۔ سب ٹھیک ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”ارسم پلیز اب تم اپنی فیملی سے بات کرو۔میں اب وہاں نہیں رہوں گی۔میرے اس گھر میں رہنے کی آخری وجہ صرف امی تھیں۔اب وہ بھی نہیں رہیں۔“

اس سے الگ ہوتے ہوئے اس نے ارسم سے کہا تھا پھر سر جھکا کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔اس نے ارسم کی طرف نہیں دیکھا جس کے چہرے پر بیک وقت بہت سے جزبات ابھرے تھے۔مطلب،اب وہ لمحہ آگیا تھا جب اسے اپنے گھر میں بات کرنی تھی۔

”ہاں،میں بس اسی ہفتے گھر چکر لگانے کا سوچ رہا ہوں۔پھر کروں گا بابا سے بات۔“

فلحال اسے مطمئن کرنے کیلئے وہ جلدی سے بولا پھر اس کا بازو پکڑ کا فکر مندی سے بولا۔

”زیادہ تکلیف تو نہیں ہو رہی؟“

زینب نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلتے،ابلتے آنسوؤں پر قابو پاتے نفی میں سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

ارسم نے اس سے ملنے کے بعد پہلی بار اس کی شہد رنگ آنکھوں میں اتنا درد دیکھا تھا۔اس نے تھک کر سر صوفے کی بیک سے ٹکادیا اور آنکھیں موند لیں۔وہ اس سچوئیشن میں سوائے خاموش رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔کرنے پر آتا تو وہ بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن زینب کے کہنے پر کچھ نہیں کرتا تھا۔لیکن موحد کی حرکتیں دن بہ دن بڑھتی جارہی تھیں۔اسے اب سنجیدگی سے کچھ سوچنا تھا۔وہ بھی زینب کو اب وہاں نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔اب وہ وقت آگیا تھا جس کیلئے زینب کی والدہ نے اس سے وعدہ لیا تھا۔

"ارسم۔۔"

"ہمم۔۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا نہ؟"

وہ بھی صوفے پر پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔پھر اس کے کندھے پر سر ٹکاتے ہوئے امید سے پوچھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"اللہ سے اچھے کی امید رکھو۔سب اچھا ہو گا۔انشاءاللہ۔"

اس کے گرد بازو کا حصار قائم کرتے ہوئے اس نے زینب کو امید تھمائی تھی۔اس کا لمس اپنے گرد محسوس کرتے ہوئے زینب کو کچھ اطمینان ہوا۔وہ محفوظ تھی۔

"میں کل گھر جا رہا ہوں۔"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بالآخر کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"کتنے دن کیلئے؟"

سامنے ایل۔ای۔ڈی پر نظر آتے گونگے اداکاروں کو دیکھتے ہوئے زینب نے پوچھا۔

"شاید ایک ہفتہ لگ جائے۔ابو کے ساتھ کچھ معاملات دیکھنے ہیں۔"

"میں انتظار کروں گی۔"

"میں جلد آنے کی کوشش کروں گا۔"

وہ اس کے بال سہلاتے ہوئے مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔

"وانیہ اور غزل کیسی ہیں؟" وہ اس کا دھیان بٹانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"بدل گئیں ہیں۔پہلے جیسی نہیں رہیں اور کسی کی موت کے بعد انسان پہلے جیسا رہتا بھی نہیں ہے۔غزل نے تو کھانا کھانا بھی چھوڑ دیا ہے۔بہت مشکلوں سے چند لقمے کھلاتی ہوں۔"

"ابھی چھوٹی ہے نااس لئے۔آہستہ آہستہ وہ بھی حالات کو سمجھنے لگی گی۔"

"اللہ کرے۔"

اگلے چند لمحے پھر ان کے درمیان خاموشی رہی۔بس گھڑی کی ٹِک ٹِک کی آواز آرہی تھی۔ارسم اپنی سوچوں میں گم یہ سوچ رہا تھا کہ اب ابو سے بات کیسے کی جائے اور زینب اپنی ہی دنیا میں گم تھی۔پھر چند لمحے بعد زینب ہی آہستہ آواز میں بولی۔

"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں ہم سب کتنے بدنصیب ہیں نہ جب مائیں زندہ ہوتیں ہیں تب ان کی قدر نہیں کرتے اور مرنے کے بعد بس ان کی قدر ہی رہ جاتی ہے۔ ہمیں تمام انسانوں کا خیال مرنے کے بعد ہی کیوں آتا ہے؟کیا کسی کی توجہ لینے کیلئے

مرنا ضروری ہوتا ہے؟"

وہ نظریں جھکائیں،اس کے کندھے پر سر ٹکائے دائیں ہاتھ کے ناخن مسلتے ہوئے دل گرفتہ سی کہہ رہی تھی۔ارسم کی نظریں اس کے ناخنوں پر تھیں جنہیں وہ بے دردی سے مسل رہی تھی۔

"ارسم، بابا کے جانے کے بعد وہ میرا کل اثاثہ تھیں۔ کبھی کبھی ڈانٹ بھی دیتی تھیں۔بولتی بھی تھیں۔ لیکن ان کے جانے کے بعد احساس ہوا کہ مائیں ہی تو ہیں جو بولتیں ہیں اگر وہی نہ بولیں تو گھر کھنڈر بن جائیں۔"

بولتے بولتے اس کی آواز رندھ گئی۔

"مائیں ہی تو بولتیں ہیں کیونکہ انہیں ہماری فکر ہوتی ہے۔اسی لئے تو بولتیں ہیں کیونکہ انہیں اپنے بچوں پر مان ہوتا ہے کہ وہ ان کی مانے گے اور ہم۔۔۔"

زینب کی آنکھوں سے ایک آنسو نکل کر ارسم کی شرٹ میں جزب ہو گیا اور وہ بس خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہم ان کا مان توڑ دیتے ہیں۔انہیں کبھی سمجھ ہی نہیں پاتے۔جان ہی نہیں پاتے وہ ہمارے ساتھ کتنا مخلص ہیں۔مائیں تو۔۔۔"

آگے اس کی آواز بھیگ گئی۔اس سے بولا نہیں گیا۔بس خاموش آنسو آنکھوں سے گرتے رہے۔

"شش،سب ٹھیک ہو جائے گا۔جو ہونا تھاوہ تو ہو گیا اور جتنا تم نے رونا تھا رو لیا۔

Now it's time to move on......

گیواپ کر دو۔آگے بڑھو۔ایک روشن زندگی تمھاراانتظار کر رہی ہے۔تمھارے پاس کھونے کو اب کچھ نہیں ہے۔اب اپنے قدم خود اٹھانے سیکھو اور میں جانتا ہوں زینب تو بریو ہے نا۔حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔"

اس کے حصار سے نکلتے ہوئے زینب نے سر اثبات میں ہلایا۔

"زینب اپنے بابا کی طرح بریو ہے۔"

اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے ایک عزم سے دہرایا تھا۔

''اور زینب حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے۔''

''That's my good girl....''

مسکرا کر اس نے زینب کا سر تھپکا۔ جواباً زینب بھی اسے دیکھتے ہوئے نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

\-----------

وہ دن اور اس سے اگلا دن بھی خاموشی سے گزر گیا۔ ارسم اگلی صبح ہی اپنے گھر روانہ ہو گیا تھا۔ زینب کی بھی وہی روٹین واپس آ گئی تھی۔ صبح میں یونی، یونی سے واپس آ کر گھر کے کام، پھر پڑھنا اور رات میں ارسم سے بات کر کے سو جانا۔ زندگی جیسے آہستہ آہستہ معمول پر آ رہی تھی۔ حالات بہتر ہو رہے تھے اور یہ حالات مزید بہتر ہوتے رہتے اگر موحد ارسم کے گھر جانے کے تیسرے دن اپنے ابو سے یہ بات نہ کرتا۔ وہ معمول کے مطابق ایک حبس آلود دوپہر تھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اگربتیوں کی خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے رُک کر سوچا۔ کیا دن تھا آج پھر

اس کے لب اوہ میں سکڑے۔۔

آج جمعرات تھی اور تائی جان کا ختم دلانا تھا۔لاؤنج عبور کر کے وہ ابھی سیڑھیوں کے دہانے پر ہی پہنچا تھا جب مسز وقاص، جو کسی کام سے کچن سے باہر آئی تھیں اسے دیکھ کر حیرانی سے پوچھنے لگی۔

"تم اس وقت گھر؟"

گردن موڑ کر تسلی کیلئے انہوں نے کچن میں لگی گھڑی دیکھی تھی جو تین بجا رہی تھی۔ان کے ایسا کرنے پر وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"جی امی، ابو سے بات کرنی تھی اسی لئے جلدی آگیا۔اوپر سٹڈی میں ہی ہیں نا وہ۔۔"

اس نے عجلت میں جلدی سے پوچھا مبادا بات ہی نہ پوچھ لیں وہ۔۔۔

"ہاں ہاں، اوپر ہی ہیں جاؤ تم۔"

ان کے کہنے پر اس نے سکون کا سانس لیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔دروازے کے

باہر پہنچ کر اس نے گہری سانس لی اور اپنا کوٹ ٹھیک کیا۔ وہ اس وقت بلیو، ڈریس پینٹ، کوٹ، ٹائی گھڑی پہنے آفس والے حلیے میں ہی تھا۔ ناک کر کے اجازت ملنے پر جب اس نے دروازہ کھولا تو اندر کا منظر کھلتا چلا گیا۔ وہ چونکا۔ سربراہی کرسی پر وقاص صاحب کے علاوہ دائیں صوفے پر منان بھی بیٹھا تھا۔ متوازن چال چلتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔

"تم ادھر؟"

ان کے سامنے نشست سنبھالتے ہوئے وہ منان کو دیکھ کر بولا۔ وقاص صاحب کسی فائل کی ورق گردانی کر رہے تھے۔

"ہاں وہ فاحد اینڈ سنز کمپنی والوں کے ساتھ میری میٹنگ ہو گئی تھی اس لئے اب تایا جی کو اس میٹنگ کے کچھ اہم نکات بتانے کیلئے آیا تھا۔ تم بتاؤ جلدی آفس سے آ گئے۔ کوئی اہم بات ہے؟"

تفصیلاً بتا کر آخر میں اس نے سوال داغا۔ اب کے موحد نے نظریں موڑ کر کنٹرول

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چیئر پر بیٹھے ابو کو دیکھا جو فائل بند کر کے اب اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ان کی نظروں میں بھی منان والا سوال ہی رقم تھا۔وہ کھنکھارا۔پھر کرسی پر زرا آگے ہوا۔زینب کے سامنے تو ٹھیک تھا لیکن اپنے ابو کے سامنے وہ ابھی یہ بات کرنے سے ہچکچا رہا تھا۔لیکن پھر وہ ٹیبل پر اپنے دونوں بازو ٹکاتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

”مجھے زینب کے بارے میں بات کرنی ہے۔“

اب چونکنے کی باری وقاص صاحب کی تھی۔وہ واضح چونکے تھے۔چونکا تو منان بھی تھا۔وقاص صاحب بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے پوری طرح موحد کی طرف متوجہ ہوئے۔

”بولو۔۔“

”دیکھیں ابو،تایا اور تائی جان اس دنیا میں نہیں رہے۔وانیہ کے فرض سے ہم پہلے ہی سبکدوش ہو گئے ہیں۔اس کی زمہ داری اب مجھ پر ہے اور سب جانتے ہیں آگے وانیہ ہمارے ساتھ اچھے حالات میں رہے گی۔۔“

www.novelsclubb.com

وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ بات کرتے ہوئے اس کے چہرے پر خود بہ خود ایک اعتماد سا قائم ہو گیا تھا۔

"اب بات ہے زینب کی۔ ابو، جوان ہے۔ خوبصورت ہے۔ عقل مند بھی ہے۔ گھر داری بھی اچھے سے کر لیتی ہے۔۔۔"

منان نے اس کی بات پر بامشکل تھوک نگلا۔

"ابو اس کی شادی کی عمر ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر اسے رخصت کر دینا چاہیے تاکہ ہمارا فرض ادا ہو۔"

بات ختم کر کے اس نے ان کا چہرہ دیکھا۔ جو خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کی بات پر انہوں نے ایک ہنکارا ابھرا۔ چند لمحے سٹڈی میں خاموشی رہی۔ کچھ دیر لگی تھی انہیں اس کی تمام باتوں کو ڈی کوڈ کرنے میں۔ پھر وہ کھنکھارتے ہوئے بولے۔

"دیکھو موحد، تمھاری بات ٹھیک ہے لیکن میں تمھاری بات سے فلحال متفق نہیں ہوں۔ سب سے پہلی بات تو وہ ابھی پڑھ رہی ہے میں نہیں چاہتا شادی جیسی ذمہ

داری اتنی جلدی اس پر سونپی جائے۔دوسری، بھابھی کی وفات کو ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔لوگ سمجھیں گے ہم نے انہیں بوجھ سمجھ کر اپنے سر سے اتار دیا اور۔۔"

"ابو،لوگ تو یہ بھی سمجھیں گے کہ ماں، باپ کے مرنے کے بعد ہم انہیں اپنے گھر میں رکھ کر کام کروا رہے ہیں۔" موحد نے درمیان میں ہی ان کی بات کاٹ دی۔

"کم از کم ایسے لوگ یہ تو سمجھے گے نا کہ ایک یتیم کی شادی کر دی۔بڑے ہونے کا حق ادا کیا۔باقی ابو،لوگ تو باتیں کرتے رہتے ہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے نا کہ ہم کچھ کرنا ہی چھوڑ دیں۔دیکھیں زینب سمجھدار ہے۔گھر کے حالات سے مقابلہ کرنا جانتی ہے اور رہی بات پڑھائی کی وہ تو آج کل ساری دنیا میں لڑکیاں سسرال جانے کے بعد کنٹینیو ہی رکھتی ہیں۔"

"موحد کسی کو بھی یہ سب اچھا نہیں لگے گا۔۔"

وہ جیسے نیم رضامند تھے۔لیکن لوگوں کی باتوں سے خوف زدہ تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ابو میں یہ سب اس لئے نہیں کہہ رہا کہ کسی کو اچھا لگے گا یا نہیں۔ مجھے جو بہتر لگ رہا ہے وہی کہہ رہا ہوں۔ یہ سب اچھا لگنے کیلئے نہیں بہتر لگنے کیلئے ہے اور زینب بھی ابھی مان جائے گی۔ اتنے بڑے ٹراما سے گزری ہے اسے یقیناً آپ کا یہ قدم ہمدردی لگے گا اور یہی بہتر ہے کہ اسے جلد از جلد اپنے گھر کا کر دیا جائے تاکہ وہ اپنا گھر بنائے۔ پیچھے اب کون ہے اس کے۔ ہم سب بھی کچھ عرصہ بعد اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو جائے گے۔"

وہ سنجیدگی سے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں بلا کا اعتماد تھا۔ وقاص صاحب کو اس دن وہ واقعی 'بڑا' لگا تھا۔ بالآخر گہری سانس خارج کرتے ہوئے وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولے۔

"اور اگر تم اتنا سب کہہ رہے ہو تو تم نے کوئی لڑکا بھی ڈھونڈھا ہو گا۔"

اور اتنی سی بات سن کر جہاں منان نے جھٹکے سے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا وہیں موحد کو اپنے کندھوں سے ایک دم جیسے منوں بوجھ اترتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ کرسی پر

پیچھے کو ہوتے ہوئے تھوڑا ریلکس ہوا۔ پھر بولا۔

"اگر میں آپ سے یہ سب کہنے آیا تھا تو یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ میں نے لڑکا نہ ڈھونڈھا ہو۔"

"کون ہے وہ؟"

اب کے وہ مزید توجہ سے آگے کو ہو کر کہہ رہے تھے۔ آخر کو ان کے گھر کی بیٹی کا معاملہ تھا۔

"زمان صاحب کا بیٹا طلحٰہ۔ آپ نے دیکھا ہو گا ان کو کمپنی میں۔ ابھی کمپنی کے نئے انویسٹرز ہیں۔ میں کافی عرصے سے جانتا ہوں۔ ہماری کمپنی کے ففٹی۔۔۔"

"ہم نے ان کو کمپنی نہیں، بیٹی دینی ہے۔ میں بس ان سے چند ایک بار ہی ملا ہوں۔ تم کہہ رہے ہو تم کافی عرصے سے جانتے ہو پھر مجھے زرا بزنس سے ہٹ کر بتاؤ۔ کیسے ہیں وہ لوگ۔۔۔"

انہوں نے ایک دم بات کاٹ کر زرا سخت لہجے میں پوچھا تو ایک لمحے کیلئے موحد

گڑبڑایا پھر سمبھلتے ہوئے جلدی سے بولا۔

"جی جی ابو۔کافی دیکھا بھالا لڑکا ہے۔میں نے خود پتہ کروایا ہے۔دراصل زمان صاحب نے میرے نکاح والے دن زینب کو دیکھا تھا۔وہ خود ہی اس دن سے کافی مرتبہ مجھ سے بات کر چکے ہیں۔لیکن تائی جان کی وفات کی وجہ سے میں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔خود آنے سے پہلے وہ چاہتے تھے کہ میں آپ سے بات کر کے ان کے بارے میں بتادوں۔باقی منان کو بھی پتہ ہے لوگ کافی اچھے ہیں۔کیوں منان؟"

اس نے بات کرتے کرتے یک دم گردن موڑ کر منان کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ چونکا۔وہ تو ابھی تک حیران تھا کہ تایا اتنی جلدی کیسے مان گئے پھر سنبھلتے ہوئے کھنکھار کر بولا۔

"جی تایا جان،لڑکا اچھا ہے اور شریف بھی ہے۔پیسے کی بھی کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور گھرانہ بھی اچھا ہے۔"

"ابو واقعی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔لوگ اچھے ہیں اور آپ بھی ایک، دو دفعہ ملے ہوئے ہیں ان سے۔۔۔۔"

موحد نے ٹیبل پر جھکتے ہوئے پُر یقین لہجے میں کہا۔وقاص صاحب نے چند لمحے سوچا۔وہ دونوں سانس روکے منتظر سے ان کو دیکھ رہے تھے۔کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے۔بزنس میٹنگ میں تو مجھے سلجھے ہوئے لگے تھے لیکن یہاں اپنے گھر کی بیٹی کا معاملہ ہے۔انہیں کل شام کی چائے پر انوائیٹ کرو باقی باتیں تب ہوں گی۔"

www.novelsclubb.com

اور موحد نے رُکی ہوئی سانس بحال کی۔پھر سر اثبات میں ہلایا۔

"جی ابو میں کہہ دوں گا۔"

اس کی بات سن کر وہ کرسی پیچھے کو دھکیلتے کھڑے ہوئے اور جانے کیلئے آگے بڑھے۔پھر کچھ یاد آنے پر رُکے۔

"لیکن زینب کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔"

تنبیہی لہجے میں کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے۔ پیچھے ان دونوں نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا۔ سٹڈی کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو موحد بولا۔

"زیب۔۔ زینب۔۔ زینب۔۔ تنگ آگیا ہوں میں اس کے ذکر سے۔"

موحد ٹیبل پر ہاتھ مارتے ہوئے غصہ ہوا تھا۔

"تو کس نے کہا تھا اس کے پیچھے پڑو۔ تمھیں ہی شوق تھا زینب والی بلا کو ٹالنے کا۔ اب بھگتو انجام۔۔۔"

"اس بلا کو تو میں ٹال ہی دوں گا اور انجام اس کا میرے ہاتھوں ہی ہو گا۔ بس اب ابو کے سامنے کچھ الٹا سیدھا نا بول دے۔"

اب وہ مزید پریشان نظر آ رہا تھا۔ منان نے غور سے اسے دیکھا جو ہر وقت بس زینب کو اپنے راستے سے ہٹانے کے چکر میں پریشان رہتا تھا۔ جیسے اس کی زندگی کا بس ایک ہی ہدف تھا۔ زینب!

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ویسے ایک راستہ ہے کہ وہ تایاجان کے سامنے مثبت جواب دے۔"

منان نے آگے کو ہوتے ہوئے کچھ سوچ کر کہا۔ موحد نے جواب نہیں دیا وہ کہیں اور ہی الجھا ہوا تھا۔ منان نے مزید آگے جھک کر ٹیبل بجایا۔

"موحد۔۔" وہ چونکا۔ پھر توجہ اس کی طرف مبذول کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں کیا ہے؟"

"میں نے کہا ایک راستہ ہے کہ وہ تایاجان کے سامنے جواب ہمارے حق میں دے۔"

"اور وہ کیا ہے؟"

اس نے سوالیہ آبرو اٹھائی۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو اور تم وہ کر سکتے وہ۔۔۔"

"بس بس۔۔۔"

موحد نے بے زاری سے ہاتھ جھلایا۔۔

”میں کچھ نہیں کر سکتا۔ باتوں میں وہ مجھ سے اچھی ہے۔ قائل میں اسے نہیں کر سکتا۔ گھر کے کام کر کے بڑوں کی نظر میں اتنا اچھا بنایا ہوا ہے کہ امیج خراب کرنا ممکن نہیں۔ وہ پڑھائی میں مجھ سے بہتر ہے۔ وہ مجھ سے ہر چیز میں اچھی ہے۔“

وہ جیسے بے بسی سے اعتراف کر رہا تھا۔

”وہ اچھی ہے لیکن بس مجھے نہیں پسند کیونکہ وہ میری برابری کرتی ہے۔ ڈرتی نہیں ہے۔ میں بس اسے اپنی نظروں کے سامنے سے دور کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کو ڈرانے دھمکانے کے۔ میں بس اس کو۔۔۔“

وہ بولتے بولتے یک دم رُکا جیسے کچھ کلک ہوا تھا۔ اس نے منان کو دیکھا جواب صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے، ایک بازو صوفے کی پشت پر پھیلائے مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ موحد کے لب بھی خود بہ خود مسکراہٹ میں ڈھلے۔

”میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کو ڈرانے دھمکانے کے۔۔“

اس نے اپنی بات دہرائی۔

"بالکل۔۔۔"منان نے اس کی تائید کی۔

"اور میں تمھیں یہی بتا رہا ہوں کہ تم کر سکتے ہو۔"

"ہاں میں کر سکتا ہوں۔"

وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔کچھ دیر پہلے کی پریشانی کے بجائے اب اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"تھینکیو منان۔"

مڑنے سے پہلے اس نے کہا تھا اور منان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر کو خم دیتے ہوئے شکریہ وصول کیا تھا۔

جب وہ چلا گیا تو صوفے پر بیٹھے منان کے چہرے سے مسکراہٹ فوراً غائب ہوئی تھی اور اس کی جگہ سرد مہری نے لے لی تھی۔آخر کو زینب ایک لڑکی تھی۔وہ یہ سب نہیں چاہتا تھا لیکن زینب کو موحد سے دور کرنے کیلئے یہ ضروری تھا۔جب تک وہ موحد کی نظروں کے سامنے رہتی وہ تب تک اسے نقصان پہنچا تا رہتا۔وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چاہتا تھا اب یہ سلسلہ ختم ہو جائے اس لئے ایک آخری دفعہ موحد کو یہ سب کرنے کیلئے خود ہی اجازت دے دی۔ وہ زینب کو ہر روز کی تکلیف سے بچانے کیلئے ایک ہی بار تکلیف سے دوچار کروانا چاہتا تھا۔

____

ملتان سے تقریباً اکیس کلومیٹر کی مسافت پر یہ گاؤں آباد تھا۔ ہر طرف کھیت اور ہریالی تھی۔ کھیتوں میں سے گزر کر آگے رہائشی علاقہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے گھروں کے باہر کہیں کسان کام کرتے دیکھائی دیتے تھے اور کہیں عورتیں مٹکا اٹھائے کنویں سے پانی لینے جاتی دیکھائی دے رہی تھیں۔ غرض گاؤں کی پُر سکون فضا میں ہر کام خاموشی اور اطمینان کے ساتھ سرانجام پایا جا رہا تھا۔

ایسے میں ان چھوٹے گھروں کے علاوہ تین چار کوٹھیاں تھیں جو سب میں نمایاں اور ممتاز نظر آ رہی تھیں۔ انہیں میں سے ایک کوٹھی کے باہر سبزہ زار پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ سامنے سربراہی نشست پر بیالیس، پینتالیس سال کا آدمی چارپائی

پر بیٹھا تھا۔ایک ہاتھ میں سگار لئے،دوسرے ہاتھ کو گھٹنوں پر ٹکا کر انگلیاں گالوں پر جمائے وہ بڑی توجہ سے سامنے بیٹھے لوگوں کے مسئلے سن رہے تھے۔یہاں سے تھوڑی دور۔۔

سبزہ زار کے پچھلی طرف وہ کانوں میں ہینڈ فری لگائے دوسری طرف جاتی گھنٹی سن رہا تھا۔موبائل اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔

"اسلام علیکم!میڈم۔کیسی ہو؟"

فون اٹھائے جانے پر اس نے خوشگوار لہجے میں سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام!میں ٹھیک۔الحمداللہ تم کیسے ہو؟کیا کر رہے تھے؟"

ہینڈ فری میں اس کی آواز گونجی تو اس کے ہونٹوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔وہ کبھی اس کی کال کو نظرانداز نہیں کرتی تھی۔

"میں ٹھیک اور فلحال تو فری ہوں۔ہاں کرنے سے یاد یا تم بزی تو نہیں تھی؟"

"نہیں بس نوٹس کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔اب فری ہوں۔"

ادھر وقاص ہاؤس میں وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔وہ کمرہ جوامی کی وفات کے بعد پڑھائی کی غرض سے اس نے لے لیا تھا۔وانیہ اور غزل دوسرے پورشن والے کمرے میں ہی سوتی تھیں۔فائل کو بند کر کے سائیڈ پر رکھتے ہوئے اس نے پیچھے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی ساتھ ہی بالوں کو جوڑے کی زد سے آزاد کر کے اوپر دیکھتے ہوئے وہ اب آرام دہ انداز میں بیٹھی تھی۔

"وہ میں نے اس لئے پوچھا کیونکہ آج جمعرات کا ختم ہے۔"

گھاس پر چلتے ہوئے وہ دوسری طرف کہہ رہا تھا۔

"ہاں،بس ابھی کچھ دیر آرام کرنے کے بعد نیچے جاتی ہوں۔چچی جان نے بھی ابھی آواز نہیں دی۔"

"ٹھیک ٹھیک،وانیہ اور غزل کیسی ہیں؟"

پوچھتے ہوئے وہ دفعتاً رکا اور گھاس پر پڑے پتھر کو جوتے کی نوک سے مسلنے لگا۔کھلے آسمان کے نیچے وہ کھڑا ٹھنڈی دھوپ کے ساتھ ہلکی ہوا کا بھی مزہ لے رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں پہلے سے بہتر ہیں۔سب اپنی اپنی روٹین پر آرہے ہیں اور یہی بہتر ہے۔میرا خیال ہے۔۔۔"

"ہاں بہتر ہے۔انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"انشاءاللہ۔"

کہہ کر زینب بالوں کی ایک لٹ انگلی پر لپیٹنے لگی۔دونوں طرف خاموشی چھا گئی۔ دوسری طرف وہ بھی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر سر اٹھائے آسمان کو دیکھنے لگا۔ چہرے پر سوچنے کی تاثرات تھے۔اب اسے ابو سے بات کر لینی چاہیے۔ تین دن ہمت کرنے کیلئے کافی تھے۔ تھوڑا غصہ وہ کریں گے لیکن پھر مان جائیں گے۔اب بھی اگر اس نے بات نہ کی تو دیر ہو جائے گی اور زینب کو وہ مزید اس جہنم میں رہنے نہیں دے سکتا تھا۔میں آج ہی ٹائم۔۔۔وہ سوچ ہی رہا تھا جب زینب بولی۔

"انکل کہاں ہیں؟"

"کیا؟ہاں ابو۔۔"

وہ بُری طرح چونک کر سیدھا ہوا۔دیوار کی ٹیک چھوڑ دی۔ نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔ مبادا ابو پاس ہی کھڑے ہوں پھر خفگی سے بولا۔

"کیا زینب۔ڈرا دیا مجھے۔میں کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

زینب حیران ہوئی۔جواباً وہ ماتھے پر بل لئے مزید خفگی سے بولا۔

"جانتی ہو نا تم میں ابو سے کتنا ڈرتا ہوں۔جان کر مجھے تنگ کرنے کو یوں بولتی ہو۔"

اور اس کی بات سن کر بے اختیار زینب کا قہقہہ بلند ہوا جسے اس نے فوراً منہ پر ہاتھ رکھ کر دبا دیا۔اب وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔سبزہ زار پر کھڑا وہ جل کڑھ رہا تھا اور زینب کی ہنسی ہی کنٹرول نہیں ہو رہی تھی۔

"مطلب، سیریئسلی، اتنا ڈر۔۔"

اپنی ہنسی کو قابو کرتے ہوئے اس نے حیرانی سے کہا۔

”زینب۔“

اب کے وہ ناراضگی سے بولا تو زینب فوراً مدافعانہ انداز میں بولی۔

”اچھا بابا، سوری سوری۔اب نہیں کہتی۔“

”بہتر ہے۔ورنہ یار۔میں واقعی ڈر گیا تھا۔“

وہ رُکا۔ہاتھ دل کے مقام پر رکھا۔پھر بولا۔

”یہ دیکھو میرا دل زور زور سے دھڑکنا شروع ہو گیا ہے۔کم از کم بھی پچھلے منٹ میں میرا ہارٹ بیٹ ریٹ دو سو رہا ہو گا۔بلکہ ابھی بھی ہو گا۔میں تو کہتا۔۔۔“

”بس بس۔۔“زینب نے اس کی چلتی زبان کو بریک لگوایا۔

”مجھ پر یہ علم جھاڑنے سے پہلے سو دفعہ سوچو جناب!کیونکہ میں بھی میڈیکل کی ہی سٹوڈنٹ ہوں۔بہت زیادہ بھی چونکے ہو تو ایک سو بیس، تیس سے زیادہ نہیں گیا ہو گا۔“

دوسری طرف اس کا منہ کھل گیا۔ لیکن وہ اپنی رو میں کہے جا رہی تھی۔

"ویسے میں سوچ رہی تھی۔۔۔"

انگلی پر لٹ لپیٹتی وہ رُکی۔ آنکھیں اوپر اٹھا کر کچھ سوچا پھر اپنے عمل کو جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"کہ جتنا تم انکل سے ڈرتے ہو نا۔ شادی کے بعد میں نے ان کی ایک ڈمی بنوا کر اپنے ساتھ رکھ لینی ہے۔ پھر میری کسی فرمائش کو نا کر کے دیکھانا۔۔"

"واہ واہ۔۔۔۔"

اس نے جیسے ہاتھ اٹھا کر اس کی سوچ کو داد دی اور دوبارہ چلنے لگا۔ سوچوں کا تسلسل بالکل ٹوٹ چکا تھا۔

"میری بلی مجھے میاؤں۔۔"

"جی بالکل۔" وہ اِترائی۔

"تیز ہوتی جا رہی ہو۔" وہ مشکوک ہوا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تمھاری صحبت کا اثر ہے۔"

"اب تم الزام لگا رہی ہو۔"

"نہیں میں تو حقیقت بتا رہی ہوں۔"

وہ شوخ ہوئی تھی اور اس جملے کے بعد ارسم نے محسوس کیا کہ وہ آج کافی اچھے موڈ میں ہے۔ آنٹی کی ڈیتھ کے بعد ان کے بات صرف وانیہ، غزل یاں آنٹی کی باتوں تک ہی رہتی تھی۔ عرصہ ہو گیا انہوں نے ایسے بات نہیں کی تھی۔ اس نے فوراً دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کی نظر اتاری اور دعا دی کے اللہ اس کی خوشیاں سلامت رکھے۔

"ارسم۔۔۔"

جب وہ کافی دیر خاموش رہا تو زینب نے پکارا۔ وہ سمجھی لائن ڈسکنیکٹ ہو چکی ہے۔

"جی جی۔۔"

وہ فوراً بولا۔ زینب فکر مند ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"کیاہوا۔چپ کیوں ہو گئے۔کیاسوچ رہے ہو؟"

"وہ میں سوچ رہاتھاکہ آج تم بہت۔۔۔"

"ایک منٹ۔۔"

باہر سے کچھ آواز آئی تو زینب نے اسے خاموش کروایا۔پھر ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔دروازہ ہلکاساکھلا تھا۔جو چچی کی کسی بھی قسم کی آواز آنے کی وجہ سے اس نے کھلا رہنے دیا تھا۔وہ آہستہ سے اٹھی۔دوپہر کے وقت تیسرے پورشن پر کسی کو کیاکام؟سوچتے ہوئے اس نے اپنادوپٹہ اٹھاکر کندھے پر ڈالااور دروازے تک آئی۔بال ایسے ہی کھلے تھے۔موبائل اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔دوسری طرف ارسم خاموش رہا۔وہ منتظر تھاکہ زینب اسے خود بلائے تووہ بولے۔زینب نے دروازے کی درز سے باہر جھانکا۔باہر چھوٹاساٹی۔وی لاؤنج تھا۔جواس وقت خالی تھا۔مخالف سمت میں سیڑھیاں تھیں جہاں سے قدموں کی آواز آرہی تھی۔

کوئی سیڑھیوں کے ساتھ لگی گرل سے کوئی چیز بجاتااوپر آرہاتھا۔

"کون۔۔"

اس نے گردن آگے کر کے دیکھنا چاہا۔اس سے پہلے کہ وہ فون کان سے لگا کر بعد میں کال کرنے کا کہہ کر فون کاٹتی اوپر آنے والے کا چہرہ واضح ہوا۔

"موحد بھائی،اس وقت۔۔۔"

نوارد کا چہرہ دیکھ کر وہ اچھنبے سے بڑبڑائی۔ساتھ ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے ڈوپٹہ سر پر ٹکایا۔

"لانگ ٹائم زینب۔۔۔"

دور سے اسے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اس کے پاس آتے تک وہ خوشگوار لہجے میں بولا تھا۔زینب نے دیکھا وہ شاید آفس والے بلیو ڈریس میں ہی ملبوس تھا۔بس کوٹ اور ٹائی نہیں تھی۔اس کی آواز سن کر جہاں زینب کے تاثرات بدلے وہیں ارسم کی بھی رگیں تن گئیں۔

"موحد بھائی،آپ اس وقت۔آپ کو مجھ سے کوئی کام تھا۔"

زینب نے فون پر گرفت سخت کرتے ہوئے اعتماد سے کہا تھا۔ورنہ جیسے وہ مسکراتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کا رہا سہا اعتماد بھی جاتا جا رہا تھا۔

"ہاں کام ہی تھا اور بہت ضروری کام تھا۔"

"جی بولیں۔"

زینب کے ہاتھ پسینے سے بھیگ رہے تھے لیکن وہ اپنے تاثرات نارمل رکھے ہوئی تھی۔وہ دو قدم آگے آیا۔زینب پیچھے بھی نہ ہوئی تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ خوف کے زیرِ اثر ہے۔

"کل شام میں ایک فیملی تمھیں دیکھنے آئے گی۔ابو تمھیں ان سے ملنے کیلئے بلوائے گے۔ان کے جانے کے بعد ابو تمھیں بلا کر پوچھے گے لڑکا کیسا لگا۔تم کہو گی ٹھیک ہے۔وہ تمھاری بات پکی کرنے کا پوچھے گے تو تم کہو گی جیسے آپ کی مرضی۔اس سے زیادہ ایک لفظ نہیں 'آئی سمجھ'۔۔۔؟"

____

www.novelsclubb.com

قسط نمبر ۵

میں تمہیں نہیں رکھنا چاہتی

میرے خالی حصوں کو بھرنے کے لیے

میں اپنے طور پر مکمل ہونا چاہتی ہوں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں اتنا مکمل ہونا چاہتی ہوں

میں پورے شہر کو روشن کر سکتی ہوں

اور پھر

میں تم کو حاصل کرنا چاہتی ہوں

www.novelsclubb.com

ہم دونوں کو اکٹھا کرنے کیلئے!

(ایملی ڈکنسن انہوں نے مجھے نثر میں بند کر دیا سے اقتباس)

www.novelsclubb.com

باہر سے کچھ آواز آئی تو زینب نے اسے خاموش کروایا۔ پھر ایک نظر دروازے کی

طرف دیکھا۔دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔جو چچی کی کسی بھی قسم کی آواز آنے کی وجہ سے اس نے کھلا رہنے دیا تھا۔وہ آہستہ سے اٹھی۔دوپہر کے وقت تیسرے پورشن پر کسی کو کیا کام؟سوچتے ہوئے اس نے اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور دروازے تک آئی۔بال ایسے ہی کھلے تھے۔موبائل اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔دوسری طرف ارسم خاموش رہا۔وہ منتظر تھا کہ زینب اسے خود بلائے تو وہ بولے۔زینب نے دروازے کی درز سے باہر جھانکا۔باہر چھوٹا سا ٹی۔وی لاؤنج تھا۔جو اس وقت خالی تھا۔مخالف سمت میں سیڑھیاں تھیں جہاں سے قدموں کی آواز آرہی تھی۔ کوئی سیڑھیوں کے ساتھ لگی گرل سے کوئی چیز بجاتا اوپر آرہا تھا۔

"کون؟"

اس نے گردن آگے کر کے دیکھنا چاہا۔اس سے پہلے کہ وہ فون کان سے لگا کر بعد میں کال کرنے کا کہہ کر فون کاٹتی اوپر آنے والے کا چہرہ واضح ہوا۔

"موحد بھائی،اس وقت؟"

نوارد کا چہرہ دیکھ کر وہ اچھنبے سے بڑبڑائی۔ ساتھ ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے ڈوپٹہ سر پر ٹکایا۔

"لانگ ٹائم زینب۔"

دور سے اسے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اس کے پاس آتے تک وہ خوشگوار لہجے میں بولا تھا۔ زینب نے دیکھا وہ شاید آفس والے بلیو ڈریس میں ہی ملبوس تھا۔ بس کوٹ اور ٹائی نہیں تھی۔ اس کی آواز سن کر جہاں زینب کے تاثرات بدلے وہیں ارسم کی بھی رگیں تن گئیں۔

"موحد بھائی، آپ اس وقت۔ آپ کو مجھ سے کوئی کام تھا۔"

زینب نے فون پر گرفت سخت کرتے ہوئے اعتماد سے کہا تھا۔ ورنہ جیسے وہ مسکراتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کا رہا سہا اعتماد بھی جاتا جا رہا تھا۔

"ہاں کام ہی تھا اور بہت ضروری کام تھا۔"

"جی بولیں۔"

زینب کے ہاتھ پسینے سے بھیگ رہے تھے لیکن وہ اپنے تاثرات نارمل رکھے ہوئی تھی۔وہ دو قدم آگے آیا۔زینب پیچھے بھی نہ ہوئی تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ خوف کے زیرِ اثر ہے۔

"کل شام میں ایک فیملی تمھیں دیکھنے آئے گی۔ابو تمھیں ان سے ملنے کیلئے بلوائے گے۔ان کے جانے کے بعد ابو تمھیں بلا کر پوچھے گے لڑکا کیسا لگا۔تم کہو گی 'ٹھیک ہے۔' وہ تمھاری بات پکی کرنے کا پوچھے گے تو تم کہو گی جیسے آپ کی مرضی۔اس سے زیادہ ایک لفظ نہیں 'آئی سمجھ'؟"

بات کرتے ہوئے اس کے تاثرات بدل گئے تھے۔انگلی اٹھا کر وہ جیسے اسے سمجھا رہا تھا۔اس کے چہرے پر بلا کی سختی تھی۔زینب سانس روکے بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔آنکھوں میں لمحے بھر کو بے یقینی ابھر کر معدوم ہوئی۔ایک ہاتھ میں موبائل اسی مضبوطی کے ساتھ پکڑا ہوا تھا اور پھر چند لمحے بعد۔۔۔

وہ یک دم ہنس پڑی۔اس کے دائیں گال پر ہلکا سا گڑھا نمودار ہوا لیکن وہ رُکی نہیں۔

سر جھکائے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر وہ ہنستی چلی گئی۔ موحد نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ جیسے اس کا دماغ ہل گیا ہو۔ دوسری طرف اپنے گھر کے لان میں ارسم تو ابھی تک الجھا کھڑا تھا۔ موحد نے کیا کہا تھا یاں تو وہ ابھی تک سمجھا نہیں تھا یا اسے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔ یہ اس کی توقع کے برعکس تھا۔

"سیریئسلی موحد بھائی۔۔۔"

بامشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر موحد کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

موحد نے دیکھا زیادہ ہنسنے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"آپ کو لگتا ہے میں واقعی آپ کی بات مان لوں گی۔ ایک دفعہ میری طرف دیکھے۔۔۔"

اس نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"کیا میں آپ کو کوئی گڑیا لگتی ہوں یاں کوئی روبوٹ۔ جس کو جس طرف چلا لو وہ چل دے گا۔۔"

آخر میں اس نے استہزائیہ ہاتھ جھلایا۔ پھر وہ دو قدم آگے ہوئی ایسے کہ اب ان دونوں میں صرف دو قدم کا ہی فاصلہ تھا۔ وہ زینب کے کمرے کے دروازے پر ہی کھڑے تھے۔

"میری ایک بات یاد رکھیئے گا آپ۔۔"

وہ انگلی اٹھا کر وارن کرنے کے انداز میں بولی۔ موحد کے چہرے پر بے یقینی پھیل گئی۔ اس نے حیرت سے اس کی اٹھائی انگلی کو دیکھا۔ اتنی ہمت؟

"امی کہتی تھیں نا۔ شادی کوئی گڈے، گڈی کا کھیل نہیں ہے۔ سہی کہتی تھیں۔ شادی کے معاملے میں مجھ پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی کوشش بھی مت کیجئے گا۔ اس معاملے میں مجھے جو بہتر لگے گا وہ کروں گی۔ آپ کے دیکھائے ہوئے راستے پر چلنے سے اچھا میں موت کو گلے لگا لوں۔ میں وانیہ آپی نہیں ہوں جس کو جو راہ دیکھائی وہی چل لوں۔ اپنے راستے خود بنانے کی عادی ہوں۔ سو آئندہ مجھ سے ایسی بات کرنے سے پہلے سو دفعہ سوچیئے گا۔"

ٹھنڈے لہجے میں اپنی بات مکمل کر کے وہ وہی دو قدم پیچھے ہٹی اور جانے کیلئے مڑنے لگی جب موحد نے غصے سے آگ بگولا ہوتے، آگے بڑھتے ہوئے اس کی بازو پکڑنی چاہی۔ وہ برق رفتاری سے ایک طرف ہو گئی اور بازو کمال مہارت سے گھما کر کمر کے پیچھے کر لیا۔

”نا۔۔نا۔اب یہ کوشش بھی مت کیجئے گا۔“

کہہ کر وہ دوبارہ اندر جانے کیلئے مڑنے لگی جب موحد نے ہاتھ بڑھا کر اسے گدی سے پکڑا اور گھما کر اس کا رُخ اپنی جانب کیا۔ جھٹکا لگنے سے اس کے سر سے ڈوپٹہ پھسل کر کندھوں پر آ ٹھہرا۔ ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑے دوسرے ہاتھ کی انگلی اٹھا کر وہ لہجے میں تلخی سموتے ہوئے قطعی انداز میں بولا۔

”آرام کی زبان سمجھ جاؤ۔ بہتر رہے گا تمھارے لئے۔ ورنہ زبردستی کرنے پر آیا تو میرا طریقہ سب کو گراں گزرے گا۔ تم کل کوئی تماشا نہیں لگاؤ گی۔ جو کہہ رہا ہوں کرتی جاؤ ورنہ۔۔۔“

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ رُکا۔زینب گردن کے پیچھے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے مسلسل اپنے آپ کو چھڑوانے کی کوشش کررہی تھی۔اس سب کے دوران وہ بھول چکی تھی کہ موبائل ابھی بھی اس کے ایک ہاتھ میں تھا۔جس پر دوسری طرف ساری کاروائی سنائی دے رہی تھی۔اس کے کھلے بال گردن اور موحد کے ہاتھ کے درمیان میں تھے لیکن موحد کے ہاتھ کا دباؤ اس کی گردن پر بہت زیادہ تھا۔موحد آگے جھکا اور چہرہ اس کے کانوں کے قریب لے جاکر مزید تلخی سے بولا۔

"ورنہ پَر پُرزے کاٹ کر گھر بٹھادوں گا۔پھر رونا بیٹھ کر۔"

اپنی بات کہہ کر وہ پیچھے ہوا۔زینب کے بال اور گردن ابھی تک اس کی گرفت میں تھے۔بالآخر آنکھوں میں نفرت لئے وہ ہمت کرکے بولی۔

"شرم آرہی ہے آپ کو۔اپنے تایا کی یتیم بچی کو ایسی دھمکی دیتے ہوئے۔"

"تایا کی یتیم بچی کو میں نے آرام سے بھی سمجھایا تھا۔پر پتہ ہے کیا؟تایا کی بچی کو آرام کی بات سمجھ نہیں آتی پھر مجبوراً مجھے ایسا کرنا پڑتا ہے۔"

بات کے اختتام پر اس نے گردن پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا۔زینب نے تکلیف سے آنکھیں میچ لی۔ایسا اس نے کبھی نہیں کیا تھا۔بازو پر دباؤ وہ برداشت کر لیتی تھی اور اب بھی وہ مرد تھا اُس کی گرفت مضبوط تھی ورنہ وہ خود کو چھڑوا چکی ہوتی۔

"میری بات سمجھ میں آئی ہے یا نہیں؟"

اس کی خاموشی پر وہ دوبارہ بولا۔جیسے بس مثبت جواب کا منتظر ہو۔زینب نے اس کی بات پر آنکھیں کھولیں جن میں اب آنسو تیر رہے تھے۔کچھ دیر پہلے کی خوداعتمادی اس کی گرفت میں ہوا ہوئی تھی۔لیکن اب بھی جب وہ بولی تو آواز رندھی ہوئی لیکن لہجہ اٹل تھا۔

"میں آپ کا حکم ماننے کی پابند نہیں ہوں۔"

"آہاں،رسی جل گئی پر بل نہیں گیا۔"موحد نے اس کے آنسوؤں پر چوٹ کی تھی۔

"میں چچا جان کو بتاؤں گی۔آپ کی کوئی بات نہیں مانوں گی۔"

www.novelsclubb.com

"تم۔۔۔"

اس کی گردن ایک جھٹکے سے چھوڑتے ہوئے اس نے اسے پیچھے کو دھکا دیا۔ زینب کی کمر پیچھے کمرے کے دروازے سے لگی۔ موحد نے ابھی اس کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا جب اس آواز پر ایک دم ٹھہر گیا۔

"موحد، زینب۔۔۔"

موحد کے قدم وہیں رُک گئے۔ اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ آگے بڑھنے کی بجائے وہ دو قدم پیچھے کو ہوا۔ رُخ ابھی بھی زینب کی طرف تھا۔ آنے والے کو ابھی دونوں نے ہی نہیں دیکھا تھا کیونکہ موحد کے کھڑے ہونے کی وجہ سے زینب کا منظر بھی بلاک تھا۔ موحد کی پشت سیڑھیوں کی طرف تھی۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

وہ کہتی ہوئیں آگے بڑھنے لگی۔ آواز پہچان کا زینب کو ہوش آیا۔ اس نے اپنا حلیہ دیکھا۔ ڈوپٹہ سر سے کب کا اتر چکا تھا۔ آنکھوں سے آنسو اور گردن پر ہاتھ بہت کچھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

واضح کر رہا تھا۔اس سے پہلے کے آنے والی خاتون زینب کو دیکھ پاتی اس نے جلدی سے آنسو صاف کئے اور ڈوپٹہ سر پر ٹکایا ایسے کے گردن مکمل طور پر ڈھک گئی۔

اتنی دیر میں موحد سنبھل چکا تھا۔وہ درمیان سے ایک طرف ہوا،نوارد کو زینب کا چہرہ دکھا۔وہ اتنی دیر میں خود کو سنبھال چکی تھی۔

میں کچھ پوچھ رہی ہوں، یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

قریب آکر انہوں نے اپنا سوال دہرایا۔موحد کے ذہن نے کام کیا۔فوراً سے بولا۔

"کچھ نہیں امی،بس ایسے ہی ہم کسی موضوع پر بات کر رہے تھے کیوں زینب۔۔۔"

www.novelsclubb.com

ساتھ ہی اس نے زینب سے تائید چاہی۔مشکوک نظروں سے موحد کو دیکھتے ہوئے اب وہ زینب کی طرف بڑھی جو کافی سنبھلی ہوئی دیکھائی دے رہی تھی۔البتہ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"جی جی،چچی جان۔یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

انہوں نے پھر موحد کو دیکھا۔

"مجھے لگ نہیں رہا۔مجھے جھڑکنے کی آواز آرہی تھی اور اتنی بھی کیا ضروری بات تھی جو تم اس وقت ادھر آ گئے۔"

ایسے لگتا تھا جیسے انہیں موحد کا ادھر اس وقت میں آنا زیادہ پسند نہیں آیا تھا۔زینب کی رنگت آہستہ آہستہ بحال ہو رہی تھی جبکہ اپنی ماں کی بات سن کر موحد لمحے بھر کو گھبرایا۔زینب نے کچھ کہنے کو لب کھولے لیکن اس سے پہلے ہی موحد بول اٹھا۔

"امی بس مجھے کسی بات پر غصہ آگیا تھا زیادہ بڑی بات نہیں تھی۔"

اور دل ہی دل میں وہ شکر ادا کر رہا تھا کہ شکر امی نے اسے زینب کی گردن دبوچے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

"باقی ذرا ضروری بات تھی اس لئے ادھر چلا آیا۔آئیندہ احتیاط کروں گا۔"

بات کرتے ہوئے اس نے گردن کھجائی۔سچوئیشن آکورڈ سے ہوگئی تھی۔

"جو بھی تھا۔کسی سے اس لہجے میں بات کرنا اخلاقیات نہیں ہوتی۔آئیندہ بولنے

سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمھارا اس سے رشتہ کیا ہے۔وانیہ کو پتہ لگا تو وہ غصہ کرے گی۔"

اب کی بار انہوں نے آرام سے سمجھایا۔

"جی امی، آئندہ خیال رکھوں گا۔معذرت۔"

اتنا کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔ایک کٹیلی نظر زینب پر ڈال کر منظر سے ہٹ گیا۔زینب کو مزید کھڑا رہنا دشوار لگ رہا تھا۔موحد کے منظر سے ہٹتے ہی اس کی باتیں ذہن میں پھر گونجنے لگی تھیں۔

"چچی جان، میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ اندر کی طرف بڑھی۔

"رُکو زینب۔۔۔"

ان کی آواز پر وہ پھر مڑی۔انہوں نے آگے بڑھ کر اس کی کہنی تھامی۔

"بیٹا، تم بھی میرے لئے سحرش کی طرح ہو۔ایسی کوئی بات ہو تو مجھے بتا دیا کرو۔

ابھی تو میں تمھیں نیچے آنے کا کہنے آئی تھی تو موحد کو دیکھ لیا۔آئیندہ سے اس نے تم سے ایسے لہجے میں بات کی تو تم مجھے بتاؤ گی ٹھیک ہے؟"

انہوں نے اس کی کہنی تھپک کر بڑے سمجھانے والے انداز میں کہا۔زینب نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔اپنے ابو کی وفات کے بعد اگر وقاص صاحب نے انہیں ابو کی کمی محسوس ہونے نہیں دی تھی تو امی کی وفات کے بعد چچی بھی ان کا خیال رکھتی تھیں۔زینب کی آنکھیں بھیگنے لگی۔

"جی چچی جان، ٹھیک ہے۔اب آپ نیچے جا کر تیاری کریں۔میں بس کچھ دیر میں آتی ہوں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔جاؤ، جا کر فریش ہو۔میں نیچے تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔ویسے بھی مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں۔"

کہہ کر وہ جانے کیلئے مڑ گئی اور اگلے ہی لمحے زینب کمرے کے اندر تھی۔اندر آ کر اس نے دروازے کو ڈبل لاک کر دیا اور وہی دروازے سے ٹیک لگائے گہرے گہرے

www.novelsclubb.com

سانس لینے لگی۔ایک ہاتھ میں پکڑے موبائل کو اس نے بیڈ پر پھینک دیا۔اس کے ذہن سے یہ بات نکل چکی تھی کہ ارسم کال پر موجود ہے۔آنسو اس کی آنکھوں سے پھر بہنا شروع ہو گئے۔موحد بھائی میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔وہ بس اسی نہج پر سوچے جا رہی تھی۔

"زینب۔"

ناجانے کتنی دیر بعد اب ارسم نے پکارا۔خاموشی ہونے کی وجہ سے آواز ریسیور سے کمرے میں گونجی تھی۔زینب چونکی۔پھر جلدی سے بیڈ کی طرف بڑھی۔موبائل اٹھا کر دیکھا تو کال چل رہی تھی۔اس نے بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے موبائل کان سے لگایا۔بولی وہ کچھ نہیں۔اس کے رونے میں روانی آگئی تھی۔وہ اب ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"زینب زینب،ریلکس۔جسٹ کول ڈاؤن۔کچھ نہیں ہوا۔"

"وہ اتنا کچھ کہہ گئے۔اتنا کچھ کر گئے ابھی بھی کچھ نہیں ہوا۔ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔"

ہچکیوں کے درمیان اس نے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔جب کہ دوسری طرف وہ ٹھنڈا تھا۔

"تم جانتی ہو ایسا کچھ ممکن نہیں۔وہ کچھ کر بھی لیں تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ریلکس زینب۔ابھی بس تم وہ کرو جو وہ کہہ رہے۔میں جلد ابو سے بات کر لوں گا۔تم چچا جان سے سوچنے کا وقت لینا۔ابھی کوئی فائنل جواب نہ دینا۔تب تک میں ابو سے بات کر لوں گا۔جلد ہم رشتہ لائے گے۔پھر چچا جان تمھاری رضامندی سے ہی رشتہ کرے گے۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن زینب بدستور روئے جا رہی تھی۔وانیہ کی بار اسے یہ سب محسوس نہیں ہوا تھا کیونکہ تب اور بات تھی۔لیکن یہ اس کی زندگی کا معاملہ تھا کیسے موحد بھائی مجھ پر اپنی مرضی مسلط کر سکتے ہیں۔اسے شدت سے اپنے بابا کی یاد آئی تھی۔کاش! بابا ہماری زندگی سے کبھی نا جاتے! اس نے بے بسی

سے سوچا تھا۔ باہر دوپہر قطرہ قطرہ پگھل کر سہ پہر میں بدل رہی تھی۔

ختم کے دوران یا اس سے پہلے موحد گھر میں نظر نہیں آیا۔زینب کی متلاشی نظریں لاؤنج میں گھومتی رہی تھیں لیکن خالی ہی لوٹ آتیں۔ تمام انتظامات بخیریت سرانجام پہنچے۔ کھانے کے بعد آہستہ آہستہ محفل میں شریک لوگ بھی واپس جانے لگے۔ جب لاؤنج خالی ہو گیا تو وانیہ اور سحرش کے ساتھ لاؤنج کا پھیلاوا سمیٹنے کے بعد زینب سارے برتن اٹھا کر کچن میں آ گئی۔ برتن دھونے کی باری اس کی تھی۔ پانی کی دھار سیدھی کانچ کے برتنوں پر پڑ رہی تھی اور زینب کی سوچ صبح ہوئے واقعے کی طرف ہی تھی۔ وہ جزباتی ہوئے بغیر اس مسئلے کا کوئی حل نکالنا چاہتی تھی۔ وہ سوچنے کا وقت لیتی تو چچا جان کے ساتھ باقی سب نے بھی وجہ پوچھنی تھی۔ اسے کوئی ٹھوس وجہ چاہیے تھی لیکن جب تک ارسم اپنے گھر بات نہ کر لیتا وہ کوئی ٹھوس وجہ پیش نہیں کر سکتی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یہی سوچتے ہوئے اب وہ آخری ڈش واش کر رہی تھی جب باہر سے آتی آوازوں میں اس نے چچی جان کی دل خراش چیخ کی آواز سنی۔وہ فوراً سوچوں کی دنیا سے باہر آئی تھی۔جھٹکا لگنے پر ٹرے اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی۔

"اللہ خیر کرے۔"

جلدی سے ٹرے سائیڈ پر رکھتی ہاتھ دھو کر تولیے سے صاف کر کے وہ باہر کی طرف بڑھی۔کچن کے دروازے سے ہی لاؤنج کا منظر واضح ہوا۔سب حیرت اور پریشانی سے لاؤنج کے دروازے کو دیکھ رہے تھے جہاں چچی روتے ہوئے موحد کے بازو کو دیکھ رہی تھیں۔جو انہیں کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا کہ۔۔

"زیادہ کچھ نہیں ہوا بس ہلکا سا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔"

لیکن وہ اس کی ایک نہیں سن رہی تھیں۔بالآخر موحد کے پیچھے کھڑے منان نے آگے ہو کر کہا۔

"تائی امی کچھ نہیں ہوا۔ہلکا سا زخم ہے۔جلدی آرام آجائے گا آپ اندر تو آنے

دیں۔"

پھر وہ کہیں مطمئن ہوئیں اور اسے پکڑ کر لاؤنج میں لائیں۔ وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ ایک ہاتھ پیٹ پر باندھ رکھا تھا جس پر سلنگ بندھی ہوئی تھی۔ اس کے چلنے کے انداز میں لڑکھڑاہٹ سی تھی لیکن وہ اپنی ماں کا بازو پکڑے آرام آرام سے چلتا صوفے تک آیا۔ اب وہ لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا ہوا تھا اور باقی سب اس کے ارد گرد جمع تھے۔ تاکہ وہ بتائے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ اس سے پہلے تائی جان دوبارہ شروع ہوتی ایان جو کہ اس کے ساتھ بیٹھا تھا، ٹھہرے ہوئے لہجے میں کھنکھارتے ہوئے بولا۔

"زیادہ پریشانی والی بات نہیں ہے۔ بس گاڑی موڑتے ہوئے دھیان نہیں رہا۔ ون وے روڈ تھا۔ بریک نہیں لگی اور سامنے سے آنے والی کار سے ٹکر ہو گئی۔ میں ساتھ والی سیٹ پر تھا۔ ڈرائیونگ یہ کر رہا تھا تو اسے زیادہ لگی ہے۔ مجھے بس معمولی سی خراشیں آئی ہیں۔"

آخر میں اس نے ہلکے سے اپنی شرٹ کا آستین اوپر کو کھینچا تو نیچے بازو پر دو جگہ سنی پلاسٹ لگے دیکھائی دیئے۔ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے تائی جان نے پہلا سوال کیا۔

"تو منان کہاں تھا؟"

"وہ صبح سے آفس میں ہی تھا۔ وہاں سے گھر آنے کی بجائے ایک کام کے سلسلے میں چلا گیا۔ اب اس واقعے کے بعد اسے ہوسپیٹل فون کر کے بلایا تھا۔ اب ہمارے ساتھ گھر آیا ہے۔"

صوفے کے پیچھے کھڑے منان کی بجائے ایان نے ہی اس بار بھی تائی کے سوال کا تفصیل سے جواب دیا تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔ باقی سب بھی غور سے کھڑے ایان کو سن رہے تھے۔ کیونکہ ہوسپیٹل سے آنے والوں میں صرف وہی بول رہا تھا۔

زینب کی کچن کی چوکھٹ میں کھڑی تھی۔

"ختم کے وقت تو تم گھر تھے۔ بعد میں موحد کے پاس کیسے گئے؟"

"مجھے فون آیا تھا اس کا۔اس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی ادھر ریلوے سٹیشن والی سائیڈ پر۔میں اپنی گاڑی لے کر اسے لینے گیا تھا۔اس کی گاڑی میں ٹکر لگنے کی وجہ سے کچھ ٹیکنکل مسئلہ آ گیا ہے۔صبح تک آ جائے گی۔"

"تو ڈاکٹرز نے کیا کہا ہے۔کیا ہوا ہے میرے بچے کو۔کب تک ٹھیک ہو جائے گا۔"

تائی جان نے گیلی سانس اندر کھینچتے،موحد کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"اس کی بازو کو آرام دینا ہے۔۔"

آرام سے ہر بات کا جواب دیتے ہوئے اس بار وہ اٹکا۔پھر سوچتے ہوئے بولا۔

"زیادہ ہلانی نہیں ہے۔سیدھے کندھے پر بھی زور نہیں ڈالنا۔دائیں طرف کا سارا حصہ دباؤ میں آیا ہے۔۔"

بامشکل اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔

"تو یہ مرونا گلے میں پھانسی کا پھندا کیوں ڈال دیا ہے؟"

ان کا اشارہ اس کے بازو میں بندھی سلنگ کی طرف تھا۔ان کی بات سن کر ایان

سمیت وہاں موجود تمام افراد نے اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

"میری معصوم تائی جان۔یہ حفاظت کیلئے ہے۔تاکہ یہ بازو کو زیادہ نہ ہلائے۔آپ پریشان نہ ہوں۔"

ایان نے ابھی بھی سکون سے جواب دیا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتیں موحد خود ہی بول اٹھا۔

"امی زیادہ کچھ نہیں ہوا۔اب ختم کردیں یہ انوسٹیگیشن اور دوپہر میں آپ ہی مجھے بول رہی تھیں کہ ایسی بدتمیز اولاد اللہ نے آپ کو نہ دی ہوتی۔اب آپ کو ہی صبر نہیں آرہا۔"

وہ مسکراہٹ دبائے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"ہیے چپ۔۔"

انہوں نے اس کی سر پر ہلکی سی چپت رسید کی۔پھر گلوگیر لہجے میں بولی۔

"کیوں نہ دی ہوتی اولاد۔مائیں تو غصے میں بہت کچھ کہہ دیتی ہیں۔اس کا یہ مطلب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تو نہیں کہ وہ ایسا چاہتی ہیں۔ محبوب چیز ہزار غلطیوں اور کوتاہیوں کے بعد بھی محبوب ہی رہتی ہے اور اولاد ماں باپ کیلئے محبوب ہی ہوتی ہے۔ پھر چاہے وہ غلطی کرے یا گناہ۔"

پھر اتنا کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ادھر بیٹھو۔ میں کچھ کھانے کیلئے لاتی ہوں اور تمھارے ابا لوگ بیٹھک میں بیٹھے ہیں ابھی کچھ دیر بعد باہر آئے گے تو خود ہی جواب دینا کہ دیر سے کیوں آئے ہو۔"

کہہ کر وہ کچن کی طرف بڑھ گئی اور پیچھے موحد نے ایان کو مدد طلب نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "یہی باتیں دوبارہ دہرانی ہیں' جس نے جواباً اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ پھر موحد نے چہرہ موڑا تو نظر کچن کے دروازے میں کھڑی زینب پر پڑی جو ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی۔ موحد نے زرا غور کیا تو معلوم ہوا وہ اسے نہیں اس کے ہاتھ کو دیکھتی جیسے کسی سوچ میں گم تھی۔ اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔

"آہم آہم۔۔۔"

موحد کھنکھارا۔ ابھی سب بیٹھے تھے۔ یہ مناسب وقت تھا بات کرنے کا۔ وہ جو سب اب دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے موحد کے متوجہ کرنے پر فوراً متوجہ ہوئے۔

"دراصل کل گھر میں کچھ مہمان آرہے ہیں۔ ایان، منان تم لوگ آفس سے جلدی فری ہونے کی کوشش کرنا۔ میں کل نہیں جاؤں گا۔ صدف تم اور غزل دونوں اپنی اکیڈمی سے آف لے لینا۔ سحرش کل کوئی چار بجے کے بعد کی کلاس ہو تو بنک کر دینا اور گھر میں موجود رہنا۔"

سب کی حیران نظریں موحد کی طرف اٹھی تھیں۔ سوائے منان اور وانیہ کے۔ ابھی صرف وہاں سب کزنز ہی موجود تھے۔ کچن کی چوکھٹ میں کھڑی زینب بھی چونکی۔

"کل کیا ہے بھائی؟" سب سے پہلے سحرش بولی تھی۔

”زینب کو کچھ لوگ دیکھنے آرہے ہیں۔“

”ارے واہ۔ مطلب ایک نیا فنکشن۔۔“

صدف جوش سے بولی۔ وانیہ بھی وہی ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ زینب نے غور سے اس کے تاثرات دیکھے۔ ان کے چہرے پر کوئی چونکنے کا تاثر، کوئی حیرت نہیں تھی۔ جیسے وہ پہلے سے جانتی تھی۔ جیسے اسے پہلے سے سمجھادیا گیا تھا۔ جیسے اسے پہلے سے راضی کرلیا گیا تھا۔ زینب نے سوچا۔ کیا وہ اس کی بہن تھی؟ اس نے بددلی سے ہاتھ دروازے کی چوکھٹ سے پہلو میں گرادیئے۔ پھر مڑی اور اپرن اتارنے لگی۔ پیچھے سحرش، غزل اور صدف نے موحد کے گرد دائرہ بنالیا اور اس پر سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

”کون ہیں وہ؟“

”آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا؟“

”آپ جانتے ہیں انہیں؟“

"ایک تصویر ہی دکھادیں۔"

اور بیچ میں ایان اور منان کے ٹھوکے۔ان کی باتوں کو نظرانداز کر کے وہ چولہے کی طرف بڑھی۔جہاں چچی موحد کو دینے کیلئے کھانا گرم کر رہی تھیں۔

"لائیں چچی میں کر دوں۔آپ تب تک موحد بھائی کیلئے جوس لے جائیں۔میں ان کیلئے کھانا لگاتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا۔ذرا دھیان سے۔"

کہہ کر وہ فریج کی طرف بڑھیں پھر فریج سے جوس نکال کر ٹرے میں رکھا اور باہر لے گئیں۔پیچھے زینب نے کھانا گرم کرتے ہوئے مشکل سے اپنے ہاتھ کی کپکپاہٹ روکی تھی۔اس کا دل ایک دم خالی سا ہو گیا تھا۔ہونٹ بھی یونہی کپکپا رہے تھے اور آنکھوں میں آنسو جما تھے۔

"امی بابا، یہ سب جانتے تھے۔وانیہ آپی بھی جانتی تھی۔موحد بھائی نے سب کو بتا دیا۔سب کو منالیا۔میں کچھ نہیں کر سکتی سوائے چپ رہنے کے۔لیکن کوئی مجھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے پوچھے تو سہی میں کیا چاہتی ہوں۔آپ دونوں ہوتے تو میرے ساتھ ایسا نہ ہونے دیتے لیکن میں کیا کروں۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔"

اپنے آنسوؤں کو روکتی وہ دل ہی دل میں اپنے والدین سے مخاطب تھی۔

\-----------

"اے آرام سے ہاتھ لگاؤ۔"

کچن سمیٹ کر اپنے لئے چائے بنانے کے بعد وہ باہر لان میں چلی گئی۔ٹھنڈی ہلکی چلتی ہوا کو محسوس کرتے ہوئے اس نے چائے پی۔پھر اندر آکر نیچے والے پورشن کی تمام بتیاں بجھا کر وہ اب اپنے کمرے کی طرف جارہی تھی جب اس نے وہ آواز سنی۔دوسرے پورشن پر سٹڈی کے ساتھ والے کمرے سے یہ آوازیں آرہی تھیں اور زینب اتنی خاموشی میں یہ آوازیں بخوبی سن سکتی تھی۔وہ موحد کا کمرہ تھا۔

"ہاں،تو تمھیں کس نے کہا تھا ان لڑکوں سے پنگا لو۔"

اور منان کی آواز پر اس کے مزید بڑھتے قدم رکے۔اس کی بات پر وہ چونکی بھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی۔اسے کمرے میں جانے کی جلدی تو نہ تھی۔بس اس کے قدم خود بہ خود
کمرے کے باہر کی طرف اٹھے۔

www.novelsclubb.com

"میں نے انہیں کچھ نہیں کہا تھا۔خود ہی بد تمیزی کر رہے تھے۔جواباً کچھ کہا تو ہاتھا پائی پر اُتر آئے۔"

"ہاں اور آپ بیچارے ایک،ان چار سے مار کھا آئے۔"

کمرے کے اندر آؤ تو جواباً اُس کے سامنے صوفے پر بیٹھا منان مسکراہٹ دبا کر بولا۔ خود وہ بیڈ پر بیٹھا تھا۔موحد نے اسے گھورا۔

"میرا دماغ نہ خراب کرو۔پہلے ہی غصہ آرہا ہے۔چاروں کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے۔کسی کا چہرہ بھی نہیں دیکھ پایا۔"

زینب کے کان مزید متوجہ ہوئے۔

"اور یہ نیچے ایان سے کیا کہلوایا۔بچارہ،اس سے تو جھوٹ بھی سہی سے بولا نہیں جا رہا تھا۔"

بات کے اختتام پر منان زور سے ہنسا تھا۔پہلے سے ہی بُرے موڈ کے ساتھ بیٹھے موحد نے پاس بیڈ پر پڑا کشن اٹھا کر اسے مارا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے پہلے ہی تم پر غصہ ہے۔وقت پر فون تو اٹھایا نہیں۔ایان بھی وہاں پہنچا تو ہکا بکا سا تھا۔تب تک وہ لڑکے بھی جا چکے تھے لیکن شکر ہے وہ مجھے ہوسپیٹل تک لے گیا اور ابھی نیچے جو کور سٹوری تیار ہوئی وہی بک دی اور میرا خیال ہے ایان نے بڑے اچھے سے سب ہینڈل کیا ہے۔"

"ہاں واہ، میرا دل کر رہا تھا اٹھ کر تالیاں بجاؤ اس کی پرفارمنس پر۔"

منان نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر تالی بجائی تھی۔اب کی بار موحد خاموش رہا۔منان نے دیکھا اس کے چہرے پر تکلیف زدہ تاثرات تھے۔وہ اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی سلنگ ٹھیک کر رہا تھا۔جب کچھ دیر خاموشی رہی تو زینب نے آرام سے قدم اٹھاتے واپس جانا چاہا۔

”ویسے تمھیں واقعی سزا ملی ہے۔ کس نے کہا تھا زینب پر اس قدر تشدد کرو۔“

منان کی اس آواز پر زینب کی قدم دوبارہ رُکے۔ کمرے کے اندر موحد نے منان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ اسے افسوس ہوا اس نے ہوسپیٹل میں منان کو کیوں بتایا کہ اس نے زینب کو 'منالیا' ہے۔ پھر وہ جتاتے ہوئے بولا۔

”مت بھولو مسٹر منان، یہ تمھارا آئیڈیا تھا کہ زینب کو ڈرایا، دھمکایا جائے تاکہ وہ رشتے والے بات کا مثبت جواب دے۔“

اور کمرے کے باہر کھڑی زینب نے حیرت سے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے۔ اس کے چہرے پر بے یقینی پھیلی۔ منان بھائی بھی۔؟

”میں نے بات بس ڈرانے دھمکانے تک کی تھی۔ تشدد کا اضافہ آپ نے خود کیا تھا۔“

سامنے والے کے اطمینان میں کمی نہیں آئی تھی۔ جیسے وہ اپنے مشورہ دینے پر ذرا برابر شرمندہ نہیں ہوا تھا۔ جواباً موحد نے تنگ آکر کہا۔

"تشدد نہ ہو گیا۔ایٹم بم ہو گیا۔دوپہر میں بھی امی اوپر سے آتے ہی سنانے لگ گئی تھی۔۔۔"

"تو بندہ آس پاس دیکھ لے۔"

منان نے بیچ میں ٹھوکا دیا لیکن وہ کہے جا رہا تھا۔

"ایسے نہیں، ویسے نہیں۔رشتے کا خیال کیا کرو۔اگلی بار ایسا ہوا تو ابو کو بتادیں گی اور اب تم کر لو ذلالت۔تنگ آگیا ہوں میں۔۔۔"

بولتے ہوئے اب اس کا سانس پھولنے لگا تھا۔عام حالات میں ایسا نہ ہوتا لیکن طبیعت خرابی کے باعث وہ بہت ضبط کئے اپنی تکلیف برداشت کر رہا تھا۔

"اوکے اوکے ریلیکس۔۔۔"

منان نے ماحول کو ٹھنڈا کرنے کیلئے کہا اور جلدی سے اٹھ کر ٹیبل سے جگ اٹھا کر پانی کا گلاس بھرا۔

"یہ لو پانی پیو۔۔"

موحد نے اس کے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر ایک ہی سانس میں سارا پانی پی لیا پھر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ پھر سر بیڈ کراؤن سے ٹکا کر لہجے میں تپش لئے بولا۔

"بُری لگتی ہے مجھے وہ۔ جب وہ میری برابری کرتی ہے۔ جب وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہے۔ جب وہ مجھ سے ڈرتی نہیں ہے۔ پھر مجبوراً مجھے ہاتھ اٹھانا پڑتا ہے۔ مجھے اس سے۔۔۔"

اور اتنا زینب کیلئے بہت تھا۔ وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی پھر جس خاموشی کے ساتھ آئی تھی اسی خاموشی کے ساتھ اپنے قدم گھسیٹتی وہ مشکل سے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے تک پہنچی۔ ذہن میں ایک ہی جملہ گردش کئے جا رہا تھا۔

"بُری لگتی ہے وہ مجھے۔۔"

"بُری لگتی ہے وہ۔۔۔"

وہ تپش۔ وہ لہجہ۔ زینب اس جملے کو جھٹک نہیں پا رہی تھی۔ کوئی کسی سے یونہی اتنی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نفرت کیسے کر سکتا ہے۔ کمرے کے اندر آ کر اس نے دروازہ بند کیا اور ڈبل لاک لگا کر بیڈ تک آئی۔ اس پورشن میں اس کے علاوہ چھوٹے چچا زاہد اور ایان کا کمرہ تھا۔ منان کبھی کبھی اپنے کمرے میں آ جاتا تھا ورنہ وہ دوسرے پورشن میں موحد والے کمرے میں ہی سو جاتا تھا۔

وہ تھکی ہاری بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ سوچوں کا تسلسل ایک دم کچھ یاد آنے پر ٹوٹا تو وہ جلدی سے جھکی اور تکیے کے دائیں طرف رکھا اپنا موبائل اٹھایا۔ سکرین آن کی پھر لاسٹ ڈائل پر کلک کر کے فون کان سے لگایا۔ گھنٹی جا رہی تھی اور تقریباً تیسری گھنٹی پر دوسری طرف سے کال ریسیو کر لی گئی۔

"اسلام علیکم! سویٹ ہارٹ، کیسی ہو؟"

اگلے ہی لمحے اس کی خوشگوار آواز اسپیکر میں گونجی۔

"موحد بھائی کو مارنے کیلئے لڑکے تم نے بھجوائے تھے۔ ہاں یا ناں؟"

اس کے سوال کو یکسر نظر انداز کئے زینب نے اپنا سوال داغا۔ لمحے بھر کیلئے سامنے

والا لاجواب ہوا تھا۔

”میں نے تم سے پوچھا ہے کیسی ہو؟“

چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا تھا۔اس نے بھی زینب کے سوال کو یکسر نظر انداز کیا تھا۔

”میں نے پوچھا، یاں یاناں۔“

اب کی بار اس کی بلند آواز کانپی تھی۔جواباً اس نے کچھ کہنا چاہا۔

”زینب دیکھو۔۔“

”میں نے پوچھا۔ہاں یانا؟“

”ہاں۔“اس نے بالآخر اقرار کیا۔

زینب نے تھک کر آنکھیں بند کر لیں۔اسے محسوس ہوا اس کے گال بھیگ رہے ہیں۔آنکھوں سے سفید مائع نکل کر گالوں پر بہنے لگا پھر وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیوں کیا تم نے ایسا؟"

"زینب پلیز کوئی اور بات کرتے ہیں۔"اس کا سارا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

"ارسم تم آئندہ ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"

"سوری میں اس معاملے میں تمھارا حکم ماننے کا ارادہ نہیں رکھتا۔"

وہ بھی اب سنجیدہ تھا۔اسے شاید زینب کا ایسے کہنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"میں نے بولا نا تم ایسا نہیں کرو گے۔"

"فار گاڈ سیک زینب۔۔"

وہ جیسے اکتا گیا تھا پھر دبے دبے غصے سے ذرا اونچی آواز میں بولا۔

"اس نے جب تمھیں ہاتھ لگایا تھا اس سے تو پوچھ نہیں سکی 'کیوں ہاتھ لگایا ہے'

اب میں نے کچھ کر دیا ہے تو فوراً پوچھنے لگ گئی ہو۔'تم نے ایسا کیوں کیا'۔"

بولتے بولتے اسے احساس ہوا اس کی آواز زیادہ ہی اونچی ہو گئی ہے۔دوسری طرف

زینب نے بھی اسے پہلی بار اتنے غصے میں بولتے ہوئے سنا تھا۔وہ رُکا۔زینب کو اس

کے گہری سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ پھر وہ بہت سا غصہ اندر اتارتے ہوئے ذرا لہجے کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔

"دیکھو پچھلی بار میں نے نظر انداز کیا تھا۔ جانے دیا تھا۔ صرف تمھاری وجہ سے۔ سنا؟ صرف تمھاری وجہ سے۔اس واقعے کو ابھی دن ہی کتنے گزرے ہیں۔ میرے یہاں آنے سے پچھلے دن کا ہی واقع ہے۔ایک ہفتہ نہیں ہوا اس بات کو۔اب ذرا ایک مہینہ آرام تو رہے گا۔"

وہ کہہ رہا تھا اور ادھر زینب کی آنسو رواں تھے۔ کچھ دیر دونوں کی درمیان خاموشی رہی۔ پھر جیسے وہ سمجھتے ہوئے بولا۔

"رونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سنا ہے میں نے آج۔ جتنا تم ڈٹ کر کھڑی ہوگی وہ اتنا ہی تمھیں نقصان پہنچائے گا اور کم از کم میں تمھیں اس کے سامنے کمزور پڑتا نہیں دیکھ سکتا۔اسے تو شرم ہے نہیں۔اپنی تایازاد کے ساتھ یوں سلوک کرتے ہوئے حیا تو آتی نہیں ہے اسے۔ بے۔۔۔۔"

روانی میں بولتے ہوئے وہ یک دم رُکا۔ جیسے غلط بولنے لگا ہو۔اس کے یوں رُکنے پر زینب روتے ہوئے بھی مسکرادی۔اتنی غیرت تو تھی اس میں کہ عورت کے سامنے کسی کو گالی نہیں دینی۔

”خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔تم بتاؤ تمھیں اُس نے اس کے بعد کچھ کہا تو نہیں۔“

ماحول کو نارمل کرنے کیلیئے وہ پوچھنے لگا۔زینب نے دونوں گالوں سے آنسو صاف کیے پھر نم آواز میں بولی۔

”نہیں،میری بعد میں ان سے بات نہیں ہوئی لیکن ارسم تم آئیندہ ایسا نہیں کرو گے۔چچی بہت پریشان ہوگئی تھیں اور اگر انہیں زیادہ کچھ ہو جاتا۔“

”کچھ نہیں ہونا اس انسان کو۔اندازہ لگایا ہے میں نے بہت ڈھیٹ ہے۔“

پھر جیسے اس نے سر جھٹکا۔

”ویسے اس آدمی کے دماغ کو داد دینی پڑے گی۔سب کے سامنے کیا کہانی گھڑی ہے۔“

وہ اپنی رو میں بولتا جا رہا تھا جب زینب چونکی۔اس نے ارسم کی بات کاٹی۔

"ایک منٹ، ایک منٹ، تمھیں کیسے پتہ لگا انھوں نے کہانی گھڑی ہے۔"

"وہ۔۔"اس نے ہاتھ جھلایا۔

زینب دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن وہ جانتی تھی اس وقت ارسم کے تاثرات کیسے ہوں گے۔

"اس کی فکر نہ کیا کرو۔میں نے بتایا تو تھا میں نے اپنے موکل چھوڑے ہوئے ہیں۔"

وہ شوخ ہوا تھا۔زینب نے پل بھر میں اس کے لہجے کو بدلتے دیکھا۔ابھی کچھ دیر پہلے وہ غصے میں تھا اور اب۔۔۔پھر کچھ یاد آنے پر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"میرا چھوڑو۔تمھیں کس نے بتایا کہ اسے لڑکوں نے مارا ہے۔اس نے تو سب کو ایکسیڈنٹ کا ہی بتایا ہے۔"

"وہ میں۔۔"اور پھر زینب نے جو کچھ سنا تھا سب اسے بتا دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"واہ۔۔"اس کی باتیں سن کر وہ طنزیہ بولا۔

"سلام ہے تم لوگوں کے گھر کی پرائیویسی پر۔ایسے ہی کوئی اور سن لیتا تو ہو گیا تھا معاملہ تمام۔"

"نہیں،اس وقت تک سب سو جاتے ہیں۔۔"

"ہاں بس مجھے ہی بدروحوں کی طرح رات دیر تک نیچے والے پورشن میں پھرنے کی عادت ہے۔"

ارسم نے بیچ میں ہی اس کی بات اُچک کر مکمل کی۔

"میں بس لائیٹس وغیرہ آف کرنے گئی تھی۔"

زینب نے دانت کچکچاتے ہوئے اپنا فقرہ مکمل کیا۔ارسم،زینب کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔اگلے ہی لمحے وہ پھر سنجیدہ ہوا تھا۔

"اچھا بتاؤ،تم نے چچا جان کو کیا جواب دینے کا سوچا ہے؟"

"ارسم یہ میرا معاملہ ہے میں خود ہی دیکھ لوں گی۔"

زینب نے پہلو بچانا چاہا۔دوسری طرف ارسم الجھا۔

”کیا مطلب، زینب یہ تمھارا نہیں۔ہم دونوں کا معاملہ ہے اور مجھے اس معاملے کے بارے میں سب پتہ ہونا چاہیے۔“

”یہ تمھارا معاملہ تب بنے گا جب تم اپنے والد کے ساتھ رشتہ لاؤ گے۔ابھی مجھے نمٹ لینے دو۔“

زینب نے دوٹوک جواب دیا تھا۔اس حوالے سے زینب کے ذہن میں کیا چل رہا تھا یہ ابھی زینب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

”ٹھیک ہے تم نہیں بتانا چاہتی مت بتاؤ۔لیکن جو کرنا سوچ سمجھ کر کرنا۔“

اس نے ایک آخری تنبیہہ کی تھی۔اس نے پوچھنے پر اصرار نہیں کیا تھا۔اسے پتہ تھا جلد یا بدیر زینب ساری بات خود ہی اسے بتادے گی اس لئے فلحال اس معاملے کو نہیں چھیڑا۔

”خیر یہ بتاؤ، دن کیسا گزرا۔ محفل کا انتظام وغیرہ۔سب خیر خیریت سے ہو گیا۔“

"ہاں بس اللہ کا شکر ہے۔۔سب خیر خیریت سے ہو گیا۔تم اپنا بتاؤ۔"

اب وہ آرام سے پاؤں جوتی کی قید سے آزاد کرتی،اوپر بیڈ پر رکھ رہی تھی۔کمر پیچھے بیڈ کراؤن سے لگالی اور پاؤں سیدھے کر لئے۔موڈ پہلے سے کافی بہتر ہو گیا تھا۔وہ اسے اپنے دن کی مصروفیت وغیرہ بتارہا تھااور زینب ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اسے سن رہی تھی۔ایسا ہی تھا وہ۔غصہ کر بھی جاتا تو اپنا موڈ فوراً ٹھیک کر لیتا تھا۔زینب کو اسے منانا نہیں پڑتا تھا۔اب دونوں طرف خاموشی تھی۔کچھ دیر بعد ارسم بولا۔

"مجھے حیرانی ہوئی۔"زینب چونکی۔

"وہ کیوں۔۔"

"اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی تم اسے بھائی ہی بولتی ہو۔"

"میرے سامنے اخلاقیات ان کی ختم ہوتی ہے میری نہیں۔"

اس نے دوبدو جواب دیا تو ارسم لاجواب ہوا تھا۔

"واپس کب آرہے ہو؟"

زینب نے بات کا رُخ بدلا تاکہ ماحول بہتر ہو۔

”کتنی دفعہ پوچھو گی یہ سوال؟“

”بتاؤنہ۔“ وہ ہر دفعہ یہی کہہ کر ٹال دیتا تھا۔آج اس نے پوچھ ہی لیا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''ابھی یہاں پنچائیت کے ایک دو کام ہیں۔ پھر ابو سے تمھارے بارے میں بھی بات کرنی ہے۔ تین، چار دن مزید لگے گے۔'' اب اس نے تھوڑا تفصیل سے بتایا تھا۔

''میں تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''جانتا ہوں۔'' اس نے بھی سرگوشی کی۔

چاند کی روشنی کھڑکی سے چھن کر کمرے میں آرہی تھی۔ اس نے آکر لائٹ نہیں جلائی تھی۔ وہ اپنے بالوں کی لٹ انگلی پر لپیٹتی اُس چاند کی کرن کو دیکھ رہی تھی۔

دوسری طرف وہ بھی گاؤں کی پُرسکون فضا میں اپنے کمرے کی بالکونی میں موجود جھولے پر بیٹھا تھا۔ جھولے پر نیم دراز وہ سر اٹھا کر آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں بارہویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ دونوں ہی کچھ دیر پہلے کہے اپنے اپنے جملے کے زیرِ اثر تھے۔ دونوں کے درمیان ایک مقدس سی خاموشی تھی۔ جیسے دونوں ہی اس خاموشی کو توڑنا نا چاہتے ہوں۔ پھر کچھ یاد آنے پر ارسم

دھیرے سے بولا تو اس خاموشی کا تقدس ٹوٹا۔

"زینب؟"

"ہمم۔"

زینب بول کر اس ماحول کو توڑنا نہیں چاہتی تھی۔

"تمھاری اسائنمنٹ مکمل ہو گئی ہے نا؟"

اور زینب کا دل کیا ارسم کا سر پھاڑ دے۔اس ماحول میں اسے یہی بات کرنا یاد آئی

تھی۔لیکن اب وہ پُر فسوں ماحول کا مزہ خراب ہو چکا تھا اس لئے بنا غصہ کئے بولی۔

"ہاں، میں نے دوپہر میں ہی ڈن کر لیا تھا۔"

"اچھا، پھر مجھے ایک فیور دو۔سر زاہد کے لیکچر پوائینٹس بتا دو۔"

ارسم نے معصومیت سے فرمائش کی۔

"اوہو، ارسم ابراہیم کو فیور چاہیے۔انکل کو فون کر کے بتاؤں ان کے صاحبزادے

کے کرتوت۔"

”اب تم مجھے دھمکی دو گی۔“ ارسم نے منہ بنایا۔

”دھمکی اور میں۔ نہ نہ مجھے دھمکی دینی نہیں آتی۔ کچھ لینا ہی ہے تو آلو، پیاز، لہسن یہ سب پورا دن میرے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ کہو تو بھجوادوں؟“

آخر میں اس نے معصومیت سے پوچھا۔ اب باری زینب کی تھی۔ وہ کیوں ارسم کو تنگ کرنے میں پیچھے رہتی۔ ارسم نے کوئی جواب ہی نہیں دیا یہ اشارہ تھا کہ وہ ناراض ہے۔

”اچھا نہ سوری، آؤ پوائینٹس نوٹ کرواؤں۔“

زینب کے ذہن کے پردے پر اس کا پھولا ہوا منہ ابھرا تو جلدی سے مانی اور ارسم صاحب فوراً راضی ہوئے۔

”چلو کرواؤ۔“

”توبہ ہے ارسم، کتنے کوئی تم ایمو شنل بلیک میلر ہو۔“

”تمھاری صحبت کا اثر ہے۔“

اس نے دوپہر والی بات کا حساب برابر کیا تھا۔

"اب تم زیادتی کر رہے ہو۔"

"اچھا بھئی۔ معاف کرو۔ وہ نہ۔۔"

اب بات کا رُخ بدل گیا۔ ان دونوں میں ہلکی پھلکی نوک جھونک جاری تھی اور باہر رات قطرہ قطرہ کر کے پگھل رہی تھی۔ چاند بھی آسمان پر چمکتے ہوئے ان دونوں کے چہروں پر موجود ہلکی سی مسکراہٹ دیکھ رہا تھا۔ ارسم نہیں جانتا تھا چڑھنے والے دن میں اس کی زندگی کتنی بدلنے والی تھی۔ نئ آنے والی صبح ہی جانتی تھی کہ زینب کی زندگی اب کس طرف مڑنی ہے۔

www.novelsclubb.com

اگلی صبح تمام گھر والوں کیلیئے معمول سے ہٹ کر تھی۔ موحد کی تاکید پر صبح صبح اُٹھتے ہی سب گھر کی صفائیوں میں لگ گئے تھے (جب کہ مہمان لان میں بیٹھنے تھے) لیکن زینب کیلیئے وہ عام دنوں کی طرح ہی ایک دن تھا۔ زینب ویسے ہی روزانہ کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

طرح اٹھ کر تیار ہوئی اور یونیورسٹی جانے کیلئے جب نیچے آئی تو وہاں الگ ہی ماحول تھا۔ وانیہ بازو چڑھائے جالے اتار رہی تھی۔ صدف اور غزل الماری سے برتن نکال رہی تھیں۔ زینب نے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ اتنی صبح صبح وہ سب موحد کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے پاگل لگ رہے تھے۔

زینب کو اس سب میں پہلی بار گھبراہٹ ہونے لگی۔ مزید کسی کو دیکھے بغیر وہ سر جھکائے چلتی باہر لان میں آئی۔ ایان اسے وہی ملنا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس نے سر اٹھا کر ایک نظر لان کو دیکھا تو وہاں بھی مالی گھاس کی کانٹ، چھانٹ کرنے میں مصروف دیکھائی دیا۔ مزید ایک نیا لڑکا بھی پھولوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ زینب چکرا کر گرتی ایان کی آواز آئی۔

"زینب تم۔۔"

وہ پلٹی۔ پیچھے پتھریلی روش پر وہ چلتا ہوا آرہا تھا۔

"ایان بھائی مجھے یونی چھوڑ آئیں۔"

بیگ کے سٹریپ کو مضبوطی سے تھامے اس نے آواز کو مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

ایان نے ایک نظر لان کو دیکھا پھر چابی نکالتا گاڑی کی طرف بڑھا۔

"آؤ چھوڑ دوں۔"

زینب جلدی سے اس ماحول سے جان چھڑواتی گاڑی میں بیٹھی۔ایان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے گھر سے نکلتے وقت ونڈ سکرین سے باہر کا منظر دیکھا جہاں ان کے گھر کے لان میں سنہری دھوپ پڑتی دیکھائی دے رہی تھی۔ان کی گاڑی پیچھے کو جاتی رہی اور زینب کی آنکھوں سے یہ منظر اوجھل ہوتا رہا۔زینب نے گھر سے نکلتے وقت یہ آخری منظر دیکھا تھا۔لان میں کاریگر کام کرتے دیکھائی دے رہے تھے۔ان کے ہاتھ پھرتی سے چل رہے تھے اور پھر آہستہ آہستہ وہاں کا منظر بدلا وہ لوگ کام کر کے چلے گئے۔دھوپ کی کرنیں پوری آب و تاب سے نئی کٹی گھاس پر پڑنے لگی۔پھولوں سے میٹھی میٹھی خوشبو نکل کر سارے لان میں پھیلتی گئی۔وہاں دوپہر تک کوئی نہیں آیا اور پھر باہر کا گیٹ دوبارہ کھلا۔ایک گاڑی اندر

www.novelsclubb.com

آئی جس کا رنگ سفید تھا۔اس میں وہی لوگ تھے جو صبح یہاں سے نکلے تھے۔

فرنٹ ڈور کھول کر زینب باہر نکلی۔اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔وہ اسی چہرے کے ساتھ چلتی اندر لاؤنج میں آئی۔اس کے پیچھے ہی ایان بھی آیا۔سب گھر میں موجود تھے اور وہیں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔شاید سارا کام کر کے فارغ ہو چکے تھے۔

"اسلام علیکم!"

زینب نے لاؤنج میں داخل ہوتے سب کو سلام کیا۔اس سے پیچھے آتا ایان لاؤنج کے دروازے سے ٹیک لگائے وہی کھڑا ہو گیا۔سب کی نظریں زینب کی طرف اٹھیں۔

وہ سلام کر کے نظریں جھکائے لاؤنج کا راستہ عبور کر کے سیڑھیوں تک آئی جب منان نے اسے پکارا۔وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی آفس سے آیا تھا۔

"زینب، آؤ آج کچھ دیر ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔سب گھر میں ہیں۔مزہ آئے گا۔"

وہ رُکی۔گردن موڑ کر منان کو دیکھا پھر سنجیدگی سے بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”نہیں منان بھائی، میری کل ایک ضروری پریزنٹیشن ہے۔ مجھے اس کی تیاری کرنی ہے۔“

”وہ تیاری پھر ہو جائے گی۔ ابھی کچھ دیر ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ۔“

منان کی بات پر فوراً وانیہ نے بھی اسے دبے لہجے میں تنبیہ کرتے ہوئے منان والی بات دہرائی۔ وہ سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑی تھی۔ ایک ہاتھ گرل پر رکھے رُخ موڑ کر وہ بس ان کی بات سننے کو رُکی تھی پھر جیسے فوراً بھاگ جانے کا ارادہ تھا۔

زینب نے دیکھا۔ وانیہ کے ساتھ صدف اور غزل اور ان کے سامنے صوفے پر موحد کے ساتھ سحرش بیٹھی تھی۔ خواتین شاید سارے کام کر کے اب آرام کرنے کی غرض سے اپنے کمروں میں جا چکی تھیں۔

”آجائیں نہ آپی، ہم بھی اچھے لوگ ہیں۔“

اس سے پہلے کہ زینب کچھ بولتی صدف بھی بول اٹھی۔

”تم سب کو کیا ہو گیا ہے۔“

دفعتاً موحد نے سب کو گھورا پھر زینب کو دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں بولا۔

"جاؤ زینب آرام سے اپنے کام نبٹاؤ اور فریش ہو جاؤ۔ پھر شام میں مہمان بھی تو آرہے ہیں۔ تب تک بالکل آرام کرو۔ بس شام میں ٹائم سے نیچے پہنچ جانا۔ ٹھیک؟"

آخر میں اس نے سوالیہ آبرو اٹھائی۔ زینب نے بڑے ضبط سے اس کی ساری بات سنی۔

"جی ٹھیک ہے بھائی۔"

کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ تیزی سے زینے پھلانگتی وہ اوپر چلی گئی۔ موحد کی آنکھوں نے آخری زینے تک اس کا پیچھا کیا۔ وہ بس یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کل کے بعد سے اتنی خاموش کیسے ہے۔ رات بھی اس کی بات پر زینب نے خلافِ معمول کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کی خاموشی موحد کیلئے حیران کن تھی۔

"میں ذرا آتا ہوں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آواز پر وہ چونکا۔ایان جو دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا، کہہ کر سیڑھیوں کی طرف چلا گیا۔وہ جانتا تھا ایان زینب کے پیچھے گیا ہے لیکن چپ کر کے وہی بیٹھا رہا۔

"ویسے بھی شام کے بعد زینب کی زندگی کی ڈور میرے ہاتھ میں ہی ہو گی۔"

یہ سوچ ہی اس کیلئے بہت تھی۔وہ سب دوبارہ باتوں میں لگ گئے۔لیکن موحد یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ زینب خالد ہے۔۔

'اس نے کبھی کسی کو اپنی زندگی چلانے کی اجازت نہیں دی تھی' وہ اپنی راہیں خود بنانے کی عادی تھی'اور اس بار بھی اس نے اپنے لئے راستہ نکالا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

ان سے دو فلور اوپر زینب اپنے کمرے کا دروازہ کھول رہی تھی جب اسے پیچھے سے ایان نے پکارا۔

"زینب۔۔۔"

پکار پر وہ چونک کر پلٹی۔سامنے والے کو دیکھ کر حیران ہوئی۔بہت عرصہ ہوا اس

نے زینب کے پیچھے آنا چھوڑ دیا تھا۔اب اچانک یوں،اس کا حیرت میں ڈوبنا فطری تھا۔

"جی۔"

"کیا ہم کچھ دیر بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔"

زینب مزید حیران ہوئی۔وہ آفس سے ابھی زینب کے ساتھ ہی آیا تھا۔بلیو ڈریس، پینٹ پہنے وہ ابھی بھی آفس والے حلیے میں ہی تھا۔اوپر سے اس کے چہرے کی سنجیدگی۔وہ اور منان جڑواں تھے لیکن ان کے چہرے کے ساتھ ساتھ ان کی عادات میں بھی کافی فرق تھا۔کچھ سوچتے ہوئے کچھ کہنے کی بجائے زینب نے کمرے کا دروازہ کھول کر اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔چند لمحے بعد وہ کمرے میں کاؤچ پر بیٹھے تھے ایسے کہ دونوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے کیلئے چہرہ موڑنا پڑتا تھا۔ اس نے سنجیدہ لہجے میں زینب سے پہلے چند پڑھائی کے متعلق سوال پوچھے جن کا وہ بھی سنجیدگی سے جواب دیتی رہی۔کچھ دیر بعد وہ مدعے پر آیا۔

"زینب لڑکے والے صرف دیکھنے آ رہے ہیں۔ کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اگر تم نہیں چاہتی ایسا کچھ ہو تو بتا دینا۔ میں تایا جان سے بات کر کے معاملہ ختم کر دوں گا۔"

اس بات پر زینب نے چونک کر چہرہ موڑا اور غور سے اسے دیکھا۔

"نہیں ایان بھائی، ایسی بات نہیں ہے۔ چچا، چچی نے یہ فیصلہ میرے بھلے کیلئے ہی کیا ہو گا۔"

"اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم جانتی نا ہو یہ رشتے والی بات موحد کے کہنے پر شروع ہوئی ہے۔"

وہ دو بدو بولا تو زینب لمحے بھر کو چپ ہوئی۔ اس کی جانچتی نظریں ایان کے چہرے پر ٹکی تھیں۔ پچھلے کچھ عرصے سے زینب کو یہ احساس تو ہو گیا تھا کہ ایان اسے پسند کرتا ہے۔ اس کا اب یہ سب کہنا زینب کو بہت کچھ سمجھنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ میں رشتے سے انکار کر دوں؟"

www.novelsclubb.com

زینب نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔ایان مسکرایا۔اس کی بات پر نہیں اس کے لہجے پر۔ ایسے لوگوں میں رہ کر وہ بھی لہجوں کا کھیل سمجھ چکی تھی۔وہ اس وقت ہلکے آسمانی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی۔

"نہیں میں نے یہ تو نہیں کہا۔میں صرف تمھاری رضامندی پوچھنا چاہ رہا تھا۔"

"کیا آپ کو کسی نے نہیں بتایا کہ لڑکیوں سے رشتے کے معاملے میں رضامندی نہیں پوچھی جاتی۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ایان نے افسوس سے اسے دیکھا۔کمرے کا ماحول گرم ہوتا جا رہا تھا۔کھڑکی کھلی تھی اور وہاں سے دھوپ کی کرنیں چھن کر اندر آ رہی تھیں لیکن پھر بھی کمرے کی فضا میں تناؤ کی سی کیفیت تھی۔

"غلط سوچ ہے تمھاری، ہمارے گھروں میں لڑکیوں کو لڑکیاں ہی سمجھا جاتا ہے باندی نہیں۔"

"آہاں۔۔"وہ استہزائیہ ہنسی۔

"لگتا ہے آپ کی کبھی اپنے کزن سے اس معاملے پر گفتگو نہیں ہوئی۔ ورنہ آپ کے خیالات مختلف ہوتے۔"

وہ کچھ زیادہ ہی تلخ ہو گئی۔ شاید موحد کو نہ جواب دینے کا نتیجہ تھا۔

"زینب۔۔۔" اب کے وہ فکرمندی سے آگے ہوا۔

"کچھ ہوا ہے۔ کیا موحد نے تمھیں کچھ کہا ہے۔"

"آپ کو اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے۔ جب باقی سب کو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ نئے فنکشن کی خوشی میں سب خوش ہیں تو آپ بھی خوش ہو جائیں نہ۔"

اب وہ چبھتے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ شاید اسے ایان کا ایسے بات کرنے آنا اچھا نہیں لگا تھا یا شاید اپنا فیصلہ کر لینے کے بعد وہ ایان کی ایسی پیشکش کی توقع نہیں کر رہی تھی۔

"میں دوست ہونے کی حیثیت سے تمھاری رائے لینے آیا تھا۔"

وہ اب دوبارہ پیچھے ہو کر بیٹھتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں بولا۔ وہ زینب کے کردار

کے اس رُخ سے واقف نہیں تھا۔جہاں وہ اتنی تلخ تھی۔اسے لئے خود کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میری کوئی رائے نہیں ہے۔جو ہو رہا ہے ہونے دیں۔"

"اوکے فائن۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ بھی ساتھ ہی اٹھی۔وہ زینب کو وقت دینا چاہتا تھا۔ہو سکتا ہے مہمانوں سے ملنے کے بعد اس کی رائے بدل جائے۔فلحال یہی سوچ کر اس نے زینب کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

"اگر کسی مدد کی ضرورت ہو تو مجھے کہہ دینا۔دوست سمجھ کر کچھ شئیر کرنا ہو تو بھی میں حاضر ہوں۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن میں نے آپ کو ہمیشہ بھائی کی نظر سے دیکھا ہے۔۔"

زینب نے جتایا تھا۔لیکن ایان کی مسکراہٹ ویسی ہی برقرار رہی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بھائی بھی دوست ہی ہوتے ہیں۔ضرورت پڑنے پر بہت کچھ سیکھا دیتے ہیں۔"

زینب قدرے ڈھیلی پڑی۔سامنے والے کی باتیں اس کی توقع کے واقعی برعکس تھی۔اسے لگا تھا وہ اسے رشتے سے انکار کرنے پر راضی کر کے ہی اٹھے گا۔وہ جانے لگا پھر کچھ یاد آنے پر رُکا۔

"اور ہاں،اگر کبھی پیسوں کی ضرورت ہو تو بلا جھجک کہنا۔تم بھی کیا سوچتی ہو گی میں نے کالج جانا کیا چھوڑا۔انہوں نے پیسے دینے ہی بند کر دیئے۔"

اور اس بات پر اس سارے میں زینب پہلی دفعہ مسکرائی تھی۔بالآخر ایان نے گہری سانس خارج کی۔بس وہ یہی چاہتا تھا۔اس ایک مسکراہٹ کیلئے وہ پتہ نہیں کیا کیا کرتا رہا تھا۔

"مجھے اب ضرورت نہیں پڑتی۔فیس اور جیب خرچ چچا جان دے دیتے ہیں۔آپ کے دیئے کچھ پیسے اور میری سیونگز یونہی پڑی ہیں۔ضرورت پڑنے پر وہی خرچ کر لیتی ہوں۔"

"ارے واہ۔" وہ واقعتاً حیران ہوا۔

"اتنی بچت؟"

www.novelsclubb.com

زینب نے مسکراہٹ دبا کر شانے اچکائے۔

"بس ہو جاتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ چلو تم فریش ہو جاؤ اور سوچ سمجھ کر اپنے لئے کوئی فیصلہ لینا۔"

زینب ٹھٹھکی۔یہی بات اسے کل ارسم نے بھی کہی تھی۔ کتنی مشابہت تھی ان کے

اس جملے میں۔

"میں اب چلتا ہوں۔کافی وقت لے لیا میں نے تمھارا۔"

کہتے ہوئے وہ جانے کو مڑا۔

"نو پرابلم۔"

کہہ کر زینب بھی آگے بڑھی تا کہ دروازہ بند کر سکے۔جب وہ دوبارہ مڑا۔زینب نے

سوالیہ نگاہیں اٹھائیں۔

"ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔"اس نے اجازت چاہی۔

"جی۔۔۔"اجازت ملنے پر وہ ہچکچایا۔

www.novelsclubb.com

زینب منتظر نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ پھر وہ آہستہ آواز میں بولا۔

"تائی جان کی وفات والے دن ہوسپیٹل میں تمھارے ساتھ کون آیا تھا۔"

زینب الجھی۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا یا جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا۔

"میں نے چچا جان کو اُس دن ہوسپیٹل میں ہی بتا دیا تھا کہ وہ میرا یونی فیلو ہے۔ جلدی میں امی کی طبیعت خرابی کی اطلاع ملی تو وہ میرے ساتھ ہی آگیا۔"

"اوکے اوکے فائن۔"

ایان نے اس کی لمبی تفصیل میں جانے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر بات ختم کر دی۔ پھر بس وہ زینب پر ایک آخری نگاہ ڈال کر کمرے سے نکل گیا۔ پیچھے زینب نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا۔

اسے خود کو شام کیلیئے بہت محنت سے 'تیار' کرنا تھا۔

بالآخر وہ شام بھی آ پہنچی جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا۔ مہمانوں کی آمد

بھی ہو گئی اور توقع کے مطابق وقاص صاحب نے انہیں باہر لان میں بٹھانے کا کہا۔ باہر لان میں ہی چائے کا انتظام کیا گیا۔ خوشگوار ماحول میں چائے کے ساتھ ساتھ بات چیت کی گئی اور پھر تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ لوگ جانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وقاص صاحب نے انہیں کھانے کیلئے اصرار کیا لیکن وہ لوگ دوبارہ آنے کا کہہ کر چلے گئے۔ مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد وقاص صاحب کام کا کہہ کر سٹڈی میں چلے گئے۔البتہ کہہ گئے کہ کوئی انہیں پریشان نا کرے۔(مطلب کوئی سٹڈی میں نہ آئے)

کھانے کا وقت قریب آگیا اور وہ سٹڈی سے نا نکلے تو موحد نے کچن کے دروازے میں کھڑے ہو کر مہوش بیگم سے پوچھا۔

"امی، ابو نے آپ سے رشتے کے متعلق کوئی بات کی ہے؟"

وہ جو چولہے کی طرف رُخ کئے کام میں مصروف تھیں چونک کر پلٹیں۔ پھر اس کی بات پر کندھے اچکاتے ہوئے بولیں۔

”نہیں بیٹا، مجھے نہیں پتہ۔ انہیں کچھ وقت دو۔ وہ کچھ سوچ کر جواب دیں گے۔“

موحد سر ہلاتے ہوئے پلٹا تو پیچھے تمام کزنوں نے بڑی امید سے اس کا چہرہ دیکھا۔

”وہ بھی کچھ نہیں جانتی۔“

اور ان سب کے چہرے لٹک گئے۔ گھر میں کافی عرصے کے بعد اتنی بڑی خوشخبری آنی تھی اس لئے سب پُرجوش تھے۔ بڑی امی کی وفات کے بعد سب کی طبیعت ذرا اُداس تھی اس لئے وہ سب بے تاب تھے کہ کیا فیصلہ ہونا ہے۔

کھانے کے وقت وانیہ انہیں سٹڈی میں بلانے گئی تو وہ باہر آئے اور ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی نشست پر بیٹھ گئے۔ سب کی نظریں ان کی طرف اٹھیں کہ وہ کوئی بات کریں گے لیکن انہوں نے سنجیدگی سے سالن کا ڈونگا اپنی طرف کھینچا اور کھانا کھانے لگے۔ خاموشی سے کھانا کھایا گیا۔ ان کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ ان سے کچھ پوچھ سکے۔ یہاں تک کہ موحد نے بھی ان سے کوئی سوال نہیں کیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنی کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور

میز کے دائیں طرف چوتھی کرسی پر بیٹھی زینب کو متوجہ کرتے ہوئے اسی سنجیدگی سے بولے۔

"زینب، وانیہ آج یہ کام سمیٹ لے گی۔ تم سٹڈی میں آؤ۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

زینب چونکی۔ میز پر بیٹھے سب لوگوں نے اسے دیکھا۔

"جی چچا جان۔ میں آتی ہوں۔"

سب کی نظروں کو نظرانداز کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس سے پہلے ہی وہ کہہ کر جا چکے تھے۔

"وانیہ آپی۔"

"ہاں، جاؤ میں اسے دیکھتی ہوں۔"

اس کی نظروں کو سمجھتے ہوئے وانیہ نے اس کا بازو تھپک کر تسلی دی۔ زینب آگے بڑھی۔ پھر ایسے ہی بلاارادہ اس نے چہرہ موڑ کر موحد کو دیکھا۔ موحد اسے ہی دیکھ

رہا تھا۔دونوں کی نظریں ملیں۔موحد کی آنکھوں میں تنبیہ تھی اور دوسرے ہی لمحے زینب نے رُخ موڑ لیا پھر سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

سٹڈی کے باہر پہنچی تو دروازہ بند تھا۔اس نے کپڑوں سے نادیدہ شکنیں درست کیں۔ڈوپٹہ سر پر ٹھیک کیا۔منہ پر ہاتھ پھیر کر گہری سانس لی۔پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔اس وقت اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"آجاؤ۔"

اجازت ملنے پر اس نے ناب گھما کر دروازہ کھولا۔اندر کا منظر واضح۔۔۔۔

دروازے کی دستک نے دونوں کے تسلسل کو توڑا۔دونوں چونک کر حال میں واپس آئیں تو دیکھا وہ دونوں بیڈ پر بیٹھی تھیں۔ارد گرد کا منظر بدل گیا۔سماعتوں میں ابھی تک دروازے پر دستک کی آواز گونج رہی تھی۔دادی نے بدمزہ ہو کر

زخرف کو دیکھا۔زخرف نے کتاب بند کرتے ہوئے مسکراہٹ دبائی اور بیڈ سے اتری۔

www.novelsclubb.com

"آجاؤ۔"

دادی نے سر جھٹک کر ماحول میں واپس لوٹنے کی کوشش کرتے ہوئے آنے والے کو اجازت دی۔ پھر کمر پیچھے بیڈ کراؤن سے ٹکالی۔ دروازہ کھلا اور زور اور اندر آتا دیکھائی دیا۔ زخرف خاموشی سے صوفے کی طرف بڑھ گئی۔

"ممانی نے کہا تھا کہ آپ ایک بجے فارغ ہو جاتی ہیں۔ میں آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہا ہوں۔ اب دروازہ کھلے گا، اب دروزہ کھلے گا لیکن انتظار انتظار ہی رہ گیا۔ پھر بالآخر میں نے دروازے پر دستک دی۔"

معصوم سا شکوہ کرتے ہوئے وہ نانی کے گھٹنوں کے قریب بیٹھ گیا۔ بلیو جینز پر سفید شرٹ پہنے، جوگرز کے تسمے کَسے وہ جانے کیلئے تیار لگ رہا تھا۔ بشریٰ اماں کے تاثرات بدلے۔

"تو بیٹا، پہلے دستک دے دیتے۔"

پیار سے اسے اپنے قریب کرتے ہوئے وہ بولیں۔

"ویسے یہ کونسی میٹنگ ہے جو اتنی دیر تک جاری رہتی ہے۔"

مشکوک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے گردن موڑی پھر زخرف کو جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کہیں آپ میری نانی پر جادو تو نہیں کر رہیں۔"

اس کی بات سن کر نانی نے خفگی سے اس کے سر پر ہلکی سی چپت رسید کی۔ جبکہ زخرف خاموشی سے رُخ موڑے چیزیں سمیٹتی رہی۔

"شرم کرو، میری بچی ایسی نہیں ہے اور یہ اتنی معصوم بچی تمھیں ایسی لگتی ہے؟"

"اوہ معصوم۔" وہ بڑبڑایا۔

دوبارہ چہرہ موڑ کر زخرف کو دیکھا۔ اب وہ بھی چہرہ موڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ بے اختیار امڈ کر آتی مسکراہٹ کو وہ روک نہیں پائی تھی۔ وہ بھی افسردہ سا مسکرایا۔ بشریٰ اماں نے یہ نگاہوں کا تبادلہ دیکھا پھر وہ ہلکے سے

www.novelsclubb.com

کھنکھاری۔

”اہم اہم۔“ وہ دونوں چونکے۔

www.novelsclubb.com

زوراور خفیف سا ہوتے ہوئے سر جھکا گیا۔زخرف نے جلدی سے چہرہ موڑا۔

زوراور بھی چہرہ موڑتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

"ٹھیک ہے نانی جان،اب میں چلتا ہوں۔بھائی کو اگلے ہفتے دو سیمینار ارینج کرنے ہیں تو وہ تیاری میں مصروف ہیں۔پھر ابو کے ساتھ پنچائیت کے معاملات مجھے دیکھنے ہوں گے۔میں پھر کبھی چکر لگاؤں گا۔"

"دیکھ لو پھر۔کل وہ چلا گیا اور آج تم جا رہے ہو۔نانی سے اتنا ہی لگاؤ ہے تم دونوں کو۔"

وہ خفا ہوتے ہوئے بولیں۔

"اچھا ایک درمیانی راستہ نکالتے ہیں۔"

ان کا خفا چہرہ دیکھ کر وہ کچھ سوچنے لگا۔

"امی لوگوں کو جس دن آنا ہوگا۔اُس دن ڈرائیور کی جگہ ہم دونوں خود آجائے گے۔ٹھیک ہے؟"

اور بشریٰ اماں کا چہرہ یہ سنتے ہی کھلکھلا اٹھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔اب جاؤ پھر پہنچتے پہنچتے دیر ہو جائے گی۔"

اس کے سر پر پیار دیتے ہوئے وہ بولیں۔

"خدا حافظ نانی جان۔"

"خدا حافظ۔خیال سے جانا۔"

انہوں کے گلے لگتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔پھر ایک نظر زخرف کی پشت پر ڈالتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

www.novelsclubb.com

"زخرف۔۔"

وہ جو رُخ موڑے کھڑی موبائل پر کچھ دیکھ رہی تھی بشریٰ اماں کی آواز پر پلٹی۔

"جی دادی جان۔۔"

"کل ہوسپیٹل سے آف لے لو۔"

وہ چونکی۔پھر فکر مندی سے بولتی وہ قدم قدم اٹھاتی بیڈ کے پاس آئی اور وہی بیٹھ گئی

جہاں کچھ دیر پہلے زوراور بیٹھا تھا۔

”خیریت ہے دادی جان۔ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟“

”اوہ بیٹا، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دراصل میں سوچ رہی تھی تم کل کھانا یہی سے کھا لو پھر کچھ دیر بچوں کے ساتھ بھی بیٹھ جانا۔“

”دادی جان، آپ جانتی ہیں مجھے گیدرنگز سے کوفت ہوتی ہے۔“

زخرف نے نظریں جھکا کر ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے سادہ لہجے میں کہا۔

”کب تک یوں لوگوں کے ہجوم سے ڈرتی رہو گی۔ ایک نہ ایک دن تو یہ ڈر ختم کرنا ہو گا۔“

انہوں نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔ زخرف کو ان کے ہاتھوں کی گرمائش کا احساس ہوا۔

”ویسے بیٹا تم نے کبھی بتایا نہیں۔ تم اکیلی کیوں رہتی ہو۔ والدین کا تو بتایا تھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے۔ باقی سب کہاں ہیں۔ بہن بھائی، کوئی رشتے دار۔“

www.novelsclubb.com

انہوں نے نرم لہجے میں بات کا رُخ بدلا۔جواباً وہ نظریں جھکائے خاموش رہی۔کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا اندر آرہی تھی۔ہوا کے باعث زخرف کا ڈوپٹہ سر سے پھسل پر کندھوں پر آٹھہرا۔دادی کے ساتھ ساتھ کمرے کی تمام اشیاء زخرف کے بولنے کا انتظار کررہی تھیں لیکن چند لمحے بعد آہستگی سے اپنے دونوں ہاتھ ان کے ہاتھوں میں سے نکالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جانے کیلئے مڑی ہی تھی جب بشریٰ اماں کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"تم نے ماضی پر چند فقرے بولے تھے۔آج میں تمھیں حال پر چند الفاظ کہوں گی۔بیٹا،حال ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہم چاہ کر بھی نہیں جھٹلا سکتے۔یہ پل ہر کسی کو میسر نہیں ہوتے۔ماضی کی تلخیوں میں حال کو گنوا دینا درست نہیں۔تم چاہ کر بھی ان پلوں کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکو گی۔اس لئے میرا خیال ہے ان پلوں کو جی لو۔"

زخرف کے قدم جہاں تھے وہیں رہ گئے۔اس کے چہرے پر بے یقینی پھیلی۔وہ بس

ششدر سی کھڑی تھی۔اس کی آنکھوں کے سامنے ایک کارڈ کے درمیان لکھے چند الفاظ لہرائے۔

"قدرت یہ زندگی صرف ایک ہی بار دیا کرتی ہے۔

اسے کھل کر جیو زندگی میں موقعے بار بار نہیں ملتے۔

جو لمحے ملے ہیں ان کی قدر کرو۔"

کتنی مشابہت تھی دادی اور اُس خط کے الفاظوں میں۔ بامشکل قدم گھسیٹتی وہ صوفے تک پہنچی۔بشریٰ اماں نے اسے کچھ نہیں کہا۔اس نے اپنی چیزیں سمیٹی اور بنا دادی کو دیکھے انہیں خدا حافظ کہہ کر باہر کی طرف بڑھ گئی۔ذہن میں بس بشریٰ اماں کے الفاظ گونج رہے تھے جبکہ آنکھوں کے سامنے اس خط کی چند سطور تھیں۔

ادھر ادھر دیکھتا وہ کیفے ایریا میں داخل ہوا۔لنچ ٹائم ہونے کی وجہ سے وہاں کافی رش اور گہما گہمی تھی۔وہ ملتان کا ایک مشہور کیفے ایریا تھا۔تھوڑا چلنے کے بعد دائیں

طرف وہ اسے کونے والی میز پر بیٹھا نظر آیا۔اپنے کوٹ کا بٹن کھولتا وہ اس کی طرف بڑھا۔اس نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اس لئے اٹھ کھڑا ہوا۔پاس پہنچتے ہی دونوں نے گرم جوشی سے ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا اور ایک دوسرے سے گلے ملے۔

"یار، میں تمھیں رات سے کالز کر رہا ہوں۔بندہ ایک دفعہ فون اٹھا کر بتا ہی دے کہ بزی ہوں۔"

سامنے والا بیٹھتے ہوئے ذرا پریشانی سے بولا۔وہ بھی کوٹ پیچھے کو کرتا اس کے سامنے بیٹھا۔پھر دونوں بازو میز پر ٹکائے۔ارد گرد لوگ بیٹھے گوش گپیوں میں مصروف تھے۔وہاں کافی شور اور ہنگامہ تھا۔

"وہ دراصل، آج کل ایک نئے پروجیکٹ پر کام کر رہا ہوں۔اسی لئے موبائل سائیلنٹ کر کے سائیڈ پر رکھ دیتا ہوں۔خیر تم سناؤ کیا ہو رہا ہے آج کل۔"

"کچھ نہیں فارغ ہوں۔کمپنی سے تھوڑے دن کی چھٹی لی ہوئی ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"خیریت تم نے فارغ بیٹھنا کب سے شروع کر دیا۔۔"

اس نے جیسے اس کا مزاق اُڑایا۔دونوں کے بات کرنے کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ دونوں آپس میں کافی بے تکلف ہیں۔

"جہاں تک میری اطلاعات ہیں پچھلے چار سالوں سے آپ لگاتار کام کر رہے ہیں۔ وقفے کی کوئی خاص وجہ؟"

"بس ایسے ہی کچھ دن مصروفیت سے ہٹ کر گزارنا چاہتا تھا۔اس لئے لیولی ہے۔"

"سہی، پُرانے گھر چکر لگا دوبارہ۔۔"

چہرے کو ہتھیلی پر ٹکاتے ہوئے وہ اب آرام دہ انداز میں بیٹھا تھا جیسے کافی دیر بیٹھنے کا ارادہ ہو۔اسکی بات سن کر سامنے والے کے چہرے پر افسردہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"نہیں، کافی عرصے سے ادھر نہیں گیا۔البتہ تائی کی وجہ سے ہسپتال چکر لگتا رہتا ہے۔میں تو ان سے کوئی رابطہ بھی نہ رکھتا۔مجھے آج بھی شرمندگی ہوتی ہے کہ میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

زینب کیلئے کچھ نہیں کر سکا۔"

آج بھی اس نے جب یہ بات کہی تو اس کے لہجے میں افسوس تھا۔اس نے آگے بڑھ کر ٹیبل پر رکھے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

"دیکھو، تم جتنا کر سکتے تھے تم نے کیا۔خود کو قصوروار مت سمجھا کرو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔وہ جانتا تھا سامنے والا اس کی بات کبھی سمجھ نہیں سکے گا۔کافی دیر دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔پھر وہ آہستہ آواز میں بولا۔

"کیسی ہے وہ اب۔"

"مطلوبہ جواب میں بھی نہیں دے سکتا کیونکہ وہ کبھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

وہ ہنس دیا۔اس سوال کا جواب اب کوئی بھی نہیں دے سکتا تھا۔پھر موڈ فریش کرنے کی غرض سے بولا۔

"خیریت، آج ابھی تک کوئی آٹو گراف لینے نہیں آیا۔"

ساتھ ہی اس نے ادھر ادھر بھی دیکھا تھا۔جہاں واقعی کافی رش تھا۔

”شکر کرو، ورنہ شروع شروع میں تو میرا پبلک پلیس پر نکلنا محال ہو گیا تھا۔“

وہ جل بھن کر بولا۔ سامنے بیٹھے بندے نے اسے شرم دلانی چاہی۔

”ہمیشہ ناشکرے ہی رہنا۔ شکر نہیں کرتے اللہ نے اتنی عزت دی ہے۔“

”ہاں، تم کر لو مجھ پر طنز۔۔“

وہ منہ بناتے ہوئے سر جھٹک کر بولا اور رُخ پھیر گیا۔ اب طے تھا کہ وہ پانچ منٹ اس سے نہیں بلائے گا۔ اسی وقت ویٹر آیا تو بے فکری سے سامنے والے کے موڈ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس نے خود ہی کھانا آرڈر کیا اور تقریباً پانچ منٹ کے بعد ہی وہ دونوں دوبارہ پہلے جیسے ہو گئے تھے اور یہی ان کی دوستی کا کلِ خلاصہ تھا۔ جتنا مرضی ناراض ہوں ایک دوسرے سے لیکن پانچ منٹ گزرتے ہی بات چیت خود بہ خود شروع ہو جاتی تھی۔

”ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔“

"لڑکیوں کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے۔"

"آپ اتنا اچھا کیسے لکھ لیتے ہیں۔"

"آپ کی انسپائریشن کیا ہے۔"

"یہ ناول لکھنے کا خیال آپ کو کیوں آیا۔"

وہ آج ہوسپیٹل میں بھی بس خالی خالی دماغ لئے گھومتی رہی تھی۔ سارے دن کی تھکان کے بعد جب وہ گھر پہنچی تو کچھ بھی کرنے کے بجائے لاؤنج میں آبیٹھی۔ صبح دادی کی باتوں کو جیسے اس نے زیادہ ہی سنجیدہ لے لیا تھا۔ وہ یونہی موبائل استعمال کرتی رہی۔ موبائل استعمال کرتے ہوئے اسے پتہ ہی نہیں لگا کب رات ہوگئی۔

اب وہ زینب ناول کے رائٹر کا انسٹا پیج کھولے بیٹھی تھی۔ آج ہی رائیٹر نے اپنے ناول کی چند لائنز شیئر کی تھیں جس پر وہ لوگوں کا ردِ عمل پڑھ رہی تھی۔

لاؤنج میں مکمل اندھیرا تھا۔ صرف موبائل کی روشنی نے اس کے چہرے کو منور کر رکھا تھا۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے، پاؤں لمبے کرکے سامنے میز پر رکھے

آرام دہ انداز میں بیٹھی تھی۔وہ کبھی کبھی ایسے ہی زینب ناول پر لوگوں کی کمینٹ پڑھتی رہتی تھی۔

انگوٹھے سے اسکرین اوپر کرتے ایک کمنٹ کو پڑھ کر وہ یک دم چونکی۔کسی نے لکھا ہوا تھا۔

"آپ شادی کب کر رہے ہیں؟"

لیکن حسبِ معمول رائٹر کا کوئی جواب نہیں تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

"ایک تو پتہ نہیں لوگ دوسروں کی پرسنل لائف میں کیوں اتنا گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

اس کے چہرے پر ناپسندیدگی پھیلی۔پتہ نہیں اسے کیا بُرا لگا تھا۔موبائل کو دیکھتے ہوئے وہ ماتھے پر بل لئے بڑبڑائی۔پھر سر جھٹک کر مزید پڑھنے لگی۔

"آپ کو ناول کا اینڈ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

پڑھتے پڑھتے ایک کمنٹ پر وہ پھر رُکی۔اینڈ؟اسے لگا جیسے کسی نے اس کا راز کھول دیا ہے۔سات پردوں میں بھی اس کا زخم دیکھ لیا ہے۔اسے کچھ یاد آیا تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے آس پاس کا منظر بدلنے لگا۔وقت کچھ دیر پیچھے چلا گیا۔اندھیرے کی جگہ روشنی نے لے لی۔وہ سر جھکائے سفید ٹائلوں پر اپنی ہیل رکھتی چلتی جارہی تھی۔ خاموشی کی وجہ سے اس کی ہیل کی آواز پورے کاریڈور میں گونج رہی تھی۔دفعتاً ایک دروازے کے سامنے وہ رُکی۔باہر ایک چیئر پر بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو اپنے سامنے میز پر رکھے کمپیوٹر کی طرف متوجہ تھی۔

"اندر اطلاع دے دو۔بولو،مسز زخرف آئی ہیں۔"

لڑکی نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ہاتھ میں ایک کتاب پکڑے،بیگ کندھے پر ڈالے وہ سنجیدہ سی لڑکی اس کے سامنے کھڑی دوٹوک لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"سوری میم،لیکن سر۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اور کچھ بولتی،وہ مڑی اور دروازہ دھکیلتی اندر کی طرف بڑھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پیچھے وہ لڑکی جو غالباً سیکرٹری تھی بوکھلا کر کھڑی ہوئی۔

”میم آپ ایسے ہی۔۔“

وہ حواس باختہ سی اس کے پیچھے اندر آئی۔ جہاں وہ پاور چیئر پر بیٹھا سر اٹھا کر دیکھ رہا تھا اور وہ اس کے سامنے کھڑی اسے چبھتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

”سر میں نے انہیں روکا۔۔۔“

”ٹھیک ہے تم جاؤ۔ دروازہ بند کر جانا۔“

ہاتھ کے اشارہ سے اسے جانے کا کہہ کر وہ اپنے سامنے کھڑی لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

”کیا ہوا۔ سب خیریت؟“

ٹھنڈے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے سامنے کھولی فائل بند کی اور پاور چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”یہ کیا ہے؟“

اس نے غصے سے کتاب اس کے سامنے میز پر پھینکی۔ کتاب کا سرورق واضح ہوا۔

'زینب'

"یہ میرا ناول ہے 'زینب'۔"

وہ انہی تاثرات کے ساتھ پاور چیئر سے اٹھا اور آگے ٹیبل پر جھک کر وہ کتاب اٹھائی۔ پھر دائیں ہاتھ سے اس پر لگی نادیدہ گرد جھاڑی۔ وہ اس وقت بلیو ڈریس، پینٹ پہلے آفس والے حلیے میں تھا۔ اوپر والا کوٹ پاور چیئر کی پشت پر ٹنگا تھا اور نیچے والی سفید شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑ رکھے تھے۔

"اور تمھیں کوئی حق نہیں ہے اسے یوں پھینکنے کا۔"

پھر اس نے سامنے دیکھا۔ جہاں وہ لڑکی آنکھوں میں آنسو لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ فوراً پریشان ہوتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

"کیا ہوا یار۔"

"دور ہٹو۔" وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"تمھیں کسی نے یہ حق بھی نہیں دیا تھا کہ تم اپنے ناول کا اختتام یوں کرو۔"

وہ پیچھے کو ہوتی ہوئی بولی۔ سرمئی رنگ سے سجی اس آفس کی درودیوار خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔اس آفس کا سرمئی رنگ لڑکی کی آنکھوں کے رنگ سے بہت مل رہا تھا۔

"میرا قلم، میرے الفاظ۔میں جو مرضی لکھوں۔"

سامنے کھڑی لڑکی کے آنسو ایک طرف لیکن اپنی لکھائی کے بارے میں وہ کسی کی بھی ہدایات لینے کا پابند نہیں تھا۔اس لئے وہ نہایت صاف گوئی سے بولا تھا۔ لیکن وہ لڑکی اس کی نہیں سن رہی تھی۔ ہتھیلی کی پشت سے آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتی وہ پیچھے کو جا رہی تھی۔

"مجھے اجازت ہی نہیں دینی چاہیے تھی تمھیں۔ تم نے بہت بُرا کیا۔میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی اس کیلئے۔"

اس کے ہاتھ میں پکڑی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"کیا یار۔" وہ جھلایا تھا۔

"سب کچھ وہی ہے صرف اینڈ بدلا ہے۔"

"بس۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروایا اور دو قدم مزید پیچھے ہٹی۔

"اپنے لیم ایکسکیوززا اپنے پاس رکھو۔"

اور غصے سے مڑتی وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ پیچھے وہ آفس کے بیچ و بیچ اکیلا کھڑا رہ گیا۔

ہارن کی آواز نے اسے حال میں پہنچایا۔ وہ سرمئی امتزاج کی دیواریں اور سفید ٹائلوں والا منظر تحلیل ہوا۔ وہ چونکی۔ شاید ساتھ والوں کے گھر کوئی آیا تھا۔ جس کی گاڑی کے ہارن کی آواز اتنی اونچی تھی۔ پھر اس نے موبائل کو دیکھا۔ ابھی بہت سے کمنٹس باقی تھے۔ لیکن اس کا دل یک دم اچاٹ ہو گیا۔ اس نے بے دلی سے موبائل بند کیا اور وہیں صوفے پر سر رکھ کر مزید نیم دراز ہوتے ہوئے آنکھیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

موند لیں اور کچھ دیر کے بعد وہ ایسے ہی نیم دراز لیٹی نیند کی وادیوں میں اُتر گئی۔

دوسری طرف زخرف کے جانے کے بعد بشریٰ اماں یونہی بیٹھی رہیں۔ وہ مسلسل زخرف کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ کیا ہوگی اس لڑکی کی کہانی؟ کیوں رہتی تھی وہ سب سے الگ؟ کیا کوئی ماضی کی داستان تھی؟ کیا کوئی ایسی کہانی تھی جس سے وہ ابھی تک متعارف نہیں ہوئی تھیں؟ وہ یہی سوچ رہی تھیں جب انہوں کی نظر کھڑکی پر پڑی۔ انہوں نے کھڑکی سے باہر نظر آتے منظر میں اسے دیکھا۔ کار ریورس کرتی وہ گیٹ سے باہر نکال رہی تھی۔ وہ زیادہ نہیں دیکھ پائیں۔ وہ منظر سے اوجھل ہو گئی۔ نا جانے کتنے پل گزرے۔ لان سے اس کمرے کے نظر آتے منظر میں بشریٰ اماں بیڈ سے اٹھتیں دیکھائی دیں۔ چند لمحے بعد وہ دوبارہ آکر بیٹھ گئیں۔ شام کے سائے گہرے ہوئے اور پھر غروبِ افتاب کا وقت ہوا۔ اسی منظر میں مالی پودوں کو پانی دیتا دیکھائی دیا۔

ناجانے پھر کتنے پَل گزرے اور منظر پر کالا پردہ پڑ گیا۔اندھیری رات کب گزری اندازہ ہی نہ ہوا۔مرغے کی بانگ اور پرندوں کی چہچہاہٹ نے صبح ہونے کا پیغام دیا۔جامنی صبح سورج کی تیز سنہری کرنوں سے ڈھکی تو سارے میں روشنی پھیل گئی۔

ایسے میں اس شہر کے تمام لوگ اپنے اپنے کاموں کو روانہ ہوئے اور ایک وقت ایسا آیا جب اس محل نما گھر کا آہنی گیٹ کھلتا دیکھائی دیا۔کل جو کار یہاں سے نکلی تھی آج دوبارہ وہی اندر داخل ہو رہی تھی۔کچھ گھنٹوں بعد اسی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہ بیڈ پر بیٹھی نظر آئی۔اس کے ہاتھ میں 'زینب' کتاب پکڑی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ کتاب کھولتی بشریٰ اماں نے پوچھا۔

"زخرف، کیا یہ آج مکمل ہو جائے گی؟"

"دادی جان، ابھی کافی باقی ہے۔اگر زیادہ دیر پڑھیں تو شاید ختم ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے، تم پڑھنا شروع کرو۔"

کتاب کھولنے سے پہلے اس نے سرورق پر ہاتھ پھیرا۔ سنہری حروف میں لکھا وہ عنوان اسے سب سے زیادہ خوبصورت لگتا تھا۔ زخرف نے کتاب کھولی اور مطلوبہ صفحہ نمبر نکالا۔ پھر وہ دونوں بس ارد گرد سے بے نیاز اس کتاب میں غرق ہوتی چلی گئیں۔ جہاں کل والی سطر سے سلسلہ کہانی شروع ہوا۔

اندر سٹڈی میں مدھم روشنی تھی۔ ایک چھوٹی لائٹ اور ان کے میز پر رکھے لیمپ کی جلتی لائٹ بھی روشنی کو بڑھانے کیلئے ناکافی تھی۔ زینب نے اندر قدم رکھا تو اسے ایسا لگا وہ کسی قدیم زمانے کے کسی کمرے میں قدم رکھ رہی ہے۔ سربراہی کرسی پر براجمان وہ سر جھکائے کسی فائل پر دستخط کر رہے تھے۔ آہٹ پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

"بیٹھو۔"

زینب سنجیدہ چہرہ لئے ان کے سامنے آبیٹھی۔ دستخط کر کے انہوں نے فائل سائیڈ پر

رکھی پھر ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا کر ٹیبل پر تھوڑا آگے کو جھکے۔ان کے چہرے پر معمول کے مطابق ٹھہراؤ تھا۔وہ سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"کیا تم جانتی ہو جو شام میں مہمان آئے تھے وہ تمھارے رشتے کیلئے آئے تھے؟"

"جی جانتی ہوں۔"

"کس نے بتایا تھا۔"

بلاارادہ ہی انہوں نے پوچھا۔اس سوال پر زینب نے تھوک نگلا لیکن پھر اسی اٹھی گردن اور جھکی نظروں سے بولی۔

"موحد بھائی نے۔"

اگلی بات کرتے ہوئے وہ یک دم رُکے۔جواب ان کیلئے غیر متوقع تھا۔وہ واضح چونکے تھے۔انہوں نے کچھ کہنے کو لب کھولے ہوئے تھے،بند کر لئے۔وہ سمجھے تھے مہوش نے بتایا ہو گا لیکن؟زینب نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔مدھم روشنی میں بھی وہ ان کے حیران تاثرات دیکھ سکتی تھی۔پھر وہ سنبھلتے ہوئے بولے۔

”دیکھو زینب بیٹا، مجھے اپنے ابو کی طرح سمجھو اور مجھے بھی تم اپنی بیٹیوں کی طرح ہی عزیز ہو۔ یہ رشتوں کے معاملے ہیں نہ یہ بہت نازک ہوتے ہیں۔ میں تمھاری مرضی کے بغیر تمھاری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے میں تم سے رائے لینا چاہتا ہوں۔ آج جو لوگ آئے تھے وہ تمھارے رشتے کیلئے آئے تھے اور مجھے وہ لوگ اچھے لگے ہیں۔۔۔“

بات کرتے ہوئے وہ رُکے۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا۔ زینب لب بھینچے انہیں دیکھتی رہی۔ انہوں نے سکرین پر چند کلکس کیئے۔ پھر موبائل ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا۔ زینب نے موبائل کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔

”یہ لڑکا ہے۔ تم نے موحد کے نکاح والے دن دیکھا ہو گا شاید۔ دیکھ لو، سمجھ لو، اگر تمھیں مناسب لگے تو مجھے بتاؤ۔ سب تمھاری مرضی سے ہو گا۔“

زینب نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا جو منتظر نظروں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

ایک لمحے کیلئے اسے واقعی ان میں اپنے ابو دیکھائی دیئے۔ وہ جڑواں تو نہیں تھے

لیکن اس کے ابو کا چہرہ ان سے بہت ملتا تھا۔اس کا دل چاہا کہہ دے کہ مجھے نہیں پسند یہ لڑکا مجھے کوئی اور پسند ہے۔وہ اپنے فیصلے سے دستبردار ہونے کا سوچ رہی تھی۔ تبھی وہ آگے بڑھے اور میز پر رکھے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے مزید بولے۔

"تمھارا فیصلہ جو بھی ہو مجھے منظور ہے۔لیکن بیٹا ایک دفعہ سوچ لو۔لڑکا خاندانی ہے،ویل سیٹلڈ ہے۔شادی کے بعد پڑھائی بھی جاری رکھنے پر راضی ہے۔"

اب کے زینب نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔وہ اس کی مرضی پوچھ رہے تھے یا اس سے درخواست کر رہے تھے،وہ سمجھ نہیں پائی لیکن وہ اپنے کئے فیصلے پر ڈٹی رہنا چاہتی تھی تاکہ معاملہ ختم کر سکے۔چند لمحے بعد اس نے اپنا دوسرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا اور بہت سے آنسو اپنے اندر اتار کر چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بہت ہمت کر کے بولی۔

"جی چچا جان،مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔جیسا آپ چاہیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور زینب ہی جانتی تھی اس نے کل سے یہ فقرہ کہنے کیلیئے اپنے آپ کو کتنی مشکلوں سے راضی کیا تھا۔ان کا چہرہ یک دم پُر سکون ہو گیا۔زینب نے بنا دیکھے ہاتھ سے موبائل دوبارہ اُن کی طرف بڑھا دیا۔انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ہمیشہ خوش رہو۔"

اگلے چند لمحے وہ اس سے اس کی پڑھائی کے متعلق پوچھتے رہے۔ابھی کچھ لمحے ہی اور گزرے تھے جب سٹڈی کا دروازہ ناک ہوا۔زینب چونکی۔اس وقت کون آیا تھا؟اس سے کچھ پوچھتے ہوئے وہ رُکے اور آنے والے کو اجازت دی۔چند لمحے بعد دروازہ ہلکی سی چڑ چڑاہٹ کے ساتھ کھلا۔

"آجاؤ۔"

چند لمحے بعد آنے والے کا چہرہ واضح ہوا۔

"منان تم۔۔۔"انہوں نے منان کو اچنبھے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ معصومیت چہرے پر سجائے آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔زینب نے بھی چہرہ موڑا۔اندر ہی اندر کچھ کچھ کھٹکا تھا۔

"جی تایا جان میں۔"

اس نے اپنا چہرہ پاور چیئر کی طرف موڑا۔

"وہ پوچھنا یہ تھا کہ طلحٰہ کو کل کتنے بجے کا وقت دوں۔"

اوراس سب میں زینب کو پہلی بار کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔اب جب وقاص صاحب نے چہرہ زینب کی طرف موڑا تو ان کے چہرے پر ہچکچاہٹ تھی پھر وہ جھجھکتے ہوئے بولے۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا، طلحٰہ تم سے ایک دفعہ ملنا چاہتا ہے تاکہ اگر تمھیں کوئی خدشہ ہو تو دور ہو جائے۔ویسے کوئی زبردستی نہیں ہے۔اگر تم نہیں ملنا چاہتی تو کوئی بات نہیں۔"

زینب کے چہرے پر حیرت ابھری۔ایسے حالات اس نے نہیں سوچے تھے۔اس نے چہرہ موڑ کر منان کو دیکھا جو بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے اس کے جواب

کا منتظر ہو۔ زینب نے ایک لمحے کیلئے سر جھکا کر آنکھیں بند کیں اور اس ایک لمحے میں اس نے ٹھنڈے دماغ سے سارے معاملے کو دیکھا۔ تصویر کا دوسرا رُخ نظر آیا تو اس نے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے سر اٹھایا۔ وہ دونوں زینب کو منتظر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"جی چچا جان، میں کل یونی ٹائم کے بعد فری ہوں۔"

پھر چہرہ منان کی طرف موڑا۔

"آپ انہیں ایک بجے کا وقت دے دیں۔"

منان چند لمحے کچھ بول نہیں سکا۔ وہ بے یقین سا تھا۔ اسے امید نہیں تھی زینب اتنی جلدی مان جائے گی۔ پھر سنبھلتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے۔ چلتا ہوں چچا جان۔"

سر کو خم دیتے ہوئے وہ جلدی سے باہر کی طرف بڑھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد زینب بھی سٹڈی سے باہر نکلتی دیکھائی دی۔ باہر آکر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے اپنا

www.novelsclubb.com

ڈوپٹہ درست کیا۔جیسے ہی وہ سامنے اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تو دائیں جانب اسے وہ دونوں کھڑے دیکھائی دیئے۔زینب چونکی نہیں تھی۔ جو جواب اس نے دیا تھا اس کے بعد زینب نے یہی منظر تصور کیا تھا۔ان کے قریب زینب رُکی اور موحد کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اب خوش ہیں آپ۔سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔"

خلافِ معمول موحد کو غصہ نہیں آیا تھا۔وہ الجھا ہوا تھا۔وہ بس زینب کو جانچتی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔جیسے پڑھنا چاہ رہا ہو اس کے ذہن میں چل کیا رہا ہے۔ پھر چند قدم آگے آیا۔

"کرنا کیا چاہ رہی ہو تم؟"

"میں؟"زینب نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میں تو کچھ بھی نہیں کر رہی۔میرے ہاتھ آپ نے۔۔"

اس نے اب موحد کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ نے ان دیکھی زنجیروں میں باندھے ہوئے ہیں۔ میں چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ آپ جانتے ہیں۔ خیر رات بہت ہو گئی ہے۔ شب بخیر۔"

کہتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ ابھی دو زینے ہی چڑھے تھے جب موحد کی پیچھے سے آواز آئی۔ وہ رُکی لیکن مڑی نہیں۔

"کل یونی کے باہر سے وہ تمھیں پِک کرے گا۔ ایک بجے رائٹ؟"

گرل پر زینب کی گرفت مضبوط ہوئی۔ کہنا آسان لگا تھا اسے لیکن اب مشکل لگ رہا تھا۔ چہرے پر ڈھیروں غصہ آیا جسے وہ ضبط کر گئی پھر گردن موڑی اور ہلکی سی تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"گاڑی کا نمبر اور ماڈل مجھے ٹیکسٹ کر دیجئے گا۔ وہ کیا ہے نہ، مجھے چہرے یاد نہیں رہتے کہیں غلط گاڑی میں نہ بیٹھ جاؤں۔"

آخر میں معصومیت سے شانے اچکا کر مڑی اور تیزی سے زینے پھلانگتی اوپر چلی گئی۔ موحد اور منان نے ایک دوسرے کو لاعلمی سے دیکھا۔ دونوں ہی زینب کا رویہ

سمجھنے سے قاصر تھے۔

اگلے دن جب وہ یونی سے نکلی تو سامنے ہی وہ اسے اپنی کار سے ٹیک لگائے کھڑا نظر آیا۔بلیو جینز پر ریڈ شرٹ پہنے، بالوں کو جیل سے پیچھے کو ٹکائے وہ نک سک سا تیار تھا۔زینب کو اس وقت طلحہٰ سے بُرا اور کوئی نہیں لگا تھا۔گاڑی کا ماڈل اور نمبر تو اس نے موحد کو چڑانے کیلیئے بولا تھا۔زینب کو تو موحد کے نکاح والے دن سے اس کا چہرہ ہی نہیں بھول رہا تھا۔جیسے وہ اسے اُس دن گھوریوں سے نواز رہا تھا۔اسے دیکھتا پا کر طلحہٰ نے دور سے ہی اسے ہاتھ ہلایا۔

زینب اُس کی اس حرکت پر سر جھٹکتی چہرے پر بدقت مسکراہٹ سجاتے ہوئے قریب آئی۔

"اسلام علیکم!"

"ہیے زینب، منان نے کہا تھا تمھیں یونی سے پِک کرلوں۔"

سلام کا جواب نہ ملنے پر زینب نے گہری سانس خارج کی۔ پھر ادھر ادھر دیکھا جہاں سٹوڈنٹس کا ایک جمِ غفیر تھا۔ کچھ اندر جا رہے تھے تو کچھ جان چھڑواتے ہوئے گھر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

"جی انہیں میں نے ہی کہا تھا۔" کہتے ہوئے زینب نے بیگ اپنے کندھے پر درست کیا۔

"ہم کہیں بیٹھ کر بات کر لیں۔ میرا مطلب ہے کسی کیفے میں یا کسی ریسٹورانٹ میں۔"

"جی شیور۔"

خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے اس نے زینب کیلئے فرنٹ ڈور اوپن کیا۔ اندر بیٹھ کر زینب نے منہ میں ہی کچھ پڑھ کر خود پر پھونکا۔ وہ ارسم کے علاوہ ایسے کسی غیر مرد کے ساتھ کبھی نہیں بیٹھی تھی۔ زینب کو بٹھا کر وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا پھر کار سٹارٹ کی۔ دونوں کے درمیان خاموشی تھی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیونگ

www.novelsclubb.com

کی طرف متوجہ تھا جب کہ زینب اندر بیٹھتے ہی موبائل کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔چہرے سے جھنجھلاہٹ صاف واضح تھی۔وہ صبح سے ارسم کو میسج کر رہی تھی لیکن اس کا کوئی رپلائے نہیں آیا تھا۔وجہ وہ جانتی تھی۔کل رات ہوئی گفتگو۔۔۔! بالآخر تھک کر اس نے موبائل بند کیا اور سر سیٹ کی پشت سے ٹکالیا۔تبھی اس کی آنکھوں کے سامنے رات والا منظر لہرایا۔

"زینب تم کس طرح اس لڑکے سے ملنے کیلئے راضی ہو سکتی ہو اور تم نے چچا جان کے سامنے رضامندی کیوں ظاہر کی۔"

وہ خفا لہجے میں کہہ رہا تھا۔چاندنی رات کے اس پہر مکمل خاموشی تھی۔ارسم کی آواز بالکونی میں گونج رہی تھی۔ارسم کے خفا تاثرات کے برعکس زینب بہت ٹھنڈے تاثرات لئے بالکونی میں کھڑی تھی۔

"ارسم یہ کوئی اتنی ضروری بحث نہیں ہے جو ہم کریں۔"

"سیریئسلی، تمھیں یہ بحث لگ رہی ہے۔میں تم سے صرف پوچھ رہا ہوں۔جب

ہم نے یہ طے کیا تھا تم چچا جان سے سوچنے کا وقت مانگو گی پھر رضامندی ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے کل بھی تم سے اس کے متعلق پوچھا تو تم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک بات ٹھیک تھی، ملاقات کیلئے ماننے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ شدید برہم تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا زینب یہ جواب دے گی۔ اللہ بہتر جانے زینب کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"میں نے یہ بات نہیں کی تھی اور کیا ہے اگر میں اس سے مل لوں؟ بلکہ میں نے اس لئے ہاں کی ہے کہ میں اسے سمجھادوں میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔ ارسم میں اس سارے معاملے کر جڑ سے ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ جیسے سارے فیصلے خود کر کے بیٹھی تھی۔

"اوہ کم آن زینب۔۔۔" وہ جھلایا۔

"تمھیں لگتا ہے وہ تمھاری بات سمجھ جائے گا۔ نہیں وہ نہیں سمجھے گا اور چچا جان

کیسے مان سکتے ہیں تمھیں کسی لڑکے سے ملوانے کیلیئے۔"

"ارسم یہ رشتے کا معاملہ ہے۔وہ میرے حوالے سے تمام خدشات دور کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں ایک چانس لینا چاہیے۔میں نے اسی لئے ہاں کی ہے ملاقات کیلیئے کہ شاید وہ میرے منہ سے انکار سن کر خود ہی رشتے سے انکار کر دے۔"

"زینب۔۔زینب۔۔تم کیوں نہیں مان رہی۔وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔"

"ارسم ہمیں ایک دفعہ بات کرنی چاہیے۔"

"کمال کی لوجک ہے مس زینب آپ کی۔۔"

اس نے طنزاً کہا پھر تصویر کا دوسرا رُخ دیکھاتے ہوئے بولا۔

"دیکھو، تم اسے شریف سمجھ رہی ہو۔اگر وہ اچھا لڑکا نہ ہوا تو انجام تم خود بھگتو گی۔۔"

اس کی بات سن کر زینب کے چہرے کے تاثرات میں پہلی بار دڑار پڑی تھی۔

چہرے پر ٹھنڈے تاثرات کی جگہ غصہ نمودار ہوا۔چاندی کی ہلکی روشنی میں اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے ماتھے پر بل نمودار ہوتے دیکھائی دیئے۔

"ہاں بھگت لوں گی۔پہلے میری مشکلات میں کونسا کوئی میرے ساتھ ہے۔"

"زینب غلط کررہی ہو تم۔سوچ لو۔"

ارسم نے ایک آخری کوشش کی تھی۔

"سوچ لیاہے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ بھی بے رُخی سے باور کرواگئی۔آخر کوارسم اسے سمجھ کیوں نہیں رہاتھا۔وہ جھنجھلاگئی تھی اسکی بار بار کی تکرار سے۔

وہ سامنے والی دیوار سے ٹیک لگاکر کھڑی تھی۔سامنے آسمان پر تیرھویں کاچاند چمک رہاتھالیکن فلحال اس کاموڈ چاند دیکھ کر بھی ٹھیک نہیں ہو رہاتھا۔چند لمحے دونوں طرف خاموشی رہی پھر ارسم کی طرف سے کال کاٹ دی گئی۔زینب نے حیرانی سے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا۔کال کٹ چکی تھی۔وہ ششدر سی موبائل ہاتھ میں پکڑے دیکھ رہی تھی۔جتنی بھی لڑائیاں ہوں اس نے کبھی زینب کی کال

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نہیں کاٹی تھی۔ پھر زینب کی ساری رات جاگتے ہوئے گزری وہ وہیں بالکونی میں کرسی پر نیم دراز سامنے ٹیبل پر پاؤں رکھے آسمان پر نظر آتے چاند کو دیکھتی رہی۔ اس کے بعد ارسم نے کال نہیں کی اور زینب نے خود سے بھی کوشش نہیں کی۔

"سب ٹھیک ہے زینب۔ تم کچھ پریشان سی لگ رہی ہو۔"

وہ جو بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔اب پوچھ ہی بیٹھا۔زینب کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔اس نے چونک کر سر سیٹ کی پشت سے ہٹایا اور سیدھی ہو کر بیٹھی۔ پھر پھیکی سے مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے بولی۔

"جی جی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔سب ٹھیک ہے۔"

پھر بلاارادہ ہی موبائل سکرین آن کر کے دیکھنے لگی۔شاید کوئی میسج آیا ہو لیکن اس کی نظریں مایوس ہی لوٹیں۔اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔گاؤں گیا ہوا تھا اس لئے یونی بھی نہیں آیا تھا۔

"پھر میری جان موبائل کی جان چھوڑ دو۔اسے دیکھنا بند کرو۔اب وہاں کچھ نہیں

رکھا۔"

اس کے کہنے پر زینب نے ایک جھٹکے سے چہرہ اٹھایا۔گال ایک دم دہکنے لگے۔اس کے طرزِ تخاطب پر کان سرخ ہو گئے۔اس کے چہرے پر خفت کے ساتھ ساتھ شرمندہ تاثرات ابھرے اور وہ اتنی بات کہہ کر سکون سے سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔زینب نے تاثرات چھپانے کو چہرہ سامنے موڑ لیا پھر ہمت کر کے یہ الفاظ ادا کئے۔

"ابھی میرا اور آپ کا ایسا کوئی تعلق نہیں بنا کہ آپ مجھے یوں مخاطب کریں۔"

"تعلق بھی بن جائے گا اسے بنتے کونسا دیر لگتی ہے۔"

وہ ابھی بھی اسی لہجے میں سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔زینب اب کی بار چونکی۔کچھ تھا اس کے لہجے میں۔کچھ غلط ہونے کا احساس لیکن وہ سنبھلتے ہوئے محتاط لہجے میں الفاظ چن کر بولی۔

"مجھے آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔دراصل مجھے اسی سلسلے میں آپ سے ملنا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"

زینب نے اپنی طرف سے جیسے بم پھوڑا تھا۔ لیکن سامنے والے پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ سابقہ تاثرات لئے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ بولا کچھ نہیں۔ چند لمحے وہ انتظار کرتی رہی پھر دوبارہ بولی۔

"میں نے آپ سے کچھ کہا ہے۔"

لیکن وہ خاموش رہا۔ زینب کو بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہ خاموش بیٹھی رہی۔ چند لمحے بعد اس نے گاڑی ایک پوش علاقے میں چھوٹے سے بنگلے کے سامنے روکی۔ دیکھنے میں وہ کوئی فارم ہاؤس لگ رہا تھا۔

"باہر نکلو۔" سیٹ بیلٹ اتارتے ہوئے اس نے زینب کو کہا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔ مجھے بس یہی کہنا تھا کہ مجھے آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔"

اس نے وہی بات دہرائی۔ دروازہ کھول کر باہر نکلنے سے پہلے وہ مڑا اور اسی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مسکراہٹ کے ساتھ بولا جو سارے راستے اس کے چہرے سے جدا نہیں ہوئی تھی۔

"تم نے کہا تھا کہیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ باہر آؤ، بیٹھ کر بات کرتے ہیں اور کچھ پیتے بھی ہیں۔"

زینب نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ کچھ تو تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ پھر ہمت کرتی، اپنا ڈوپٹہ سر پر اچھی طرح ٹکاتے ہوئے وہ باہر نکلی اور سر اٹھا کر اس چھوٹے سے خوبصورت بنگلے کو دیکھا۔ وہ سنگل سٹوری تھا۔ سامنے بڑا سا گیٹ کھلا تھا۔ جس سے سامنے گھر کے اندرونی دروازے تک لمبی راہداری نظر آ رہی تھی۔

"چلیں۔"

وہ اس کے ساتھ آ کر رک گیا۔ پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ زینب نے گردن موڑی۔ اس نے کسی ریسٹورانٹ یا کیفے کا بولا تھا اور وہ اسے ایک فارم ہاؤس میں لے آیا تھا لیکن مزید کچھ کہنے کی بجائے وہ سر ہلا کر اس کے ساتھ اندر کی طرف

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بڑھی۔وہ جاننا چاہتی تھی وہ لڑکا ہے کون اور اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ساتھ ساتھ وہ چوکنی نظروں سے دائیں بائیں بھی دیکھ رہی تھی۔جہاں پتھریلی روش ختم ہوئی وہی لکڑی کا بڑا سا دروازہ تھا۔جیسے ہی طلحہٰ نے اندرونی لکڑی کا دروازہ کھولا ایک لمحے کیلیئے زینب کی آنکھیں چندھیا گئی۔طلحہٰ نے زینب کا ہاتھ تھاما اور اندر کی طرف لے گیا۔اپنے پیچھے وہ دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔زینب اس کے ہاتھ پکڑنے پر بولتی لیکن اس وقت وہ اندرونی مناظر دیکھ کر شاک میں تھی۔

جہاں رنگ برنگی لائیٹس لگی تھیں۔لیزر لائیٹس بھی روشنی کرنے کیلیئے ناکافی تھیں۔اونچی آواز میں گانے لگے تھے اور نیم اندھیرے میں وہاں لڑکیاں شارٹ شرٹس کے ساتھ کیپری اور جینز پہنے لڑکوں کے ساتھ ڈانس کرنے میں مگن تھیں۔دروازے کے دائیں طرف ایک کاؤنٹر لگا تھا جہاں مختلف طرح کے مشروب موجود تھے۔

"یہ ہمارا فارم ہاؤس ہے۔یہ بار اور کلب کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔آؤ ادھر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بیٹھو۔"

فل ساؤنڈ کی وجہ سے اس نے زینب کے کان کے قریب اونچی آواز میں کہا تو زینب چونکی۔اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔وہاں عجیب قسم کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔

وہ زینب کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے سائیڈ پر لے آیا جہاں کاؤنٹر بنا تھا۔یہاں ساؤنڈ کی آواز ذرا کم آرہی تھی۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔جارہی ہوں میں یہاں سے۔"

ہوش میں آتے ہی زینب نے اپنا ہاتھ چھڑوایا پھر چہرے پر سختی لاتے ہوئے دوٹوک انداز میں بولی۔یہ اس کیلئے بہت زیادہ تھا۔پھر باہر جانے کیلئے تھوڑا سا آگے بڑھی تو وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔پھر چہرے پر سختی لاتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

"چپ کر کے بیٹھو یہاں۔بات کرنے آئی تھی نہ۔کرو اب۔"

زینب کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔طلحہٰ کی ایسی آواز اس نے پہلے نہیں سنی تھی۔زینب یک دم سہم گئی۔پھر دوبارہ ارد گرد دیکھا۔جہاں ایک الگ ماحول ہی بنا

ہوا تھا۔ ہر طرف لڑکے، لڑکیاں تھے۔ وہ طلحٰہ کے بغیر اس ماحول سے نہیں نکل سکتی تھی۔ بالآخر کچھ سوچتے ہوئے گہری سانس لے کر وہ وہاں بارٹینڈر کے کاؤنٹر کے سامنے رکھے بنچز میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ دماغ ابھی تک سائیں سائیں کر رہا تھا۔

پھر اس نے اپنا حلیہ دیکھا۔ فیروزی رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ سر پر ڈوپٹہ لے کر، شال کو کندھوں کے گرد لپیٹے وہ ان سب میں کسی اور دنیا کی ہی مخلوق لگ رہی تھی۔ چند لمحے گزرے تو اسے اس ماحول میں گھبراہٹ ہونے لگی۔ بدبو کی وجہ سے گھٹن بھی ہو رہی تھی۔ اسی وقت طلحٰہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھا۔ نامحسوس انداز میں زینب خود میں سمٹی تھی۔ طلحٰہ کے تاثرات بدل چکے تھے۔ اس نے ہاتھ میں ایک شیشے کا گلاس پکڑا ہوا تھا جس میں شہد رنگ کا محلول تھا۔ جسے اس نے سامنے پڑے میز پر رکھا پھر اس کی طرف دیکھ کر دوستانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"تم بتاؤ، کونسی ڈرنگ پیئو گی۔"

زینب کو اس کے بولنے پر بد بو آئی تھی۔اسے متلی سی ہونے لگی۔پھر ضبط کر کے بولی۔

"مجھے میرے گھر چھوڑ آؤ۔مجھے تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔"

وہ فوراً آپ سے تم پر آئی تھی۔ایسے بندے کی عزت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"میں جانتا ہوں۔"

وہ بڑے ٹھنڈے انداز میں بولا۔اب پھر زینب کے چونکنے کی باری تھی۔آج کا دن ہی چونکنے کیلئے تھا۔پھر وہ حیرت سے بولی۔

"جانتے ہو تو سب ختم کیوں نہیں کر دیتے؟"

"اوہ، لگتا ہے تم رشتے کی حقیقت سے واقف نہیں ہو۔"

وہ مصنوعی حیران ہوا پھر اس کے قریب ہوتے ہوئے رازدرانہ انداز میں بولا۔

"وہ دراصل،رضامندی وہاں پوچھی جاتی ہے جہاں رشتہ کرنا ہو۔۔"

وہ رُکا۔زینب کی سانس بھی رُکی۔وہ کان لپیٹ لینا چاہتی تھی۔وہ آگے نہیں سننا

www.novelsclubb.com

چاہتی تھی۔وہ چاہتی تھی اس سے قوتِ گویائی چھین لی جائے لیکن اس کی ہمت نہیں ہوئی وہ وہاں سے اٹھ سکے۔وہ جیسے جم چکی تھی۔

"لیکن میں نے تو رشتہ کیا ہی نہیں ہے۔میں نے تو ڈیل کی ہے۔تم تو مجھے ڈیل کے بدلے پلیٹ میں سجا کر پیش کی جا رہی ہو۔"

زینب کی رنگت فق ہوئی۔اس کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔چہرے پر شاک کے بعد صدمے کا تاثر ابھرا۔بے یقین نظروں سے اس نے سامنے دیکھا جہاں وہ اب دور ہو کر گلاس سے گھونٹ بھر رہا تھا۔زینب کا چہرہ احساس توہین سے سُرخ ہو گیا۔وہ بات کو نظر انداز کرنا جانتی تھی لیکن یہ اس کی ذات پر حملہ تھا۔وہ لہجے میں نفرت لئے پھنکاری۔

www.novelsclubb.com

"میں کوئی پراپرٹی نہیں ہوں جسے ڈیلینگز کے زریعے شفل کرو تم لوگ۔"

"تمھارے غصے سے لگ رہا ہے تم کافی بے خبر ہو۔ڈیل کرنے سے پہلے مجھے نہیں موحد کو روکنا تھا۔اکیلا میں نہیں تھا اس ڈیل میں۔اس کا بھی برابر کا ہاتھ ہے۔"

وہ اب بھی ویسے ہی ٹھنڈا رہا۔ جانتا تھا زینب کے غصہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

زینب اٹھ کھڑی ہوئی اس سے زیادہ وہ اس مکروہ انسان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی تھی۔

"میری بات ہو گئی ہے اور امید ہے تمھاری بھی بات ہو گئی ہو گی۔ مجھے اب گھر چھوڑ دو۔"

"کچھ پئیو گی نہیں؟"

اس نے سر اٹھا کر پوچھا۔ زینب نے بامشکل خود کو کنٹرول کیا ورنہ دل کر رہا تھا اس آدمی کا حشر بگاڑ دے۔

"نہیں، اپنا حرام پانی اپنے پاس رکھو۔"

یہ کہہ کر وہ رُکی نہیں تھی۔ وہ مڑی اور تیز تیز قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا تھا اور پھر واپسی کے راستے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ زینب یہی سوچتی رہی کہ اگر طلحٰہ نے اتنی باتیں اتنے بے دھڑک

www.novelsclubb.com

انداز میں کہہ دی ہیں تو اس کے پیچھے موحد کا مضبوط ہاتھ ہو گا۔ اسے لگا وہ بہت بڑی مصیبت میں پھنس چکی ہے۔ وہ تو خود پر اعتماد کر کے یہاں آئی تھی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ کبھی کبھی حد سے زیادہ خود اعتمادی بھی انسان کیلئے خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ جیسے آج ہوا تھا۔ زینب نے خود کو ہزار دفعہ کوسا۔ جب ارسم منع کر رہا تھا تو نہ ہی آتی۔ وہ اس آدمی کے ساتھ گھر بھی نہ آتی اگر چچا جان کا خیال نا ہوتا۔ گھر آیا تو کچھ کہے بغیر زینب گاڑی سے اتری اور اس کو دیکھے بغیر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

گھر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ موحد کی گاڑی کو دیکھ کر چونکی۔ اندر اُبلتے غصے کو دبایا۔ اس کا تنفس ابھی تک تیز تیز چل رہا تھا۔ جو ہوا تھا وہ بہت غیر متوقع تھا۔ اس نے موحد بھائی سے اس قسم کی حرکت کی توقع نہیں کی تھی۔ گردن موڑ کر اس نے چوکیدار کو دیکھا جو گیٹ کے قریب ایک کرسی رکھے بیٹھا تھا۔

"چچا، موحد بھائی آفس نہیں گئے۔"

www.novelsclubb.com

"نہیں بیٹا جی، گئے تھے۔ آج جلدی آ گئے ہیں۔"

ان کی بات پر سر ہلاتی وہ اندر کی طرف بڑھی۔ اندر آتے تک وہ خود کو نارمل کر چکی تھی۔ لاؤنج میں صدف اور غزل بیٹھی دیکھائیں دی۔

"موحد بھائی کہاں ہیں؟"

اس نے رُک کر پوچھا۔ چہرے کو بدقت نارمل رکھا وہ نہیں چاہتی تھی بات ابھی گھر میں پھیلے۔ دونوں فوراً متوجہ ہوئیں۔ پھر یک زبان ہو کر بولی۔

"اپنے کمرے میں۔"

اگلی کوئی بھی بات سنے بغیر وہ تیز تیز سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی گئی۔ اس کے غم کی پہلی اسٹیج ہی غصہ تھی جو اس وقت اس کے چہرے سے واضح تھا۔ یہ بات اس کے کردار پر طمانچہ تھی۔ کوئی کیسے اٹھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی ہے۔ وہ تو آرام سے بات کرنے گئی تھی لیکن۔۔۔

دھاڑ سے اس نے موحد کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ اوپر آتے تک یہ بات جان

گئی تھی کہ دونوں چچا ابھی تک گھر نہیں آئے۔ وہ جو صوفے پر نیم دراز بائیں ہاتھ کو صوفے کی پشت پر پھیلائے، کانوں میں ہینڈ فری لگائے آرام دہ انداز میں بیٹھا تھا یوں یک دم دروازہ کھلنے پر چونکا۔ سامنے والے شخص کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ پھر ہینڈ فری کانوں سے نکالتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرہ پر غصے کا تاثر ابھرا۔ اسے زینب کا اس طرح آنا اچھا نہیں لگا تھا جیسے۔۔

"کوئی ایتھکس ہیں۔ یا بھول گئی ہو۔"

اس کی بات سن کر زینب قدم قدم چلتی قریب آئی اور اس کے مدِ مقابل کھڑی ہو گئی۔ اسے آج محسوس ہوا وہ موحد سے چند انچ ہی چھوٹی تھی۔ اس کی بات سن کر وہ غصے سے بولی۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

"اگر بڑے اپنے ایتھکس بھول جائیں تو چھوٹوں کو انہیں یاد کروانے میں مدد دینی چاہیے۔"

"کیا فضول بول رہی ہو۔" وہ بے زار ہوا۔

"کام کی بات کرنی ہے تو کرو۔ ورنہ جاؤ یہاں سے۔ مجھے آرام کرنا ہے۔"

"خاندانی۔۔" کہتے ہوئے وہ دو قدم آگے بڑھی۔

موحد نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔اس نے کندھے پر پھسلتے ہوئے بیگ کو دوبارہ کندھے پر دھکیلا پھر استہزائیہ انداز میں بولی۔

"لڑکا ویل سیٹلڈ ہے۔ شادی کے بعد پڑھائی کی اجازت بھی دے گا اور خاندانی بھی ہے۔ یہی بولا تھا نہ آپ نے چچا کو۔ خاندانی۔ مائی فٹ۔۔۔"

کہہ کر اس نے گردن جھٹکی۔

"ایک بار۔ بس ایک بار، بار میں بیٹھ کر اسے شراب پیتے دیکھ لیتے نہ آپ۔ تو یہ سب کہنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچتے۔"

موحد کے چہرے پر ایک لمحے کیلئے حیرت ابھری۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کچھ کہنے کیلئے لب کھولے۔

"ایسے ہی کسی پر جھوٹے۔۔۔"

www.novelsclubb.com

زینب نے ترشی سے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹی۔

"آنکھوں دیکھا الزام نہیں ہوتا۔اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آرہی ہوں۔وہ مجھے ڈیٹ پر اپنے بار میں لے کر گیا تھا۔"

اور بس۔۔اتنا سن کر موحد کے چہرے کا رنگ بدلا۔اس کو بالکل چپ لگ گئی۔یہ سب اس کیلئے غیر متوقع تھا۔

"آپ نے میری خاموشی کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔لیکن میری ایک بات یاد رکھئے گا۔۔۔"

انگلی اٹھا کر وارن کرنے کے انداز میں بولی۔وہ آج کوئی اور ہی زینب لگ رہی تھی اور آج سامنے والا بھی بدلا ہوا لگ رہا تھا۔

"میں کسی بھی بزنس ڈیل کا حصہ نہیں بنوں گی اور نہ ہی میں کسی نشئی سے کوئی تعلق بناؤں گی۔رات کو میں دونوں چچاؤں کے سامنے اس رشتے سے انکار کردوں گی۔یہ بتا کر کہ وہ لڑکا بار کلبز میں جاتا ہے اور آج وہ مجھے کہاں لے کر گیا۔"

www.novelsclubb.com

موحد ابھی تک چپ تھا۔ جیسے اس کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ صورتحال سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ زینب جانے کیلئے مڑی جب وہ ایک دم ہوش میں آیا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔" وہ جلدی سے بولا۔

ذہن جاگا تھا۔ دماغ نے تھوڑی جمع تفریق کی۔ زینب رُکی پھر مڑی۔

"اور آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں کچھ نہیں کروں گی۔"

سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ تیکھے لہجے میں بولی۔ اتنی باتیں سنا کر غصہ ذرا کم ہوا تھا۔

موحد نے پینترا بدلا۔

"خاندان کی عزت کا سوال ہے۔ ابو کو تم پر بڑا مان ہے۔ تمھارے انکار سے ان کو دکھ ہو گا۔"

"اوہ ہاں یہ تو میں بھول گئی تھی۔۔۔" وہ جیسے افسوس سے بولی۔

"خاندان کی عزت کا سوال ہے یا ڈیل کا۔ پھر آپ ایسا کریں۔۔۔"

وہ رُکی۔ دو قدم مزید آگے آئی۔ پھر تپانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے

www.novelsclubb.com

بولی۔

"اگر خاندان کی عزت کا سوال ہے تو پھر ایسا کریں میری جگہ کسی اور کو قربان کر دیں۔لڑکی ہی دینی ہے نا تو کسی کی بہن کی جگہ اپنی بہن کو خاندان کی عزت کی خاطر قربان کریں۔۔"

موحد کا چہرہ سرخ ہوا۔مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے اس نے بامشکل خود پر قابو پایا۔بولا کچھ نہیں۔

"ایک ڈیل ہی ہے نا۔میری جگہ سحرش۔۔"

"زینب۔۔"

جب اس کی برداشت سے باہر ہوا تو وہ غصے سے دھاڑا۔اپنا ہاتھ اٹھانے سے خود کو باز رکھا۔

"میری بہن کا نام بھی مت لینا۔"

"لگی نا۔۔"زینب دو قدم پیچھے ہٹی۔چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"عزتوں پر بات آئے نہ تو یونہی لگتی ہے۔ مردوں کو اپنے اندر اتنی غیرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جب وہ کسی کی بہن، بیٹی پر بات کریں تو اپنی بہن، بیٹی کے بارے میں بھی وہی الفاظ سن سکیں۔ بے غیرت کہلاتے ہیں وہ مرد جو دوسروں کی بہن، بیٹی کو ناحق بات کہتے ہیں۔ میں بھی کسی کی بیٹی ہوں سنا آپ نے۔"

اتنا کہہ کر وہ رُکی نہیں تھی۔ موحد کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو نظر انداز کرتے پیچھے ہٹتے ہوئے کمرے سے نکلنے لگی۔ تب ہی اس نے منان کو دروازے کے بیچ و بیچ کھڑے دیکھا۔ ایک افسوس بھری نظر اس پر ڈال کر وہ ایک طرف سے ہوتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ منان جلدی سے اندر آیا۔ موحد غصے میں بھرا کھڑا تھا۔ اس نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا جسے وہ غصے سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے موحد کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا۔

"کہاں گم ہو۔ وہ چلی گئی ہے اور تمھارے چہرے سے لگ رہا ہے میرے آنے سے

پہلے بھی تم دونوں کی اچھی خاصی بحث ہو چکی تھی۔"

"اتنی ہمت۔۔۔" بالآخر اس کے لب پھڑ پھڑائے۔

منان نے غور سے اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا تھا۔

"وہ مجھے بے غیرت کہہ گئی۔ایک عورت میرے سامنے کھڑی، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے بے غیرت کہہ گئی اور میں کچھ نہیں کر سکا۔"

وہ جیسے بے یقین تھا۔منان نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔وہ حالات نہیں سمجھ پا رہا تھا۔

"وہ مجھے میری بہن کا نام لے کر زلیل کر گئی اور میں کچھ نہ کر سکا۔خدا غارت کرے تمھیں طلحہٰ۔"

اب کے منان چونکا۔

"طلحہٰ؟اس کا یہاں کیا ذکر۔"

چونکہ منان دیر سے آیا تھا اس لئے شروع کی باتوں سے بے خبر تھا۔

www.novelsclubb.com

"تمھیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔میری بہن کو بیچ میں لانے کی سزا تو تمھیں ملے گی۔تم۔۔"

منان کی باتوں کو جیسے اس نے سنا ہی نہیں تھا۔بات بیچ میں چھوڑ کر غصے سے وہ مڑا اور بائیں ہاتھ کا مکا بنا کر دیوار کی طرف بڑھا۔منان جلدی سے آگے ہوا۔

"موحد۔موحد۔ریلیکس یار۔ایک بازو پہلے ہی ڈیمج ہے۔مزید نقصان کروانے کا ارادہ ہے۔"

منان نے اسے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا پھر جلدی سے پانی کا گلاس پکڑ کر اسے پکڑایا اور خود دروازہ بند کرنے چلا گیا تاکہ کوئی اور موحد کو اس غصے کی حالت میں نہ دیکھ لے۔اس نے ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر دیا۔منان نے دیکھا اب وہ گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے نارمل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کا چہرہ ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔کچھ دیر بعد نارمل ہوتے ہوئے اس نے ساری بات منان کے گوشِ گزار کی۔موحد کے برعکس وہ غصے میں نہیں آیا تھا۔ساری بات سن کر بالآخر منان بولا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرے خیال سے اس سارے معاملے میں طلحٰہ کی غلطی نہیں ہے۔ وہ سمجھا ہوگا زینب ڈر جائے گی لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ زینب ڈرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تو الٹا ہمیں ڈرا دے۔"

موحد اکتایا۔

"ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مجھے اس مسئلے کا کوئی حل بتاؤ۔ ورنہ جو غلطی وہ کر چکا ہے اس کے بعد معاملہ ٹھیک ہوتا دیکھائی نہیں دے رہا۔" وہ شدید کوفت زدہ تھا۔

اگلے چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ کمرے کی فضا میں ایک پُرسوچ خاموشی کا راج تھا۔ ان دونوں کے چہرے پر سوچنے کے تاثرات موجود تھے۔ پھر منان نے کچھ سوچتے ہوئے موحد سے پوچھا۔

"اس کے متعلق زینب نے ابھی گھر میں کوئی بات کی ہے؟"

"نہیں وہ کہہ رہی تھی رات میں چچاؤں کے سامنے رشتے سے انکار کروں گی۔"

www.novelsclubb.com

”مطلب، زینب اور طلحٰہ کے درمیان کیا بات ہوئی گھر میں فلحال کوئی نہیں جانتا۔“

”شاید، مجھے یہی لگتا ہے۔“

موحد نے سر ہلایا پھر اسے دیکھا جس کے ماتھے پر سوچ کی لکیریں تھیں۔ موحد اب ٹھنڈا ہو گیا تھا کیونکہ اب سوچنے کی باری منان کی تھی۔

”کیا سوچ رہے ہو؟“

”آج آفس سے جلدی آف لینا تھا نہ۔ پھر ابو اور تایا ابھی تک گھر کیوں نہیں پہنچے۔“

منان نے گھڑی دیکھ کر کچھ سوچتے ہوئے کہا جو چار بجا رہی تھی۔

”اس سائیڈ والا روڈ پانچ بجے بلاک ہونا ہے۔ بس نکلنے والے ہوں گے وہ لوگ۔ لیکن تم کیوں یہ سب پوچھ رہے ہو۔“

موحد نے اب کی بار پھر اس کے پُر سوچ چہرے کو دیکھتے ہوئے اچنبھے سے پوچھا۔ لیکن وہ اس کی پہلی بات سن کر ہی جینز کی جیب سے موبائل نکال چکا تھا۔ پھر

کانٹیکٹ لسٹ کھول کر انگوٹھے سے سکرین اوپر کرنے لگا۔ موحد اب چپ چاپ اس کی حرکات نوٹ کر رہا تھا۔ ٹی پر اس نے اپنا انگوٹھا روکا۔ وہاں نظر آتے طلحٰہ کے نام پر کلک کر کے فون ملایا اور اسپیکر آن کیا۔ موحد کے چہرے پر طلحٰہ کا نام دیکھ کر ایک دم پھر غصہ ابھرا۔

"تم اسے کال کیوں۔۔۔"

"شش۔۔۔" منان نے انگلی کے اشارے سے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

تقریباً تیسری گھنٹی پر دوسری جانب سے فون اٹھالیا گیا تو منان خوشگوار لہجے میں بولا۔

"سلام طلحٰہ۔ کیسے۔۔"

"ہاں منان۔ میں تمھیں ہی فون کرنے والا تھا۔" اسکی سنے بغیر وہ بے چینی سے بولا۔

"خیریت؟" منان نے مصنوعی حیرت اپنائی۔

"یار وہ ایک چھوٹا سا مسئلہ ہو گیا ہے۔ میں بس زینب کو ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مجھے اندازہ نہیں ہوا کب میرے منہ سے وہ سب نکلتا گیا۔ وہ میں نے زینب کو۔۔۔۔۔"

اور پھر اس نے ساری کہانی سنا ڈالی۔ جو منان نے صبر اور موحد نے بامشکل غصہ ضبط کرتے ہوئے سنی۔ منان نے اسے ٹھنڈے رہنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ چپ ہو گیا تو منان افسوس سے بولا۔

"یہ تو بہت غلط ہوا۔ وہ تو اب اس رشتے سے انکار کر دے گی۔"

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔۔" وہ جلدی سے بولا۔

www.novelsclubb.com

"کوئی نہ کوئی دوسرا حل تو ہو گا۔"

"حل۔۔" منان نے کہتے ہوئے جیسے کچھ سوچنے کا وقفہ لیا۔

موحد نے منان کو دیکھا تو اس کے چہرے پر ایک شاطر سی مسکراہٹ تھی۔

"ہاں ایک حل تو ہے۔"

"سچی۔۔" وہ خوشی سے بولا۔

جب کہ موحد نے حیرت سے منان کو دیکھا۔وہ کچھ سمجھ نہیں پارہا تھا۔

"دیکھوابھی کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کچھ ہوا ہے۔زینب نے بھی ابھی گھر میں کوئی بات نہیں کی۔اس سے پہلے کہ وہ کسی سے اس بات کا ذکر کرے تم تایا کو فون کرکے ساری بات بتادو جو تم دونوں کے درمیان میں ہوئی ہے۔"

موحد نے بے یقینی سے گردن اٹھا کر منان کو یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"پاگل ہوگئے ہو تم۔۔۔"

دوسری طرف طلحہ بھی غصے سے بولا تھا۔

"ریلکس یار۔ایک تو تم لوگ غصہ بہت جلدی کر لیتے ہو۔زینب اور تمھارے درمیان جو بھی بات ہوئی وہ تمھارے،میرے اور زینب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ایسا ہی ہے۔"

اس نے احتیاطاً موحد کا نام بھی نہیں لیا تھا۔

”ہاں بالکل۔“

”تو بس تم تایا جان کو فون کر کے کہہ دو کہ زینب اور میری ملاقات خوشگوار انداز میں ہوئی ہے۔ وہ اس رشتے سے بہت خوش ہے بلکہ وہ جلد از جلد شادی کرنا چاہتی ہے۔ تو ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس جمعے کو آپ لوگوں کی مرضی سے اپنے نکاح کی تاریخ رکھ لیتے ہیں۔ خود وہ بات کرنے سے ہچکچا رہی تھی اس لئے اس نے مجھے کہہ دیا سمپل۔۔۔“

بات کے آخر میں منان نے موحد کو دیکھا جس کے چہرے پر بالآخر طمانیت بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

”اور اگر کوئی مسئلہ ہو گیا؟“ طلٰحہ نے نقطہ اٹھایا۔

”کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ بس تمھیں پانچ بجے سے پہلے پہلے یہ کام کرنا ہے۔ باقی ہم دیکھ لیں گے۔ ٹھیک ہے۔؟“

”ٹھیک ہے میں ابھی کال کر دیتا ہوں۔ اینڈ تھینکیو۔“ وہ تشکر آمیز لہجے میں بولا۔

"آلویز ویلکم دوست۔"

اور پھر دوسری طرف سے فون رکھ دیا گیا۔ منان نے موحد کی طرف دیکھا۔ دونوں میں خاموش مسکراتی نظروں کا تبادلہ ہوا۔ پھر موحد مسکراہٹ دبائے سنجیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"تیز ہوتے جا رہے ہو۔"

"تمھاری بے جا صحبت کا اثر ہے۔" منان نے جتا کر کہا تو دونوں ہنس پڑے۔

"بائی دا وے۔ تھینکیو، اِٹس آ بیٹر آئیڈیا۔"

"مسئلہ اتنا زیادہ نہیں تھا بس تم ایسے ہی زیادہ ہائپر ہو گئے تھے۔"

www.novelsclubb.com

"وہ بس۔۔"

وہ دونوں پھر سے باتوں میں لگ گئے اور آنے والے وقت کا سوچنے لگے۔ ایک بار پھر وہ زینب کی زندگی کی ڈوریوں کو اپنی مرضی سے چلانے کی کوشش کرنے لگے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس سب کا نتیجہ کیا ہو گا اور ان سے ایک فلور

اوپر اپنے کمرے میں بیڈ پر ڈوبتے سورج کی روشنی میں سوئی زینب کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ کونسی قیامت اس پر ٹوٹنے والی ہے۔

رات اس گھر پر اُتری تو ان سمیت گھر کی تمام بتیاں جل اٹھیں۔ سوائے اس تیسرے پورشن پر بنے کمرے کے۔ آسمان پر چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے جگمگا رہا تھا۔ چاند کی روشنی سارے میں پھیلی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ یہی چاند کی روشنی اس بالکونی میں بھی پڑ رہی تھی جس سے ملحقہ کمرے میں اندھیرا تھا۔

خاموشی کا راج ہونے کے باوجود دور کہیں سے مدھم چلتے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ دفعتاً! ہوا کے جھونکے سے پردہ سرکا تو چاند کی روشنی سامنے بیڈ پر لیٹے وجود پر پڑی۔ جو دنیا جہاں سے بے خبر سو رہی تھی۔ شہد رنگ آنکھوں پر اس وقت پلکوں کی باڑ تھی اور وہ معصومیت سے دائیں طرف کروٹ لئے لیٹی جیسے تھک ہار کر سوئی تھی۔ اس کے چہرے پر خشک آنسوؤں کے نشان تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چند لمحے بعد پردہ ہوا سے دوبارہ اڑتا ہوا اپنی جگہ پر آ ٹھہرا تو منظر چھپ گیا اور اسی وقت کمرے کا دروازہ کھول کر وہ دونوں اندر داخل ہوئیں۔

”زینب۔۔۔“

اسے پکارے جانے والی آواز وانیہ کی تھی۔ وہ بیڈ کی طرف بڑھی تھی۔ جبکہ سحرش اندر آتے ہی مڑ کر دروازے کے ساتھ لگے سوئچ بورڈ سے لائٹ جلانے لگی۔

”اٹھو۔ کب سے سو رہی ہو۔ کافی ٹائم ہو گیا ہے اب اٹھو۔“

وانیہ بیڈ پر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ روشنی ہونے سے زینب کے وجود میں ہلکی سی حرکت ہوئی۔ وہ نیند میں ہلکا سا کسمسائی۔

”دیکھو نا یار اٹھو۔ خوشی کا موقع ہے اور تم سو رہی ہو۔ کم از کم آ کر ہمیں تو بتاتی۔۔“

وانیہ کے ایک ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ مسلسل زینب کو ہلا رہی تھی۔ زینب کی نیند میں خلل پیدا ہو چکا تھا۔ دھیرے دھیرے شعور میں پہنچتے ہوئے، آنکھیں کھولتی آہستہ سے اٹھ بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

"آپی آپ لوگ یہاں خیریت ؟"

اس نے انگلیوں سے آنکھوں کو مسلا تو منظر واضح ہوا۔بیڈ پر اس کے قریب ہی وانیہ اور اس کے ساتھ سحرش بیٹھی تھی۔وانیہ نے مٹھائی کا ڈبہ اس کے سامنے کیا۔

"پہلے یہ لو۔منہ میٹھا کرو۔"

"یہ کس لئے ؟"

بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھتے ہوئے اس نے بند ہوتی آنکھوں سے پوچھا تھا۔اسے ابھی مزید نیند کی ضرورت تھی لیکن انہوں نے اٹھا دیا۔سونے سے پہلے کیا ہوا تھا ابھی اسے یاد نہیں تھا کیونکہ اس کا ذہن مکمل طور پر بیدار نہیں ہوا تھا۔

"یہ لو۔تم ہمارے ساتھ مزاق کر رہی ہو۔"

سحرش نے آگے بڑھ کر وانیہ کے کندھے پر تھوڑی رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"خیر اگر تم شرما رہی ہو تو ہم خود ہی بتا دیتے ہیں۔۔"

وانیہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے وقفہ دیا۔

"اس جمعے کو تمھارا اور طلحٰہ کا نکاح ہے۔ یہ مٹھائی اسی خوشی میں ہے۔"

اور زینب کا بالوں کو کیچر لگاتے ہوئے ہاتھ تھما تھا۔اس نے نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھا۔

"کیا کہا آپ نے؟"

"لو اب تو ہم سے چھپانا بند کرو۔ ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ تم دونوں نے آج کی ملاقات میں اس رشتے کیلئے پسندیدگی ظاہر کردی ہے اور تم ہمیں بتانے سے شرما رہی تھی۔اس لئے طلحٰہ نے خود ہی چچا جان کو فون کر کے سب کچھ بتا دیا۔"

اور پہلی بات سن کر ہی زینب کا ہاتھ ڈھیلا پڑا۔ کیچر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔اس کی نظروں میں بے یقینی ابھری۔وہ دونوں اب مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہی تھیں لیکن زینب تو جیسے پہلا فقرہ ہی سن کر پتھر کا مجسمہ بن گئی تھی۔ 'رشتے کیلئے پسندیدگی ظاہر کردی ہے۔۔' ہاتھ پہلو میں آ گرا۔بال دوبارہ کھل کر کندھوں پر پھسل گئے۔چند لمحے وہ بے یقین بیٹھی رہی پھر اس کے لب پھڑ پھڑائے۔

”میں نے کب؟“اس سے بات بھی مکمل نہ ہو سکی۔شاک اس قدر زیادہ تھا۔

”بس کردو زینب۔تم نے خود ہی تو۔۔۔“

اوراب وہ ساری بات دہراتے ہوئے ہنس رہی تھیں۔زینب بس خاموشی سے شل ہوتے ذہن کے ساتھ انہیں دیکھ رہی تھی۔اس میں بولنے کی سکت ختم ہو گئی تھی۔ بال ابھی بھی بکھرے ہوئے تھے۔ تبھی اچانک ہی اس کی نظر کمرے کے دروازے تک گئی۔وہاں وہ دونوں کھڑے اِدھر ہی دیکھ رہے تھے۔زینب اور موحد کی نظریں ملی۔اس کی آنکھوں میں واضح چیلنج تھا۔”اب انکار کر کے دیکھاؤ‘

زینب کو اتنی بھی ہوش نہیں تھی کہ پاس رکھا ڈوپٹہ اٹھا کر ہی اوڑھ لے۔

”تم دونوں یہاں کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو۔نیچے اتنے کام ہیں۔چلو اٹھو۔“

موحد نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے زرا تحکم بھرے لہجے میں کہا۔منان بھی اس کے پیچھے ہی آیا۔

"اوہ ہاں، چچی نے کہا تھا خاندان میں فون کر کے سب کو جمعے والے دن نکاح کا بتانا ہے۔ چلو اٹھو چلیں اور زینب ذرا فریش ہو کر نیچے آ جاؤ۔"

اٹھتے ہوئے آخری بات اسے کہہ کر وانیہ سحرش کو لے کر روانہ ہوئی۔ مٹھائی کا ڈبہ وہیں زینب کے بیڈ پر رکھا رہنے دیا۔

"کیسی ہو زینب؟"

موحد کی آواز صور کی طرح زینب کے کانوں میں پڑی۔ زینب چونکی۔ ذہن بیدار ہونے لگا۔ اس نے اپنے اوپر سے کمفرٹر ہٹایا پھر بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر کندھوں پر پھیلایا اور پاؤں نیچے اتارے۔ پھر قدم قدم چلتی ان دونوں کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ بولی کچھ نہیں۔ اس کا ذہن حالات کا سامنا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اب نہیں کرو گی انکار؟ جاؤ نیچے جاؤ سب بیٹھے ہیں۔ دوپہر میں تو بڑا کہہ رہی تھی رشتہ نہیں رکھوں گی۔"

موحد طنزیہ مسکراتے ہوئے بولا۔ منان خاموشی سے زینب کو دیکھ رہا تھا۔ جواب

مکمل خاموش تھی۔

"تم اب کچھ نہیں کر سکتی۔"

موحد دو قدم آگے بڑھا۔چہرے سے مسکراہٹ ختم ہوئی۔اس کی جگہ سرد مہری نے لے لی۔انگلی اٹھا کر وارن کرنے کے انداز میں بولا۔

"اس لئے آخری بار وارن کرنے آیا ہوں۔اب کوئی الٹی سیدھی حرکت نا کرنا۔ ویسے بھی اگر اب تم انکار کر بھی دو تو کوئی تمھارا یقین نہیں کرے گا۔ کیونکہ۔۔۔"

وہ مزید قریب ہوا اور اسی سرد مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

www.novelsclubb.com

"تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ تم نکاح کرنا چاہتی ہو۔"

کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔زینب ابھی بھی کچھ نہیں بولی۔آنکھوں میں نفرت لئے موحد کو دیکھتی رہی۔

"دو دن بعد جمعہ ہے۔تیاری کر وا اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔"

اب منان بولا تھا۔اب کے زینب نے نظروں کا رُخ منان کی طرف موڑا۔ پھر انہیں تلخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں بولی۔

"آپ سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔اچھا ہو گا اگر آپ دونوں اس وقت یہاں سے چلے جائیں۔"

ہاتھ اٹھا کر اس نے ضبط سے باہر کی طرف اشارہ کیا تھا۔آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔لیکن ابھی وہ کچھ بھی مزید نہیں کہنا چاہتی تھی۔

"تم۔۔۔"موحد نے کچھ کہنا چاہا۔

زینب نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پہلے سے بھی بلند آواز میں کہا۔

www.novelsclubb.com

"گیٹ لاسٹ یو بوتھ آف یو۔۔۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان دونوں کے چہرے نوچ لے۔اس نے کبھی ان سے اس آواز میں بات نہیں کی تھی۔احساسِ توہین کے مارے دونوں کے چہرے سُرخ ہوئے۔موحد نے پھر کہنا چاہا۔

"اچھا نہیں۔۔۔۔"

"میں نے کہا یہاں سے نکل جائیں۔"

اس بار تقریباً وہ دھاڑی تھی۔ دونوں نے گھبرا کر دروازے کو دیکھا لیکن چونکہ نیچے سب نے خوشی میں اونچی آواز میں ساؤنڈ لگایا ہوا تھا اس لئے نیچے تک آواز نہیں گئی۔ پھر دونوں خاموشی سے باہر نکل گئے۔ زینب نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور بس یہاں زینب کا ضبط جواب دے گیا۔ کب سے ضبط کئے آنسو پلکوں کی بار توڑ کر گالوں پر بہہ نکلے۔ بامشکل قدم اٹھاتی وہ بیڈ تک آئی پھر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ بال ابھی تک چہرے کے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔

اسے ابھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ سن ہوتے ذہن کے ساتھ وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ ابھی اگر وہ جا کے سب سے بات کرے تو کوئی بھی اس کی بات کا یقین نا کرے۔ وہ ان حالات میں اکیلے کچھ نہیں کر سکتی تھی اسے اب خود پر غصہ آ رہا تھا۔ اسے آ کر سونا نہیں چاہیے تھا۔ اسی وقت کچھ کر لیتی تو بہتر تھا۔ اب واقعی اس کے ہاتھ میں

www.novelsclubb.com

کچھ نہیں رہا تھا۔کون کرے گا اس کی مدد۔اس نے تھک کر روتے ہوئے سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔وہ یہ سب نہیں کر سکتی تھی کیونکہ۔۔۔

اور یہاں وہ جیسے کسی خواب سے جاگی تھی۔اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

ارسم!

وہ جلدی سے مڑی اور بیڈ پر ہاتھ مارا۔ کمفرٹر ہٹایا۔ادھر ادھر ہاتھ مارنے کے بعد بالآخر اسے تکیے کے نیچے سے اپنا موبائل مل گیا۔اس نے جلدی سے اسکرین آن کی۔کل سے اس کا ایک بھی میسج یا کال نہیں آئی تھی۔اس کا میسج باکس کھول کر اس نے ٹائپنگ شروع کی۔یک دم اس کی انگلیاں تھمی۔دماغ نے منع کیا۔

"جب اس نے تمھیں میسج نہیں کیا تو تم کیوں کر رہی ہو۔اسے تمھاری پرواہ نہیں ہے تو تم کیوں کر رہی ہو۔"

اس کی ضمیر کی آواز تھی اور بس ایک لمحہ لگا تھا زینب خالد کو فیصلہ کرنے میں۔اس نے بیک کا بٹن پریس کیا اور موبائل بند کر دیا۔آنسوؤں کے بہنے میں تیزی آگئی۔

www.novelsclubb.com

اسے جو کرنا تھا خود کرنا تھا۔ چند لمحے وہ ایسے ہی بیٹھی سوچتی رہی۔ اس کے پاس کون کونسے آپشنز تھے۔

وہ موحد بھائی کا چہرہ سب کے سامنے نہیں لا سکتی تھی۔ جو بھی ہو وہ گھر والوں کو موحد بھائی سے بد ظن نہیں کر سکتی تھی۔ طلحٰہ کی حقیقت بتا کر اس کا رشتے سے انکار کرنے کا فیصلہ تھا لیکن اب شاید سب اس کو محض ایک مزاق کے طور پر لیتے اور سب سے بڑی بات، بات خاندان میں پھیل چکی تھی اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ارسم جواب دے نہیں رہا تھا یعنی اسے زینب کی پرواہ نہیں تھی۔ ان حالات میں وہ کیا کرے۔۔۔

www.novelsclubb.com

چند لمحے بعد کسی نتیجے پر پہنچ کر اس نے سر اٹھایا۔ یک دم ارد گرد کی چیزیں عجیب سی لگنی لگے۔

ہاں! اب چیزیں مختلف نظر آ رہی تھی۔ یک دم اس کے آنسو نکلنا بند ہو گئے۔ اس نے انگلیوں سے چہرے پر آئے آنسو صاف کئے۔ پھر اٹھی اور کمفرٹر تہہ کیا۔ اس کا

چہرہ لمحے بھر میں بے تاثر ہو گیا۔اس ایک لمحے نے جیسے فیصلہ کر دیا تھا۔اس نے مٹھائی کا ڈبہ اٹھا کر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور خود واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

اس نے سوچ لیا تھا اسے کیا کرنا ہے۔ہاں بالکل !زینب کسی مرد کے بغیر بھی زندگی میں کوئی قدم اٹھا سکتی ہے۔

اگلی رات پندرھویں کا چاند آسمان پر تنہا اپنی روشنی لئے موجود تھا۔شاید اس کی قسمت میں بھی اکیلا پن تھا۔اس علاقے کے گلیوں میں سٹریٹ پولز کی روشنیوں کے علاوہ کوئی لائٹ جلتی دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔نیم اندھیر گلی میں اس گھر کی بھی تمام بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔

تیسری منزل کی اس بالکونی سے اندر جھانکو تو وہ آج پردہ ہٹا کر بیڈ پر سیدھی لیٹی دیکھائی دے رہی تھی۔البتہ آج آنکھیں کھلی تھیں۔چند لمحے مزید سرکے تو وہ اٹھی۔کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھا تو باہر خاموشی تھی۔ایسا محسوس ہو رہا تھا گھر

www.novelsclubb.com

کے تمام افراد سو چکے ہیں۔اس نے نظر گھما کر وال کلاک کو دیکھا۔جو رات کے دو بجا رہی تھی۔وہ اندر آئی ڈریسنگ الماری کا دروازہ کھولا۔اندر ایک سنہری بیگ باندھ رکھا تھا۔اس نے تمام ضرورت کی چیزیں اس میں رکھ لی تھیں۔اس آپشن کے علاوہ'اب'کوئی راستہ نہیں تھا۔اس نے اپنی چادر اٹھا کر خود پر اچھی طرح اوڑھی۔ ایک آخری نظر کمرے کو دیکھ کر وہ باہر نکلی۔دبے پاؤں سیڑھیاں اترتی وہ نیچے آئی۔پورے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔لاؤنج عبور کرتی وہ لان میں پہنچی تو سامنے چوکیدار اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ویسے بھی فرنٹ ڈور سے نکلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔آہستہ آہستہ چلتی وہ لان کے پچھلی طرف گئی۔وہاں ایک لکڑی کا دروازہ تھا۔بیک ڈور!

اسے یہ سب کرتے ہوئے اتنا نہیں یاد تھا کہ اس کی پڑھائی بھی چھوٹے گی،اسے صرف اتنا یاد تھا کہ اس کے ماں،باپ نہیں ہیں۔جو اس مشکل وقت پر اس کیلئے کھڑے ہوتے۔اسے اچھی طرح یاد تھا وہ یہ دروازہ بچپن میں چھپنے کیلئے استعمال

www.novelsclubb.com

کرتے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ چونکہ وہ دروازہ سب کو بھول بھال گیا تھا اس لئے اس کے تالے کی چابی اسے باآسانی لاؤنج میں کی سٹینڈ سے شام میں ہی مل چکی تھی اور وہ یہ دروازہ بھی دن میں دیکھ چکی تھی۔ باہر آکر اس نے دروازہ بند کیا اور ایک الوداعی نظر اس گھر پر ڈال کر سڑک کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے چہرے پر کوئی ملال کوئی افسوس نظر نہیں آیا تھا۔

اس کا چہرہ اب بھی بے تاثر تھا۔ کالی چادر سے اس نے چہرے کو مکمل طور پر ڈھکا ہوا تھا۔ چھوٹا بیگ کندھے پر ڈال کر بڑا ایک بیگ بائیں ہاتھ میں پکڑے وہ نیم اندھیرے میں سڑک پر چلتی جا رہی تھی۔ چونکنی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتی وہ بالآخر ایک ایسی سڑک پر پہنچی جہاں کچھ دکانیں وغیرہ کھلی ہوئی تھیں۔ تھوڑا سا مزید چل کر آگے بس سٹینڈ تھا۔ بچپن سے ادھر رہتی تھی۔ سارے راستے اسے معلوم تھے۔ ٹکٹ گھر سے ٹکٹ لے کر وہ بس میں بیٹھ گئی۔ شیشے والی طرف بیٹھ کر اس نے اپنا رُخ موڑ لیا اور چہرہ مزید چھپا لیا۔ وہ باہر نظر آتی روشنیاں دیکھنے لگی۔ چند

www.novelsclubb.com

لمحے بعد بس اپنے سفر پر روانہ ہوئی۔زینب نے ایک الوادعی نظر اپنے شہر کو دیکھا پھر ہلکا سا بڑبڑائی جو کہ بامشکل وہ خود سن پائی۔

'الوداع ملتان'

اور وقاص ہاؤس میں سوئے مکینوں کو یہ بات تب پتہ چلی جب زینب ان سب کی زندگیوں سے بہت دور جا چکی تھی۔

----

www.novelsclubb.com

قسط نمبر ٦:

نظریں اُٹھا کر جب آئینے میں اپنا عکس تلاشو گی

لوگوں کے لفظوں میں خود کو ڈھلتا پاؤ گی

اُن کی نظر سے جب خود کو دیکھو گی

تو کیسے سر اُٹھا کر تم جیو گی

نجانے کتنے ہی عیب تم خود میں پاؤ گی

جب لوگوں کے مطابق خود کو سنواروں گی

یہ لوگ ہر حال میں بولیں گے

تمہیں تو نجانے کتنی رسموں میں تولیں گے

لہجے کے تیروں سے دل تمہارا چیریں گے

خواب تو سارے ایک ساتھ ہی چھینے گے

مگر سنو!

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تم ان بے ضمیر لوگوں سے یوں ڈر کر مت جینا

تم اپنے پنکھ پھیلا کر ہوا میں لمبی اڑان بھرنا

اپنے خوابوں کے لیے تم دنیا والوں سے لڑنا

اپنے جینے کا حق خود سے بھی مت چھیننا

ادب بے شک سب کا کرنا

مگر جب بات حق کی ہوا کرے تو

تم خاموش کبھی مت رہنا

تم اپنے ہر عمل سے یہ بتانا

کہ دنیا والے جو بیٹی کو کمتر سمجھتے ہیں

وہ بلکل ہی غلط ہمیشہ یہ سوچتے ہیں

تم دنیا والوں کو سمجھانا

تم دنیا والوں کو سیکھانا
اپنے طاقت کے بل بوتے پر تم
اس معاشرے کے نظریے کو بدلنا
بیٹی بن کر تم اپنا مقام اونچا رکھنا
تم خود کی پہچان خود ہی بننا
(از قلم ملائکہ طاہر)

بس جھٹکے سے رُکی تو اس کا سر کھڑکی سے ٹکرایا۔ وہ چونکنے انداز میں سفر کر رہی تھی لیکن ابھی کچھ دیر پہلے اس نے ہلکی سی ٹیک لگائی تھی تو اچانک ہی اسے اونگھ سی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آگئی۔اب جھٹکالگاتووہ یک دم چونکی۔اس نے باہر دیکھاتواندازہ ہوایہی اس کی منزل ہے۔بولنے والے نے تصدیق بھی کردی تھی۔

"مظفر گڑھ مظفر گڑھ۔۔"

وہ جلدی سے اٹھی۔اپنابیگ اٹھایااور چادر خود پراچھی طرح لپیٹتی باقی مسافروں کے ساتھ باہر نکلنے لگی۔بس اسٹیشن پر لگی گھڑی پراس کی نظرپڑی تووہ چار بجارہی تھی۔ لوکل بس نے گھنٹے کاسفر دوگھنٹے میں مکمل کروایاتھا۔اس نےایک رکشہ کروایااور ہوٹل کانام بول کراندر بیٹھ گئی۔دوردور سے فجر کی آذانوں کی آواز آرہی تھی۔ ایسے ہی رکشہ سے باہراندھیرے منظر کودیکھتے ہوئےاس کی آنکھوں کے سامنے آج کے دن میں ہوئے مناظر گھومنے لگے۔

("آپی میں آجاؤں۔۔۔"

دروازے میں کھڑے ہو کراس نے اجازت چاہی۔وانیہ جواپنےارد گرد کپڑے پھیلائے بیٹھی تھی اس کی آواز پرچونک کر سراٹھاتی دروازے کی طرف متوجہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئی پھر سر کے اشارے سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"آؤ زینب۔ یہ دیکھو۔۔"

اس نے مصروف سے انداز میں ایک سوٹ اس کے سامنے کیا۔

"یہ جوڑا تمھارے نکاح والے دن کے حساب سے ٹھیک رہے گا؟"

زینب نے بامشکل تھوک نگلا۔ یہ خوشی۔ کیا وہ اسے توڑ سکتی تھی؟ پھر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"آپی، مجھے یہاں نکاح نہیں کرنا۔ آپی وہ لوگ اچھے نہیں ہیں۔ آپ کو پتہ ہے آج وہ لڑکا مجھے بار میں لے کر گیا تھا۔ وہاں لڑکے، لڑکیاں آپس میں ڈانس کر رہے تھے۔ میں نے اس رشتے سے انکار ہی کرنا تھا لیکن پتہ نہیں کیسے اس لڑکے نے گھر والوں کو یہ سب کہہ دیا۔۔۔"

زینب آہستہ آہستہ سب کچھ بتاتی گئی۔ وہ لاشعوری طور پر بھی موحد کا نام نہیں لینا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی بہن کو اپنے شوہر سے بد ظن کرنے نہیں آئی تھی۔ وہ

رشتے سے انکار طلحٰہ کی خامیوں کی وجہ سے کرے گی یہ اس نے پہلے دن سے طے کر رکھا تھا۔ وانیہ اس کی باتیں سن کر قدرے حیران ہوئی۔

”زینب میں تمھیں سمجھ رہی ہوں۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔“

”آپی وہ لڑکا اچھا نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتایا ہے ناوہ بار کلبز میں جاتا ہے۔“

زینب نے زچ ہو کر کہا۔ وانیہ سمجھ کیوں نہیں رہی تھی۔

”چلو جو بھی ہے۔ کمپرومائز کر لینا۔ وہ لڑکا دیکھنے میں اچھا بھلا ہے۔ اب تو انویٹیشن کارڈز بھی بٹ چکے ہیں۔“

اور زینب نے صدمے سے اپنی بہن کو دیکھا۔ کتنی آسانی سے اس نے یہ لفظ کہا تھا کہ 'کمپرومائز کر لینا'

”آپی مجھے یہ نکاح نہیں کرنا وہ لڑکا ٹھیک نہیں ہے وہ نشئی ہے۔ میں کیسے گزارا کروں گی۔“

زینب نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی بھی موحد کا نام نہیں لے رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پاگل ہو گئی ہو۔شادی سے پہلے لڑکا ایسا ہی ہوتا ہے بعد میں سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔بیوی کی صحبت بھی لڑکے کو بدل دیتی ہے۔"

اور زینب کو اس لمحے اپنے ماں، باپ کی شدت سے یاد آئی تھی۔ کتنی آسانی سے لوگ لڑکی کو یہ بات کہہ دیتے ہیں کہ وہ لڑکے کو ٹھیک کر دے گی۔جب ساری زندگی وہ ٹھیک نہیں ہو سکا تو اب کیسے ٹھیک ہو گا۔کاش! اس کے ماں باپ، دونوں زندہ ہوتے۔ کم از کم وہ ان سے شکوہ تو کر سکتی اور بس زینب کے پاس اب آخری راستہ تھا۔اس نے آنکھیں بند کر کے ایک لمحے کو سوچا اور گہری سانس لی۔دل و دماغ نے مثبت جواب دیا۔آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے اپنی بہن کو دیکھا جو کپڑوں میں مصروف تھی۔

"آپی یہ سب موحد بھائی کروا رہے ہیں۔وہ چاہتے ہیں میں اس گھر میں نا رہوں۔۔"

اور وانیہ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"انہوں نے ہی یہ رشتہ کروایا ہے۔انہوں نے میری ڈیل کر دی ہے وہ جان بوجھ کر مجھے غلط ہاتھوں میں دے رہے ہیں۔انہوں نے میرے۔۔۔"

ابھی وہ بول ہی رہی تھی جب گال پر پڑنے والے تھپڑ نے زینب کی زبان کو چپ لگائی تھی۔وانیہ نے غصے سے اسے دیکھتے ہوئے زوردار تھپڑ اس کے دائیں گال پر مارا تھا۔زینب نے بے یقینی سے اپنی بہن کو دیکھا۔وہ ششدر رہ گئی۔

"آپی۔۔۔"اس نے صدمے سے کچھ کہنا چاہا جب وانیہ نے اس کی بات کاٹی۔

"خبردار جو مجھے آپی کہا۔اپنی بہن کے شوہر کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے تمھیں شرم آتی ہے۔سہی کہتے تھے باقی گھر والے۔یونی جا کر تم کچھ خود کو زیادہ ہی خود مختار سمجھنے لگ گئی ہو۔کوئی اور پسند ہے تو سیدھا سیدھا کہو۔یوں میرا گھر خراب کر کے کیوں اپنی زندگی سنوارنا چاہتی ہو۔۔۔"

وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھی۔لیکن زینب بس بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔اپنی بہن ایسے الفاظ استعمال کر رہی تھی باقی سب کیا کہتے؟اس کی امید ڈگمگا رہی تھی۔

"چپ کر کے شادی کرنی ہے تو یہیں کرو۔چچا جان کی عزت کا ہی خیال رکھو جنہوں کے ہم پر بہت احسان ہیں۔"

آہ! ابا کی وفات کے بعد ان احسانوں کا بدلہ ہی چکاتے آرہے ہیں ہم۔۔۔

ان حالات میں بھی زینب کے دل نے بے اختیار کہا تھا۔اتنی بات کہہ کر وانیہ دوبارہ کپڑوں کی طرف متوجہ ہو گئی اور زینب مرے مرے قدموں کے ساتھ اس کے کمرے سے روانہ ہو گئی۔اس کی امید ختم ہو چکی تھی۔)

"یہ لیں بھائی۔۔"

کرایہ پکڑا کر وہ مڑی اور اپنے سامنے کھڑے رات کے وقت بھی اس روشنیوں سے بھرے ہوٹل کو دیکھا۔پھر ہمت مجتمع کرتی وہ اندر کی طرف بڑھی۔

ریسیپشنسٹ پر وہ رُکی۔وہاں موجود لڑکی فوراً استقبالیہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ویلکم میم!"

لڑکی نے مسکرا کر اسے خوش آمدید کہا۔زینب بھی جواباً پھیکا سا مسکرائی۔جو اس وقت اسے دنیا کا سب سے مشکل ترین کام لگا۔

"مجھے ایک روم چاہیے۔ڈبل بیڈ وِد اٹیچ واش روم۔"

"میم آپ اکیلی ہیں یا کسی کے ساتھ ہیں؟"

"جی نہیں، میں اکیلی ہوں۔"

"او کے میم، آپ اپنا آئی ڈی کارڈ دکھادیں اور یہ ہوٹل کے کچھ فارمز ہیں انہیں فل کر دیجیے۔"

جواباً زینب نے جلدی سے وہ فارم پکڑ کر فل کیے۔اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔پھر اس نے اپنا آئی ڈی کارڈ دکھایا۔کچھ مزید پوچھ گچھ کے بعد اسے کمرہ نمبر ایک سو چھبیس کی چابی دے دی گئی۔زینب نے مسکرا کر چابی تھامی اور اپنا سامان اٹھا کر لفٹ کی طرف بڑھی۔

)"منان بھائی، آپ سے باقی تمام اختلافات اپنی جگہ۔۔ لیکن آپ بھی جانتے ہیں

کہ یہ کس قدر غلط ہے۔ پلیز اس نکاح کو رُکوا دیں۔"

زینب اب ایک اور کمرے میں کھڑی تھی ایک اور انسان کے پاس۔ وہ اپنی طرف سے ساری کوشش کرنا چاہتی تھی۔ تاکہ کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر اسے پچھتاوا نا ہو کہ اس نے ہر ایک سے مدد نہیں مانگی۔

"زینب جو تمھارے لئے بہتر ہے۔ ہم نے وہی کیا ہے۔"

"یہ میرے لئے ٹھیک ہے۔" زینب نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایک نشئی سے شادی میرے لئے ٹھیک ہے۔ خدا کو مانے۔ آپ کی بھی بہن ہے۔ آپ کو کیسا لگے گا اگر اس کا تعلق۔۔"

"بس۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر درشتی سے زینب کی بات کاٹ دی۔

"موحد برداشت کرتا ہو گا بہنوں پر بات۔ میں نہیں کروں گا۔ باقی تمھیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو کسی بڑے سے رابطہ کرو۔"

اس نے جیسے بات ہی ختم کر دی تھی۔ زینب دل گرفتہ سی مڑ گئی۔)

کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے ایک چھوٹی سی راہداری تھی۔ وہ آگے آئی تو سامنے دائیں طرف ایک ڈبل بیڈ بچھا تھا۔ سامنے سٹڈی ٹیبل اور ساتھ ہی میں ایک چھوٹا سا ریفریجریٹر رکھا تھا۔ بائیں طرف ایک دروازہ ڈریسنگ روم میں کھلتا تھا جس کے ساتھ اٹیچ واش روم تھا۔ وہ ایک مناسب اور خوبصورت سا کمرہ تھا۔ سامنے والی دیوار پر ایک خوبصورت سورج کے ڈھلتے منظر کی تصویر لگی تھی۔

زینب نے سامان بیڈ پر رکھا اور خود اس چھوٹی فریج سے پانی کی بوتل نکال لائی۔ ڈھکن کھول کر بوتل منہ سے لگائی اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔ پھر اٹھ کر خالی بوتل بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے، خود واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحے بعد وہ باہر نکلی تو چہرہ اور آستین گیلے تھے۔ جس سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ وضو کر کے آئی ہے۔ اس نے اپنے بیگ کی باہر والی زپ سے جائے نماز نکالا اور ٹھنڈے فرش پر جائے نماز بچھاتے ہوئے خدا کے حضور فجر کی نماز ادا کرنے لگی۔

(" زینب میں تمھیں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن اب انویٹیشن کارڈ زبٹ چکے ہیں۔ تم

جانتی ہو خاندان کی کتنی بدنامی ہو گی۔"

ایان سب کچھ سننے کے بعد پہلے شاک میں رہا تھا پھر بے بسی سے بولا۔ کیونکہ وہ ابھی بے خبر تھا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا اور زینب نے بھی وانیہ کے علاوہ سب کے ساتھ بات کرتے ہوئے موحد کا نام لینے سے احتراز برتا تھا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے میں سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے اس دلدل میں پھنس جاؤں؟"

زینب کے لہجے میں واقعی دکھ تھا۔ اسے ایان سے اس طرح کے ردِ عمل کی توقع نہیں تھی۔ ایان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ بولا کچھ نہیں۔

"مطلب آپ بھی میری مدد نہیں کر رہے۔"

"دیکھو زینب، سمجھنے کی۔۔۔" زینب نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

"بس رہنے دیں۔ دیکھ لیا ہے میں نے۔ واقعی کوئی اپنا نہیں ہوتا۔ آپ سب سارا کچھ جانتے ہوئے بھی میری مدد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ کیسے بے حس ہیں آپ

لوگ۔"

اتنا کہہ کر وہ رُکی نہیں تھی۔)

"اللہ میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں اپنے لئے آپ کی قائم کردہ حدود نہیں توڑنا چاہتی تھی۔ لیکن میں مجبور تھی۔ میں ہر ایک کے پاس مدد مانگنے گئی تھی۔ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ میری بہن ہی میرے کردار پر شک کر رہی تھی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا اور میرے پاس وقت بھی بہت کم تھا۔ ارسم نے بھی دو دن سے کال نہیں کی تھی۔ مجھے اور کوئی راستہ نظر نہیں آیا۔ مجھے معاف کر دینا۔ مجھے یہاں رہنے میں مدد دینا۔ مزید پریشانیاں نہیں دیکھ سکتی میں۔ میں اپنی تعلیم چھوڑ کر آئی ہوں۔ جبکہ یہ بہت مشکل ہے۔۔۔"

یہاں آکر اس کی آنکھوں سے ایک آنسو نکل کر ہتھیلی پر گرا تھا۔

"میرا شوق ڈاکٹر بننا ہے۔ وہ میں کبھی نہیں بن سکو گی۔ میری پڑھائی دوبارہ جاری نہیں ہو سکے گی۔ پلیز میری مدد کریں۔ میں۔۔۔"

نماز کے بعد وہ ہاتھ اٹھائے اپنے حالات اللہ کو بتا رہی تھی۔ جس کے علاوہ فل وقت کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔

(کمرے کی فضا میں مکمل سکوت تھا۔ وہاں نیم اندھیرا تھا۔ باہر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا لیکن چونکہ اس کمرے کی کھڑکیوں کے آگے پردے گرے تھے اس لئے اندر روشنی کم ہی آ رہی تھی۔ وہ بیڈ کے آگے پڑے کاؤچ پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ کی مٹھی بنا کر تھوڑی کی نیچے ٹکائے وہ نظریں سامنے دیوار پر جمائے جیسے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کافی دیر سے یونہی بیٹھی تھی۔ گال پر انگلیوں کی نشان مدھم پڑ چکے تھے۔ لیکن وہاں جلن ابھی بھی باقی تھی۔ دفعتاً اس کی آنکھوں میں آنسو چمکے۔ وہ آہستہ سے ہلی۔ کافی دیر بعد حالت تبدیل کرنے پر گھٹنوں میں درد کی ایک لہر دوڑی۔ وہ سوچ رہی تھی شنایہ کو میسج کرے۔ اس نے پاس پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔ شنایہ کا میسج باکس کھولتے ہی وہ یک دم رکی۔

نہیں وہ اسے کیوں تنگ کرے اور اس نے اس سب کے متعلق اسے بتا بھی دیا تو کیا وہ اس کی مدد کرے گی؟

لیکن اسے اگر گھر میں کسی نے دیکھ لیا تو؟ اسے مسئلہ ہو سکتا ہے؟

سوچتے ہوئے اس نے آہستہ سے موبائل واپس رکھ دیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

وانیہ نے مدد نہیں کی، اس کے بعد اس نے کوئی سنگین قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ اپنے لئے ہر ممکن آپشن سوچ رہی تھی لیکن وہ شانیہ کو مشکل میں نہیں پھنسا سکتی تھی۔ اس لئے خود میں ہی ہمت پیدا کرنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ ڈوپٹہ سر پر ٹکاتی منان کے کمرے کی طرف جاتی دیکھائی دی۔ جو بھی تھا وہ انتہائی قدم اٹھانے سے پہلے اپنے طور پر ہر کوشش کرنا چاہتی تھی۔)

نماز پڑھ کر وہ اٹھی اور جائے نماز تہہ کر کے سائیڈ ڈرا میں رکھا۔ پھر حجاب کھول کر چادر بیگ پر رکھی اور چھوٹے بیگ سے اپنا موبائل نکالا۔ جسے اس نے رات میں آف کر دیا تھا۔ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے موبائل آن کیا تو یک دم بہت سے میسجز

اور کالز ریسیو ہوئیں۔ جن میں سے آدھی سے زیادہ ارسم کی تھیں۔

پچھلے دو دن سے اس کا نیٹ آف تھا اتنا اندازہ زینب کو ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک میسج کیا تھا طلحٰہ سے ملاقات کے بعد کمرے میں جا کر سونے سے پہلے اور اب شاید اس نے اپنا نیٹ دو دن بعد آن کیا تھا۔ ویسے بھی جب اس نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو اسے ارسم کو بتانے کی ضرورت نا تھی اس لئے زینب نے اسے کال بھی نہیں کی اپنی طرف سے۔ اسکے ہاتھ میں پکڑا موبائل یک دم بجا۔ اسکرین پر ایان کالنگ لکھا نظر آیا اور تب زینب کو احساس ہوا وہ کتنی بڑی غلطی کر چکی ہے۔ اس نے جلدی سے موبائل دوبارہ پاور آف کر دیا اور جلدی سے سم نکالی اور اسے دو انگلیوں میں رکھ کر دبایا۔ ٹِک کی آواز کے ساتھ وہ ٹوٹ گئی۔ وہ پچھلے لوگوں سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ وہ جیسے سارے تعلق توڑ کر آئی تھی لیکن شاید وہ یہ بھول گئی تھی کہ خونی رشتے کبھی ختم نہیں ہوتے!

جب کہیں سے کوئی مدد نا ملی تو وہ اب چچا جان کی اسٹڈی کے باہر پہنچی۔ اس نے

ہمت کر کے ان سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔وہ اپنی آخری کوشش بھی کرنا چاہتی تھی۔گہری سانس لے کر اس نے دروازہ ناک کیا۔

"آجاؤ۔۔"اگلے ہی لمحے اندر سے آواز آئی۔

خود میں ہمت مجتمع کر کے اس نے اسٹڈی کا دروازہ کھولا۔اندر کا منظر واضح ہوا۔ ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھیں چندھیائی۔باہر کی نسبت اندر کافی روشنی تھی۔زینب نے ایک قدم اندر رکھا۔اسے محسوس ہوا کسی نے اسے حقیقت کی روشنی میں لا کھڑا کیا ہے۔وہ سربراہی کرسی پر براجمان تھے اور موحد ان کے پاس ٹیبل پر جھکا موبائل ان کے سامنے کئے انہیں کچھ دکھا رہا تھا۔آہٹ پر دونوں نے سر اٹھایا۔

www.novelsclub

"زینب،بیٹا تم۔آؤ آؤ بیٹھو۔"

انہوں نے مصروف سے انداز میں اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

زینب کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا لگا۔وہ اس کا اتنا کرتے تھے۔اس کے والد کے بعد انہوں نے ہی اسے سنبھالا تھا۔کیا وہ ان کے چہرے پر مسکراہٹ کی خاطر ایک

تعلق نہیں بنا سکتی تھی۔

”نہیں۔۔“ دل نے پُرزور تردید کی تھی۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

”ہاں بیٹا بولو۔۔“

ان کی آواز پر وہ چونکی پھر چہرے پر بدقت مسکراہٹ لائی۔

”وہ چچا جان۔۔“

”ویسے میں تمھیں ہی بلوانے والا تھا۔“

وہ ابھی بھی موبائل کی سکرین کو دیکھ کر کہہ رہے تھے۔

”جی، کیوں؟“

”وہ یہ دیکھو۔۔۔“ اب انہوں نے موبائل کا رُخ موڑا۔

زینب نے موبائل کی طرف ایک نظر نہیں دیکھا۔ وہ بس ان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

”میں چاہ رہا تھا چیزیں ذرا بہتر طریقے سے دیکھی جائیں۔ یہ دیکھو یہ والا ڈیزائن

ٹھیک ہے یا یہ دوسرا۔۔"

انہوں نے سکرین پر دو جگہ ہاتھ رکھا۔زینب نے بہت سے آنسو اندر اتارے۔اسے واقعی لگا وہ حقیقت کی روشنی میں آ کھڑی ہوئی ہے اور حقیقت یہی تھی کہ وہ اس کی شادی کی تیاریاں کر رہے تھے۔

"بیٹا بتاؤ پھر۔۔۔"انہوں نے پھر پوچھا۔

"جی جی وہ۔۔۔"وہ ہکلائی۔

"جیسے آپ کو ٹھیک لگے۔"

"زینب طبیعت ٹھیک ہے تمھاری؟"وہ اس کی گھبرائی شکل دیکھ کر بولے۔

"جی بس۔۔میں چلتی ہوں۔۔آپ خود ہی دیکھ لیں۔"

بے ربط جملے ادا کر کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے مڑتی باہر کی طرف بڑھی۔

موحد کی آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔دروازہ بند ہو گیا۔موحد نے سر جھٹکا۔لیکن اس کا آخری گھبرایا چہرہ موحد کے ذہن میں کہیں اٹک سا گیا تھا۔باہر

آکراس نے گہرے گہرے سانس لئے۔ نہیں، کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا۔وہ بس سب کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گی تا کہ کوئی اسے دوبارہ نا دیکھ سکے۔)

اس نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر دھرا۔بیگ بھی وہیں بیڈ کے ایک طرف کر دیا اور خود سونے کیلئے لیٹ گئی۔اس کا جسم بُری طرح دکھ رہا تھا۔وہ بہت تھک گئی تھی اسے آرام کی ضرورت تھی۔لیٹ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ایک دم رات بھر کے واقعات اس کی نظروں کے سامنے سے گزرے۔پھر اس نے سر جھٹکا۔

"نئی سم صبح لاؤ گی پھر موبائل آن کرو گی۔ابھی خطرہ ہے۔"

وہ خود سے یہ بات کہہ رہی تھی اور پھر چند لمحے بعد دیکھتے ہی دیکھتے وہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔باہر فجر قضا ہوئی تو مرغے نے بانگ لگائی۔لوگ اٹھ کر کاموں کو جانے کیلئے تیار ہونے لگے۔غرض اس شہر کی بھی مصروف زندگی شروع ہو چکی تھی۔

صبح اس شہر پر اتری تو رات کی چاندنی کے برعکس سورج کی تپتی شعاؤں نے اس کا استقبال کیا تھا۔ وہاں لوگوں کی چہل قدمی جاری تھی۔ یہ اسی ہوٹل کے باہر کا منظر ہے جہاں رات میں ایک رکشہ آکر رُکا تھا اور اس میں سے ایک لڑکی باہر نکلی تھی۔ وہ ایک مصروف شہراہ تھی۔

اور وہ ہوٹل سے کچھ دور سر جھکائے چلتی جارہی تھی۔ دفعتاً اسے کچھ احساس ہوا۔ اس نے گردن موڑی۔ اسے لگا جیسے کوئی اس کے پیچھے آرہا ہے۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ دوبارہ مڑتے ہوئے اپنے دھیان چلنے لگی۔ کچھ دیر بعد سڑک کے ایک طرف اسے موبائل شاپ دیکھائی دی۔ اس کے قدم اس طرف بڑھے۔ وہاں سے نئی سم لے کر وہ ایک جنرل سٹور پر گئی۔ ہوٹل کا ایریا تھا تو سب دکانیں تقریباً قریب قریب ہی تھیں۔ وہ جنرل سٹور سے باہر نکلی جب اسے پھر لگا جیسے کسی نے اسے آواز دی ہے۔ اس نے چونک کر گردن دائیں جانب موڑی۔ لیکن وہاں کوئی

نہیں تھا۔اس نے وہاں نے جیم بریڈ لیا تھا۔اب وہ پھر ہاتھ میں شاپر پکڑے سڑک کے ایک طرف ہوتے ہوئے سکون سے چلنے لگی۔

اب کی بار اسے باقاعدہ اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنائی دی۔اس کے قدم سست ہوئے۔لیکن وہ رُکی نہیں۔وہ اسے کلون کی مہک سے ہی پہچان گئ تھی اس لئے چہرہ نہیں موڑا۔ارد گرد کچھ لوگ آجارہے تھے۔چند لمحے بعد وہ قدم اس کے قدموں کے ساتھ چلنے لگے۔وہ نہ رُکی نا مڑی۔بس سامنے دیکھتے ہوئے آہستہ آواز میں بولی۔

"تمھیں کسی نے میرے ساتھ دیکھ لیا تو تمھارے لئے پریشانی ہوگی۔"

"واہ، میں اب تمھارے لئے پریشانی بن گیا ہوں۔"

وہ اب بالکل اس کے کندھے سے کندھا ملا کر چل رہا تھا۔زینب کو لگا بات کے آخر میں وہ مدھم سا مسکرایا ہے۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جواباً اُس نے گردن پوری موڑ کر حیرت سے زینب کو یہاں آنے کے بعد پہلی دفعہ دیکھا۔اس کا دائیں طرف سے چہرہ دیکھائی دیا۔زینب نے ابھی بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔وہ بس جلد از جلد ہوٹل پہنچنا چاہ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے تمھیں یہ سوال پوچھنا نہیں چاہیے۔"

ہوٹل کے قریب پہنچے تو زینب گہری سانس لیتے ہوئے اندر کی طرف بڑھی۔وہ بھی اس کے پیچھے ہی آیا۔اندر آتے ہی اس کے قدم سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔دائیں کونے میں لفٹ کے قریب چند افراد کھڑے تھے۔لفٹ اس کے جاتے وقت بھی خراب تھی۔اب شاید اسے ٹھیک کروایا جارہا تھا۔

"تم اندر نہیں آؤ گے۔"

کمرے کے باہر پہنچ کر زینب نے دروازہ کھولتے ہوئے اسے یقین دہانی کروائی۔

"کیا تم مجھے واقعی روک سکتی ہو؟"

اور وہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں سکی تھی۔اتنا کہہ کر وہ بھی ساتھ ہی کمرے میں

آیااوراپنے پیچھے کمرے کادروازہ بند کیا۔زینب نے اندر آکر تمام بتیاں روشن کی اور بیڈکے دوسری طرف گئی۔وہاں بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔وہ اسے مکمل طورپر نظر انداز کررہی تھی۔پیکٹ سے سم نکال کروہ موبائل میں ڈالنے لگی۔وہ گردن اٹھاکر کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔چہرے پر ہلکی سی ستائش ابھری۔

"کافی اچھا ہوٹل ہے۔ایک رات میں ہی ڈھونڈھنا مشکل تھا۔"

"تمھیں کوئی کام کی بات کرنی ہے تو کرو۔ورنہ جاؤ یہاں سے۔"

زینب نے ابھی بھی چہرہ نہیں اٹھایا تھا۔وہ سر جھکائے موبائل آن کرنے لگی۔وہ بیڈ کے ایک طرف کھڑا تھااور زینب دوسری طرف۔نہ اس نے بیٹھنے کو بولا تھا نہ وہ خود بیٹھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اور اگر میں نہ جاؤں تو۔۔"

"تو میں سیکیورٹی کو بلاؤں گی۔"

"اچھا۔" وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔جیسے محفوظ ہوا ہو۔

''کیا بولو گی انہیں۔۔''

اب وہ قدم قدم چلتا ایک طرف سے نکل کر دوسری طرف آرہا تھا۔زینب کے ہاتھوں کی حرکت سست پڑی لیکن وہ ہمت کر کے بولی۔

''کہ یہ مجھے تنگ کر رہا ہے۔''

''اور۔۔''وہ اسے مزید اُکساتے ہوئے اس کے قریب آ رُکا۔

''اور یہ کہ یہ غیر متعلقہ شخص ہے اسے یہاں سے نکال دیں۔''

زینب کی بات سن کر اس نے آرام سے اس کے ہاتھ سے موبائل پکڑ کر بیڈ پر رکھ دیا۔زینب نے ابھی بھی چہرہ نہیں موڑا۔

''آہاں۔۔''وہ مزید محفوظ ہوا۔

''تم واقعی مجھے یہاں سے نکلوا سکتی ہو؟''

زینب کیلئے اب اس کو نظرانداز کرنا مشکل ہو رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی وہ بات کرنے ہی آیا ہے۔اب جب وہ بولی تو اس کے لہجے میں نمی صاف محسوس ہوئی۔

"تمھیں کیوں لگتا ہے میں تمھیں نہیں نکلوا سکتی۔"

جواباً اُس نے دونوں کندھوں سے زینب کو تھام کر اس کا رُخ اپنی طرف موڑا۔ پھر آہستہ آواز میں جتا کر بولا۔

"کیونکہ میں تمھارا شوہر ہوں اور تم دنیا کی پہلی بیوی ہو گی جو اپنے ہی شوہر کو اپنے کمرے سے نکالے گی۔"

وہ جیسے معصوم سا اعتراف تھا۔ وہ کبھی اپنے رشتے کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ لیکن اب انہیں اس وقت اس رشتے کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ اب زینب نے پلکیں اٹھا کر شہد رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ جن میں ہلکی سی نمی تھی۔

"اور تم بھی دنیا کے پہلے شوہر ہو گے جس نے دو دن اپنی بیوی کو کال نہیں کی ہو گی۔"

وہ بھی معصوم سا شکوہ کر گئی۔ کمرے کی تمام چیزیں خاموشی سے ان دونوں کو آمنے سامنے کھڑے شکوہ کرتے سن رہی تھی۔ وقت جیسے انہیں اس طرح دیکھ کر

مسکرایا تھا۔

"اچھا تو آپ کو اتنا بڑا قدم اکیلے اٹھانے کو کس نے کہا تھا۔ میرا انتظار کر لیا ہوتا۔"

وہ بھی جواباً میٹھا سا طنز کر گیا۔ زینب نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر ناراضگی سے اپنے کندھے چھڑوا کر جانے لگی۔ جب اس نے اسے بازو سے کھینچ کر اپنے قریب کیا اور آہستہ سے اپنے ساتھ لگایا۔ پھر اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس کا سر تھپکتے ہوئے ہولے سے بولا۔

"میں مانتا ہوں میری غلطی تھی۔ آئی ایم سوری۔۔۔"

اور زینب کے سارے گلے، شکوے، ناراضگی جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ کل رات سے ضبط کئے آنسوؤں کو جگہ ملی اور پھر وہ اس کے گرد بازو باندھتے ہوئے اس کے کندھے پر سر ٹکائے بنا آواز رونے لگی۔

"ششش، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ زینب بی بریو یار۔ میں ہوں نا۔"

اس کا سر تھپکتے ہوئے وہ بس یہی چند فقرے دہرا رہا تھا۔ کوئی مان سکتا تھا کہ یہ وہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لڑکی ہے جو کل رات بڑی دلیری کے ساتھ اکیلی اپنے گھر سے بھاگی تھی۔ چند لمحے بعد اس کمرے کا منظر دیکھو تو وہ دونوں بیڈ پر بیٹھے دیکھائی دے رہے تھے۔ زینب روئی ہوئی متورم آنکھوں سے ارسم کو دیکھ رہی تھی جو اس کے سامنے بیٹھا بریڈ پر جیم لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”جو بھی تھا زینب، ہمارے پلین میں بھاگنا شامل نہیں تھا۔ تمھیں وہ گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔“

”میں نے سب سے مدد مانگی تھی۔ جب کوئی راستہ نہیں ملا تو ایسے ہی بیٹھے بیٹھے یہ خیال ذہن میں آیا اور پر بس۔“

آخر میں اس نے بے بسی سی شانے اچکائے۔ وہ پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔ ارسم نے جیم لگا کر بریڈ کا پیس اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے فوراً تھام لیا۔ کل سے کچھ نہیں کھایا تھا بھوک لگنا تو فطری بات تھی۔

”ویسے مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔“

بیڈ کا ایک اور پیس اٹھاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"جب ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ چچا سے سوچنے کا وقت لیں گے تو تم نے رشتے کیلئے ہاں کیوں کی۔ نا تم رشتے کیلئے ہاں کرتی نا ملاقات والا سین بنتا اور نا یہ مصیبت کھڑی ہوتی۔"

کہہ کر اس نے بریڈ پر جیم لگاتے ہوئے ایک نظر اٹھا کر زینب کو دیکھا۔ جو دونوں ہاتھوں میں بریڈ کا پیس پکڑے بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔ اس کے سوال پر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"سب سے پہلی بات۔ میں اس معاملے کو سرے سے ختم کرنا چاہتی تھی۔ مجھے پتہ تھا اگر میں نے رشتے سے ہاں کی تو میرے سامنے اس لڑکے کی کوئی نا کوئی بات ضرور کھلے گی کیونکہ میں موحد بھائی کو جانتی تھی وہ کسی اچھے بندے سے میری شادی کروا نہیں سکتے تھے اور فرض کرو اگر وہ لڑکا اچھا بھی ہوتا تو ملاقات کی حامی میں نے اسی لئے بڑھی تھی تاکہ اسے اپنے منہ سے انکار کر دو۔ شریف بندہ میرے

www.novelsclubb.com

منہ سے انکار سننے کے بعد کبھی رشتہ کرنے پر راضی نا ہوتا۔سیدھا چچا جان کو انکار کرتی تو وہ وجہ پوچھتے جو تمھاری وجہ سے لیٹ ہو گیا۔۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکی۔ارسم بھی توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

"لیکن ملاقات کے بعد سب ٹھیک جا رہا تھا۔میں طلحہٰ کی وجہ سے انکار کر دیتی اور معاملہ ختم۔لیکن وہ لوگ زیادہ شاطر نکلے۔میرے اٹھنے سے پہلے ہی ایسا جال تیار تھا کہ میں چاہ کر بھی انکار نا کر سکتی۔"

"لیکن تم چچا جان سے ایک بار بات کر سکتی تھی۔"

ارسم نے بیچ میں ٹہوکا دیا۔وہ یہی نہیں سمجھ رہا تھا کہ وہ ان سے بات کیوں نہیں کر کے آئی۔

"ارسم،وانیہ آپی نے سیدھا یونی پر تنقید کی تھی اگر ایک دفعہ بھی چچا جان کے سامنے وانیہ آپی ایسی بات کہہ دیتیں تو میری بات کی کوئی اہمیت رہتی؟میں نکاح کا بتاتی تو یہ زیادہ مسئلہ تھا۔ان کو بتا کر ان کا بھروسہ توڑتی تو اس گھر میں رہتے ہوئے

www.novelsclubb.com

یہ زیادہ تکلیف دہ تھا بس اسی لئے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر ایک ہی بار انہیں تکلیف دے دی۔"

اور ارسم بالکل چپ کر گیا۔ مزید کوئی سوال کرنا باقی بھی نہیں رہا تھا۔ اسے دیکھ کر زینب ہلکا سا مسکرائی۔

"ارے رُک کیوں گئے۔ جیم لگاؤ نا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔"

اور ارسم بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔ وہ اتنی ایزی کیسے تھی۔ پھر سر جھٹک کر بریڈ پر جیم لگانے لگا۔

"پوچھو گی نہیں مجھے تمھارا کیسے پتہ لگا؟"

"میں جانتی ہوں۔ میری لوکیشن تمھیں شئیر ہے۔ صبح غلطی سے موبائل آن کر لیا تھا۔ مجھے تب ہی اندازہ ہو گیا تھا تم میرے پیچھے آؤ گے۔"

وہ جیسے مزے لیتے ہوئے بتا رہی تھی ارسم نے مسکرا کر نفی میں سر جھٹکا اور دل سے اعتراف کیا کہ زینب خالد کا دماغ ارسم ابراہیم سے زیادہ تیز چلتا تھا۔ پھر اس نے

www.novelsclubb.com

کمرے کو دوبارہ دیکھا۔

"اب کیا سوچا ہے۔ کہاں رہنا ہے؟"

"تم نے اپنے ابو سے بات نہیں کی؟"

اور اس وقت اگر ارسم، زینب کو بلا کی حاضر دماغ کہتا تو غلط نہیں تھا۔ ان حالات میں بھی اس نے فوراً سے پہلے جوابی سوال کیا تھا۔ شاید وہ رات سے اب تک سنبھل چکی تھی۔ اس کی بات سن کر پہلی بار ارسم کا رنگ قدرے پھیکا پڑا۔ چند لمحے وہ خاموش رہا جیسے الفاظ جوڑ رہا ہو۔ بریڈ کا تیسرا پیس کھاتے ہوئے زینب نے بڑے غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھے تھے پھر بے فکری سے چوتھا پیس اٹھاتے ہوئے بولی۔

www.novelsclubb.com

"کہہ دو۔ کرلوں گی برداشت۔۔۔"

اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ وہ ایزی تھی۔ البتہ اتنا کہتے ہوئے اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔

"وہ دراصل میں نے ابو سے بات کی تھی۔۔۔"

وہ جھجھک کر رُکا۔پھر ہمت مجتمع کرتے ہوئے بولا۔

"ابو مان گئے تھے۔وہ بول رہے تھے ہم رشتہ لے کر جائیں گے اور ان کے گھر کے بڑوں سے بات کریں گے۔لیکن۔۔۔"

وہ چپ ہوا لیکن اس بار زینب نے اپنے دل کو ڈوبنے دیا اور ہمت کر کے اس کی بات مکمل کی۔

"لیکن اب میں گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی ہوں تو وہ اپنے بیٹے کی شادی کسی ایسی لڑکی سے نہیں کریں گے۔ٹھیک ہے میں سمجھ گئی۔"

www.novelsclubb.com

کہتے ہوئے آخری ٹکڑا منہ میں ڈال کر وہ جیم اور بریڈ لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور فریج کی طرف بڑھی۔ارسم نے شرمندگی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"زینب یہ ہمارے گاؤں کی روایا۔۔۔"

"کوئی بات نہیں۔"زینب نے سامان اندر رکھتے ہوئے آرام سے اس کی بات کاٹی۔

اس کا دل و دماغ مکمل طور پر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر دروازہ بند کر کے مڑی اور ارسم کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ میرا خیال ہے تمھیں اب اس بے نام رشتے کو ختم کر دینا چاہیے۔۔۔"

کہہ کر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ ارسم نے پہلے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا پھر غصے سے اٹھ کر اس کے پیچھے آیا لیکن زینب کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

"اب فیصلہ تمھارا ہے۔ مجھے طلاق دو گے یا میں کورٹ میں خلع کا دعوہ۔۔۔"

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ارسم نے سختی سے بازو پکڑ کر اسے گھمایا۔ زینب جھٹکے سے مڑی۔ پیچھے کبرڈ کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ اسے غصے سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔

"میں نے یہ رشتہ توڑنے کیلیئے نہیں بنایا تھا۔ آنٹی کے کہنے پر نہیں میں نے اپنے دل

www.novelsclubb.com

کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ نکاح کیا تھا۔اتنا کمزور تعلق نہیں ہے یہ۔"

اس نے چند فقروں میں بات ہی ختم کردی تھی۔پھر آخری بات تنبیہی لہجے میں بولا۔

"آج یہ بات کہہ دی ہے۔آئیندہ میں اس طرح کی کوئی بات تمھارے منہ سے نا سنوں۔"

پھر اس کا بازو چھوڑ کر کمرے کی طرف بڑھا۔زینب نے وہیں کھڑے اونچی آواز میں کہا۔

"اس تعلق میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

"میں نے فائدے یا نقصان کیلیئے یہ تعلق نہیں بنایا تھا۔"

وہ بھی ہاتھ جھلا کر بولا۔پھر بیڈ کے قریب رُک کر جیب سے اپنا والٹ نکالا اور بیچ سے چند نوٹ نکالے پھر جھکتے ہوئے انہیں وہاں موبائل کے نیچے رکھ کر بولا۔

"یہ کچھ پیسے رکھے ہیں یہاں۔ضرورت پڑے گی۔"

www.novelsclubb.com

"مجھے نہیں چاہیے۔لے کر جاؤ انہیں۔"

وہ ڈریسنگ روم کے دروازے میں آکر بے رُخی سے بولی۔اس کے چہرے پر ہلکی سی ناراضگی تھی جیسے ارسم کے جلدی جانے پر خفا ہو۔وہ چلتے ہوئے اس تک آنے لگا۔

"بولا نا۔ضرورت پڑے گی۔ابھی میں جا رہا ہوں۔کچھ کام ہیں۔شام تک دوبارہ چکر لگاؤں گا۔"

کہہ کر وہ چند قدم مزید آگے بڑھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا گال تھپکا۔

"خیال رکھنا اپنا۔"

اور اتنا کہہ کر وہ رُکا نہیں تھا۔پیچھے زینب نے تھکی ہوئی سانس خارج کی۔پتہ نہیں آگے کیا ہونے والا تھا۔

دن ایسے ہی گزرتے جا رہے تھے۔وہ بس وہی رہتی تھی۔اس کی زندگی ایک کمرے تک محدود ہو گئی تھی یا اس نے خود اپنے لئے یہ زندگی منتخب کی تھی۔وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کبھی کبھی یہ سمجھ نہیں پاتی تھی۔ صبح اٹھتی، ناشتہ کر کے کچھ دیر نیچے ہوٹل کی لابی میں جاکر بیٹھ جاتی پھر اپنے کمرے میں آکر ایل۔ای۔ڈی پر کوئی ٹی وی پروگرام دیکھ لیتی یا موبائل پر میوزک وغیرہ سن لیتی۔ موبائل میں نئی سم ڈال کر اس نے پہلے دن ہی آن کر لیا تھا۔اس کا اپنے گھر میں کسی سے رابطہ نہیں تھا کیونکہ اس نے پہلی سم بند کر دی تھی۔اگر وہ رابطہ کر بھی رہے تھے تو اسے خبر نہیں تھی۔

ہاں جس ایک چیز کا اس کی زندگی میں اضافہ ہوا تھا وہ 'پڑھنا' تھا۔اس نے پہلے کبھی ریڈنگ نہیں کی تھی۔اب فارغ وقت دیکھ کر ارسم نے اسے کتابیں لا دی تھیں۔ 'ناول بُکس' وہ ہفتے میں تین چکر لگاتا تھا اور تینوں دن کوئی نا کوئی نئی کتاب اس کیلئے لاتا۔ 'کتابیں پڑھنے کا شوق اسے ارسم نے ڈالا تھا'

وہ وہاں خوش تھی یاں نہیں لیکن وہاں سکون تھا۔ کم از کم ہر وقت کی باتیں نہیں تھیں۔اسے کبھی اپنے گھر والوں کی یاد نہیں آئی تھی۔ایسے ہی ایک مصروف صبح وہ فریش ہو کر واش روم سے نکلی تو اس کی نظر بے اختیار ہی بیڈ سائیڈ ٹیبل پر گئی وہاں

www.novelsclubb.com

موجود کتابوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔اس نے اندازہ لگانا چاہااسے گھر سے آئے کتنے دن گزر چکے ہیں۔چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد جواب دوماہ نکلا تھا۔موبائل کی گھنٹی پر وہ چونکی پھر بیڈ کی طرف لپکی۔

"میں نے آٹھ بجے کا ٹائم دیا تھا۔اب ٹائم دیکھو،کب سے انتظار کررہا ہوں۔"

میسج پڑھ کراس نے سر پر ہاتھ مارا۔پھر جلدی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ کبرڈ سے چادر نکالی اور ہینڈ بیگ اٹھا کر کمرے سے نکلی۔دروازہ لاک کر کے وہ اگلے دومنٹ میں نیچے پہنچی۔ہوٹل کے باہر ہی سامنے وہ کار لیئے انتظار کررہا تھا۔اسے آتا دیکھ کر دونوں ہاتھ اٹھائے۔جیسے شکر ادا کررہا ہو۔

www.novelsclubb.com

"سوری مجھے بھول گیا تھا۔"

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے شرمندہ سی معذرت کی۔وہ یہاں آنے کے بعد دوسری دفعہ کہیں جارہی تھی۔ایک دن پہلے رات کے وقت ارسم اسے ریسٹورنٹ لے کر گیا تھا۔

"ہاں، بے شک یہاں میں انتظار کرتے۔۔۔۔"

جل بھن کر کہتے ہوئے اس نے سخت الفاظ منہ میں ہی روکے۔ پھر کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"آئی ڈی کارڈ اور جو پیپرز بولے تھے وہ رکھ لئے۔"

"ہاں وہ رات میں تم سے بات کرتے ہوئے ہی رکھ لئے تھے۔ لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں۔"

آخر میں اس نے تجسس سے پوچھا۔ وہ رات سے یہی سوال پتہ نہیں کتنی دفعہ پوچھ چکی تھی۔ جواباً وہ ہر بار کی طرح خاموش رہا۔ زینب نے بھی دوبارہ نہیں پوچھا۔

بالآخر بیس منٹ کی مسافت کے بعد اس نے گاڑی روکی۔ پورا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ کار رکنے پر زینب چونکی۔

"باہر آؤ۔" حکم دے کر وہ باہر نکل گیا۔

زینب کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نا ملا۔ وہ بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکلی۔ پارکنگ ایریا

سے وہ ایک عمارت ہی دیکھ سکتی تھی۔ کچھ واضح نہیں تھا کہ یہ کیا ہے۔ زینب کا ہاتھ پکڑ کر وہ راستہ بناتا چلنے لگا۔ چند لمحے بعد جب وہ عمارت کے سامنے آئے تب زینب نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پہلے اسکی نظروں میں بے یقینی پھر حیرت اور آخر میں شاک ابھرا۔

"یہ۔۔۔" حیرت کے مارے اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

اسے کچھ بھی کہنے کا موقع دیئے بغیر وہ اسے ساتھ لئے اندر لے گیا۔ زینب فوراً ہوش میں آئی۔

"ارسم، پلیز ابھی نہیں۔ ابھی میرے پاس اتنی سیونگز نہیں ہیں کہ میں پڑھ سکوں۔"

زینب نے اسے دیکھ کر کہا آخر میں نفی میں سر ہلایا۔ جواباً ارسم رُک گیا۔ پھر اس کی طرف مڑتے ہوئے اسے گھورا۔

"دو مہینے سے تم فارغ بیٹھی ہو۔ دماغ کو زنگ لگ جائے گا۔ کم از کم سٹڈی کانٹینیو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرو۔"

"لیکن ابھی پیسے۔۔۔"

اس کی بات ابھی منہ میں ہی تھی جب ارسم نے تیز آواز میں اس کی بات کاٹی۔

"ہاں جیسے میں نے اتنے پیسے قبر میں لے کر جانے ہیں۔اب چپ کر کے میری بات سنو۔"

وہ پہلی راہداری میں ہی ایک طرف کھڑے تھے۔چونکہ ابھی یونی کا وقت شروع نہیں ہوا تھا اس لئے اکا دکا لوگ ہی آجا رہے تھے۔

"تمھارے دوسرے سمسٹر کے مڈز ہونے والے تھے۔اب ہر جگہ ایڈمیشن ہو رہے ہیں۔پھر اسال بعد ایڈمیشن اوپن ہوں گے اور میں نہیں چاہتا تمھارا ایک سال مزید ضائع ہو۔اس لئے۔۔۔"

رہ رُکا۔پھر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں دیکھا جو ابھی تک حیرت میں تھیں۔پھر تنبیہی لہجے میں بولا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"نو ایکسکیوز، تم اسٹڈی کانٹینیو کر رہی ہو اینڈ ڈیٹس اِٹ۔"

اور زینب بالکل چپ ہو گئی۔ وہ سارے فیصلے کر کے آیا تھا۔ کچھ یاد آنے پر زینب بولی۔

"اور تمھاری اسٹڈی۔۔۔"

"وہ وہیں ملتان میں کانٹینیو رہے گی۔ ہفتے میں چار دن ادھر رہا کروں گا اور تین دن ادھر۔"

"اور گھر میں کیا کہو گے؟"

"پڑھائی کا برڈن ہے۔ گھر نہیں آسکوں گا۔"

مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے بولا پھر ایک آنکھ ونک کی۔ زینب مسکرا بھی نہ سکی۔ اسے یہ ارسم کی طرف سے بہت لگ رہا تھا اور آج اسے احساس ہوا وہ واقعی اس کا شوہر ہے۔ وہ مرد جو شاید اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت پر معمور کیا گیا تھا۔ وہ اسی کے سہارے اس کا ہاتھ تھامے اندر کی طرف بڑھی۔ چند لمحے بعد وہ دونوں

ایڈمشن فارم لے کر یونی سے نکلتے دیکھائی دیئے۔

اس واقعے کے اگلے ہفتے زینب نے یونیورسٹی جوائن کر لی۔ چونکہ وہ پچھلے ایک سال میں یہی سب پڑھ چکی تھی تو سب اچھے سے ہینڈل ہو گیا۔ جو وہ نہیں سمجھ پاتی تھی وہ ارسم سے سمجھ لیتی تھی۔ کیونکہ وہ اس سے سینئر تھا اور دو سمسٹر آگے بھی تھا۔ البتہ ارسم سے مشورہ لے کر اس نے شنایہ سے رابطہ کیا تھا۔ شنایہ پہلے تو اس کی آواز سن کر حیران ہوئی پھر رونے لگ گئی۔ زینب نے بڑی مشکلوں سے اسے چپ کروایا اور اسے اعتماد میں لے کر بتایا کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ وہ واقعی زینب کیلئے پریشان ہوئی تھی۔ ویک اینڈ پر وہ اپنے بھائی اور ڈرائیور کے ساتھ اسے ملنے مظفر گڑھ چلی آئی۔ یونی جوائن کرنے کے بعد زینب نے اپنا مختصر سامان (جو وہ اپنے گھر سے لائی تھی) یونی کے گرلز ہوسٹل میں شفٹ کر لیا۔ زندگی کا یہی معمول بن گیا تھا۔ پڑھنا، سونا، کھانا، پینا اور پڑھنا۔ زینب نے شروع میں ارسم سے جب رشتے کے متعلق بات کی تو

اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ

"ابھی تم پڑھائی مکمل کر لو پھر میں ابو کو اعتماد میں لے کر خود ہی ساری بات بتا دوں گا۔آئی ہوپ کے وہ سمجھ جائیں گے۔"

اور زینب آگے سے چپ کر گئی۔اس نے ارسم سے دوبارہ اس متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے گھر والے کن حالات میں ہیں۔لیکن اگر انہوں نے اپنی زندگی نہیں روکی تھی تو زینب بھی اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکی تھی اور یہی دنیا کا اصول ہے۔مصیبت اور پریشانیوں سے نکل کر آگے بڑھنا اور ان سے سیکھے سبق ہمیشہ کیلئے یاد رکھنا۔کیونکہ مصیبت اور پریشانیوں سے سیکھے سبق ہی انسان کو زندگی کی بہت سی سیڑھیوں کو چڑھنے میں مدد دیتے ہیں۔

پانچ سال بعد:

آسمان پر بادلوں نے ڈیرہ جما لیا تھا۔ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا انسان کو ٹھٹھرنے پر مجبور کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہی تھی۔ بادل کچھ دیر بعد زور سے گرجتے اور پھر وہی سنسانی چھاجاتی۔ بادلوں کے تیور بارش برسنے کی نوید سنا رہے تھے۔

ایسے میں اس عمارت کے اندر آج کافی گہما گہمی اور شور تھا۔ بہت سے سٹوڈنٹس کا لاسٹ ڈے تھا یا یوں کہا جائے وہ سب اپنی ڈگری لینے آئے تھے۔ سینیئرز، جونیئرز کو نیک خواہشات اور جونیئرز، سئنیئرز کو الوداع کہہ رہے تھے۔ دفعتاً سر وحید مصطفیٰ والی تختی لگے اس آفس کا دروازہ کھلا اور بہت سے مسکراتے چہرے باہر نکلے۔ سب نے سفید کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کا خواب، جس کیلئے ان لوگوں نے پانچ سال دن رات ایک کئے تھے۔ باہر آکر سب ایک جگہ رُکے اور گول دائرہ بنایا۔ ان سب نے بلیک کیپس پہن رکھی تھیں۔ سب نے اپنے سر سے وہ کیپس اتاری اور پھر مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی کیپس ہوا میں اُچھال دیں۔ زینب بھی انہیں میں سے ایک تھی۔ بالآخر ایک عہد تمام ہوا تھا۔ اسے اس کی ایک خواہش ملی تھی۔ آس پاس نے گزرتے سٹوڈنٹس نے مسکرا کر یہ منظر

www.novelsclubb.com

دیکھا۔

"کتنے خوش ہیں یہ لوگ۔"

کسی نے کسی دوسرے کے کان میں سرگوشی کی تو جواباً دوسرا بولا۔

"انہیں ہونا بھی چاہیے۔ پانچ سال بعد ایم بی بی ایس کر کے نکلے ہیں یہ لوگ۔

میڈیکل پڑھنا آسان تھوڑی ہے۔"

وہ کوئی میتھس کا سٹوڈنٹ تھا تبھی اس طرح کہہ رہا تھا۔ کوئی میڈیکل والوں سے پوچھتا تو وہ بتاتے اس سبجیکٹ میں ان کی جان بسی ہے۔ کچھ دیر بعد جانے کا وقت ہوا تو سب کے چہرے اترے۔ زینب نے بھی اپنے ساتھیوں کو الوداع کہا اور کسی بھی قسم کا ایموشنل سین کرئیٹ کئے بغیر باہر آئی۔ سامنے ہی اپنی ریڈ کار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ کھڑا تھا۔ ارسم!

بلیو ڈریس پینٹ میں ملبوس بالوں کو ماتھے پر گرائے وہ پانچ سال میں کچھ خاص نہیں بدلا تھا۔ بس قد تھوڑا لمبا ہو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"بہت بہت مبارک ہو ڈاکٹر زینب۔۔" پاس پہنچنے پر اس نے مسکرا کر کہا۔

"تمھیں بھی مبارک اینڈ تھینکیو فار ایوری تھنگ۔"

مسکرا کر کہتے وہ دوسری طرف آئی تھی۔اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس،اوپر سے سفید آوو آل کوٹ پہنے، بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے وہ اپنی ڈگری کسی متاعِ جان کی طرح خود سے لگائے دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھی۔تب تک وہ بھی بیٹھ چکا تھا۔

"زینب سیٹ بیلٹ۔۔۔"کار سٹارٹ کرتے ہی اس نے یقین دہانی کروائی۔

"اوہ۔۔میں پھر بھول گئی۔"

اس نے سر پر ہاتھ مار کر خود کو کوسا اور سیٹ بیلٹ لگانے لگی۔ پھر کچھ یاد آنے پر اداسی سے مسکرائی۔

"جب پہلے دن ہم نے اس یونی میں قدم رکھا تھا تب تم اتنی چھوٹی چھوٹی بات کا خیال نہیں رکھتے تھے۔"

www.novelsclubb.com

"اوہ میڈم وہ پانچ سال پہلے کا دور تھا۔"

وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔ آج بلاوجہ مسکرانا بھی اچھا لگ رہا تھا۔ پھر کار کا موڑ کاٹتے ہوئے بولا۔

"اب پتہ حالات کتنے خراب ہیں۔ دنیا بدل گئی ہے۔"

"آپ کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا کتنی بدل گئی ہے۔ حالات کتنے خراب ہیں۔"

"اچھا وہ کیوں؟" اس نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔

وہ جانتا تھا زینب کیا بات کر رہی ہے۔ جواباً زینب نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے بازو پر مارا۔

"آؤچ ظالم۔۔۔"

اس نے ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے کندھا مسلا۔

"میں بتا رہی ہوں ارسم۔ کم ویل ڈریس ہو کر گھر سے نکلا کرو۔ کہیں کسی نے پسند کر

www.novelsclubb.com

لیا تو مجھے دو منٹ میں رُخصت کر دو گے۔"

"خیر اب اتنی بھی بات نہیں ہے۔"

پھر اس کا دھیان بٹانے کو بولا۔

"اچھا ڈگری تو دیکھاؤ۔"

اور اس کا دھیان واقعی بٹ گیا۔اب وہ جلدی سے ڈش بورڈ سے فائل اٹھا کر اسے دکھا رہی تھی۔ساتھ ساتھ مسکراتے ہوئے کچھ بتا بھی رہی تھی۔بار بار اپنی کیپ ٹھیک کرتی وہ کوئی اور ہی ہنستی مسکراتی زینب لگ رہی تھی۔وہ بس مسکرا کر اس کی سن رہا تھا۔وہ کتنی خوش تھی۔بالآخر ان کی زندگی میں ایک نیا موڑ آنے والا تھا۔

"اوہ ہاں۔یاد آیا۔"

کوئی بات بتاتے ہوئے وہ یک دم رُکی اور کچھ یاد آنے پر بولی۔

"کیا؟"

"ہمیں ڈاکٹر فاروق کے پاس جانا ہے۔"

"وہ کس لیے؟" وہ انجان بنتے ہوئے بولا۔

"تمھیں یاد نہیں۔" اس نے شکایتی انداز میں اسے دیکھا۔

"جنہیں میں نے جاب کیلئے کہا تھا۔ اُنہیں کے ہوسپیٹل میں میں نے فارتھ سمسٹر میں انٹرن شپ بھی کی تھی۔ بہت اچھے سر ہیں ہمارے۔ ہمیں پریکٹیکل ورک میں بہت کچھ سکھایا تھا انہوں نے۔ گاڑی ان کے کلینک کی طرف موڑ لو۔"

"زینب پھر کبھی چلیں گے۔"

وہ جیسے ٹال رہا تھا۔ جواباً زینب نے اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔

"نو مور ارسم۔ ہم پہلے اس پر بات کر چکے ہیں۔ تم جان کر انہیں بھول رہے ہو۔ تمھیں سب یاد ہے۔ ہماری کل رات اس پر بات ہو چکی ہے۔ میں جانتی ہوں تم مجھے شادی کے بعد کلینک کھول دو گے لیکن جب تک تم انکل سے بات نہیں کر لیتے میں ہاؤس جاب کرنا چاہتی ہوں تاکہ مزید کچھ سیکھ سکوں۔ اپنی فیلڈ میں

www.novelsclubb.com

ایکسپیریئنس حاصل کر سکوں اور میں۔۔۔"

"او کے بابا او کے۔"

اس کی تقریر شروع ہو چکی تھی اس سے پہلے کہ وہ اور فائدے بتاتی ارسم نے دونوں ہاتھ کھڑے کیئے۔

"ہم وہیں جا رہے ہیں۔ ریلکس۔"

کچھ دیر بعد گاڑی ایک کلینک کے سامنے رُکی۔

"تم آؤ گے یا میں جاؤں۔" سیٹ بیلٹ کھولتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"نہیں تم جاؤ۔ میں ویٹ کر رہا ہوں۔"

"دعا کرنا انہوں نے کسی اچھے ہوسپیٹل میں میری جاب لگوائی ہو۔"

اترنے سے پہلے وہ بولی اور چادر کندھے پر ٹھیک کرتی باہر نکلی۔ پیچھے ارسم محض سر ہلا کر رہ گیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ جہاں بادل گرج گرج کر اب برسنے کو تیار تھے۔

www.novelsclubb.com

"سر، مس زینب خالد آئی ہیں۔"

ان کی سیکرٹری نے دروازے سے جھانک کر اطلاع دی۔وہ جو عینک ناک پر ٹکائے فائل سے کسی پیشنٹ کا کیس سٹڈی کر رہے تھے۔عینک کے اوپر سے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

"بھیج دیں۔"

ابھی وہ گئی ہی تھی کہ چند لمحے بعد دروازے میں زینب نمودار ہوئی۔

"سر مے آئی۔۔۔"

"آؤ زینب آؤ۔"

اسے دروازے میں کھڑے دیکھ کر انہوں نے خوش دلی سے کہا پھر فائل بند کر کے سائیڈ پر رکھی۔زینب کو حوصلہ ہوا اور وہ مسکراتے ہوئے اندر آئی۔وہ استقبالیہ مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔اور زینب کو ان کی یہی عادت پسند تھی وہ

اپنے ہر سٹوڈنٹ اور ٹیچر کو لیگز کے ساتھ بہت عزت سے پیش آتے تھے۔چند لمحے بعد ان کے آفس کا منظر کچھ یوں تھا کہ زینب ان کے سامنے مؤدب سی بیٹھی تھی اور وہ بھی اپنی نشست سنبھال چکے تھے۔وہ ساٹھ پینسٹھ سال کے تراشیدہ مونچھوں والے مرد تھے۔جن کے چہرے پر اس وقت ٹھہراؤ تھا۔

"سر آج مجھے ڈگری مل گئی ہے۔"

"اوہ مبارک ہو آپ کو بہت بہت۔"

وہ واقعتاً خوش ہوئے۔پھر اسے سراہتے ہوئے بولے۔

"ماشاءاللہ آپ نے بہت محنت کی ہے۔ایسی لگن اور جزبہ میں نے بہت کم سٹودنٹس میں دیکھا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو آگے کی زندگی میں کامیاب کرے۔"

زینب نے مسکرا کر ان کی بات سنی۔وہ بہت دل سے دعا دے رہے تھے۔

"تھینکیو سر۔"

پھر ذرا ٹھہر کر بولی۔

”سر وہ آپ کو جاب کیلئے۔۔۔“

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ اسے اشارہ کرتے ہوئے نیچے جھکے۔زینب کی بات منہ میں ہی رہ گئی۔انہوں نے دراز میں سے کوئی فائل نکالی پھر سیدھا ہوتے ہوئے بولے۔

”مجھے آپ کی جاب یاد تھی۔میں نے اسی دن ایک بہت اچھے ہوسپیٹل میں آپ کیلئے بات کی تھی۔۔۔۔“

وہ رُکے۔زینب دم سادھے انہیں سن رہی تھی۔

”بیٹا جاب تو آپ کی لگ گئی لیکن ایک مسئلہ ہے۔۔۔“

”کیسا مسئلہ سر؟“

”میں یہاں کے کسی ہوسپیٹل میں جاب نہیں لگوا سکا۔کافی سٹوڈنٹس کی ڈگریاں مکمل ہوئیں ہیں تو سب سیٹس فل تھیں۔۔۔“

زینب نے اچنبھے نے انہیں دیکھا۔وہ کیا کہنا چاہ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"آپ کی جاب ملتان کے سٹی ہوسپیٹل میں لگی ہے۔میں بھی دو دن وہیں ہوتا ہوں۔وہاں کچھ سیٹس فری تھیں تو میں نے وہیں ارینج کر دیا۔ٹھیک ہے؟"

بات کے اختتام پر انہوں نے اسے دیکھ کر پوچھا تو چند لمحے وہ خاموش رہی۔اسے سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا بولے۔چار سال ہو گئے تھے وہ شہر چھوڑے اب دوبارہ۔۔۔

وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔چند لمحے بعد وہ سنجیدگی سے بولی۔

"سر میں آپ کو کچھ سوچ کر بتاؤں گی۔میرے لئے دوسرے شہر میں شفٹ کرنا تھوڑا مشکل ہو گا۔"

وہ تھوڑا پھیکے پڑے۔

"بیٹا، بس ایک گھنٹے کا راستہ ہے ملتان تک کا۔باقی میں سمجھ سکتا ہوں۔آپ سوچ لیں لیکن میرا مشورہ لیں تو وہ اچھا ہوسپیٹل ہے۔آپ کو وہاں ٹرائے۔۔۔"

وہ اگلے چند لمحے بولتے رہے اور زینب سنتی رہی۔وہ جانتی تھی وہ اسے قائل کرنا چاہ

رہے ہیں۔کچھ لمحے بعد وہ ان کے کلینک سے نکلتی دیکھائی دی۔اسے باہر آتا دیکھ کر ارسم فوراً سیدھا ہوا اور اس کیلیئے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔وہ الجھی ہوئی گاڑی میں بیٹھی۔ارسم اس کا چہرہ دیکھ کر پوچھے بغیر نا رہ سکا۔

"کیا ہوا؟"

اور جواباً وہ ساری بات دہرا گئی جو اندر اسے ڈاکٹر نے کہی تھی۔پہلے چند لمحے تو وہ بھی خاموش رہا۔پھر سنجیدگی سے کندھے اچکا کر بولا۔

"میں کچھ نہیں کہوں گا۔تمھاری مرضی ہے۔جو تمھیں بہتر لگے۔"

"تمھیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا اگر میں دوبارہ وہاں شفٹ کروں۔"

یعنی وہ اپنا ذہن بنا چکی تھی۔وہ ملتان واپس جائے گی۔اس شہر جہاں سے وہ اپنے سارے تعلق توڑ آئی تھی۔اس شہر جہاں اس نے پانچ سال پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ اس شہر، جہاں اس کا بچپن اور جوانی کا کافی حصہ گزرا تھا۔

"دیکھو زینب۔۔۔"

اس نے سنجیدگی سے رُخ اس کی طرف موڑا اور بولا۔

”میں تب بھی تمھارے ساتھ تھا جب تم نے یہاں شفٹ کیا تھا۔ حالانکہ میں جانتا نہیں تھا لیکن میں نے تمھارا ساتھ دیا۔ میں اب بھی تمھارا ساتھ دوں گا۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تمھارا جو بھی فیصلہ ہوا مجھے قبول ہے۔“

زینب بالکل چپ ہو گئی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس نے کبھی زینب کے کسی فیصلے پر تنقید نہیں کی تھی۔ بس خاموشی سے اس کا ساتھ دیا تھا۔ زینب نے آنکھیں بند کر کے چند لمحے سوچا۔

کیا مجھے دوبارہ وہاں جانا چاہیے؟ اگر ان میں نے کسی سے سامنا ہوا تو میں کیا کروں گی؟ لیکن جب وہ سب اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکے ہیں تو میں کیوں رُکوں مجھے بھی اپنا مستقبل بنانا ہے۔ ماضی کو سوچ میں رکھ کر کب تک ڈر ڈر کر فیصلے کروں گی۔

بالآخر کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے اس نے آنکھیں کھولیں۔ ارسم ابھی بھی منتظر نظروں

سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ہمت مجتمع کر کے وہ الفاظ بولی جو شاید اس کا کبھی نا بولنے کا ارادہ تھا۔

"میں ملتان جاؤں گی۔ اپنی جاب سٹارٹ کرنے کیلیئے۔ اپنا کیریئر بنانے کیلیئے۔ میں جاؤں گی وہاں اور اگر کوئی مسئلہ ہوا تو میں خود ہی ہینڈل کر لوں گی۔ بی کوز زینب از آ فائیٹر۔ جب پہلے اتنے معاملات سے نکلی ہوں اب بھی نکل جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہوئے بھی اسے ڈر لگ رہا تھا لیکن اس نے سوچ لیا تھا اسے ماضی کی قید سے نکلنا تھا۔ اگر وہ آج اپنا حال بہتر کرتی تو آگے روشن مستقبل اس کا انتظار کرتا۔ اس لئے اس نے یہ فیصلہ اپنے لئے لیا تھا۔ ارسم چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ وہ شاید خوش قسمت تھا جو اس کی زندگی میں زینب آئی تھی۔ پھر وہ آگے بڑھا اور نرمی سے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا۔

"آئی ایم آلویز وِد یو۔"

اور زینب کیلیئے اتنا کافی تھا۔ یہی بازو اس کی ڈھال تھے۔ یہ بازو اسے دنیا سے بچائے

رکھتے تھے۔ صرف اس رشتے کی وجہ سے یونی کے پانچ سال کسی لڑکے کی جرأت نہیں ہوئی تھی وہ اس سے حد سے زیادہ فری ہوتا۔

اور پھر چند لمحے بعد وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تو پھر کب جارہی ہو ملتان؟"

ملتان شہر ویسا ہی گرم تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ سورج سوا نیزے پر تھا۔ ہمیشہ کی طرح حبس اور گرد فضا کا حصہ تھی۔ سڑکوں پر وہی معمول کے مطابق رش تھا۔ غرض شہر ویسا ہی مصروف تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ فرق بس اتنا تھا کہ وہ اس شہر کو اندھیرے میں چھوڑ کر گئی تھی اور جب آج اس شہر نے اسے خوش آمدید کہا تو روشنی ہر سو پھیلی تھی۔

اس نے گاڑی سے باہر قدم رکھا تو گرم ہوا کہ تھپیڑے نے اس کا استقبال کیا۔ اس نے اس ہوا کو محسوس کیا۔ پھر سر اٹھا کر اپنے شہر کو دیکھا تو چند لمحے ایسے ہی ٹکٹکی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باندھے اسے دیکھے گئی۔اس شہر کی گلیوں میں کھیلتے ہوئے اس نے اپنا بچپن گزارا تھااور پھراس ظالم دنیا کی وجہ سے اسے پانچ سال اپنے شہر سے دور گزارنے پڑے۔

"جو کہہ رہاہوں وہ کرو۔ورنہ پَر پُرزے کاٹ کر گھر بٹھادوں گا۔پھر رونابیٹھ کر۔۔"

سامنے دیکھتے ہوئے اچانک ایک فقرہ اس کے دماغ میں گونجا۔کافی عرصے بعد ماضی کے ان فقروں نے اس پر حملہ کیا تھا۔زینب نے سر جھٹک کر اس آواز کو دور بھگانے کی کوشش کی لیکن بیک وقت بہت سی آوازیں ایک ساتھ اس کے کانوں سے ٹکرائیں۔

ہمارے گھروں میں لڑکیوں کو لڑکیاں ہی سمجھا جاتا ہے۔باندی نہیں۔"

"اب اگر تم انکار کر بھی دو تو کوئی تمھارا یقین نہیں کرے گا۔"موحد کا استہزائیہ لہجہ۔

"یونی جاکر تم خود کو زیادہ ہی خود مختار سمجھنے لگ گئی ہو۔"اس کی اپنی بہن کے الفاظ

www.novelsclubb.com

"تمھیں اتنا ہی مسئلہ ہے تو کسی بڑے سے بات کرو۔" منان کا صاف انکار۔

بے اختیار اسے چکر آیا۔ وہ لڑکھڑائی۔ پھر سہارے کیلئے کار کا کھلا دروازہ تھاما۔

"زینب۔۔۔" ارسم اسے پکارتے ہوئے فوراً قریب آیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔" جواباً زینب نے اثبات میں سر ہلایا۔

ارسم نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیا اور گھما کر قبرستان کے گیٹ کے سامنے لایا۔ وہ سب سے پہلے قبرستان آئے تھے۔ زینب نے کہا تھا وہ اپنے والدین کی قبر دیکھنا چاہتی ہے چاہے دور سے ہی سہی۔

"تم چاہو تو اندر بیٹھ جاؤ گاڑی میں۔ میں فاتحہ پڑھ کر آتا ہوں۔"

ارسم نے پیشکش کی اور زینب فوراً مان گئی۔ وہ اس وقت کھڑے ہونے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اسے اندر بٹھا کر ارسم قبرستان کی طرف بڑھا۔ زینب نے دیکھا وہ دور جاتا دکھائی دے رہا تھا اور اسی منظر میں ایک اور منظر لہرانے لگا۔ وقت یہی

رُک گیا اور زینب کا ذہن بہت سال پیچھے چلا گیا۔ اتنا کہ وہ ابھی سات سال کی تھی اور اپنے گھر کے لان میں گھاس پر بیٹھی سامنے کُرسی پر بیٹھے اپنے ابو سے پوچھ رہی تھی۔

"بابا، جب انسان مر جاتا ہے تو اسے سب قبرستان میں کیوں لے جاتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ اسی گھر میں کیوں نہیں رہ سکتے؟"

وہ کُرسی پر بیٹھے اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔ اس کی بات سن کر وہ مسکرائے پھر اخبار بند کر کے ٹیبل پر رکھا۔ شام کی نیلگوں روشنی ہر سو پھیلی تھی۔ مغرب کی آذان میں بس کچھ وقت ہی باقی تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل اس کے ساتھ گھاس پر بیٹھے پھر اس کے چہرے پر آئے بال ہٹاتے ہوئے پیار سے پوچھنے لگے۔

"بیٹا، آپ کو پتہ ہے۔ ادھر اوپر۔۔۔"

انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

"آسمان پر اللہ تعالی کی نورانی مخلوق ہوتی ہے۔ وہ فرشتہ جو انسان کی روح قبض کرتا

ہے۔"

"جی مجھے ٹیچر نے بتایا تھا۔"

اور یہ وہی عمر تھی جب جو ٹیچر کہہ دے وہی ٹھیک مانا جاتا تھا۔

"جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا اس دنیا سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔اس کی روح ادھر آسمان پر چلی جاتی ہے۔"

"لیکن بابا، دادا جان کو تو آپ سب قبرستان چھوڑ آئے تھے پھر وہ اُدھر اوپر کیسے گئے؟"

اس نے اپنی عقل کے مطابق چہرے پر معصومیت سجاتے ہوئے پوچھا۔بچی تھی نا وہ ابھی۔تو سوال تو بنتے تھے۔بچوں کا ذہن سوال بُننے کے علاوہ کر بھی کیا سکتا ہے۔

"بیٹا، روح ہماری اللہ کے پاس چلی جاتی ہے۔ جسم دنیا میں ہی رہتا ہے۔ جسے ہم قبرستان میں دفنا آتے ہیں۔"

"ہاہ۔۔۔"اس نے حیرت سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ منہ پر رکھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”اس کا مطلب مرنے کے بعد ہم دو ہو جاتے ہیں۔ایک آسمان پر اور ایک قبرستان میں۔“

انہوں نے اس کی بات پر مسکرا کر سر جھٹکا۔بچوں کے ذہن بھی چھوٹی عمر میں کچھ زیادہ ہی تیز چلتے ہیں۔

”زینب۔۔۔“

خالد صاحب آگے سے کچھ کہہ رہے تھے۔لیکن امی کی آواز پر وہ سب کچھ چھوڑ کر اٹھی اور بھاگتی ہوئی اندر چلی گئی۔پیچھے خالد صاحب مسکرا کر گھاس پر بکھرے اس کے کھلانے سمیٹنے لگے۔

اور اتنے عرصے بعد زینب آج بھی اس بات کا جواب نہیں ڈھونڈھ پائی تھی کہ جب اللہ انسان کی روح نکال کر اپنے پاس بلا لیتا ہے تو اس جسم کو اس دنیا میں رکھنے کا فائدہ؟شاید دوبارہ زندہ کرنے کیلئے۔جواب بس یہی بن پاتا تھا۔

ارسم ساتھ آکر بیٹھا تو وہ چونکی۔پھر حال میں لوٹی تو محسوس ہوا چہرہ گیلا ہے۔ہاتھ

اٹھا کر اس نے اپنے چہرے پر آئے آنسو صاف کیئے۔ارسم کچھ نہیں بولا وہ سمجھ سکتا تھا زینب اس وقت مختلف کیفیات کا شکار تھی۔آنسو صاف کر کے وہ نم لہجے میں بولی۔

”تمھیں لگتا ہے مجھے واپس اس گھر میں جانا چاہیے؟“

شاید اس گھر کی یاد آنے کا نتیجہ تھا جو زینب کے منہ سے یہ جملہ ادا ہوا۔

”ہر گز نہیں۔۔“

ارسم نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

”زینب جزبات میں آ کر کوئی غلط فیصلہ نہیں کرنا۔ویسے بھی نیا گھر ہمارا منتظر ہے۔“

www.novelsclubb.com

”ویسے تم نے اتنی جلدی گھر کا انتظام کیسے کیا۔“

ارسم کی بات پر اداسی کے فیز کو جھٹکتے ہوئے زینب نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

”خدا کو مانو یار۔شک کیوں کر رہی ہو؟ سیل ہو رہا تھا۔میں نے خرید لیا۔“

"اور اپنی سٹڈیز کے دوران تم کہاں رہتے تھے؟"

وہ مزید شکی ہوئی۔

"اسی پلازے میں جہاں تم آخری دفعہ مجھے ملنے آئی تھی۔ نہیں یقین تو پہلے وہاں لے چلوں؟"

وہ جل کر بولا تو زینب گردن پیچھے پھینک کر کھلکھلا کر ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔

جواباً اَرسم نے اسے دیکھتے ہوئے سکون کی سانس خارج کی۔ پھر سر جھٹک کر کار سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"تو پھر چلیں؟"

"ہاں ہاں چلو۔"

اور پھر ایسے ہی ہنسی اور ہلکی پھلکی باتوں کے دوران وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک مہینے بعد:

وہ ایسے ہی ایک حسین صبح تھی۔ سورج بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کبھی سورج کی ٹھنڈی کرنیں واضح ہوتیں تو کبھی بادل سورج کے سامنے آجاتے۔ یعنی سورج اور بادلوں میں نوک جھونک جاری تھی۔ ٹھنڈی تیز ہوا ماحول کو اور خوبصورت بنا رہی تھی۔

ایسے میں اس گھر کا سبزہ زار عبور کر کے لاؤنج کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہاں خاموشی تھی۔ دائیں طرف کے کمرے سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ دروازے کی درز سے جھانکو تو وہ دونوں بیڈ پر نیم دراز باتوں میں مصروف تھے۔ اے سی چلنے کی وجہ دونوں نے کمفرٹر اوڑھا ہوا تھا۔ زینب کا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کے کندھے پر سر ٹکائے نفی میں سر ہلاتی اسے کسی بات پر ٹوک رہی تھی۔ وہ بھی آگے سے ضدی انداز میں کچھ کہنے لگا۔ پھر یک دم کچھ یاد آنے پر بولا۔

"تم نے ولیمے کا ڈریس سلیکٹ کر لیا تھا؟"

"ہاں وہ تو کر لیا تھا لیکن ولیمہ کچھ زیادہ ہی دیر سے نہیں رکھا؟"

وہ جیسے حیران تھی۔

"میں نے ہی کہا تھا ابو سے۔ بارات کا فنکشن ہو گیا بہت ہے۔ اب ہمیں کچھ دن کیلئے شہر جانے دیں۔"

اس کی انگلی میں پہنی انگوٹھی کو گھماتے ہوئے وہ آرام سے بولا۔ زینب نے خفگی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"شرم تو نہیں آئی نا۔ کیا سوچتے ہوں گے وہ۔ ویسے بھی مجھے وہاں سب کے ساتھ اتنا اچھا لگ رہا تھا۔ آنٹی اتنی۔۔"

"بس بس۔۔"

ارسم نے اس کی پیار بھری تقریر کو بریک لگوایا۔

"اتنی تم فرمانبردار بہو۔ شور شرابہ دیکھا وہاں کتنا تھا۔ اب یہ دیکھو ہمارا گھر۔ کتنا سکون ہے یہاں۔"

ارسم نے باقائدہ آنکھیں بند کر کے اس سکون کو محسوس کیا۔جواباً زینب نے اس کے بازو پر مکا مارا۔

"خبر دار میرے گھر والوں کو کچھ کہا تو۔"

"ارے واہ۔اتنی جلدی میرے گھر والے بھی ہو گئے۔"

وہ طنزاً بولا۔

"اچھا بس بس۔اب مجھے لیکچر نا دینے بیٹھ جانا۔ویسے بھی چھوڑو مجھے میں اٹھ کر ناشتے کا۔۔۔"

وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتی اٹھنے لگی تھی جب ارسم نے اسے دوبارہ کھینچ کر بٹھایا۔

"چپ کر کے بیٹھی رہو مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔"

اور پھر اگلے چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔زینب نے محسوس کیا۔واقعی! کتنے سکون کے پل تھے وہ۔

"میں ایک بات ہمیشہ سے کرنا چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکا۔پانچ سال پہلے جب میں

نے تم سے دو دن رابطہ نہیں کیا اور وہی دن وہ تھے جب تمھاری طلحٰہ سے ملاقات ہوئی تو میں تم سے ناراض نہیں تھا۔ دراصل تب ابو کو چھوٹا سا اٹیک ہوا تھا۔ مطلب انزائیٹی اٹیک تھا۔ ہم بہت پریشان تھے۔ میں نے موبائل نہیں دیکھا۔ میرا موبائل بند تھا ان دنوں اور جس دن ابو کو واپس لے کر آئے۔ اس دن رات میں ہی میں نے موبائل دیکھا تو تمھیں کال کی لیکن تمھاری لوکیشن ہی ملتان سے شو نہیں ہوئی۔۔"

وہ بتا رہا تھا اور زینب بس خاموشی سے سن رہی تھی۔ وہ ایک ایسی بات پر صفائی سن رہی تھی جس پر اسے کبھی اعتراض ہی نہیں رہا تھا۔ اگر کبھی اسے شکوہ تھا بھی تو اتنے سال ارسم کی مدد کے بعد اسکے سارے شکوے دم توڑ گئے تھے۔ وہ خاموش رہی۔ کافی دیر دوبارہ خاموشی رہی۔

"تم واقعی اب اپنے گھر والوں سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی؟"

چند لمحے مزید سرکے تو ارسم مدھم آواز میں بولا۔ اس کی بات سن کر وہ چند لمحے

خاموش رہی۔ فضا میں کوئی اُداس نغمہ گونجا تھا۔ پھر بولی تو اس کی آواز میں زمانے بھر کی اُداسی تھی۔

”میں دل سے بتاؤں تو ’نہیں‘۔ شروع شروع میں جب یہاں آئی تھی تب جانا چاہتی تھی ان کے پاس۔ کیونکہ مجھے اپنے بابا کی، اس گھر سے جڑی یادوں کی بہت یاد آتی تھی۔ لیکن اب۔۔۔اب نہیں۔ میں چاہوں گی زندگی میں کبھی اُن سے دوبارہ نہ ملوں۔ وہ بس میرے ذہن کے نہاں خانے میں ایک دن بھولی بسری یاد بن کے رہ جائیں گے۔۔“

وہ رُکی۔ جیسے بہت سے آنسو اندر اتارے ہوں پھر بولی۔

”میرے پاس سب کچھ ہے۔ میری جاب، تم، تمھارے گھر والے، پھر کچھ عرصے بعد جب ہم اپنا کلینک کھول لیں گے پھر ہمارے پاس پوری لائف ہو گی لوگوں کی خدمت کرنے کیلئے۔ زندگی اتنی بھی حسین ہو گی میں نے نہیں سوچا تھا۔“

بات کے اختتام پر اسکے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"شکر ہے ابو کو زیادہ منانا نہیں پڑا۔وہ جلدی مان گئے اور ہمیں ہماری خوشی مل گئی۔"

ارسم بھی بولا تھا۔وہ دونوں جیسے بالکل مکمل ہو گئے تھے۔ایک دوسرے سے بات کرتے وہ جیسے کسی اور ہی دنیا میں تھے۔

"تمھارے ساتھ گزارے چند لمحے میری زندگی مکمل کر دیتے ہیں۔پھر ابھی تو ساری۔۔۔"

اس کی آواز باہر دروازے پر بجتی بیل نے روکی تھی۔کمرے کا پُر فسوں ماحول چھناکے سے ٹوٹا۔سارا تسلسل ٹوٹنے پر جہاں ارسم نے بُرا سا منہ بنایا وہیں زینب مسکراہٹ دباتی اٹھ کھڑی ہوئی۔پھر اس کے اوپر سے کمفرٹر کھینچا۔

"اٹھ جائیں ارسم صاحب۔بہت ہو گئی ہڈ حرامی۔"

جواباًاس کے تاثرات دیکھ کر اس نے کمفرٹر صوفے پر پھینکا اور اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر باہر کی طرف بھاگی۔

"تم رُکو چالاک لومڑی۔۔۔"

وہ بھی جلدی سے اٹھ کر اس کے پیچھے ہی آیا۔زینب برق رفتاری سے لاؤنج پار کر کے باہر سبزہ زار پر آگئی۔اس نے اس وقت سُرخ رنگ کی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔بال گول مول جوڑے میں باندھے،ڈوپٹہ کندھے پر لئے وہ ارسم سے بچتی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"اچھا رُکو نہ زینب۔میں کھولتا ہوں۔"

وہ بھی کہتے ہوئے باہر سبزہ زار پر آگیا۔دونوں ننگے پاؤں تھے۔ارسم نے ٹراؤزر پر بلیک شرٹ پہنی ہوئی تھی۔زینب نے رُخ موڑا اور ارسم کو دیکھتے ہوئے اُلٹے قدم اٹھانے لگی۔اتنی دیر میں دوسری دفعہ بیل بجی۔

"تم سے زیادہ میں اس گھر میں رہی ہوں۔دروازہ میں کھولوں گی۔"

اس نے مسکرا کر اپنی طرف اشارہ کیا۔ملتان آنے کے بعد وہ اپنی جاب میں بزی ہو گئی تھی اور وہ ابو کو منانے لگ گیا تھا۔پھر وہ مان گئے تو ایک ہفتہ پہلے انہوں کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بارات کاانتظام کیا گیا۔ بارات کا فنکشن گاؤں میں ہی ہوا تھااور بڑے دھوم دھام سے ہوا تھا لیکن اس سب کے بعد وہ لوگ گاؤں میں ہی رہے تھے۔ دو دن ہوئے وہ لوگ ادھر شہر میں آئے تھے اور اتنے دنوں میں ارسم نے پہلی دفعہ زینب سے فرصت سے بات کی تھی اور اس کے ہونٹوں پر وہ خوبصورت مسکراہٹ دیکھی تھی۔ وہ شہد رنگ مسکراتی آنکھوں کے ساتھ، قدم قدم پیچھے ہٹ رہی تھی۔ ارسم نے دور سے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔ دونوں میں کافی فاصلہ تھا۔ اس نے دل ہی دل میں اس کی مسکراہٹ کی نظر اتاری۔ آج وہ بہت دنوں بعد اسے پیاری اور خوش لگ رہی تھی۔

"مطلب تم باز نہیں آؤ گی۔"

وہ بھی آرام سے قدم قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اونہوں بالکل نہیں۔" اس نے مسکراہٹ دبا کر نفی میں سر ہلایا۔

اتنی دیر میں تیسری دفعہ بیل بجی۔ پیچھے کو قدم اٹھاتی اب وہ گیٹ کے دائیں طرف

بنی دیوار سے جا لگی۔ تبھی ارسم کے پاؤں میں کچھ اٹکا۔ وہ رُکا اور جھک کر دیکھا۔ وہ ڈور پتہ نہیں وہاں کیسے آئی تھی۔ زینب نے رُخ موڑا تو سامنے دروازہ تھا۔ اس نے چہرہ موڑ کر ارسم کو دیکھا جو نیچے بیٹھا تھا پھر اونچی آواز میں بولی۔

"ارسم، میں کھول دوں۔"

ارسم نے سر ہلاتے ہوئے پاؤں سے ڈور علیحدہ کرنی چاہی۔ زینب نے دروازہ کھولا۔ سامنے کوئی بھی نہیں تھا۔

"کون ہے؟"

اس نے اچنبھے سے کہتے ہوئے سر باہر نکالا۔ ارسم تب تک ڈرو علیحدہ کر کے سائیڈ پر رکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں یہ زینب کے پاؤں میں کیسے نہیں پھنسی تھی؟

"ابھی تو کوئی بیل بجا رہا تھا۔"

دوسری طرف زینب اچنبھے سے چہرہ باہر نکالا کر، ساتھ میں پوچھ رہی تھی۔

"کوئی ہے؟"

تبھی اس کی نظر ساتھ والے گھر کے باہر کھڑے لڑکے پر پڑی۔

"زینب کوئی نہیں ہے تو آ جاؤ۔"

ارسم نے پیچھے سے آواز لگائی۔وہ وہیں رُک گیا تھا کیونکہ زینب دروازے میں کھڑی تھی لیکن زینب اس لڑکے کو آواز دیتے ہوئے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ارسم نے اسے دیکھ کر سر پر ہاتھ مارا پھر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"زینب پاؤں میں جوتا بھی نہیں ہے۔اندر آؤ۔"

زینب اپنے گھر سے آگے کھڑی اس لڑکے کو آواز دینے لگی تھی۔

"ہیے بھائی صاحب، بات سنیں۔"

اب کی بار ارسم زرا سختی سے کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔اسے صرف زینب کھڑی نظر آ رہی تھی کیونکہ اُس نے چھوٹا گیٹ کھولا تھا۔باہر کے منظر سے وہ یکسر بے خبر تھا اور تبھی۔۔۔

جب زینب اس، سیلیز مین کو آوازیں دے رہی تھی جس کے ہاتھ میں نوڈلز کے

پیکٹ تھے، تبھی جب ارسم اسے اندر آنے کا کہہ رہا تھا، تبھی ایک گاڑی پیچھے سے آئی اور زینب کو ٹکر مار کر آگے بڑھ گئی۔ لمحے بھر کا عمل تھا اور دوسرے ہی لمحے زینب کا وجود کار کے اوپر سے اُچھل کر، گھومتے ہوئے بیچ سڑک پر آ گرا۔

یہ دیکھ کر ارسم کے قدم ایک لمحے کو جمے تھے پھر وہ دوڑتا ہوا باہر بھاگا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے زینب کا وجود تھا، جو ابھی کار کے اوپر سے اچھلا تھا۔ کچھ آگے جا کر وہ کار بھی رُکی۔

"زینب۔۔"

وہ چلاتا ہوا باہر آیا اور وہیں زمین پر بیٹھ کر جلدی سے اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور ڈوپٹہ سارا خون سے بھر چکا تھا۔ زینب کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

"زینب، اٹھو، آنکھیں بند نہیں کرنا۔"

اس نے اسے اٹھانا چاہا۔ اس کے سر سے خون بہے جا رہا تھا۔ اتنی دیر میں وہ سیلز مین

بھی متوجہ ہو چکا تھا اور گاڑی سے بھی ایک لڑکا نکل کر بھاگتا ہوا آیا۔

"سوری مجھے پتہ نہیں چلا۔۔۔"

بے دھیانی میں کہتے ہوئے، آگے کا منظر دیکھ کر وہ چونکا۔ پھر جلدی سے آگے بڑھا۔

"اوہ ان کو تو چوٹ آئی ہے۔ آئیں انہیں ہوسپٹل لے جاتے ہیں۔"

اتنی دیر میں ارسم اسے بازوؤں میں اٹھا چکا تھا، پھر بھاگتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھا۔ پاؤں میں جوتا ابھی بھی نہیں تھا۔

"پلیز جلدی ہوسپٹل لے چلیں۔"

گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ جلدی سے بولا۔ پھر زینب کی طرف متوجہ ہوا۔

"زینب زینب، ادھر میری بات سنو، آنکھیں بند نہیں کرنا۔"

اس کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ بس دیوانہ وار اس کا گال تھپک رہا تھا۔

"ہم ابھی ہوسپٹل پہنچ جائیں گے۔ پلیز آنکھیں بند مت کرنا۔"

وہ اس کا گال تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ کبھی اس کا ہاتھ مسلتا، کبھی آنکھیں کھلی رکھنے کو کہتا۔ اسے اپنے چہرے پر نمی محسوس ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں خون تھا یاں آنسو۔ اس کی شرٹ پوری خون سے بھر چکی تھی۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ وہ بس دیوانہ وار اسکا چہرہ تھپکتے، ڈرے ہوئے لہجے میں ایک ہی بات کہے جا رہا تھا۔

"آنکھیں کھلی رکھنا پلیز۔۔"

اور زینب بس اس کی گود میں لیٹی بند ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ نہ اسے کچھ سنائی دے رہا تھا نا کچھ محسوس ہو رہا تھا۔ اسے بس خود پر جھکا وہ نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے صرف ایک ہی چہرہ تھا اور وہ تھا۔ ارسم!

ہوسپیٹل آیا تو وہ اسے اٹھائے جلدی سے ایمرجنسی وارڈ تک بھاگا۔ ارد گرد لوگ حیرت سے اسے دیکھنے لگے کیونکہ وہ بغیر جوتوں کے تھا۔

"تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔"

جب اسے سٹریچر پر لٹائے ایمرجنسی وارڈ کی طرف لے جا رہے تھے تب وہ اس کا

ہاتھ مضبوطی سے تھامے اسٹریچر کے ساتھ تیز تیز چلتے ہوئے کہہ رہا تھااور وہ نیم بند ہوتی آنکھوں سے بامشکل سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اسے اتنی تسلی ہوئی کہ وہ سانس لے رہی ہے۔

آئی۔ سی۔ یو سے کچھ پیچھے ہی وہ رُک گیا۔ سٹریچر آگے جاتا گیا۔اس کا ہاتھ زینب کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ڈاکٹرز اسے آئی۔ سی۔ یو میں لے گئے۔دروزہ بند ہو گیا۔ وہ وہیں کوریڈور میں دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھتا چلا گیا۔اس کے ہاتھوں پر خون لگا تھا۔بال بکھرے ہوئے تھے۔وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے اب بس ایک ہی فقرہ دہرا رہا تھا۔

"تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔۔"

اس کا دماغ سن ہو رہا تھا۔اس نے اپنے خون سے لت پت ہاتھوں کو دیکھا اسے وحشت سی ہوئی۔

"سوری مسٹر، میرا دھیان کہیں اور تھا میں۔۔۔"

وہ گاڑی والا اس کے پاس آکر بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ کافی دیر بولنے لے بعد وہ بھی وہاں سے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد آئی۔ سی۔ یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آتے دیکھائی دیئے۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ۔۔۔" آگے وہ خود بھی نہیں پوچھ سکا۔

آواز رندھ گئی۔ سُرخ ہوتی آنکھوں میں نمی سی ابھری۔ ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہنا شروع کیا۔

"دیکھیں، پیشنٹ کی کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے۔ ان کا کافی خون بہہ چکا ہے۔ ان کی بیک سے کافی بونس اور مسلز ڈیمج ہوچکے ہیں۔ ان کا سروائیو کرنا بہت مشکل ہے۔"

www.novelsclubb.com

اور ارسم کے جیسے کسی نے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ اس کی رنگت متغیر ہوگئی۔ بڑی ہمت کرکے اس نے اپنے لب واکئے تو بس ایک ہی جملہ ادا ہوا۔

"کیا میں مل سکتا ہوں؟"

اس کا لہجہ اتنا التجائیہ تھا کہ ڈاکٹر انکار نہ کر سکا۔

وہ میلوں کے فیصلے طے کر کے اس سے ملنے آتا تھا آج دروازے سے بیڈ تک کا سفر مشکل لگ رہا تھا۔ وہ سامنے بیڈ پر نیم بیہوشی کی حالت میں لیٹی تھی۔ اس کا سر پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ بیڈ سر کی طرف سے تھوڑا اونچا تھا۔ آکسیجن ماسک کے ذریعے وہ بامشکل سانس لے رہی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ ایک نرس اس کے سرہانے کھڑی وینٹیلیٹر مشین پر اس کی سانس کی رفتار چلتی دیکھ رہی تھی۔

ایک لمحے کیلیئے اس کے قدم زنجیر ہوئے۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر اُسے شدید تکلیف ہوئی۔ بامشکل قدم قدم چلتا وہ بیڈ کے قریب آیا۔ پاؤں میں ابھی بھی جوتے نہیں تھے۔ حالت مزید ابتر ہو گئی۔ زینب نے اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے اسے اپنے قریب آتے دیکھا۔ اس کے ہونٹ ہلکی سی مسکراہٹ میں ڈھلے۔ سانس

لینے کی کوشش کرتے ہوئے اس کی گردن مسلسل اوپر نیچے حرکت کر رہی تھی۔

ارسم نے اس کا کینولا لگا ہاتھ تھاما۔

"تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔ تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی۔"

بات کے اختتام پر اس کی آواز بھیگ گئی۔ زینب نے تکلیف دہ تاثرات کے ساتھ ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ تڑپ کر آگے بڑھا اور تھوڑا سا اس پر جھکا۔ نرس دوسری طرف رُخ کئے کچھ کر رہی تھی۔

"پلیز یوں نا کہو۔ تمھیں کچھ نہیں ہوگا۔"

تبھی سانس کی رفتار نارمل ہوتی دیکھ کر نرس ان کی طرف گھومی۔ ارسم سیدھا ہوتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"پیشنٹ کے سانس کی رفتار اب نارمل ہے۔ اب ہمیں انہیں بلڈ لگانا ہوگا۔ کیا آپ انہیں بلڈ دیں گے؟"

وہ پوچھ رہی تھی اور ارسم نے بے اختیار زینب کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

زینب کو دیکھتے ہوئے اس منظر میں ایک اور منظر ابھرا۔

وہ ایک ٹھنڈی صبح تھی جب وہ سب یونی کے پارک میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔ زینب ارسم کا رجسٹر ڈ اٹھائے صفحے الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ ایک صفحے پر کچھ دیر کر وہ چونکی۔ پھر حیرت سے ارسم کی طرف پلٹی جو شنایہ اور عون کی طرف رُخ کئے کوئی بات کر رہا تھا۔

"ارسم، تمھارا بلڈ گروپ بی پوزیٹو ہے؟"

اس کی بات پر اس نے چہرہ موڑا۔ پہلی نظر اپنے رجسٹر ڈ کو دیکھا پھر نظریں اٹھا کر اس کا حیران چہرہ دیکھا۔

"ہاں یہی ہے۔ لیکن اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟"

اس کا اشارہ اس کے ردِ عمل کی طرف تھا۔

"مطلب اگر کبھی مجھے کچھ ہو گیا تو تم مجھے خون بھی نہیں دے سکو گے۔"

اسے تو صدمہ لگ گیا تھا جوابا ارسم نے مسکراہٹ دبا کر اسے دیکھا۔ پھر شرارت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے اس کی طرف جھک کر بولا۔

"اگر کبھی تمھیں کچھ ہوا اور ڈاکٹر نے مجھ سے پوچھا کہ آپ خون دیں گے یا نہیں تو میں آگے سے کہہ دوں گا کہ ڈونیشن بلڈ میں سے لگا دیں۔ان محترمہ کا ہمارے خاندان میں اکلوتا بلڈ گروپ ہے۔"

جواباً زینب کے تاثرات بدلے۔اس نے خفگی سے ہاتھ میں پکڑا رجسٹر ڈار سم کے بازو پر مارا۔

"شرم تو نہیں آئے گی نا تمھیں۔تم بے وفا۔دھوکے باز۔۔۔"

وہ اسے ایسے القابات سے نوازتی مسلسل رجسٹر ڈ مار رہی تھی اور وہ ہاتھ چہرے کے سامنے کئے مسکرا کر اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

"نہیں، آپ ڈونیشن بلڈ سے لگا دیں۔"

منظر معدوم ہوا تو اس نے خود کو کہتے سنا۔اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھی۔آنسو بس کنارے پر اٹکے تھے۔زینب کی آنکھوں میں لمحے بھر کو بہت سے جزبات

ابھرے۔اس کی بات سن کر نرس کمرے سے گئ تو وہ اس پر جھکا اور نرمی سے اس کے پٹیوں میں جکڑے سر کو ہونٹوں سے چھوا۔زینب نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں۔اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر تکیے میں جزب ہوا۔ساتھ رکھے وینٹیلیٹر پر سانسوں کی لکیر کبھی اوپر اور کبھی نیچے ہوتی دیکھائی دے رہی تھی۔

"میرے دل نے پہلی نظر میں تمھارے ساتھ رہنے کی ضد کی تھی اور ارسم ابراہیم دل کی خواہشوں کا احترام کرنے والوں میں سے ہے۔ارسم کی زندگی زینب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔مجھے یقین ہے تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔ تمھیں کچھ نہیں ہو گا۔"

وہ نم آنکھوں سے اس پر جھکا کہہ رہا تھا۔وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی زینب بولی۔وہ بولی تو اس کی آواز سرگوشی کی صورت میں ادا ہوئی۔آکسیجن ماسک میں اس کی آواز ہلکی ہو گئ۔

"زینب خالد کچھ بھی نہیں تھی۔۔۔"

وہ رُکی اور ایک لمبا سانس لیا۔ماسک کی دیواروں پر دھند نمایاں ہوئی۔ارسم ضبط

کئے اس کا ہاتھ تھامے سن رہا تھا۔ پھر وہ جیسے ساری ہمت جمع کرتے ہوئے بولی۔

"زینب کو اپنے دل کی خواہشات کا احترام کرنا ارسم نے سکھایا تھا۔"

اس بات پر ارسم نے بھیگی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ارسم کو دیکھتی زینب کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ ٹوں کی آواز آئی تو اس نے چونک کر چہرہ موڑا اور سکرین پر ابھرتی لکیروں کو دیکھا جو اب بالکل سیدھی ہو چکی تھیں۔ ارسم کی گرفت ڈھیلی پڑی تو اس کے ہاتھ میں پکڑا زینب کا ہاتھ بھی بے دم ہو کر نیچے گر گیا۔ ارسم کی بے یقین نظریں دوبارہ زینب کی طرف اٹھیں تو وہ اسی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔ مسکراتی شہد رنگ آنکھوں سے۔ اس کے ہونٹوں پر ابھی بھی وہی ہلکی سی مسکراہٹ تھی لیکن آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو چکی تھیں۔ ارسم نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اسے یک دم ہوش آیا۔ اس نے جلدی سے دوسرا ہاتھ بڑھا کر زینب کا گال تھپکا۔

"زینب، زینب۔۔"

اس کی آواز کانپی۔اس کے لہجے میں ڈر تھا،خوف تھا۔

”دیکھو میرے ساتھ مزاق نہیں کرو۔کچھ بولو۔ابھی تم بول رہی تھی۔تم ٹھیک تھی۔بتاؤ مجھے میں تمھارے لئے۔۔۔“

وہ دیوانہ وار اس کا گال تھپکتے ہوئے بول رہا تھا۔اسی وقت ڈاکٹر اور ایک نرس کمرے میں آئے۔حالات دیکھ کر وہ جلدی سے قریب آئے۔

”نرس، پکڑے انہیں۔۔۔“

ڈاکٹر نے نرس کو اشارہ کیا اور خود زینب کی طرف متوجہ ہوئے۔نرس نے اسے پکڑ کر بیڈ سے دور کیا تو وہ چونکا۔پھر خود کو چھڑواتے ہوئے بولا۔

”چھوڑو مجھے،ڈاکٹر دیکھیں۔یہ مزاق کر رہی ہے۔اسے کچھ نہیں ہو سکتا۔یہ زندہ ہے۔یہ مجھے تنگ کر رہی ہے۔“

وہ پاگل لگ رہا تھا۔بال بکھرے ہوئے،چہرہ حواس باختہ۔اس نے امید طلب نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا جو زینب کو دیکھنے کے بعد پلٹ چکے تھے۔انہوں نے اسے

دیکھا پھر نفی میں سر ہلا کر بولے۔

"سوری، بٹ شی از نو مور۔۔"

ایک لمحے کیلئے اس کے سارے وجود میں سناٹا آ گیا۔ یہ زینب کیلئے سننے والے زندگی کے آخری لفظ بھی ہوتے تو وہ نا سننا چاہتا۔ اس کی بے یقین نظروں نے ڈاکٹر کے چہرے سے زینب کے چہرے تک کا سفر کیا۔ اگلے ہی لمحے وہ نرس کو پیچھے دھکیلتا خود بیڈ کی طرف بڑھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ زینب، زینب۔۔ دیکھو، ارسم آیا ہے۔ تمھارا ارسم اٹھو۔۔"

وہ اس پر جھکے دیوانہ وار اس کا گال تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لیکن اب اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ کب سے کناروں پر ٹکے آنسوؤں کو راہ مل چکی تھی۔ ڈاکٹر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھیں بند کیں۔ شہد رنگ آنکھوں پر پلکوں کی باڑ گر گئی۔

"ارسم زینب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔"

کسی نے اس کے قریب سرگوشی کی صورت میں اس کی بات دہرائی تھی۔ لیکن وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

روتے ہوئے زینب پر جھکا دیوانہ وار اسے پکار رہا تھا۔ڈاکٹر اور نرس نے ترحم بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور وہاں سے چلے گئے۔

"تم ہو دھوکے باز۔تم نے کہا تھا نہیں چھوڑو گی۔ایسے کون چھوڑ کے جاتا ہے۔پلیز ایک دفعہ اٹھ جاؤ۔کہہ دو مزاق کر رہی ہو۔۔"

وہ اب اس کا سر اپنے ساتھ لگائے کہہ رہا تھا اور آئی۔سی۔یو کے اس کمرے کی تمام چیزیں خاموشی سے اس دیوانے کو دیکھ رہی تھیں۔جو ننگے پاؤں،خون سے بھری شرٹ اور دھول لگی جینز پہنے خود سے بیگانہ اپنے محبوب کی جدائی میں رو رہا تھا۔

اسے نہ چھوڑ جانے کا کہہ رہا تھا۔لیکن اس دیوانے کو یہ سمجھنے کی ضرورت تھی کہ۔۔

جس نے رُکنا ہوتا ہے

وہ بنا کہے بھی رُک جاتا ہے

اور جو جانے کا ارادہ کرلے

www.novelsclubb.com

اسے ہم چاہ کر بھی نہیں روک سکتے

ضروری نہیں ہے کہ ہر کہانی کا اختتام خوشی سے بھرپور ہو۔ ہر کہانی کے آخر میں ہر کسی کو اپنا من چاہا شخص مل جائے۔ ہر کہانی کے اختتام میں ہر چیز 'ویل اینڈ گڈ' ہو جائے۔ کبھی کہانیاں ادھوری بھی رہ جاتی ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ زندگی میں ارسم مل جانے کے بعد بھی زینب زندہ رہے۔ بعض اوقات زینب مر بھی جایا کرتی ہے۔ بعض اوقات خدا کی مرضی بھی ہوتی ہے۔۔

مصنف کہتا ہے۔۔

وہ لڑکی جو عام شکل وصورت کی تھی

جسے اس کی آنکھیں خوبصورت بناتی تھی

جسے اس دنیا نے جینے نہیں دیا

جس نے اس ظالم دنیا کا سامنا کیا

جو ہمت ہار بیٹھتی تھی

جس نے ہمت کا مظاہرہ کیا

وہ آج اس دنیا میں نہیں رہی

کیا سامنا اس نے موت کا

بنا ڈرے جرأت سے

اور مسکراتی شہد رنگ آنکھوں سے

وہ ابھی بھی دیوانہ وار اس کا چہرہ تھپک رہا تھا۔آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے۔

آئی۔سی۔یو کی اونچی دیواریں ایسے ہی خاموش کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔جب

کسی نے ہولے سے اس کے قریب سرگوشی کی۔

"ارسم،زینب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔"

ختم شد

زخرف نے کتاب بند کی تو سارے منظر ہوا میں تحلیل ہوئے۔کتاب کے بند

ہونے کی آواز نے ماحول میں ارتعاش پیدا کیا۔وہ دونوں حال میں واپس آئیں۔

www.novelsclubb.com

زخرف نے نظریں اٹھا کر دادی کو دیکھا تو وہ نم آنکھوں سے کتاب کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ زخرف حیران ہوئی۔ ایسا بہت عرصے بعد ہوا تھا کہ وہ 'زینب' پڑھ کر آبدیدہ نہیں ہوئی تھی۔ پھر وہ بشریٰ اماں کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر بولی۔

"میں نے کہا تھا نہ۔ یہ کتاب آپ کے مزاج کے برعکس ہے۔ رہنے دیتے ہیں۔ نہیں پڑھتے۔ لیکن آپ۔۔۔"

بات ادھوری چھوڑ کر نفی میں سر جھٹکتے ہوئے وہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب بتائیں اگلی کونسی کتاب لاؤں؟"

"میں نے اختتام کچھ اور تصور کیا تھا۔ یہ بہت مختلف تھا۔"

دادی نے نم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ زخرف کے ہاتھ تھمے۔ کتاب بیگ میں ڈالتے ہوئے بے اختیار اسے کچھ یاد آیا۔ پھر سر جھٹک کر مڑی اور ان کے پاس بیڈ تک آئی۔

"آپ کو پتہ ہے۔ کسی نے بھی اس کا آخر اس طرح کا تصور نہیں کیا تھا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ان کے پاس بیٹھ کر اس نے نظریں جھکائے کہنا شروع کیا۔

"آپ کبھی رائٹر کا کوئی بھی سوشل میڈیا پیج دیکھیں نا تو آپ کو اندازہ ہو، ناول پڑھ کر لوگ کتنے افسردہ سے وہاں آتے ہیں۔ لیکن ایک بات ہے یہ رائٹر کی تمام کہانیوں میں منفرد کہانی ہے۔ مجھے اس کا سرورق اچھا لگا تو میں نے خریدی تھی۔"

دادی کی نظر سرورق پر پڑی تو ایک لمحے کیلئے ٹھہر سی گئی۔ ایک لڑکی، ایک طرف اوپر کونے میں ایک بچی اور باپ کا عکس اور اس کے مخالف سمت کونے میں لڑکا لڑکی بنے تھے۔ جبکہ پورے کور پر ایک ایسی لڑکی چھائی ہوئی تھی جس کو بیان کرنا ممکن نہ تھا۔ بلاشبہ ڈیزائنر نے بڑی محنت سے سرورق تیار کیا تھا۔ پھر انہوں نے نظر اٹھائی۔

"تم نے کہا تھا نہ یہ کہانی تمھارے دل کے بہت قریب ہے۔ کیا تمھارے۔۔۔"

لیکن ان کی بات ابھی بیچ میں ہی تھی جب زرین بیگم دروازہ کھول کر اندر آتی دیکھائی دیں۔ زخرف چونک کر ادھر متوجہ ہوئی۔ پھر جلدی سے کتاب لئے اٹھ

www.novelsclubb.com

کھڑی ہوئی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی وہ بشریٰ اماں کی طرف بڑھتے ہوئے بچوں کی طرح بولنا شروع ہوئیں۔

"اماں، ہم کچھ دن کیلئے آئے ہیں۔ آدھے سے زیادہ وقت تو آپ زخرف کے ساتھ گزارتی ہیں۔ اب آپ نے ہمارے جانے کے بعد ہم سے گلہ نہیں کرنا کہ آتے کیوں نہیں ہیں ہم۔۔۔"

لاڈ سے کہتے ہوئے آخر میں انہوں نے اپنا سر ان کے کندھے پر ٹکا دیا۔ بشریٰ اماں کے تاثرات بدلے۔ انہوں نے پیار سے ان کے گال پر ہاتھ رکھا۔

"ایسی بات نہیں ہے بیٹا۔ بس مصروف رکھتی ہوں خود کو۔"

"جی میں سمجھ سکتی ہو۔ خیر میں بتانے آئی تھی کہ کل کو ہم چلے جائیں گے۔ میں نے غازیان کو اطلاع دے دی ہے۔ کل وہ زوراور کے ساتھ آکر مجھے اور روحا کو لے جائے گا۔"

ان دونوں کو باتوں میں مصروف دیکھ کر زخرف پلٹ کر صوفے کی طرف بڑھی

اور اپنا سامان سمیٹنے لگی۔اپنے پیچھے وہ ان کی آوازیں سن سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔لیکن ابراہیم سے بات کرو۔زوراور اور روحا کی شادی کی۔روحا کی تعلیم پوری ہونے والی ہے۔میں چاہتی ہوں جلد از جلد اس فرض سے بھی سبگدوش ہو جاؤں۔"

"اماں، پہلے غازیان کا کچھ سوچ لیں۔مناسب نہیں لگتا چھوٹے کا پہلے ہو جائے۔"

بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے زخرف کے ہاتھ کی حرکت سست پڑی۔کان اِدھر ہی متوجہ تھے۔

"تو غازیان سے پوچھا نہیں۔بات کرو اُس سے۔"

"جی، اسے کچھ کام ہیں۔وہ مکمل کر لے پھر اگلے ہفتے میں بات کرتی ہوں۔"

بیگ کی زپ بند کر کے زخرف مڑی اور بشریٰ اماں کی طرف آئی۔

"ٹھیک ہے دادی جان۔اب میں چلتی ہوں۔"

اب کہ وہ چونکیں پھر اسے دیکھ کر مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں تم! مجھے تم سے بات کرنی تھی۔"

زخرف کا رنگ قدرے پھیکا پڑا۔ چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بامشکل وہ بولی۔

"جی آنٹی۔۔"

"میں نے اماں سے بھی پوچھا تھا۔ لیکن وہ اس بارے میں بے خبر تھیں۔"

وہ رُکیں۔ بشریٰ اماں بھی متوجہ ہوئیں۔ زخرف سانس روکے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"تمھاری فیملی میں کون کون ہے؟ ماشاءاللہ، اچھے مزاج کی لڑکی ہو۔ کہیں کوئی اچھا سا رشتہ ہی مل جاتا ہے۔"

وہ خالصتاً رشتے والی آنٹی کا کام سرانجام دے رہی تھیں۔ اس بار زخرف کی مسکراہٹ میں کمی نہیں آئی تھی البتہ وہ لمحے بھر کو حیران ضرور ہوئی تھی۔

"امی، ابو کا انتقال ہو چکا ہے۔ پڑھنے کی وجہ سے بہن، بھائیوں سے الگ ہوئی تھی پھر جاب کی وجہ سے دوبارہ کسی سے رابطہ ہی نہیں ہوا۔"

www.novelsclubb.com

رُکی پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

”آنٹی میری جاب کے ڈیوٹی آورز شروع ہونے والے ہیں۔میں جاؤں؟“

”جی جی بیٹا، جاؤ۔“

اور وہ وہاں سے چلی گئی۔انہوں نے آنکھوں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔دوسری طرف زخرف نے باہر آکر لمبی سانس خارج کی۔پھر آسمان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”اللہ جی یہ آنٹی ہیں یاں کوئی ایٹم بم۔“

اور جھرجھری لے کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھی۔

بالآخر زینب کتاب کی تمام تلخ یادیں اور سوچیں ختم ہوئیں تو ایک نیا دن طلوع ہوا۔ٹھنڈے سورج نے کالے بادلوں کے ساتھ دن کا استقبال کیا۔سورج کی کرنوں کو کالے بادلوں نے ڈھکا ہوا تھا۔ہلکی ٹھنڈی ہوا ماحول کو مزید خوشگوار بنا رہی تھی۔ایسے میں زخرف نے اس محل نما گھر کے پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کی تو آگے

www.novelsclubb.com

پارکنگ میں کھڑی ریڈ کار کو دیکھ کر چونکی۔

""میں نے غازیان کو اطلاع دے دی ہے۔ کل وہ زور اور کے ساتھ۔۔""

کل کا کہا فقرہ اس کے کانوں میں گونجا تو اس نے گہری سانس لی۔ان حالات میں صبر کرنے کے علاوہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔انگیشن سے چابی نکال کر وہ باہر نکلی۔ راہداری میں چلتے ہوئے وہ مسلسل ادھر ادھر نظر دوڑا رہی تھی۔ کہیں کسی شیطان سے ہی سامنا نا ہو جائے۔ یہ سوچتے ہوئے ابھی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا ہی تھا کہ۔۔

""آؤچ!""

بامشکل خود کو کسی سے ٹکرانے سے بچاتے ہوئے اس نے چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر بریک لگائی۔ پھر پیروں سے سر تک اسے دیکھا۔ جو ہلکے گلابی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس اوپر سے سفید آوور آل کوٹ پہنے ڈوپٹے کو گردن میں گھما کر دونوں سرے آگے کو گرائے، بال پونی ٹیل میں باندھے سنجیدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

اسے دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔زخرف سنجیدہ رہی۔کیونکہ ان دونوں کی پچھلی ملاقات اتنی کوئی خوشگوار نہیں رہی تھی۔پھر اُسی سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اگر میرا معائنہ ہو گیا ہو تو راستہ چھوڑ دیں۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"اگر میں نہ ہٹو تو۔۔۔"ایک آبرو اچکا کر وہ اکساتے ہوئے بولا۔

"تو میں۔۔"

اس نے ابھی اپنی بات شروع بھی نہیں کی تھی جب زوراور آواز لگاتا اندر سے باہر آتا دیکھائی دیا۔

"بھائی وہ رہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا وہ برق رفتاری سے زخرف کو بائیں طرف دھکیلتے ہوئے باہر نکل گیا۔زخرف کو جھٹکا لگا۔ابھی وہ اس جھٹکے سے سنبھل بھی نا پائی تھی جب زوراور بھی زخرف کو دھکا دیتا باہر کی طرف بڑھا۔وہ سب اتنا جلدی میں ہوا

کے زخرف کو کچھ خیال ہی نا آیا اور اس کے ہاتھ میں پکڑی فائلز نیچے گر گئیں۔اس نے تلملا کر گردن موڑی۔

"بد تمیز۔۔۔" پیر پٹخ کر وہ نیچے جھکی۔

اتنی دیر میں اُحد بھی اس کے ساتھ سے گزر کر باہر بھاگا۔اب کی بار زخرف کے کندھے کو دکھالگا۔

"ایڈیٹ، جاہل، بیوقوف۔اندھے۔دیکھنا نہیں ہے تو آنکھیں کیوں لگوار کھی ہیں۔"

دل ہی دل میں انہیں القابات سے نوازتی وہ فائلز سمیٹنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"اوہ زخرف تم، لگی تو نہیں۔۔"

باہر کا شور سن کر اتنی دیر میں دادی کے کمرے سے مخمل اور روحا بھی باہر آتی دیکھائی دیں۔اسے دیکھ کر مخمل چونکی جو نیچے بیٹھی چیزیں اٹھا رہی تھی۔پھر سب سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں لگی تو نہیں۔ لیکن اگر ایسے جانور گھر میں رہے نہ تو کسی نہ کسی کی ایک آدھ ہڈی ضرور ٹوٹ جانی ہے۔"

اس کے پوچھنے پر ان کا غصہ اس پر نکالتی وہ دادی کے کمرے کی طرف بڑھی۔ پیچھے محمل نے حیرت سے اس کی پشت دیکھی۔

"ہاؤ روڈ۔۔" جبکہ روحا نے باقاعدہ گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

اسے کہاں پسند تھا اپنے بھائیوں کے خلاف ایک لفظ بھی۔

"دادی یہ چڑیا گھر کب اس گھر سے جائے گا۔ تنگ آگئی ہوں میں۔۔"

بُرے موڈ کے ساتھ بے دھیانی میں بولتی وہ فائلز پر سے گرد جھاڑتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ پھر نظر اٹھا کر دیکھا تو بے اختیار چُپ ہوئی۔ زرین بیگم اندر سے باہر آرہی تھیں۔

"اوہ، اسلام علیکم! آنٹی۔ کیسی ہیں آپ؟"

شرمندہ سی ہو کر اس نے جلدی سے ان سے پیار لیا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں ٹھیک ہو بیٹا اور ٹینشن نہیں لو۔ میں دیکھتی ہوں اس چڑیا گھر کو۔"

پیار سے اس کا گال تھپک کر وہ باہر کی طرف بڑھ گئی۔ زخرف گہری سانس لے کر آگے بڑھی اور صوفے پر سارا سامان رکھ کر دادی کی طرف مڑی وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"خیریت بیٹا، کچھ چڑچڑی سی لگ رہی ہو۔"

"نہیں دادی جان، ایسی بات نہیں ہے۔"

بولتے ہوئے اس کی نظریں خود بہ خود جھک گئیں۔

"اب دادی سے بھی جھوٹ بولو گی؟"

انہوں نے اپنی بوڑھی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ لمحے بھر کو خاموش ہوئی۔

"اچھا، آپ فریش ہو کر قرآن پڑھ لیں۔ ہم پھر اس بارے میں بات کرتے ہیں۔"

انہیں واش روم تک چھوڑ کر وہ بیڈ کی طرف بڑھی۔ پھر ساری چیزیں درست کیں

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

۔کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو سامنے وہ تینوں لان میں جھولے کے ارد گرد چکر لگاتے ایک دوسرے سے بچتے دیکھائی دیئے۔زخرف کے دل میں ایک ٹیس سے اٹھی۔وہ سب کتنے خوش تھے۔اپنی اپنی زندگیوں میں۔پھر اس کا کیا؟

وہ چند لمحے انہیں دیکھتی رہی۔وہ خوش تھے تو وہ کیوں نہیں خوش رہ سکتی تھی۔وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا تو زخرف کو اٹھانا تھا۔ہاں بس بہت ہو گیا۔اس نے چند لمحے سوچا۔پھر کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے کھڑکی سے پَرے ہٹ گئی۔دادی جان باقی تو سب کچھ جان ہی گئی تھی نا۔اب اسے ہی باقی سب کچھ بتانا تھا۔وہ نا بتائے۔ہاں آج میں ضرور دادی سے بات کروں گی۔خود سے ایک عہد کرتی وہ صوفے پر آ بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

”آآآاااامی، چھوڑیں مجھے۔۔“

زرین بیگم نے اسے کان سے پکڑ کر گھمایا تو وہ چیخ کر بولا۔وہ ابھی ابھی آدھے گھنٹے کے انتظار کے بعد لان میں آئی تھیں اور وہ تینوں ابھی بھی کسی کی پکڑ میں نہیں

آرہے تھے۔

"سب گھر والوں کو تنگ کیا ہوا ہے۔ناشتے کے بعد سے باز نہیں آرہے تم لوگ کس نے کہا تھا اتنی جلدی آؤ۔بولا تھا نہ میں نے کہ دوپہر کے کھانے کے بعد آنا۔"

اسے کان سے پکڑ کر جھولے پر بٹھاتے ہوئے وہ ڈپٹ کر بول رہی تھیں۔اُحد اور زور اور فوراً سیدھے ہوئے۔پھر وہ اس کا کان چھوڑ کر اُحد کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"اُحد تم اندر جاؤ۔محمل کو تم سے کوئی ٹاپک سمجھنا ہے۔"

"جی پھوپھو۔"

فرمانبرداری سے سر ہلا کر وہ اندر کی طرف بڑھا۔پھوپھو کی سامنے کس کی چلتی تھی بھلا؟

"تم ادھر بیٹھو۔"

زور اور جو آنکھ بچاتے ہوئے اُحد کے پیچھے ہی جا رہا تھا اسے پاس رکھی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں تو وہ فوراً مؤدب سا وہاں بیٹھ گیا۔غازیان کان

سہلاتے ہوئے اب پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوا۔ جس طرح وہ پکڑ پکڑ کر بٹھا رہی تھی کوئی نہ کوئی ضروری بات ضرور تھی۔ جب کہ زوراور خود کو روکے جانے پر منہ بناتے ہوئے غازیان کی طرف اشارہ کر کے بولنے لگا۔

"یہ لائے تھے مجھے جلدی۔ میں تو۔۔"

"امی کی کئیر ٹیکرز خرف۔ کیسی لگی تم دونوں کو؟"

اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر وہ باری باری اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ غازیان تو اپنی جگہ، زوراور بھی چونک کر متوجہ ہوا۔ بے اختیار دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر دونوں نے وہی حیران نظریں اپنی امی کی طرف موڑیں۔ غازیان پہلے ہوش میں آیا۔ محتاط الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے بولا۔

"امی اس کا یہاں کیا ذکر۔ سب خیریت تو ہے نا؟"

انداز بھی قدرے محتاط تھا۔ کہیں امی کو کسی انداز سے بھنک ہی نا پڑ جائے۔ امی کا کیا بھروسہ۔ جواباً انہوں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہنا شروع کیا۔

www.novelsclubb.com

"بیٹا مجھے تو لڑکی اچھی لگی ہے۔ سبھاؤ والی، سمجھدار۔ پڑھی لکھی بھی ہے، اپنی نوکری بھی کرتی ہے۔ آگے پیچھے بس بہن بھائی ہیں جن سے اس کا رابطہ نا ہونے کے برابر ہے۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکیں۔ ان دونوں کے سانس رکے۔

"تو؟"

غازیان کی نگاہیں ان کے چہرے پر ٹکی تھیں اور کان ان کے اگلے الفاظ پر دھرے تھے۔

"تو بیٹا میں سوچ رہی تھی کہ وہ جو مبشر ہے۔ تمھارے ابا کی پنچائیت کے دوسرے سربراہ کا بیٹا، اس کیلئے یہ لڑکی ٹھیک رہے گی۔"

اور آہستہ آہستہ غازیان کے چہرے کے تاثرات بدلے۔ وہ پہلے حیران ہوا۔ پھر اس کی حیرانی بے یقینی میں بدل گئی۔ لیکن وہ اس کو دیکھے بنا کہے جا رہی تھیں۔

"اس کی ماں نے مجھ سے بات کی تھی۔ وہ نہیں چاہتی کہ ضروری ہے خاندان میں

www.novelsclubb.com

ہی ہو۔ان کو بس پڑھی لکھی بہو چاہیے۔ کیا خیال ہے تم دونوں کا؟"

ان کے بات کرنے کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ ہر بات اپنے بیٹوں کی مرضی سے پوچھ کر کرتی تھیں۔ بات کے اختتام پر ان کی نظر سب سے پہلے زوراور کی طرف اٹھی۔ وہ خاموش نظروں سے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔اب کہ انہوں نے چہرہ موڑ کر غازیان کو دیکھا جس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ نظریں جھائے، دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر گھٹنوں پر رکھے وہ بامشکل ضبط کئے بیٹھا تھا۔اسے یوں بیٹھے دیکھ کر زرین بیگم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے گھٹنے پر رکھا۔ پھر نرمی سے بولیں۔

"غازیان بیٹا، مجھے لگ رہا ہے جیسے تمھیں میری بات پسند نہیں آئی۔"

جواباً اُس نے آنکھیں اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا۔اس کی آنکھیں سُرخ تھیں۔ چند لمحے لگے تھے اسے فیصلہ کرنے میں۔ بالآخر اس نے اپنے لب وا کئے۔

"آپ جس لڑکی کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔ جانتی بھی ہیں آپ کہ وہ کون ہے؟"

www.novelsclubb.com

اس کے تنے تاثرات دیکھ کر وہ ذرا پھیکی پڑی۔ چہرے پر نا سمجھی ابھری۔

"بیٹا، میں سمجھی نہیں۔"

"میں نے پوچھا۔ آپ جانتی ہیں وہ کون ہے؟"

اب کے وہ ذرا بلند آواز میں بولا۔ شاید ہی زندگی میں کبھی اس نے اپنی ماں سے ایسے بات کی تھی۔ زوراور نے کچھ کہنا چاہا۔

"بھائی۔ بات سنیں یہ۔۔"

"میں تم سے بات نہیں کر رہا۔"

نظریں اس کی طرف موڑ کر اس نے ترشی سے زوراور کی بات کاٹی۔ وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا اسے کیا چیز بُری لگی ہے۔ یا کس چیز پر زیادہ غصہ ہے۔ شاید خود پر غصہ تھا کہ وہ اتنے عرصے سے اپنی ماں کو بھی کچھ نہیں بتا پایا۔ کم از کم کچھ تو بتاتا تاکہ کوئی آج اٹھ کر اس طرح کی بات کہنے کی ہمت نا کر سکتا۔ وہ خود پر ہی غصہ تھا اور وہاں بیٹھے اسے کچھ لمحوں میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ۔۔

www.novelsclubb.com

وہ واقعی زخرف کو اس کا حق نہیں دے پایا۔اتنی سی بات سن کر اسے اتنا غصہ آیا تھا۔تو وہ اتنے سالوں سے زندگی کیسے گزارتی تھی۔ان گزرے سالوں میں آج پہلی بار اس نے یہ احساس محسوس کیا تھا اور یہ بہت بُرا احساس تھا۔

زوراور اب بالکل چپ کر گیا۔اپنے بھائی کے معاملے میں وہ کم ہی بولتا تھا۔

"غازیان کیا ہو گیا ہے۔یوں ری ایکٹ کیوں کر رہے ہو۔وہ لڑکی امی کی کیئر ٹیکر ہے۔مجھے اس کیلئے وہ رشتہ اچھا لگا تو۔۔۔"

"امی وہ میری منکوحہ ہے۔نکاح میں ہیں ہم دونوں۔"

اب بس بہت ہوا!ان کی بات کاٹ کر وہ تیزی سے بولا تو انہیں حیرت کا جھٹکا لگا۔جہاں انہوں نے بے یقینی سے غازیان کو دیکھا وہیں زوراور نے بھی تھکی ہوئی سانس خارج کی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ان سے چند فٹ کے فاصلے پر اب بشریٰ اماں کے کمرے کا منظر یکسر بدلا ہوا

تھا۔ای۔سی چلنے کی بجائے آج اس کمرے کی کھڑکیوں کے پردے ہٹے تھے۔ٹھنڈی ہوا آر پار ہو رہی تھی۔بیڈ پر بشریٰ اماں بیٹھی دیکھائی دے رہی تھیں جو قرآن پڑھنے کے بعد، بازو کی تھوڑی ایکسر سائز کر کے اب اپنے سامنے نظریں جھکائے بیٹھی زخرف کو سن رہی تھیں۔

"کل جو ہم نے کتاب مکمل کی۔وہ میری اپنی کہانی تھی۔آپ مجھ سے بار بار میری فیملی کے بارے میں پوچھتی ہیں۔میں اس لئے خاموش رہتی ہوں یا چڑ جاتی ہوں کیونکہ مجھے ان کے بارے میں بات کرنا نہیں پسند۔۔"

بات کے اختتام پر اس نے نظریں اٹھا کر دادی کو دیکھا تو وہ نارمل تاثرات کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھیں۔زخرف کو حیرت ہوئی۔اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

"آپ کو حیرت نہیں ہوئی۔کیا آپ میرے بارے میں پہلے سے جانتی تھیں؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جواباً انہوں نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"بیٹا، ستر، پچھتر سال عمر ہے میری۔ زندگی نے اتنے جھٹکے دیئے ہیں کہ اب کوئی بھی بات حیران نہیں کرتی۔ رہی تمھاری بات۔ تو میں نے ایسی ہی کوئی کہانی تمھارے حوالے سے اخذ کی ہوئی تھی۔"

"مطلب آپ میرے بارے میں جانتی تھیں۔"

اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

"نہیں بیٹا۔ میں تمھارے بارے میں نہیں البتہ کتاب کے لکھاری کے بارے میں ضرور جانتی تھیں۔۔"

اب زخرف چونکی۔ اس نے حیرت سے دادی کو دیکھا۔ دادی نے نرمی سے اس کے ہاتھ پکڑے۔

"بیٹا، اسے غلط نہیں سمجھنا۔ تمھیں کیا لگتا ہے تم میرے سامنے میرے نواسے کی کتاب لاؤ گی اور مجھے پتہ نہیں چلے گا۔ میں پہلے دن سے جانتی ہوں

www.novelsclubb.com

کہ تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو لیکن میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ جس دن تم پہلے دن ہمارے گھر آئی تھی۔ شام میں ہی اس نے آکر کہہ دیا تھا کہ نانی جان، یہی آپ کی بہو بنے گی۔ میرے پوچھنے پر اس نے کہا تھا کہ ایک دن وہ آپ کو خود اپنی کہانی اپنی زبانی سنائے گی۔ میں آپ کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔۔"

وہ سانس لینے کو رکیں۔ بشریٰ اماں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگنے لگی۔ اگر انہیں بتایا ہوا تھا تو اپنے والدین سے بات کیوں نہیں کرتا تھا؟ اس کے اندر کسی نے سرگوشی کی۔

"میری بچی میرا یقین کرو۔ میں تمھارے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ جتنا کچھ جانا ہے۔ وہ تم نے خود ہی بتایا ہے۔"

وہ چپ کیں تو زخرف کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر گال پر بہہ گیا۔ انہوں نے اس کا ایک ہاتھ چھوڑا اور ہاتھ بڑھا کر اس کا گال صاف کیا۔

”بیٹا، رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔ بس مجھے تم سے چند سوالات پوچھنے ہیں جو کل سے مجھے کھٹک رہے ہیں۔“

”جی پوچھیں۔“ ناک کی گیلی سانس اندر کھینچتے ہوئے وہ نارمل ہوئی۔

”تمھارا نام زینب ہے۔ پھر یہ زخرف کیسے؟ یاں تمھارا نام زخرف ہے۔ زینب کتاب میں لکھا ہے۔“

ان کی بات سن کر بے اختیار زخرف اداسی سے مسکرائی۔ پھر اسی اداس لہجے میں بولی۔

”میرا نام زینب ہے۔ کتاب میں وہ میرا اصل نام ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے اس نام سے نجات چاہیے تھی۔ مجھے نہیں پسند تھا وہ نام۔ جب میں نے وہ گھر چھوڑا اس کے بعد دوبارہ پڑھنے کیلئے ایڈمیشن لینے سے پہلے میں نے اپنے تمام کاغزات پر نام بدلوالیا تھا۔ کچھ جگہ۔۔۔“

وہ رُکی پھر تصیح کی۔

"بہت جگہ غازیان نے میری مدد کی۔اپنے سورسز کے ذریعے اس نے تمام چیزوں کو ہینڈل کیا۔باقی کچھ کاموں میں وہ خود بھی کوشش کرتا رہا۔لیکن اب مجھے یہی نام پسند ہے۔"

"بیٹا، کہہ دینے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی اور غلط کو ہزار بار بھی صحیح کہہ لو تو وہ غلط ہی رہے گا کیونکہ جو غلط ہے وہ غلط ہے۔"

"دادی، اب اس سب سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

کہہ کر اس نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

"فرق پڑتا ہے۔خیر کتاب کا اختتام ایسا کیوں ہوا؟"

"اس کے بارے میں مجھے بھی نہیں پتہ تھا۔"

گہری سانس لے کر اس نے کہا۔

"بعد میں میرا کافی جھگڑا رہا تھا اس بات پر۔"

"ایسا کرنے کی وجہ کیا تھی؟" وہ جیسے سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"وہ کہتا ہے اس نے وجہ بیان کر دی ہے۔ آخری سطروں میں کہ 'ضروری نہیں ہے ہر کہانی کا اختتام خوشگوار ہو' اور دوسری بات۔۔"

وہ زرا جھجکی پھر گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔

"وہ کہتا ہے میں شوہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رائٹر بھی ہوں۔ کہانی سادہ رہ جاتی تو اسے اتنی پزیرائی نہ ملتی۔ کچھ لوگ کہانی کو اختتام کی وجہ سے ہی پسند کرتے ہیں۔ شاید کہانی کی پزیرائی بڑھانے کیلئے ایسا کیا تھا۔ یہ شاید اس کے لکھاری ہونے کی طرف سے کوئی وجہ ہو۔ میں نے شروع کے دنوں کے بعد کبھی اس بات پر اس سے بحث نہیں کی۔"

www.novelsclubb.com

زخرف نے بات کے اختتام پر شانے اچکائے تھے۔

"کتنے سینز زیادہ تھے؟"

ان کے سوال پر زخرف نے رُک کر سوچا۔

"بس آخری کے دو سینز۔ ہم جب قبرستان سے گھر جا رہے تھے۔ بس

حقیقت میں وہی کچھ ہوا تھا۔ باقی بس وہ گاؤں چلا گیا اور میں اس گھر میں رہنے لگی۔ آج بھی میں وہیں رہتی ہوں۔ غازیان ہفتے میں یا مہینے میں کبھی آجاتا ہے ورنہ اس کے اپنے کام بہت ہوتے ہیں۔"

بات کے آخر میں وہ اداسی سے مسکرائی۔

"تو تم نے کبھی اسے کہا نہیں کہ گھر بات کرے۔"

اور زخرف کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔اس کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ اس سوال پر وہ کافی دیر خاموش رہی۔ پھر بولی تو اس کے لہجے میں زمانے بھر کی مسافت لگتی تھی۔

"دادی جب کبھی اس نے خود بات نہیں کرنا چاہی تو میں کیسے کہہ لوں۔ پڑھائی کے دوران اس نے کہا تھا کہ پڑھائی مکمل کر لو پھر ابو سے بات کروں گا۔ پھر میں نے جاب شروع کر دی اور وہ اپنے کام میں بزی ہو گیا۔"

بات کے آخر میں اس نے پھر سے شانے اچکائے۔ یہ موضوع اس کیلئے بہت

www.novelsclubb.com

تکلیف دہ تھا۔اس لئے وہ یہ بات نہیں کرتی تھی۔یوں لگتا تھا جیسے کسی نے دل کے زخموں پر سے پردہ اٹھادیا ہو۔بشریٰ اماں نے اس کی جھکی آنکھوں کو دیکھا۔انہیں محسوس ہوا واقعی یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔

”لیکن کوئی بات نہیں۔جن حالات میں ہمارا نکاح ہوا تھا شاید یہی ہونا تھا۔ میں اس کو بھی قصور وار نہیں کہہ سکتی۔“

بشریٰ اماں کہنا چاہتی تھیں کہ اب کافی عرصہ ہو گیا۔اب تک اسے بات کر لینی چاہیے تھی۔لیکن اس وقت انہیں مزید سوال کرنے تھے اس لئے اس موضوع کو پھر کسی اور وقت کیلئے رکھ لیا۔

www.novelsclubb.com

”کیا واقعی سارے کردار اصل میں اپنا وجود رکھتے ہیں؟“

”جی بالکل،اسی نام سے۔انہیں تعلقات کے ساتھ جو کتاب میں بتائے گئے ہیں۔ان فیکٹ میری دوست شانیہ۔۔۔“وہ رُکی پھر تصیح کی۔

”شانزے وہ ابھی بھی میرے ساتھ ہے۔صرف غازیان اور اس کا نام کتاب

میں مختلف تھا۔ باقی سب وہی تھے۔"

"ہاں اب مجھے میرے تمام سوالات کے جواب ملے ہیں۔"

کہہ کر وہ چپ ہوئیں۔ زخرف نے دیکھا ان کے چہرے پر جھجھک تھی۔

"آپ کچھ اور پوچھنا چاہتی ہیں؟"

زخرف نے اندازہ لگایا جوابا انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں، میں کچھ کہنا چاہ رہی ہوں۔ کیا تم مجھے اس شام کے بارے میں بتا سکتی ہو جب تم دونوں کا نکاح ہوا تھا۔"

اور بے اختیار زخرف کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ دائیں گال کا ڈمپل واضح ہوا۔ وہ واحد شام تھی جسے وہ ہزار دفعہ بھی یاد کر سکتی تھی۔ وہ واحد شام تھی جو اس سب میں سب سے حسین لگتی تھی۔ وہ واحد شام تھی جسے یاد کرنے میں اسے دقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ وہ بس آنکھیں بند کرتی تھی اور وہ ایک خوبصورت یاد کی طرح وہ اس کے ذہن کے

پردے پر لہرا جاتی تھی۔

وہ ایک حسین شام تھی۔جب وہ اپنی امی اور غازیان کے پیچھے چلتی اس کیفے ایریا سے باہر نکلی۔سامنے غازیان کی ریڈ کلر کی کار کھڑی تھی۔اس نے آگے بڑھ کر مسز خالد کیلئے دروازہ کھولا۔ان کے پیچھے ہی زینب بھی اندر بیٹھی۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے بِلاارادہ ہی نظر اٹھا کر غازیان کی طرف دیکھا۔دونوں کی نظر ملی۔زینب کی اس نظر میں مان تھا۔سفر کے دوران وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے پچھلے چند دن کے واقعات یاد کر رہی تھی۔جس دن موحد نے اسے دھمکی دی تھی وہ اس کی شادی کروادے گا اگر اس نے وانیہ اور موحد کا نکاح روکنے کی کوشش کی۔اس نے اس دن ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ امی سے بات کرے گی۔وہ اسی وقت اپنی ماں کے پاس گئی اور ساری بات ان کے گوشِ گزار کی اور حل بھی بتایا کہ اس طرح وہ بچ سکتی ہے۔لیکن اس نے

www.novelsclubb.com

ارسم سے پھر بھی بات نہیں کی۔ لیکن جب نکاح والے دن موحد نے اسے طلحہٰ سے ملوایا تو وہ برداشت نہیں کر پائی۔ اس نے اسی دن رات دوبارہ اپنی امی سے بات کی اور مسز خالد مان گئی۔ اگلے دن اس نے غازیان سے بات کی وہ بھی فوراً راضی ہو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ اب نکاح کرنے جا رہے تھے۔

گاڑی منزل پر رُکی تو وہ چونکی۔ پھر ڈوپٹہ سر پر ٹھیک کرتے ہوئے کار سے باہر نکلی اور نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک مسجد کے باہر کھڑی تھی۔ اپنی امی کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر داخل ہوئی۔ اندر پہلے سے چار لوگ موجود تھے اور پانچوے مولوی صاحب۔ سائیڈ پر ایک طرف درمیان میں پردہ لگا کر نکاح پڑھوانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

چند منٹ بعد وہ ایک طرف اپنی امی کے ساتھ سر جھکائے بیٹھی تھی اور مولوی صاحب سامنے بیٹھے اسے نکاح نامہ پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اس نے اپنی

www.novelsclubb.com

امی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔اس نے ہمت کر کے یہ قدم اٹھایا تھا کیونکہ اس کا واحد سہارا اس کی امی اس کے ساتھ تھیں اور یہی اس کی سب سے بڑی طاقت تھی۔

چند فقرے اور پڑھ کر مولوی صاحب نے ایجاب و قبول والی سطر پڑھنا شروع کی۔

''کیا آپ، زینب خالد ولد خالد مصطفیٰ، غازیان ابراہیم ولد ابراہیم شاہ کو ایک ہزار روپے حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہیں؟''

اس نے نم آنکھیں اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھا۔جنہوں نے مسکرا کر اس کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔

''قبول ہے۔''

بہت سے آنسو اپنے اندر اتارتے ہوئے اس نے بھیگے لہجے میں کہا۔اس دنیا سے بچنے کی خاطر اس نے خود کو نکاح جیسے جائز رشتے میں قید کر لیا تھا۔آخری

www.novelsclubb.com

دفعہ قبول ہے سننے کے بعد مولوی صاحب نے پیپرز اس کے سامنے کئے۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے پین پکڑ کر مطلوبہ جگہ پر دستخط کئے۔

چند لمحے بعد جب دوسری طرف سے بھی ایجاب و قبول کی آواز آئی تو مولوی صاحب نے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے۔زینب کو اپنے والد کی شدید کمی محسوس ہوئی۔وہ لمحہ جب ہر بیٹی اپنے باپ کی دعا اور پیار چاہتی ہے وہ لمحہ آن پہنچا تھا اور گزر بھی گیا لیکن زینب کو صرف ماں کی دعا ہی نصیب ہوئی۔اپنے چہرے کو صاف کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ تبھی غازیان پردے کے پیچھے سے نکل کر ان کی طرف آیا۔ساتھ میں صرف دو لڑکے اور تھے۔غازیان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔اس نظر میں حق تھا۔جائز رشتے میں بندھنے کا۔پھر ان دونوں لڑکوں میں سے ایک کو لئے قریب آ کر وہ آہستہ آواز میں کہنے لگا۔

"امی، یہ میرا بھائی ہے زور اور اور باقی وہ سب۔۔"

پیچھے کھڑے لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ میرے دوست تھے۔ گواہان کے طور پر۔"

بھائی نے اپنے تعارف پر جلدی سے آگے بڑھ کرامی سے پیار لیا۔ پھر زینب کو متوجہ کر کے بولا۔

"بھابھی، اسلام علیکم!"

"وعلیکم اسلام!"

زینب نے سرسری سا جواب دیا۔ پھر غازیان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"اب ہمیں گھر چھوڑ دو۔ پہلے ہی کافی وقت ہو گیا ہے۔"

اسی وقت مسز خالد کے ہاتھ میں پکڑے موبائل کی گھنٹی بجی۔ زینب چونکی۔

"لائیں میں۔۔"

"نہیں میں دیکھتی ہوں۔"

فون ریسیو کر کے وہ ذرا ہٹ کر بات کرنے لگیں۔ تبھی زوراور کھنکھارا۔

"بھائی، بھابھی کچھ زیادہ ہی معصوم نہیں ہیں۔ کہاں آپ، کہاں بھابھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کوئی جوڑ بنتا نظر نہیں آ رہا۔"

اس کی بات پر زینب ایڑھیوں پر پوری گھومی۔ پھر غور سے پہلی دفعہ اسے دیکھا۔ جواباً غازیان بازو لمبا کر کے اس کے کندھے پر رکھتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"نہیں جناب، بھابھی بالکل بھی معصوم نہیں ہیں۔"

زینب نے تیورا کر غازیان کو دیکھا۔

"مجھے تو دیکھنے میں لگتی ہیں۔"

زوراور نے اب کی بار زور دے کر کہا۔

"یہ بس دیکھنے میں ہی لگتی ہیں۔ ویسے یہ۔۔۔"

ابھی وہ زینب کو تپانے کیلئے کوئی بات کہتا تا کہ زینب بولتی۔ اسی وقت مسز خالد واپس آتی دکھائی دیں تو وہ فوراً سیدھا ہوا۔ زینب نے اب کی بار بامشکل اپنی اُمڈ کر آتی ہنسی روکی تھی۔

"چلو بیٹا، وانیہ کو اپنا جوتا نہیں مل رہا۔"

"جی امی، چلتے ہیں۔"

واپسی کا سفر بھی خاموشی سے طے ہوا۔ البتہ اب مسافروں میں زور اور کا اضافہ ہوا تھا۔ گلی کے آخر میں اس نے کار روکی۔ زینب نے پہلے ہی کار گھر کے سامنے لے جانے سے منع کر دیا تھا۔ غازیان کے اشارے پر زور اور جلدی سے باہر نکلا اور کار کا دروازہ کھولا۔ مسز خالد باہر نکلیں۔ زینب بھی باہر نکلنے لگی جب غازیان کی مدھم آواز نے اسے روکا۔

"جھوٹے وعدوں اور تسلیوں والا تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اسی لئے نکاح کیا ہے۔ زندگی کے کسی بھی مقام پر یہ مت سمجھنا کہ میں مجبوری کے تحت اس رشتے کیلئے مانا تھا۔ زینب خالد اتنی قیمتی ہے کہ اسے پانے کی خواہش کی جائے اور اس کا ساتھ مانگا جائے۔ غازیان بہت خوش قسمت ہے کہ اسے زینب کا ساتھ ملا۔ شکریہ مجھے اس رشتے میں باندھنے کیلئے۔ اپنا بہت خیال رکھنا جلد

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

یونی میں ملاقات ہوگی۔"

اور زینب کے تمام الفاظ، شکریہ کے الفاظ، احسان کے الفاظ سب ختم ہو گئے۔اس کے سارے خدشے واہمے دم توڑ گئے۔وہ چند فقروں میں اس رشتے کو معتبر کر گیا تھا۔اس نے بامشکل قدم بڑھا کر باہر رکھا۔اس کے نکلتے ہی زوراور اندر بیٹھااور گاڑی زن سے آگے بڑھ گئی۔

"نکاح میں؟"

انہوں نے بے یقینی سے وہ الفاظ دہرائے۔البتہ غازیان بتا کر یک دم ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔جیسے ایک بوجھ سا کندھوں پر سے سرک گیا ہو۔پھر گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگا۔انہوں نے انہی بے یقین نظروں سے غازیان کو دیکھا۔

"تم مزاق کر رہے ہو نا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انہیں جیسے یقین نہیں آرہا تھا۔

"امی میں آپ سے اتنی بڑی بات مزاق میں کیوں کہوں گا؟"

اب وہ قدرے بہتر تھا۔ چہرہ بھی ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔

"میں جلد ابو سے بات کر کے اسے 'ابراہیم وِلا' میں لے جاؤں گا۔"

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ ابھی بھی بے یقین تھیں۔

"تم ہمارے اصول پسند بیٹے ہو۔ تم نے کبھی ہماری رضامندی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھایا۔ آج تم کہہ رہے ہو تم نے نکاح کر لیا ہے۔ میں کیسے مان لوں تم ایسے ہی کسی سے بھی۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"امی وہ کسی نہیں ہے۔ 'میری بیوی ہے'۔"

اب کی بار اس نے بڑے تحمل سے ان کی بات کاٹی اور اب کی بار ہی انہوں نے غازیان کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں شکایت تھی۔ جیسے وہ تسلیم کر چکی ہوں۔ پھر انہوں نے گردن موڑ کر زوراور کو دیکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اور تم جانتے تھے؟"

"جی، میں بھائی کے نکاح کے گواہان میں شامل تھا۔"

اس نے سر کو خم دیتے ہوئے معصوم سا اعتراف کیا۔انہیں حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔انہوں نے شکوہ کناں نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

"تم دونوں اپنی امی سے کب سے جھوٹ بولنے لگے ہو؟"

"امی جھوٹ نہیں بولا، صرف چھپایا ہے۔"

اب کے غازیان نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اور کتنے عرصے سے چھپا رہے ہو یہ سب۔"

انہوں نے ایک نظر اس کے ہاتھ کو دیکھ کر کہا۔ان کے تاثرات بدل رہے تھے۔وہ جیسے معاملے کی گہرائی جاننا چاہ رہی تھی۔

"تقریباً پانچ سال سے۔"

اب غازیان کھنکھارتے ہوئے بولا تو اگلے چند لمحے وہ کچھ بول نہ سکیں۔جھٹکا

www.novelsclubb.com

اتنا شدید تھا۔ پانچ سال کافی عرصہ تھا۔ پھر غازیان ہمت کر کے جھولے پر ان کے قریب ہوا اور محتاط انداز میں بولا۔

''آپ نے میری کتاب پڑھی ہے زینب؟''

اور بس یہ بہت تھا۔ اب کی بار جھٹکا پہلے سے زیادہ شدید تھا۔

''ڈونٹ سے کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ میں نہیں مان سکتی وہ لڑکی یہ ہے اور ویسے بھی تم نے آخر میں لڑکی کو مار دیا تھا۔''

اس بار وہ ابھی تک ڈینائے (نا ماننے) کے فیز میں تھیں۔ نفی میں زور سے سر جھٹکتے ہوئے انہوں نے جیسے اپنے خیالات کی بھی تردید کی تھی۔ غازیان زچ ہوا۔

''امی وہ لڑکی یہی ہے اور کتاب کا اختتام میں نے بدلا تھا۔''

''نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تمھیں سوشل میڈیا پر بھی فالو کر رہی ہوں لیکن تم نے کبھی وہاں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ سچی کہانی تھی۔''

www.novelsclubb.com

”میں نے کبھی وہاں یہ بھی نہیں بولا کہ یہ فکشن تھا۔میں نے ہمیشہ اس طرح کے سوال کو نظر انداز کیا ہے۔“

وہ بھی دو بدو بولا تھا۔جواباً انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے گھٹنے پر سے جھٹک دیا۔پھر غصے سے بولیں۔

”غازیان تم ایسا کیسے کر سکتے ہو؟“

”میں ایسا کر چکا ہوں اور ایسا ہو چکا ہے اور یہی حقیقت ہے کہ وہ آپ کی بہو ہے۔ جلد میں اسے 'ابراہیم وِلا' میں بڑی بہو کی حیثیت سے لے کر جاؤں گا۔“

اس کی بات سن کران کی برداشت جواب دے گئی۔غصے سے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ وہ غصے کے مرحلے میں داخل ہو چکی تھیں۔غازیان بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا اور انہیں کندھے سے تھام کران کا رُخ اپنی طرف موڑا۔

”امی ادھر دیکھیں۔۔“

اُس کی ماں تھی جن سے وہ ساری زندگی دوستوں کی طرح بے تکلف رہا تھا۔وہ اپنی

ماں کو منانا جانتا تھا۔ لیکن وہ ابھی بھی ناراضگی سے رُخ موڑے گھاس کو دیکھ رہی تھیں۔

"امی آپ نے مجھے لڑکی کی پسند کی مکمل آزادی دی تھی۔ آپ نے پچھلے ہی دنوں میں مجھے کہا تھا کہ خاندان بیچ میں نہیں آئے گا۔ دیر سے ہی سہی لیکن میں نے آپ کو اپنی پسند دکھادی ہے۔ وہ بہت اچھی ہے۔ آپ اس کے ساتھ ایڈجسٹ کر جائیں گی۔"

بات کے اختتام پر انہوں نے ناراض نظریں اٹھا کر غازیان کو دیکھا۔ بولیں کچھ نہیں۔ غازیان نے گہری سانس بھری۔ پھر ان کی آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھوں سے جھانکتے ہوئے کہنے لگا۔

"وہ جب بھی اُمید کھودیتی تھی ناتو میں اسے امید دلاتا تھا اور پتہ ہے وہ مجھے کیا کہتی تھی۔۔"

وہ رُکا۔ غازیان کو دیکھتی ان کی سیاہ آنکھوں کے تاثرات بدلے۔

"وہ کہتی تھی تم کیسے لوگوں کو اُمید تھما دیتے ہو اور میرا جواب پتہ ہے کیا ہوتا تھا۔۔"

وہ پھر رُکا۔اس بار وہ ان کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا اور وہ تاثرات اس کی توقع کی مطابق بدل گئے تھے۔اس کو دیکھتی ان کی آنکھیں بھیگی تھیں۔جواب وہ جانتی تھیں پھر بھی اس کے منہ سے سننا چاہتی تھی اور ہمیشہ یہی بات سن کر انہیں اپنے بیٹے کی تربیت پر فخر ہوتا تھا۔

"میری ماما بہت پوزیٹیو ہیں۔میں نے امید تھمانا انہیں سے سیکھا ہے۔اب آپ ہی یوں بی ہیو کرے گی تو آپ کے کھڑوس شوہر کو کون سنبھالے گا۔"

www.novelsclubb.com

بات کے اختتام پر اس نے شرارت سے ہاتھ بڑھا کر عادتاً اُن کی ناک سے شہادت کی انگلی ٹکرائی۔ جواباً وہ دھیرے سے ہنس دیں۔ نم آنکھوں سے۔ اور غازیان جانتا تھا ان کا غصہ بس اتنا ہی تھا۔

غازیان آگے بڑھا اور ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کندھے پر سر رکھتے ہوئے یقین سے بولا۔

"آپ بالکل بھی فکر نہیں کریں۔ وہ آپ کے بیٹے کی پسند ہے اور آپ کو تو وہ ویسے بھی پسند ہے۔ بس ابو کو منانے کا کوئی طریقہ سوچیں۔"

جواباً اُنہوں نے ہلکی سی چپت اس کے کندھے پر رسید کی۔ پھر خفا لہجے میں بولیں۔

"بندہ ماں کو ہی بتا دے۔"

"امی وہ سب بہت جلدی میں ہوا تھا۔ آپ جانتی ہیں اور کتاب پڑھنے کے بعد آپ کو اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔"

اور وہ اس کے لکھاری ہونے کے بارے میں جاننے کے ساتھ ساتھ اسے اس شعبے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں سپورٹ بھی بہت کرتی تھی لیکن ان کے بر عکس ابراہیم شاہ کو غازیان کے اس شعبے سے سخت چڑ تھی۔وہ سر اٹھا کر ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا تبھی زور اور سے برداشت نہ ہوا تو کُرسی سے اٹھ کھڑا ہوا پھر ان کے قریب آیا۔

"امی میں بھی آپ کا ہی بیٹا ہوں۔لے کر نہیں پالا تھا۔"

"آآاا۔۔۔"

انہوں نے لاڈ سے اسے دیکھا پھر پیار سے اسے بھی اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔

"تم دونوں ہی میرے بیٹے ہو اور مجھے فخر ہے اپنی اولاد پر۔"

بات کے اختتام پر انہوں نے دونوں کے گال چٹکی میں بھرے تو وہ دونوں مسکرا دیئے۔غازیان نے ایک نظر نانی کے کمرے کی کھڑکی پر ڈالی۔جہاں پردہ ہلتا نظر آرہا تھا۔اس کی نظر پورے گھر پر دوڑی۔یہ گھر اس کیلئے بہت یادگار رہا تھا۔ اور بہت عرصے بعد نانی کے گھر کا سفر اتنا حسین لگا تھا۔یہاں اسے سب مل گیا تھا۔ بس وہ چاہتا تھا آگے بھی سب ٹھیک ہو اور وہ، زینب کے ساتھ اپنی نئی زندگی کا آغاز

کر سکے۔

قسط نمبر ۷:

میرے ہر قدم کے ساتھ،

مجھے طاقت کا احساس ہوتا ہے،

ایک احساس!

جو ہر گزرتے گھنٹے کے ساتھ بڑھتا ہے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں جانتی ہوں کہ میں مضبوط ہوں،

اور میں تبدیلی لاسکتی ہوں،

اور اس دنیا میں کوئی بھی چیز

مجھے عجیب محسوس نہیں کرواسکتی۔

میں اپنے ارد گرد کی دنیا دیکھتی ہوں،

اور میں جانتی ہوں کہ یہ منصفانہ نہیں ہے،

لیکن میں جانتی ہوں کہ

میرے پاس ایک آواز ہے،

اور میں اس بات کو یقینی بناؤں گی

کہ یہ کہیں سنی گئی ہے۔

میں اپنے اور دوسروں کے لیے بات کروں گی،

اور فرق بھی کروں گی،

اور میرے ہر قدم کے ساتھ،

میں نئے سرے سے رکاوٹوں کو توڑ دوں گی

مجھ سے پہلے آنے والی عورتوں نے راستہ بنایا

اور مجھے دکھایا کہ میں جو کچھ کہتی ہوں

اس میں بہادر ہو سکتی ہوں،

اور بے خوف ہو سکتی ہوں

انہوں نے مجھے سکھایا کہ

میں اپنے تمام خوابوں کو حاصل کرنے کے قابل ہوں

اور یہ کہ میں تمام رکاوٹوں پر قابو پا سکتی ہوں،

خواہ وہ کتنی ہی شدید کیوں نہ ہوں۔

(گمنام)

www.novelsclubb.com

"تم کیا چاہتی ہو اب۔ میں ابراہیم سے بات کروں؟"

ان کے کہنے پر زخرف نے انہیں تمام باتیں بتائی تھیں اور نکاح والی شام کا قصہ بھی سنایا تھا۔ زخرف نے سنجیدگی سے تمام باتوں کا جواب دیا۔ اب کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔ ان کی بات سن کر زخرف نے جھٹکے سے سر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اٹھایا۔ایسے کہ گردن کی ہڈی کے چٹخنے کی آواز آئی۔اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔پھر حالات سمجھ کر نفی میں سر ہلاتے ہوئے قطعی انداز میں بولی۔

”نہیں دادی جان، میں آپ کے اور ان کے بیچ موجود تعلقات کو خراب نہیں کرنا چاہتی اور ویسے بھی میں چاہتی ہوں غازیان خود بات کرے۔“

”بیٹا،ان بچوں نے صرف قد نکالے ہیں۔باپ کے آگے بولنے کی ہمت ابھی بھی نہیں رکھتے۔“

آواز پر وہ بُری طرح چونکی تھی۔پھر حیرت سے گردن موڑ کر دیکھا۔چوکھٹ میں زرین بیگم نرم تاثرات لئے کھڑی تھیں۔اس کی بات پر بشریٰ اماں سے پہلے وہ بول اٹھی تھیں۔زخرف ہوش میں آئی پھر جلدی سے بیڈ سے اٹھی اور بشریٰ اماں کے سرہانے کھڑی ہوگئی۔حالات ایسے تھے کہ وہ کچھ بول بھی نہ پائی تھی۔وہ قدم قدم چلتی اندر آنے لگیں۔چوکھٹ سے ہٹیں تو پیچھے ان کے دونوں بیٹے بھی نظر آئے۔زخرف نے شکایتی نظروں سے غازیان کو دیکھا۔نظروں کے تصادم پر

غازیان نے آنکھیں چُرائی۔

"کیا تمھیں واقعی لگتا ہے کہ غازیان اپنے باپ سے بات کر سکتا ہے؟"

قریب آکر انھوں نے پھر پوچھا۔ان کے تاثرات نرم تھے۔زخرف کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا بولے۔اس نے کبھی اس طرح کے حالات کا سامنا کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔وہ تذبذب کا شکار یونہی کھڑی رہی۔بولی کچھ نہیں۔انھوں نے مڑ کر غازیان کو دیکھا۔غازیان نے لاعلمی سے شانے اچکائے۔اب کے وہ مڑی اور وہی بیڈ پر بشریٰ اماں کے ساتھ بیٹھ گئیں۔پھر ان کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

"اماں، مجھے اجازت دیں۔میں زینب کو اپنے گھر کی بہو بنا کر لے جاؤں۔یہ بچے مجھ سے پہلے آپ کے بچے ہیں۔فیصلہ آپ کا ہو گا۔"

"بیٹا، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔یہ دونوں اپنا اچھا بُرا جانتے ہیں۔تم ابراہیم سے بات کر لو۔اسے کوئی اعتراض۔"

"امی۔۔"انھوں نے سہولت سے ان کی بات کاٹی۔

www.novelsclubb.com

"وہ اتنا سخت گیر باپ نہیں ہے۔بچوں کی خوشی کے آگے خاندان کی روایات بے معنی ہو جاتی ہیں۔مجھے امید ہے وہ سمجھ جائیں گے اور ویسے بھی پانچ سال پہلے بھی وہ غازیان کی خوشی کیلئے ایک دفعہ خاندان سے باہر رشتہ کرنے پر مان گئے تھے۔۔"

"امی تب معاملات اور تھے۔"غازیان پیچھے سے بولا۔

"تب ابو کی صحت ٹھیک نہیں تھی۔وہ اپنی صحت کے بارے میں ڈر گئے تھے اسی لئے مانے تھے۔"

انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا۔

"تم ابراہیم کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔وہ مان جائے گے۔"

بات کے اختتام پر انہوں نے سر اٹھا کر زخرف کو دیکھا پھر اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا۔اب بشریٰ اماں اور زخرف ایک طرف تھیں اور وہ زخرف کے سامنے۔ان کے پیچھے دور غازیان کھڑا نظر آرہا تھا۔انہوں نے زخرف کا ہاتھ پکڑا۔

www.novelsclubb.com

وہ بس خاموشی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر انہوں نے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"میں جانتی ہوں میرے بیٹے کی غلطی ہے اس نے اتنا عرصہ تمھیں بیوی کی حیثیت سے ہم سے نہیں ملوایا۔ میں نہیں جانتی تم نے کیا کیا سہا ہے۔ ہو سکتا ہے جتنا میں نے پڑھا اس سے کم سہا ہو یا زیادہ برداشت کیا ہو۔ لیکن میرا خیال ہے یہ باتیں اب معنی نہیں رکھتی۔۔"

زخرف کی گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ بولی وہ ابھی بھی نہیں۔

"میرا ماننا ہے ماضی کو یاد رکھنا معنی نہیں رکھتا۔ باقی رہی ماضی کی یاد تو وہ ایک ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتی ہے۔ آکر گزر جاتی ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ نے اس ہوا میں کھل کر سانس لینا ہے یاں سانس بند کر کے اس دورانیے کو مزید تکلیف دہ بنانا ہے۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکیں۔

"میں زیادہ لمبی بات نہیں کروں گی۔ دیکھو زینب، تم میرے بیٹے کی پسند ہو اور مجھے میرے بیٹے کی پسند پر فخر ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کیلئے محرم ہو۔ زندگی تم دونوں نے گزارنی ہے۔ باقی غازیان زیادہ بہتر جانتا ہے کہ تمھارے لئے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔۔"

بات ختم کر کے انہوں نے زخرف کو دیکھا جو ابھی بھی خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ شاید اس وقت اپنے جزبات اور احساسات لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی۔ جس رشتے کو وہ پانچ سال میں نہیں منوا سکے تھے مسز ابراہیم نے چند فقروں میں اس رشتے کو معتبر کر دیا تھا۔ زخرف نے محسوس کیا انہوں نے بات کرتے وقت اسے 'زینب' ہی بلایا تھا۔ یعنی وہ اسے 'زینب' کی حیثیت سے ہی قبول کر چکی تھیں۔

"اب یہ تم بتاؤ گی تم کب 'غازیان ابراہیم' کی بیوی کی حیثیت سے ابراہیم ولا میں آنا چاہو گی؟"

www.novelsclubb.com

وہ کہہ رہی تھیں اور بات کے دوران ہی بے اختیار زخرف کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر ان کے پیچھے کھڑے غازیان کو دیکھا۔ جس نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ بالآخر ایک لمبی خاموشی کے بعد اس نے اپنے لب وا کیئے۔

"آنٹی، جب آپ کو مناسب لگے۔"

بات کرتے ہوئے اس کی نظریں خود بہ خود جھک گئیں۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ اپنے رشتے کی بات پر یوں شرمائے گی۔ شاید یہ فطری عمل تھا۔ اس کی بات سنتے ہی انہوں نے اسے پیار سے اپنے گلے لگا یا۔

www.novelsclubb.com

"آنٹی نہیں، آج سے تم مجھے امی کہہ سکتی ہو۔"

اور پیچھے کھڑے غازیان کے اندر تک سکون اتر گیا۔ اس نے ایک لمبی تکان بھری سانس خارج کی۔ جس میں پانچ سالوں کا انتظار تھا۔ بالآخر سب ٹھیک ہونے جا رہا تھا۔ دور کھڑی قسمت نے مسکرا کر یہ منظر دیکھا۔ کیا واقعی سب ٹھیک ہونے والا

تھا؟

رات اس کالونی پر اتری تو ٹھنڈی ہوا کے ساتھ چاند کی روشنی نے رات کا استقبال کیا۔مون سون کی ٹھنڈی ہوائیں جسم کو چھوتی اچھی محسوس ہو رہی تھیں۔ صبح بھی بادل آکر غائب ہو گئے تھے لیکن بارش نہیں ہوئی۔مون سون کی پہلی بارش کو ہوئے ہفتہ گزر چکا تھا۔پہلی بارش زخرف کی سالگرہ کی صبح ہوئی تھی۔اب زمین کے مکین دوسری بارش کے انتظار میں تھے۔ایسے میں باہر کے خوشگوار ماحول کے باعث اندر اس گھر میں بھی وہ خوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے ایپرن پہنے کچن میں موجود کوکنگ کر رہی تھی۔

"ویسے میری آنکھوں کو واقعی یقین کرنے میں دقت ہو رہی ہے کہ زخرف آج اتنے اہتمام سے کوکنگ کر رہی ہے۔"

ایک شامی کباب اٹھاتے ہوئے اس نے پھر طنزاً کہا۔زخرف نے اس کے ہاتھ پر

www.novelsclubb.com

گھگھیر مارا۔

"میں نے تمھیں بولا ہے ابھی نہیں کھاؤ۔"

"ظالم۔۔"

جواباً اُسے نئے نام سے نوازتی وہ ہاتھ سہلانے لگی۔ زخرف دوبارہ چولہے کی طرف پلٹی اور ڈوئی ہلاتے ہوئے نیچے جھک کر چولہا آہستہ کیا۔ اس نے عرصہ ہوا کھانا بنانا چھوڑ دیا تھا۔ اپنے گھر میں وہ کوکنگ کرتی تھی۔ پھر ہوسٹل شفٹ ہوگئی تو وہاں ویسے ہی کھانا ہوسٹل کی طرف سے مل جاتا تھا۔ پھر جب اس گھر میں آئی تو زندگی اتنی مصروف ہوگئی تھی کہ ٹائم نکال کر کھانا بنانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔ لیکن آج ہوسپٹل سے واپسی پر اس نے کھانے کا بہت سا سامان لیا اور اب وہ دو گھنٹے سے کچن میں کھڑی، کام میں جتی تھی۔ شانزے گھنٹہ پہلے ہی آئی تھی اور مسلسل کچھ دیر بعد ایک ہی طنز کیے جا رہی تھی۔

زخرف نے رومال کی مدد سے ہنڈیا پکڑی اور ڈوئی کے ذریعے اسے ڈونگے میں منتقل

www.novelsclubb.com

کرنے لگی۔

"مجھے لگ رہا ہے غازیان آرہا ہے۔اتنا اہتمام تم کسی اور کیلئے نہیں کر سکتی۔"

صوفے کی ہتھ پر بیٹھی شامی کباب کا آخری ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے اس نے پھر

اندازہ لگایا۔جواباً زخرف نے آنکھیں اٹھا کر اسے گھورا۔

"اگر میرے ہاتھ میں گرم ہنڈیا نا ہوتی تو پھر میں بتاتی تمھیں۔"

"اوکے اوکے۔۔"اس نے ڈرتے ہوئے ہاتھ اٹھائے۔

"اب نہیں بولتی۔"

زخرف پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔یہاں سے فارغ ہو کر اس نے سویٹ

ڈش کیلئے بنائے کیک پر ڈونٹس کی آئیسنگ کی۔پھر اسے احتیاط سے اٹھا کر فریج

میں رکھا۔اب وہ مڑی تو دیکھا شانزے منہ پر انگلی رکھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔بے

اختیار وہ ہنسی پھر کاؤنٹر پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے آہستہ آواز میں

بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"سوری، میں سکون سے کام کرنا چاہتی ہوں۔کافی عرصے بعد دل سے کوکنگ کر رہی ہوں نااس لئے۔میں چاہتی ہوں میرے ہاتھوں کاذائقہ واپس آجائے۔اب جب 'ابراہیم ولا' میں جاؤں گی تو کوکنگ تو کرنی ہو گی نا۔"

بات کے اختتام پر اس کے لہجے میں آس تھی،امید تھی،خوشی تھی۔شانزے کا منہ پر رکھا ہاتھ پہلو میں گر گیا۔

"تمھیں پتہ ہے آج غازیان کی امی مجھے زینب کہہ کر بلا رہی تھی۔یعنی وہ مجھے زینب کے طور پر ہی قبول کر چکی ہیں۔تو میں چاہتی ہوں 'ابراہیم ولا' میں جانے کے بعد میں انہیں کسی شکایت کا موقع نا دوں۔انہیں زینب ہی بن کر دکھاؤں۔"

زخرف کہہ کر پلٹ گئی اور شلف سمیٹنے لگی۔شانزے نے اسے دیکھا وہ کافی عرصے بعد اتنی خوش اور پُر امید تھی۔'ابراہیم ولا' میں جانے کا احساس ہی اس کیلئے بہت تھا۔اس کے صبح سے شانزے کو کئے گئے تقریباً ہر میسج میں اسی بات کا تذکرہ تھا۔

"میری دعا ہے خدا تم دونوں کو خوش رکھے اور تم پر زندگی میں اب کبھی کوئی

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مصیبت نہ آئے۔"

اس نے دل ہی دل میں دعا دی۔اب وہ گنگناتے ہوئے مسکرا کر ڈش واش کر رہی تھی۔پھر کچھ یاد آنے پر وہ پلٹی اور بچوں کی سی معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"میں نے تمھیں بتایا انکل مان گئے؟"

"سچی۔۔"شانزے اپنی جگہ پر اچھلی۔

"یہ کب ہوا؟"

خوشی کے مارے وہ اٹھ کر کچن کاؤنٹر کے قریب آئی۔زخرف ہاتھ میں سپنج اور ڈش لئے جوش سے پلٹی اور قدم قدم چلتی کاؤنٹر کے قریب آئی۔اب دونوں کے درمیان کاؤنٹر حائل تھا۔

"دادی نے دوپہر کے کھانے پر اُنہیں بھی بلالیا تھا۔تب سب بڑوں نے مل بیٹھ کر بات کی۔۔۔"

وہ رُکی پھر مسکراہٹ دبا کر بولی۔

"انکل نے غازیان کے تھوڑے بہت کان کھینچے لیکن پھر وہی آنٹی والی بات۔ بچوں کی خوشی کی آگے وہ بھی سر جھکا گئے اور بقول غازیان، نکاح کا سننے کے بعد وہ بالکل ہی چپ کر گئے۔ تمھارے آنے سے پہلے ہی غازیان کا مجھے میسج آیا تھا۔ میں سمجھی میں نے تمھیں بتا دیا ہے۔"

"نہیں تم نے تو۔۔"

وہ ابھی کہہ ہی رہی تھی جب گاڑی کے ہارن پر دونوں چونک کر لاؤنج کی کھڑکی کی طرف متوجہ ہوئیں۔ پھر ریڈ کار کو آگے بڑھتا دیکھ کر شانزے مسکراہٹ دبا کر زخرف کی طرف مڑی۔

"لے لو جی، میں نے تو پہلے ہی کہا تھا بہن تمھارے مجازی خدا کے آنے کا پروگرام ہے۔ تم ہی نہ کر رہی تھی۔ دیکھ لو۔ آ گئے ہیں۔"

"اس نے مجھے تو نہیں بتایا۔"

کہتے ہوئے زخرف جلدی سے مڑی اور ڈش واش کر کے ایپرن اتارنے لگی۔

"شانزے لاؤنج کی حالت درست کردو میں نے یہاں سے فارغ ہو کر صفائی کرنی تھی لیکن اب وقت نہیں ہے۔"

جلدی سے کہہ کر اس نے کھانے کے تینوں باؤل ڈھکے۔تب تک وہ لان میں آگے بڑھتا دکھائی دے رہا تھا۔شانزے حالت درست کرنے لگی۔اس نے کچن پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جسے وہ ساتھ ساتھ صاف کر چکی تھی۔پھر وہ برق رفتاری سے کمرے کی طرف بڑھی۔پیچھے شانزے کو آواز دے گئی۔

"شانزے میں دو منٹ میں چینج کر کے آتی ہوں۔تم غازیان کو لاؤنج میں بٹھا کر کمپنی دو۔"

اور کمرے کے دروازے کے پیچھے گم ہو گئی۔شانزے نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

تبھی وہ اندر آتا دکھائی دیا۔کندھے پر ڈوپٹہ درست کرتے اس نے اسے مسکرا کر اندر آنے کا کہا۔

"آؤ آؤ۔کیسے ہو تم؟"

www.novelsclubb.com

اندر آتے ہی اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ خلافِ معمول تمام لائیٹس آن تھیں۔

”اچھا تو آج تمھیں اپنے گھر میں کوئی کام نہیں تھا تو تم یہاں آ ٹپکی۔ تاکہ تمام لائیٹس جلا کر بجلی کے بل میں اضافہ کر سکو۔“

اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چاروں طرف دیکھتے ہوئے طنز کیا۔ شانزے کے تاثرات بدلے۔ ساری خوش اخلاقی عنقا ہوئی۔ سینے پر بازو باندھتے ہوئے وہ بھی طنزاً بولی۔

”تمھیں ہی فکر ہوتی ہے کہیں میری بیوی اکیلے رہ کر پاگل نہ ہو جائے۔ تبھی مجھے میسج کر کے ادھر آنے کا بولتے ہو۔“

”ہیے چپ۔۔“ اس نے بوکھلا کر زخرف کے کمرے کا دروازہ دیکھا۔

”میں نے کبھی تمھیں یہ نہیں کہا کہ وہ پاگل ہے۔ ہاں گھر آنے کا ضرور بولتا ہوں۔ کہیں میرے پیچھے سے اس کے کان نہ بھرتی رہنا۔“

www.novelsclubb.com

"کان ہی بھرنے ہوتے تو پانچ سال پہلے بھر دیتی۔۔"

اس نے سر جھٹک کر کہا پھر اپنا دکھ یاد آیا تو دہائی دینے لگی۔

"ہائے، نہ تم ہماری دوستی میں آئے ہوتے۔نہ میری دوست مجھ سے دور ہوتی۔"

"او ہیلو میڈم۔۔"اس نے چٹکی بجا کر اسے متوجہ کیا۔

"مانو کہ تم میں اتنے گٹس ہی نہیں تھے کہ زینب کو متوجہ کر سکتی۔غازیان زیادہ پُر کشش ہے جس نے زینب کو جلد ہی متوجہ کر لیا۔"

آخر میں اس نے فرضی کالر جھاڑے۔شانزے نے تلملا کر اسے دیکھا۔وہ دونوں وہی کھڑے بحث کرنے لگ گئے تھے۔ابھی وہ آگے سے تیکھا سا جواب دیتی جب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔دونوں اُدھر متوجہ ہوئے۔زخرف کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ باہر آتی دکھائی دی۔اس نے وہی اپنی برتھ ڈے والا فراک پہن رکھا تھا۔جو غازیان اس کیلئے لایا تھا۔البتہ آج درمیان سے مانگ نکال کر بال دونوں اطراف میں گرائے ہوئے تھے۔اس نے نظر اٹھائی تو چونکی۔پھر شانزے پر خفا

www.novelsclubb.com

ہوئی۔

"شانزے، تم نے ابھی تک اسے بیٹھنے کا نہیں بولا۔"

پھر جلدی سے آگے بڑھی اور ایک صوفے پر کشن ٹھیک کرتے ہوئے بولی۔

"آؤ غازیان، بیٹھو۔"

غازیان دو قدم آگے بڑھا۔ پھر شانزے کے قریب جھک کر بولا۔

"ایسے پیار سے بلاتے ہیں۔"

اور ایک جتاتی نظر اس پر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔

"میں نے جیسے پتھر مارے تھے ہنہ۔ پیار سے ہی بلایا تھا۔"

وہ بھی خفگی سے بڑبڑا کر اس طرف بڑھی۔

"کوئی بات نہیں زینب اگر یہ بھول گئی تھی۔ تم نے کہہ دیا یہی بہت ہے۔"

"ہاں، تو تمھارا ہی گھر ہے۔ کوئی تمھیں روک سکتا ہے۔ جہاں مرضی بیٹھو۔"

منہ بنا کر کہتے ہوئے اس نے جھک کر صوفے سے اپنا بیگ اٹھایا۔ پھر زخرف کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

طرف متوجہ ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں۔خیال رکھنا۔"

اس کا شانہ تھپک کر وہ جانے کیلیئے مڑی۔غازیان نے مسکراہٹ دبائی۔یہی تو وہ چاہتا تھا۔زخرف افسردہ ہوئی۔

"اب کھانا تو کھا کر جاؤ۔ایسے ہی جاؤ گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔اس کے ساتھ کھالو۔"

بنا مڑے 'اس' کی طرف اشارہ کر کے وہ باہر نکل گئی۔زخرف چونکی۔اس کی بات پر نہیں،اس کے لہجے پر۔پھر نظروں کا رُخ غازیان کی طرف موڑا۔جو مسکراہٹ دبائے بیٹھا تھا۔اسے دیکھتا پا کر جبڑے سیدھے کئے۔ایک لمحہ لگا تھا اسے سمجھنے میں اور اگلے ہی لمحے وہ باہر کو بھاگی۔

"شانزے سنو تو سہی۔۔"

بھاگ کر اس تک پہنچتے ہوئے اس نے لان کے آخر میں اسے روک ہی لیا۔پھر

پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بولی۔

"یار۔وہ ایسی باتیں کر دیتا ہے۔ تمھیں پتہ ہے نہ وہ تمھیں تنگ کرتا ہے۔اگنور کیا کرو۔اس کی طرف سے میں۔۔"

"کیا ہو گیا ہے یار۔۔"شانزے نے حیرانی سے اس کی بات کاٹی۔

"میں نے اس کی کسی بات کا غصہ نہیں کیا۔یہ تمھارا اور اس کا وقت ہے۔اس لئے ناؤ جسٹ گو۔"

ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر اسے اندر کی طرف دھکیلتے ہوئے وہ اپنی کار کی طرف بڑھی۔

چند لمحے بعد جب وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا غازیان ہاتھ صوفے کی پشت پر لمبے کئے، سر بھی بیک پر رکھے نیم دراز ہو کر چھت کو دیکھ رہا تھا۔

"تم نے اسے کچھ کہا تھا نا۔"

"کہا بھی تھا تو کیا ہوا۔یہ تمھارا اور میرا وقت ہے۔اسے خود سمجھ جانا چاہیے تھا۔"

وہ بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولا تو زخرف خفا ہوئی۔ پھر اس کے سامنے آکر سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے دبے لہجے میں بولی۔

”وہ میری دوست ہے۔“

”اور میں تمھارا شوہر۔“

وہ جتا کر بولا تو زخرف لمحے بھر کو چپ ہوئی۔

”ہماری ہلکی پھلکی سی بات ہوئی تھی جو چلتی رہتی ہے۔ دراصل وہ بھی تمھیں یہی سمجھانا چاہ رہی تھی کہ اب تمھاری نئی لائف ہے۔“

اس نے 'نئی لائف' پر زور دیا اور زخرف کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ جیسے وہ سمجھ گئی ہو۔

”کھانا یہی لگاؤں یا ڈائننگ ٹیبل پر آؤ گے؟“

”وہیں لگاؤ۔ میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔“

کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چند منٹ بعد وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا

www.novelsclubb.com

رہے تھے۔لاؤنج کی تمام لائیٹس آف تھیں۔کچن کی چھوٹی لائٹ کے نیم

اندھیرے میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے دیکھائی دے رہے تھے۔

”تمھیں پتہ ہے آج میں نے بہت عرصے بعد دل سے کھانا بنایا ہے۔۔“

”ہاں ذائقے سے لگ رہا ہے۔“

وہ مصروف سا کھانے میں مگن بولا تو اس نے ناراضگی سے پلکیں اٹھائیں۔بال

چہرے کے ارد گرد گر رہے تھے۔

”مطلب جو تم پہلے میرے کھانے کی تعریفیں کرتے تھے۔وہ جھوٹی تھیں۔“

”نہیں وہ جھوٹی نہیں تھیں۔۔“

رُک کر اس نے نوالہ منہ میں رکھا۔زخرف یونہی ہاتھ روکے اسے دیکھتی رہی۔

نفاست سے چبا کر اس نے نوالہ نگلا پھر نظریں اٹھائیں۔

”جیسے تب تم دل سے کھانا نہیں بناتی تھی۔ویسے ہی میں بھی دل سے تعریف نہیں

کرتا تھا۔“

"شاہ۔۔"

وہ باقاعدہ ناراضگی سے بولی۔ جواباً اُس نے جلدی سے ہاتھ اٹھائے۔

"اچھا بابا۔ مزاق کر رہا تھا۔ موڈ خراب مت کرو۔"

چند لمحے سر کے توز خرف نظریں جھکائے مدھم آواز میں بولی۔

"میں بہت خوش ہوں کیونکہ یہ میری زندگی کا خواب تھا کہ میں کبھی 'ابراہیم ولا' میں قدم رکھوں گی۔۔"

اس کی آواز میں زمانے بھر کا سکون تھا۔ خاموشی میں اس کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ بس خاموشی سے اسے سن رہا تھا۔ اسے زخرف کو سننے کے کم موقعے ہی نصیب ہوتے تھے۔

"آج اتنا بڑا خواب پورا ہو گیا ہے تو مجھے یقین نہیں آرہا۔ یقین نہیں آرہا میں اس ولا میں جاؤں گی۔ خوشی اتنی ہے کہ وہاں جانے کے علاوہ کوئی سوچ ہی نہیں آتی۔ لیکن جب ذمہ داری کا سوچتی ہوں تو۔۔"

اگلے چند لمحے وہ یونہی بولتی رہی۔ وہ وہاں جا کر کیا کرے گی۔ اپنا کمرہ کیسے سجائے گی۔ ابراہیم انکل کا خیال کیسے رکھے گی اور وہ بس خاموشی سے اس کے چہرے کو تکتے مسکرا کر سنے گیا۔ جب وہ بول بول کر تھک گئی تو خود ہی اٹھ کر برتن سمیٹنے گی۔ جب وہ سب سمیٹ کر واپس آئی تو غازیان نے کھڑے ہوتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

زخرف نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تو وہ اسے لئے باہر لان میں آ گیا۔ اندھیرے میں بس چاند کی روشنی گھاس پر پڑ رہی تھی۔ ہوا سے اس کے بال اڑ اڑ کر منہ پر آنے لگے۔ لیکن وہ انہیں نظر انداز کرتی قدم قدم اس کے ساتھ چلنے لگی۔ خاموش رات کے اس پُر فسوں ماحول کو غازیان کی آواز نے توڑا۔

"تم کہہ رہی ہو تم بہت خوش ہو۔ تم ایکسائٹڈ ہو۔ تم آگے کا پلین کر رہی ہو۔ لیکن میں تمھیں بتاؤں میں کیا محسوس کر رہا ہوں؟"

اس نے گردن موڑ کر زخرف کو دیکھا۔ لیکن زخرف گھاس پر نظر آتے اپنے

www.novelsclubb.com

سائے کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا؟"

"تم سے زیادہ شاید میں نے اس پل کا انتظار کیا ہو۔اس پل کیلئے میں بے چین رہا ہوں۔اس پل کیلئے میں نے کوشش کی ہو۔لیکن اس پل کے آنے اور گزر جانے پر میں کچھ بھی محسوس نہیں کر پایا۔"

وہ جیسے مایوسی سے کہہ رہا تھا۔زخرف نے چونک کر گردن موڑی اور نیم اندھیرے میں اس کا چہرہ دیکھنا چاہا۔اس چہرے پر اسے غازیان سے ملنے کے بعد پہلی بار مایوسی دیکھائی دی۔غازیان نے بھی اسے دیکھا۔پھر الجھ کر بولا۔

"عجیب لگتا ہے نہ۔جسے پانے کیلئے اتنا انتظار کرو اور وہ بس چند لمحوں میں آپ کو عطا کر دیا جائے۔یقین نہیں آتا نہ۔مجھے بھی نہیں آرہا۔ایسا لگ رہا ہے جیسے کچھ غلط۔۔"

اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتا زخرف اسے پکڑے جھولے تک لائی۔وہ کھچتا ہوا

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چلا آیا۔ وہ دونوں وہاں بیٹھ گئے تو جھولا ہلکا ہلکا ہلنے لگا۔ پھر زخرف نے سر اٹھایا اور بازو لمبا کر کے چاند کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو چاند۔۔"

غازیان نے اس کے ہاتھ کی سمت دیکھا۔

"وہ ہے امید۔ وہ ہے مایوسی میں چمکتی امید بھری روشنی۔"

کہہ کر اس نے ہاتھ نیچے گرا لیا لیکن نظریں ابھی بھی چاند پر ہی جمی تھیں۔ غازیان بھی چاند کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے تمھارا مطالعہ مجھ سے زیادہ ہو۔ لیکن میں نے ایک بات سیکھی ہے۔ اندھیری رات میں یہ چاند ہی امید کی کرن ہوتا ہے۔ ہماری مشکلوں میں بھی ہمیں ایسے ہی کوئی امید دیکھائی دیتی ہے لیکن بعض لوگ اسے سمجھ نہیں پاتے۔ جیسے کہ تم۔ مجھے لگتا ہے ہماری زندگی میں بھی یہی امید آن پہنچی ہے اور میں کم از کم مایوس نہیں ہونا چاہتی۔ کیونکہ میری زندگی میں امید اور خوشی دونوں ہی بہت عرصے بعد

www.novelsclubb.com

آئی ہیں۔۔"

کہتے ہوئے وہ کھسک کر غازیان کے قریب ہوئی اور عادتاً اُس کے کندھے پر سر ٹکا لیا۔غازیان کے چہرے پر ابھی بھی اُلجھن تھی۔ جیسے وہ شعور اور لاشعور کے درمیان کہیں اٹک گیا ہو۔پھر اس نے سر جھٹک کر تمام سوچوں کی تردید کی اور زخرف کی طرف متوجہ ہوا۔

"تو کیا تم زینب کیلئے ارینجنڈ سیمینار اٹینڈ کرو گی؟"

"ہاں، کروں گی۔"فوراً سے پہلے جواب آیا تھا۔

"میرا خیال ہے لوگوں کو یہ بتا دیا جائے کہ یہ کہانی سچ پر مبنی ہے۔"

www.novelsclubb.com

اس نے ایسے ہی خیال ظاہر کیا۔البتہ اندر سے ڈر بھی رہا تھا کہ زخرف شدید ری ریکٹ نہ کرے۔

"جیسے تمھیں مناسب لگے۔"اس نے بڑے ٹھنڈے انداز میں جواب دیا۔

وہ جھولے کو آہستہ آہستہ جھلاتے ہوئے ٹھنڈی ہوا محسوس کر رہی تھی۔ہونٹوں پر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خلافِ معمول مسکراہٹ تھی۔

"کیا میں تمھیں ان سب کے سامنے ظاہر کر دوں۔"

"نہیں۔" اب بھی ایک لمحے سے پہلے جواب آیا تھا۔

غازیان نے گہری سانس خارج کی۔ اس سوال کا جواب وہ ہمیشہ سے جانتا تھا۔

"کیا میں تمھیں اب 'زینب' بلا سکتا ہوں۔"

"پہلے تم کونسا باز آجاتے ہو۔"

جواباً وہ دھیرے سے ہنس دیا اور چاند کی روشنی نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔ اب وہ مسکرا کر کوئی بات کر رہے تھے۔ غالباً دوبارہ ابراہیم ولا کی بات ہی شروع ہو چکی تھی۔ مسکراتے چہرے، کھنکتی ہنسی اور دو مکمل وجود۔ آسمان والے نے ان کی جوڑی بنادی تھی اور وہ دونوں اسی میں خوش تھے۔

صبح خوشگوار سی اس شہر پر اتری تو تمام لوگ اپنے اپنے کاموں کو جاتے دیکھائی دیئے

۔سورج کی کرنیں واضح ہوتیں اور پھر کچھ دیر بعد کالے بادل ان کا راستہ روک دیتے۔ ہلکی چلتی ٹھنڈی ہوا بھلی معلوم ہوتی تھی۔

ایسے میں اس مصروف شہراہ پر واقع اس یونی کے اندر راہداری کے درمیان وہ چلتا جا رہا تھا۔ سر جھکائے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھتے ہوئے ساتھ چلتے اسسٹنٹ کی بات بھی سن رہا تھا۔ جو اسے تمام معاملات سے آگاہ کر رہا تھا۔ ساتھ میں دو تین افراد اور بھی تھے۔ اسسٹنٹ کی طرف سے دی جانے والی بریفنگ پر وہ سر ہلاتا گیا۔ جینز پر سفید ٹی شرٹ پہنے وہ عام حلیے میں مصروف دیکھائی دیتا تھا۔ دفعتاً ایک ہال کے باہر پہنچ کر وہ رُکے۔ ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ سر جھکائے موبائل دیکھتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔ پھر مڑ کر موبائل دوسرے لڑکے کو پکڑایا اور دوبارہ سر گھماتے ہوئے سر اٹھا کر سٹیج کی طرف دیکھا اور اس کی نظر پلٹنا بھول گئی۔ اس نے گردن گھما کر ہال میں لگی تمام فلیکس پر نظر دوڑائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پہلے اس کی آنکھوں میں حیرت، پھر بے یقینی اور آخر میں غصہ ابھرا۔ بامشکل خود پر

ضبط کرتے ہوئے اس نے سٹیج کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”فلیکس کا ڈیزائن کس نے بنایا تھا۔“

”سر میں نے۔“ ایک لڑکا جلدی سے آگے آیا۔

لیکن وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے غصے سے گھوما اور باہر کی طرف بڑھا۔ وہ سب بھی اس کے پیچھے لپکے۔ وہ اب راہداری میں غصے سے تیز تیز چل رہا تھا۔ وہ سب حالات نا سمجھتے ہوئے اس کی رفتار سے ملنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دھاڑ سے دروازہ کھول کر وہ راہداری کے آخر میں بنے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ اندر سامنے قطار میں بہت سے مونیٹر رکھے ہوئے تھے۔ وہ شاید سیکیورٹی روم تھا۔ ایک کمپیوٹر کے آگے، ریوالوانگ چیئر پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا کچھ کام کرتا دیکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ڈیکس پر ایک لڑکا جھک کر کھڑا کچھ سمجھا رہا تھا۔ آواز پر دونوں چونک کر متوجہ ہوئے۔ آندھی طوفان کی طرح وہ اس کے سر پر پہنچا اور غصے سے دھاڑا۔

"سب کو تم لیڈ کر رہے ہو نا۔ کمانڈ تمھارے پاس ہے۔ کمپوزنگ اور ایڈیٹنگ بھی تمھارے ہاتھ میں ہے۔ پھر ہال میں جہاں جہاں فلیکس لگی ہیں۔ ان پر ڈیزائن میری مرضی کے مطابق کیوں نہیں ہے؟"

"نہیں سر، سارا کام آپ کی مرضی کے مطابق ہے۔ وہی ڈیزائن ہے جو آپ نے سلیکٹ کیا تھا۔"

اس کے تاثرات دیکھ کر وہ جلدی سے بولا۔

"مجھے بیوقوف سمجھا ہوا ہے۔۔"

کہتے ہوئے وہ اس کی کرسی پر جھکا۔ ساتھ کھڑا لڑکا فوراً آگے بڑھا۔

"میں نے باقاعدہ بعد میں ٹیکسٹ کر کے تمھیں زینب کے سپیلنگ سینڈ کئے تھے اور تم نے پھر 'آئی' کے ساتھ پرنٹ کر دیئے۔ تقریب کل ہے۔ ہمارے پاس پہلے ہی سکیورٹی کے انتظامات دیکھنے کیلئے وقت نہیں ہے۔ اب اس غلطی کو کس طرح فکس کرو گے؟"

www.novelsclubb.com

وہ غصے سے تیز ہوتے تنفس کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ساتھ ہی اس نے کرسی کو جھٹکا دیا تو کرسی پر بیٹھا شخص سہم گیا۔معاملے کی نزاکت سمجھتے ہوئے وہ لڑکا فوراً آگے بڑھا اور اسے پکڑ کر اس آدمی سے دور کیا۔

"ریلکس غازیان، یہ کوئی اتنا بڑا ایشو نہیں ہے۔ابھی نیا پرنٹ۔۔۔"

"بڑا ایشو نہیں ہے۔۔"

غازیان نے بے یقینی سے کہتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔

"کل سے بول رہا ہوں فرنٹ پر لائیٹس کم ہیں۔وہاں لگوا دو، لیکن کسی نے اتنی ہمت تو کی نہیں۔چیف گیسٹ کیلئے آرڈر کئے گئے صوفے بھی نظر نہیں آرہے۔ اور اب یہ نیا مسئلہ۔"

شدید غصے سے کہتے اس نے خود کو چھڑوایا۔وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر چکر کاٹنے لگا۔ پھر رُکا اور اس آدمی کی طرف مڑا جو ابھی بھی ہکا بکا سا کرسی پر بیٹھا تھا۔

"انتہائی غیر ذمہ دار چیف آف اسٹاف ہو۔میرا یہ کام درست کرو کسی بھی طرح اور

پھر تم نوکری سے فارغ ہو۔اگلے سیمینار کیلیئے میں نیا چیف ہائیر کروں گا۔"

کہہ کر شعلہ بار نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے وہ باہر کی طرف بڑھا۔ پیچھے چند لمحے خاموشی رہی۔اُس لڑکے کے چہرے پر سوچ کے آثار تھے۔پھر اس نے باہر سے لڑکوں کو آواز دی۔جب وہ آ گئے تو وہ ان کی طرف بڑھا۔اب تک کرسی پر بیٹھا آدمی سنبھل چکا تھا۔اسے اپنی نوکری بچانی تھی۔

"ایک طرح سے تم لوگوں کا کام بڑھ گیا ہے۔اب میری بات غور سے سنو۔۔"

وہ باری باری سب کے چہرے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"غازیان کا غصہ تب تک نہیں اترے گا جب تک کام ٹھیک نہیں ہو جاتا۔اگر قیامت جیسے غصے سے بچنا ہے تو۔۔"

اگلے پانچ منٹ تک وہ بولتا رہا اور سب سر ہلا ہلا کر اسے سن رہے تھے۔پانچ منٹ بعد وہ چپ ہوا تو سب لڑکے اپنے اپنے کاموں کو بھاگے۔اس لڑکے نے سر جھٹکا اور باہر کی طرف بڑھا۔اسے اب غازیان کی کلاس لینی تھی۔

www.novelsclubb.com

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"اس طرح غصہ کرو گے تو کام کم ہونے کے بجائے بڑھ جائے گے۔"

وہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔غازیان غصہ ٹھنڈا کرنے کیلئے یونی کے پارکنگ ایریا میں آگیا تھا۔اب وہ اپنی کار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔اس نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔غازیان سامنے کھڑے ستون کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر غازیان کے ہاتھ سے سیگرٹ پکڑ کر نیچے پھینکا اور جوتے سے مسلا۔

"زینب کو پتہ لگ گیا نا جس دن۔وہ دن تم دونوں کا ساتھ میں آخری دن ہو گا۔"

"وہ جانتی ہے۔"

سر جھٹک کر کہتے ہوئے اس نے کار کے بونٹ پر رکھی ڈبیا سے نیا سگریٹ نکالا پھر جیب سے لائٹر نکال کر اسے سلگایا۔ایان کے چہرے پر اُداس مسکراہٹ نمودار

ہوئی۔

"اُس کیلئے یہ سب ٹھیک ہے؟"

ایان نے حیرت سے اس کے سگریٹ کی طرف اشارہ کیا۔جہاں تک وہ جانتا تھا، زینب اس چیز کے سخت خلاف تھی۔ جواباً غازیان نے رُک کر اسے دیکھا پھر گہری سانس خارج کی۔ فضا میں دھویں کے مرغولے ابھرے۔

"پتہ نہیں۔" غازیان نے کندھے اچکائے۔

"لیکن اس نے کبھی مجھے منع نہیں کیا۔"

"وہ کبھی تم سے خفا نہیں ہوئی اس بات پر۔ کبھی کچھ نہیں کہا؟"

وہ حیران تھا۔زینب اپنے اصولوں پر کب سے سمجھوتہ کرنے لگ گئی تھی؟

"خفا؟"

لمحے بھر کو اس نے سوچا۔ پھر ایک کش بھرا۔

"ہاں ہوئی تھی۔ پہلی بار جب اس نے مجھے سگریٹ پیتے دیکھا تھا تب۔ لیکن پھر ہم

دونوں میں طے ہوا کہ ہم جیسے ہیں ویسے ہیں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ رہے گے۔ وہ دن گیا آج کا دن آگیا۔اس نے پھر کبھی مجھے اس بات کیلئے نہیں ٹوکا۔ ویسے بھی میں اس کے سامنے ایسا کرنے سے احتراز برتتا ہوں۔"

بات کے اختتام پر وہ ہلکا سا ہنسا۔شاید اسے کچھ یاد آیا تھا۔ایان نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور سامنے دیکھنے لگا۔آنکھوں میں بے اختیار نمی ابھری۔

"تم اسے میرے بارے میں بتاؤ گے؟"

چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں، بتاؤں گا نہیں۔ملواؤں گا۔"

www.novelsclubb.com

وہ مدھم آواز میں کہہ رہا تھا۔بیسمنٹ کے پارکنگ ایریا میں کھڑے اونچے ستون خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔وہاں چند گاڑیوں کے علاوہ کوئی ذی روح نظر نہیں آرہی تھی۔

"میں نئی زندگی شروع کرنے سے پہلے سب باتیں واضح کرنا چاہتا ہوں۔میں نہیں

چاہتا کل کو ہمارے رشتے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔میں سمجھ گیا۔تم جب مجھے ملوانا چاہو میں تیار ہوں۔کیا وہ کل آئے گی؟"

"ہاں، لیکن وہ چاہتی ہے میں اسے زینب کی حیثیت سے دنیا کے سامنے ظاہر نہ کروں۔"

آخری کش لے کر اس نے ٹکڑا نیچے پھینکا اور اپنے جو گرز سے اسے مسل دیا۔پھر گہری سانس لے کر دھواں ہوا کے سپرد کیا۔

"تمھیں اس کی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔پھر کیا میں کل موحد اور منان کو آنے سے منع کر دوں۔"

پلکوں کو زور سے جھپک کر ایان نے آنکھوں کی نمی اندر اتاری اور چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔جواباً غازیان نے بھی گردن موڑی۔

"میرا نہیں خیال کہ ایسا ہونا چاہیے۔میرا خیال ہے اب ان کا سامنا ہو جانا چاہیے

www.novelsclubb.com

تاکہ زینب کے اندر موجود آخری ڈر بھی ختم ہو۔"

جواباً اُس نے سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔اس بار وہ کچھ بول بھی نہیں پایا تھا۔وہ دونوں اپنی زندگی میں آگے بڑھ رہے تھے،اب شاید اسے بھی آگے بڑھ جانا چاہیے تھا۔

چند لمحے بعد ماحول بدلنے کی غرض سے بولا۔

"فکر مت کرو۔سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"جب تک میرا نکما اسٹاف موجود ہے۔کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔"

بے زاری سے کہہ کر اس نے کار کی ٹیک چھوڑی۔پھر موبائل نکالا۔ٹائم دیکھا تو آٹھ بج رہے تھے۔واٹس ایپ کھولتے ہوئے اس نے زینب کی چیٹ پر انگلی رکھی۔

صبح بخیر کا میسج بھیج کر اس نے سر اٹھایا تو ایان اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"صرف 'آئی'۔"

وہ بولا تو غازیان آگے بڑھتے ہوئے رکا۔ ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"صرف ایک ایلفابیٹ کی وجہ سے اتنا غصہ۔بیچارے اپنی عمر سے بڑے بندے کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ڈرا کر رکھ دیا۔"

"میں نے اسے 'وائے' کے ساتھ نام لکھ کر سینڈ کیا تھا۔انتہائی احمقانہ اور غیر ذمہ دار اسٹاف ہے میرا۔"

دوبارہ اُبلتے غصے پر قابو ہوتے ہوئے وہ بولا۔پھر اس کے افسوس بھرے تاثرات دیکھ کر ایان کے بولنے سے پہلے ہی بول اٹھا۔

"بس بس،اب کوئی ہمدردی دیکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔تم جانتے ہو زینب اپنے نام میں 'آئی' لگانے والوں کو کتنا ناپسند کرتی ہے۔"

وہ رُکا۔جیسے کچھ یاد آیا ہو۔پھر مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"پتہ ہے اس دن میں نے نانی جان کی طرف اسے جان کے زچ کیا 'آئی' پر اور جانتے ہو اس کے خونخوار تاثرات دیکھ کر مجھے بات بدلنا پڑی۔اپنے نام کے ایلفابیٹس کے بارے میں وہ کافی کانشئس ہے۔"

"ہاں ہاں،جانتا ہوں۔"

www.novelsclubb.com

اس کے پیچھے لپکتے ہوئے ایان بولا۔اب وہ دونوں چلتے ہوئے پارکنگ ایریا میں دور جارہے تھے۔

"ویسے مجھے لگتا ہے تمھارے ساتھ رہ رہ کر وہ پاگل ہوتی جارہی ہے۔"

دور جانے کے باعث آوازیں ہلکی ہو گئیں۔سیڑھیوں پر قدم چڑھنے کی آواز آئی اور بیچ میں غازیان کی آواز۔

"مجھے لگ رہا ہے تم چاہتے ہو کہ آج اپنی ٹانگوں کی بجائے وہیل چیئر پر گھر جاؤ۔"

"توبہ کرو یار۔میں تو بس۔۔"

اور وہ لوگ سماعتوں سے دور ہو گئے۔آوازیں آنا بند ہو گئیں۔پارکنگ ایریا کے اونچے ستون یونہی خاموشی سے کھڑے تھے۔باہر روشن صبح بالآخر طلوع ہو چکی تھی۔

یہی روشن صبح اس گھر پر بھی طلوع ہوئی تو راہ گیروں نے اخبار والے کو اس گھر کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اندر اخبار پھینکتے دیکھا۔اندر وہ دروازے سے تھوڑا آگے زمین پر گر گیا۔آگے لان میں بھی کوئی نہیں تھا۔راہداری میں سے گزرتے ہوئے اندر آؤ تولاؤنج بھی خالی پڑا تھا۔دائیں ہاتھ والے کمرے سے الارم کی آواز آئی۔دروازے کی درز سے اندر جھانکو تو وہ بیڈ پر لیٹی سوئی دیکھائی دے رہی تھی۔ مسلسل بجتے الارم کے باعث وہ نیند میں ہلکا سا کسمسائی اور ہاتھ بڑھا کر الارم بند کرنا چاہا جب بند ہوتی آنکھوں سے اس کی نظر الارم کلاک پر پڑی۔اگے ہی لمحے وہ ہڑ بڑا کر اٹھی۔بے دھیانی میں بیڈ پر ادھر ادھر ہاتھ مارا جب موبائل اس کے ہاتھ لگا۔اسکرین آن کی تو غازیان کا چند منٹ پہلے بھیجا گیا مختصر سا میسج جگمگا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"گڈ مارننگ،زینب۔"

اس نے مسکرا کر گردن دائیں بائیں ہلائی۔ایکسر سائیز کی صورت میں۔پھر کمفرٹر خود پر سے ہٹاتی پاؤں بیڈ سے نیچے اتارے جب اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر گئی۔وہاں آج بھی ایک کاغذ پڑا تھا جس کا کونہ لیمپ کے نیچے دیا ہوا تھا۔اس نے جلدی سے

آگے بڑھ کر وہ صفحہ اٹھایا پھر اس کی تہہ کھولی اندر وہ الفاظ اپنی تمام روشنائی کے ساتھ چمکتے دیکھائی دے رہے تھے۔

”آج پھر تم باتیں کرنے کے دوران ہی سو گئی۔ خیر میں نے مائینڈ نہیں کیا۔ تمھیں اندر لٹا دیا تھا اور ہاں وہ سوئیٹ ڈش میں نے ٹیسٹ کی تھی۔ وہ بہت مزے کی تھی۔ سو وہ میں پیک کر کے اپنے اپارٹمنٹ میں لے آیا تھا۔ تمھارے ہاتھ کا بنا کھانا میں اپنے ہاتھ سے کیوں جانے دوں؟“

پڑھتے ہوئے زخرف ہنسی۔

”آج میں نہیں آپاؤں گا۔ سیمینار کے حوالے سے بہت کام ہیں۔ انشاءاللہ کل صبح سیمینار کے ہال میں ملاقات ہو گی۔ اپنا خیال رکھنا۔

فقط

تمھارا شاہ۔“

پڑھ کر اس نے صفحہ موڑ دیا اور گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر چلتی ہوئی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

الماری تک آئی اور دروازہ کھولا۔اوپری حصے میں کپڑے پریس کر کے ترتیب سے ٹکائے ہوئے تھے۔وہ نیچے جھکی اور جوتوں والا خانہ نکال کر سیدھی ہوئی۔اس میں جوتوں کی جگہ،اسی طرح کے بے شمار لفافے اور صفحے رکھے تھے۔زخرف نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

یہ سب کہنے کیلئے ایک ٹیکسٹ بھی کیا جا سکتا تھا لیکن غازیان کا اپنا انداز تھا۔یونی کے دور میں بھی وہ جب ملنے آتا تھا چپکے سے اس کے بیگ میں کوئی نہ کوئی کاغذ ضرور ڈال دیتا تھا۔جس کا اندازہ اسے دو، تین دن بعد ہی ہوتا تھا۔اب بھی وہ جب آتا کچھ نہ کچھ لکھ کر اس کے سرہانے رکھ جاتا تھا۔زینب نے وہ کاغذ بھی ان کے ساتھ رکھا اور اسے اندر رکھ کر الماری بند کی۔

www.novelsclubb.com

مڑ کر وال کلاک دیکھی جو سوا آٹھ بجا رہی تھی۔وہ جلدی سے واش روم کی طرف بڑھی۔اسے جلد از جلد تیار ہو کر وقت سے پہلے ڈیوٹی پر پہنچنا تھا۔باقی سب اپنی جگہ لیکن اپنے کام کے معاملے میں کوتاہی اسے پسند نہیں تھی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملک ہاؤس پر بھی وہ صبح مصروف سی اُتری۔لان سے گزر کر لاؤنج کی چوکھٹ میں آؤتو وہاں اُحد کھڑا مسلسل محمل کو آوازیں دے رہا تھا۔

”میرا بیگ دے دو۔تاکہ میں جاؤں۔“

اب کی بار مسز محمود کچن کے دروازے میں نمودار ہوئیں اور غصے سے اسے گھورا۔

”دو قدم پر تمھارا کمرہ ہے۔آگے بڑھ کر خود لے لو۔ضرور سارا گھر سر پر اٹھانا ہے۔“

”ہیں؟“وہ مصنوعی حیران ہوا۔

”امی میرے سر پر تو چھت ہے۔میں کیسے اٹھا سکتا ہوں۔“

جواباً وہ خود کو کوستی دوبارہ اندر چلی گئی۔

”مجال ہے جو یہ میری بات مان جائیں۔یاں کسی معاملے میں سیر ئیس ہو جائیں۔ میں تو۔۔۔“

www.novelsclubb.com

"محمل دے رہی ہو یا میں آج پھر بنک مار لوں۔"

اس کی بات سن کر راہداری میں محمل کے کمرے سے جھٹ سر باہر نکلا۔

"میں تو نہیں دے رہی۔ جو کرنا ہے کر لو۔"

پھر اس کے تاثرات دیکھ کر فوراً ہی کمرے کے دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی۔

پیچھے اس نے غصے سے سر جھٹکا۔

"محمل، تم نہ دن بہ دن۔۔"

غصے سے کہتے ہوئے وہ لاؤنج میں آگے بڑھنے ہی والا تھا جب پیچھے سے اپنے دھیان آتی زخرف بُری طرح اس سے ٹکرائی۔اُحد کو شدید جھٹکا لگا۔ تو وہ جلدی سے آگے بڑھا۔ پھر مڑ کر دیکھا تو زخرف اپنے ماتھے اور ناک کو مسلتے ہوئے غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر تپ کر بولی۔

"آپ سب کو یہی جگہ ملتی ہے کھڑے ہونے کیلیئے۔یاں صرف میرے آنے پر مجھ سے ٹکرانے کیلیئے یہاں جم کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

"وہ دراصل۔۔۔۔"

اُحد نے کچھ کہنا چاہا لیکن زخرف کی سرخ ہوتی ناک دیکھ کر سر شرمندگی سے جھکا دیا۔

"سوری۔"

کان کھجاتے ہوئے اس نے معذرت کی۔زخرف کے تاثرات نارمل ہوئے۔

"کوئی بات نہیں۔کل سے خیال رکھنا۔"

کہہ کر وہ دادی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔اُحد چلتا ہوا صوفے تک پہنچا جہاں اتنی دیر میں محمل آکر بیٹھ چکی تھی۔اُحد بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔پھر بشریٰ اماں کے بند کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمل کے قریب جھک کر رازداری سے پوچھنے لگا۔

"تمھیں نہیں لگتا زخرف ذرا تیز ہے۔غازیان بھائی تو اتنے ڈیسنٹ اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔کیا یہ کپل ٹھیک رہے گا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”شرم آرہی ہے۔“

محمل نے اس کے کندھے پر تھپڑ مارا تو وہ اُچھل کر پیچھے ہوا اور کھا جانے والے انداز میں اسے دیکھا۔

”خبردار جو زخرف کو کچھ کہا بھی تو۔ دونوں ساتھ اتنے اچھے لگتے ہیں۔ بس اللہ نظر نہ لگائے۔“

اس کی بات سن کر اُحد خفگی سے سر ہلاتے ہوئے بڑبڑایا۔

”زخرف کے خلاف تو کوئی کچھ سنتا ہی نہیں ہے۔ ہنہ۔“

اور تقریباً ایک گھنٹے بعد بشریٰ اماں کے کمرے میں جھانکو تو وہاں کا منظر بدلا ہوا تھا۔

زخرف ان کے قریب جھک کر ان کے ہاتھ سے قرآن پاک پکڑ رہی تھی۔ قرآن پاک دیوار گیر لکڑی کی الماری میں اونچی جگہ پر رکھ کر زخرف پلٹی تو بشریٰ اماں نے دعا کی صورت ہاتھ اٹھائے اسے شارے سے اپنے پاس بلایا۔

جب وہ پاس پہنچی تو انہوں نے کچھ پڑھ کر ہاتھ منہ پر پھیرا پھر زخرف پر پھونکا۔ ان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے ایسا کرنے پر زخرف مسکرا دی۔ پھر ان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر نرمی سے مسکرائی۔

”دادی، اب سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس سب کی ضرورت نہیں ہے۔“

”کیوں ضرورت نہیں ہے۔“

انہوں نے پیار سے اس کی تھوڑی پکڑ کر چہرہ اٹھایا۔

”معاملات ٹھیک ہو جائیں تو اللہ کو یاد کرنا چھوڑ دیں؟ نہیں بیٹا، ایسے نہیں چلتے اللہ کے ساتھ معاملات۔ شکر ہر حال میں ضروری ہے۔“

”سو تو ہے۔“

زخرف نے ہاں میں گردن ہلائی پھر نظریں جھکا کر اداس مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”شکر ہے سب ٹھیک ہو گیا۔ بالآخر وقت میرے لئے بھی مرہم بن ہی گیا۔“

”مرہم؟ وہ بھی وقت؟“ دادی نے تعجب سے اسے دیکھا۔

”بیٹا، وقت کبھی بھی کسی کیلئے مرہم نہیں بنتا۔ بلکہ وقت زندگی کا وہ حصہ ہے جو

سب سے گہری چوٹ دیتا ہے۔"

"وہ کس طرح دادی؟"

زخرف نے حیرانی اور ناسمجھی نے انہیں دیکھا۔وہ واقعی سمجھ نہیں پائی تھی۔اس کے ہاتھ دادی کے ہاتھوں میں تھے۔پیچھے کھڑکی سے باہر لان میں کام کرتا مالی نظر آرہا تھا۔پردے ہٹے ہوئے تھے اور خلافِ معمول آج اے۔سی بھی بند تھا۔

"دیکھو،جب تم اس گھر سے نکلی تب تم ڈری ہوئی تھی۔تب تمھارے پاس تجربہ نہیں تھا۔تمھیں باہر کے حالات کا اندازہ نہیں تھا۔تمھیں نہیں پتہ تھا دنیا کتنی اچھی اور کتنی بری ہے۔۔"

وہ رُکیں۔زخرف توجہ سے سن رہی تھی۔

"میں مانتی ہوں تم میں اعتماد تھا۔تم غلط بات برداشت نہیں کرتی تھی لیکن کون بھروسے کے قابل ہے اور کون نہیں یہ سب تمھیں باہر کی دنیا میں آکر پتہ لگا۔ہے نا؟"

زخرف کی گردن اثبات میں ہلی۔

"تو پھر بیٹا، تمھیں یہ جان جانا چاہیے تھا کہ یہ سارے تجربے تمھیں وقت نے سیکھائے ہیں۔ حالات نے نہیں۔ کیونکہ وقت ظالم ہے۔ وہ تجربے دے کر معصومیت چھین لیتا ہے۔۔"

اب زخرف بس سن سی انہیں سن رہی تھی۔ بعض اوقات آپ کی اپنی خود کی سوچ بھی کتنی منفی ہو جاتی ہے۔ آپ چیزوں کو کتنے غلط انداز میں دیکھتے ہیں۔ وہ کہے جا رہی تھیں۔

"وقت ظالم ہوتا ہے۔ ہماری زندگی میں کوئی بھی جزبہ یا کوئی انسان ہمیں ایسا تجربہ نہیں دے سکتا جیسا وقت دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں نہ، شکر ہے ہمارا بھی وقت بدلا۔ اصل میں ان کے حالات بدلے ہوتے ہیں۔ وقت کبھی نہیں بدلتا۔ وہ ہمیشہ ایک سا رہتا ہے اور اپنے دائرے میں بہتا رہتا ہے۔"

وہ سانس لینے کو رکیں تو خوبصورت مسکراہٹ نے ان کے ہونٹوں کا احاطہ کیا۔

"وقت انسان کیلئے مرہم نہیں بنتا۔ انسان خود اپنے لئے مرہم بنتا ہے۔ حالات بدلتے ہیں اور حالات بدلنے والا خود۔۔۔"

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے سینے پر دستک دی۔

”وہ انسان ہوتا ہے۔“

اور زخرف پر بہت عرصے بعد یہ انکشاف ہوا تھا کہ اسے ان سب حالات سے نکالنے والا کوئی اور نہیں۔۔وہ خود تھی۔وہ غلط سمجھی،وقت مرہم نہیں تھا۔وہ خود، اپنے آپ کیلئے مرہم تھی۔

”وقت کا ایک ہی کام ہے۔وہ ہے گزرنا۔وقت بدلتا نہیں ہے گزرتا ہے۔ سمجھی؟“

”جی دادی جان۔۔“

سن ہوتے ذہن کے ساتھ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔چند لمحے وہ یونہی ان کے ہاتھ پکڑ کر بیٹھی رہی۔ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔کچھ دیر بعد انہوں نے اپنے ہاتھ کھینچے تو وہ چونکی۔

”بیٹا،ہم ایکسر سائیز کیلئے لیٹ ہو رہے ہیں۔“

”اوہ ہاں۔۔“

کہتے ہوئے وہ سر جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا خیال ہے اب آپ کا بازو کافی حد تک ٹھیک ہے۔ آپ ایک دفعہ دوبارہ ہوسپیٹل آکر چیک کروالیں۔ ہو سکتا ہے ڈاکٹر آپ کی میڈیسن چینج کرنے کے بعد ایکسر سائیز چھڑوادیں۔"

کہتی ہوئی وہ صوفے تک آئی اور جھک کر ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔

"پھر آج ہی چیک کروالیتے ہیں۔"

انہوں نے کہا تو زخرف موبائل پر میسیجز چیک کرنے لگی۔ دفعتاً رُک کر اس نے کچھ ٹائپ کیا پھر مڑی اور دادی کو دیکھا۔

"میں نے آپ کیلئے ڈاکٹر سے اپائمنٹ لی تھی۔ آپ کو آج دو بجے چیک کروانے جانا ہوگا۔"

"بیٹا، مجھے پتہ ہوتا تو محمود کو آج گھر رُکنے کا بول دیتی۔ تم لے جاؤ گی یا اُحد کو بولوں۔"

"دادی جان۔۔ لے تو میں جاؤں گی لیکن بعد میں میرے ڈیوٹی آوؤز شروع ہو

جائیں گے۔واپسی پر مسئلہ ہو گا۔شاید آپ کو سٹی اسکین یاں ایکس۔رے کیلئے رُکنا پڑے۔آپ اُحد کو اپنے ساتھ ہی لے لیں۔"

کہنے کے ساتھ وہ ان کی ویل چیئر بھی کھینچ لائی۔آج پھر انہوں نے موسم اچھا ہونے کے باعث،آتے ہی اسے لان میں کچھ دیر واک کرنے کا کہہ دیا تھا۔

"چلو،پھر میں اُحد سے کہہ دیتی ہوں۔"

زخرف نے انہیں سہارا دے کر ویل چیئر پر بٹھایا جب وہ بولیں۔پھر زخرف ان کی ویل چیئر دھکیلتی کمرے سے باہر لے گئی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ہسپتال میں داخل ہوتے ہی دوائیوں کی بُو نے اس کا استقبال کیا۔وہاں معمول کی طرح دھکم پیل اور رش تھا۔وہ دادی کی چیئر دھکیلتے ہوئے سنجیدہ سی آگے بڑھ رہی تھی۔البتہ ساتھ چلتے اُحد کی بھنویں بھینچی ہوئی تھیں۔ناک پر ہاتھ رکھے وہ بے زاری سے ادھر ادھر دیکھتا چلتا جا رہا تھا۔جہاں لوگ آتے جاتے دیکھائی دے رہے تھے۔دفعتاً ایک کمرے کے دروازے کے سامنے وہ رُکی۔باہر بینچز پر لوگ بیٹھے

انتظار کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ زخرف اُحد کی طرف مڑی اور ہاتھ میں پکڑا ٹوکن اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو، نمبر بولا جائے گا تب اندر جانا ہے۔"

"ہاں ہاں، پتہ ہے۔۔" لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے ٹوکن پکڑا۔

پھر آگے بڑھ کر بشریٰ اماں کی وہیل چیئر تھامی۔ زخرف نے ضبط سے اسے دیکھا۔

"دادی کو اچھے سے چیک کروانا۔ میرے ڈیوٹی آوورز شروع ہونے والے ہیں ورنہ میں یہیں رُکتی۔"

کہہ کر زخرف مڑ گئی۔ کیونکہ سامنے والے کی تاثرات کافی لاپرواہ اور ٹھنڈے سے تھے۔ وہ آگے بڑھنے ہی لگی تھی جب اُحد کی آواز نے اس کے قدم روکے۔

"ہاں نہیں تو، ہوسپیٹل کی ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی جلدی ٹائم نہیں لے سکی۔ اب ہم یہاں کھڑے رہ کر انتظار کریں۔"

زخرف فوراً ایڑھیوں پر گھومی۔ بشریٰ اماں نے گردن موڑ کر تنبیہی نظروں سے اُحد کو دیکھا۔ لیکن وہ اتنا کہہ کر ہاتھ جھلا کر خود کو ہوا دیتے ہوئے بے نیازی سے

ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"مسٹر اُحد کچھ اصول ہوتے ہیں۔ جو آپ کو ہر حال میں پورے کرنے ہوتے ہیں۔ پھر چاہے وہ آپ کا گھر ہو، یونی کی کینٹین یاں ہوسپٹل۔۔"

تحمل سے کہہ کر اس کے تاثرات دیکھے بغیر وہ راہداری میں دوسری سمت مڑ گئی۔ پیچھے اُحد نے 'واٹ ایور' کہہ کر شانے اچکائے۔

ہلکے نیلے سوٹ میں ملبوس اوپر سے سفید آوور آل کوٹ پہنے، بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے وہ فائلز سینے سے لگائے راہداری میں سنجیدہ سی چلتی جارہی تھی۔ ایک کمرے کے باہر وہ رکی اور دروازہ کھول کر اندر آئی۔ اندر کمرے میں چار کیبن بنے تھے۔ وہ اپنے کیبن کے قریب آئی اور فائلز، بیگ اُدھر ٹیبل پر رکھا۔ اُسی وقت کھلے دروزے سے ایک اور لڑکی اندر آئی۔ زخرف نے جھکا سر اٹھایا۔ چہرے پر خوشگوار تاثرات اُبھرے۔

"اسلام علیکم! ردا۔ کیسی ہو؟"

"وعلیکم اسلام! میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ۔"

اپنے ڈیسک تک آتے ہوئے وہ بھی خوشگوار انداز میں بولی۔

"ہاں اللہ کا کرم ہے۔"

کہہ کر زخرف نے فائلز اوپر نیچے کیں اور ایک فائل نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ پیشنٹ عظمیٰ کامران کی فائل ہے۔ جو روم نمبر ۱۰۵ میں ہیں۔ میں نے سٹڈی کیا ہے۔ اب وہ کافی حد تک بہتر ہیں۔ تم یہ ڈاکٹر ذوہیب کو دے دینا۔"

"ٹھیک ہے میں دے دوں گی۔" ردا نے آگے بڑھ کر فائل پکڑی۔

"ویسے ابھی تک ڈاکٹر مریم نہیں آئی؟"

اس نے مڑ کر تیسرے ڈیسک کی طرف دیکھا تو چونکی۔ زخرف نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ ٹیبل پر ایک پرس اور چادر رکھی تھی۔

"ہو سکتا ہے باہر۔۔"

ردا ابھی کہہ ہی رہی تھی جب اچانک دروازہ کھلا اور وہ دونوں چونک کر متوجہ ہوئیں۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھے ایک لڑکی کھڑی تھی۔ وہ تقریباً ان کی

ہم عمر ہی لگ رہی تھی۔ زخرف کی طرف رُخ کر کے جلدی سے بولی۔

"زخرف ایمرجنسی کیس ہے۔ جلدی آؤ۔"

اور زخرف اپنی چیزیں وہیں چھوڑتی، جلدی سے اس کے ساتھ باہر کی طرف بڑھی۔

"ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ پچھلے دو تین دن سے آ رہی تھیں۔ لیکن آج ان کا مسئلہ کافی بڑھ گیا ہے۔ ان کے دل کے دو وال بند ہیں۔ اب وہ اس حالت میں آئی ہیں کہ ان سے سانس بھی نہیں لیا جا رہا۔"

راہداری میں تیزی سے چلتے ہوئے پھولے تنفس کے درمیان وہ لڑکی اسے آگاہ کر رہی تھی۔ راہداری کے آخر تک پہنچ کر وہ رُکی اور آئی۔ سی۔ یو کا دروازہ کھولا۔ زخرف فوراً اندر چلی گئی۔ اندر آ کر وہ اپنے دھیان میں جلدی سے بیڈ کی طرف بڑھی جہاں ایک عمر رسیدہ خاتون لیٹی ہوئی، سانس لینے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ ایک نرس ان کے سرہانے کھڑی انہیں آکسیجن ماسک پہنا رہی تھی۔ اس کی نظر خاتون کے چہرے پر پڑی تو پلٹنا بھول گئی۔

وہ اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی۔اس کے ذہن کے پردے پر بہت سے مناظر لہرائے۔
لیکن وہ زیادہ دیر انہیں سوچ نہ پائی۔فلحال اسے اپنی ڈیوٹی نبھانی تھی۔اس نے کسی
خواب میں اپنے قدم آگے بڑھائے۔سر کو جھٹکا دیا۔لیکن مناظر ابھر ابھر کر ذہن
کے پردے پر بکھر رہے تھے۔اس نے سر کو پھر سے جھٹکا اور خود کو آگے بڑھ کر
نرس سے آکسیجن ماسک لیتے ہوئے دیکھا۔

اس کے ہاتھ حرکت کر رہے تھے۔لیکن دماغ جیسے برسوں پیچھے چلا گیا تھا۔

"مجھے زینب بہت پسند آئی ہے۔"

"ہم جلد ہی نکاح کی ڈیٹ فکس کرے گے۔"

وہی لان،وہی سرسبز گھاس،جس پر اس نے اپنے بچپن کے دن گزارے تھے۔
جہاں وہ اپنے باپ کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔وہی لان تھا،جہاں وہ سب مسکراہٹ
چہرے پر سجائے کسی کی زندگی سے مسکراہٹ چھیننے کی منصوبہ بندی کر رہے
تھے۔

کسی چیز کے بجنے کی آواز آئی تو اسے سنائی دینے لگا۔لیکن اس نے آواز آنے کی سمت

نہیں دیکھا۔وہ بس اپنا کام کر رہی تھی۔کوئی سینئر ڈاکٹر آئی۔سی۔یو میں آئے تھے۔لیکن وہ بس اپنا کام کر رہی تھی۔ان ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر خاتون کی کلائی پکڑی اور سانس کی رفتار محسوس کی پھر حیرت سے زخرف کی طرف گھومے۔

"اوہ نو،ان کا ہارٹ بیٹ ریٹ کافی ہائی ہے۔انہیں۔۔"

لیکن اس نے پہلے ہی زخرف ایک سرنج لے کر بیڈ کی طرف آئی اور خاتون کی نیم بند آنکھوں کو دیکھ کر وہ انجیکشن ان کی ڈرپ میں بھر دیا۔سینئر ڈاکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"ڈاکٹر،یہ۔۔"

"ٹھہریں سر۔"

وہ اب اپنے حواس میں لوٹ چکی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا اسے فلحال اپنا کام کرنا ہے۔زخرف نے انہیں رُکنے کا اشارہ کیا۔اب اس کی نظریں خاتون کے چہرے پر جمی تھیں اور چند لمحے بعد ان کا سانس نارمل ہونے لگا۔آنکھیں نیم وا تھیں۔

زخرف نے نرس کو اشارہ کیا تو نرس نے جلدی سے اسے ایک اور انجیکشن پکڑایا۔

وہ غالباً بے ہوشی کا انجیکشن تھا۔چند لمحے بعد وہ دوائیوں کے زیرِ اثر بے ہوشی کی حالت میں چلی گئیں۔

”زخرف یہ ہارٹ۔۔“

”سر فلحال ان کا بلڈ پریشر کافی ہائی تھا۔اب ہم مزید انہیں کوئی ڈرگ نہیں دے سکتے۔میں نے صرف بلڈ پریشر نارمل کرنے کیلئے انہیں انجیکٹ کیا تھا۔“

زخرف نے ان کی طرف مڑ کر سنجیدگی سے کہا۔وہ بالکل پروفیشنل لگ رہی تھی۔ پھر نرس کی طرف گھومی۔

”نرس ان کا بلڈ سیمپل لیں۔ان کے کچھ ٹیسٹ کروانے بہت ضروری ہیں۔“

نرس سر ہلا کر اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگی۔ تبھی سینئر ڈاکٹر کا سیل فون بجا۔ اسکرین کو دیکھتے ہوئے وہ کوئی پیغام پڑھ کر حالات ٹھیک دیکھ کر آئی۔سی۔یو سے نکل گئے۔پیچھے زخرف نے ان کی پشت دیکھ کر افسوس سے سر جھٹکا۔(یہ وہ ڈاکٹرز ہیں جو مریض کو دیکھنے کے بعد اپنے الفاظ سے ہی آدھا مار دیتے ہیں کہ نہیں بھئی، آپ نہیں بچنے والے۔جسمانی کے ساتھ ساتھ مریض ذہنی دباؤ کا بھی شکار ہو جاتا

ہے۔)

چند لمحے بعد پھر آئی۔سی۔یو کا دروازہ کھلا۔اب کی بار زخرف باہر آتی دیکھائی دی۔ وہ اندر سے باہر آتے ہوئے ہی جانتی تھی اس کا سامنا کس سے ہونے والا ہے۔اس لئے کندھے سیدھے کئے وہ سنجیدہ تاثرات چہرے پر سجائے ہوئے تھی۔راہداری میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا لڑکا اسے دیکھ کر چونکتے ہوئے سیدھا ہوا۔ چہرے پر شاک پھیلا۔آنکھیں بے یقینی سے قریب آتی زخرف پر جم گئیں۔اس کے برعکس زخرف سنجیدہ سی اس کے پاس رُکی پھر چند کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پروفیشنل انداز میں بولی۔

"آپ کی پیشنٹ کی حالت اب خطرے سے باہر ہے۔لیکن یہ چند ٹیسٹ کروانے بہت ضروری ہیں تاکہ ان کی ایسی کنڈیشن پیدا ہونے کی وجہ پتہ لگ سکے۔"

وہ لڑکا ابھی بھی بنا پلک جھپکے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔شل، جیسے یقین نہ کر پا رہا ہو۔زخرف ابھی بھی ہاتھ بڑھائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ٹیک اٹ مسٹر۔۔"

اب کے وہ ذرا زور دے کر بولی تو سامنے والا ہوش میں آیا پھر جلدی سے ہاتھ بڑھا کر وہ کاغذ پکڑے۔زخرف آگے سے کوٹ برابر کرتے ہوئے سامنے سے ہٹ گئی۔لڑکے نے مڑ کر اسے دیکھا۔اب وہ راہداری میں دور جاتی دیکھائی دے رہی تھی۔اس کی نظریں تب تک وہیں جمی رہیں جب تک وہ کمرے کے پیچھے غائب نہ ہو گئی۔پھر وہ چونکا اور سر جھٹک کر باہر کی طرف بڑھا۔

"میں نے تو رشتہ کیا ہی نہیں ہے۔میں نے تو ڈیل کی ہے۔"

بے اختیار یہ فقرہ اس کے کانوں میں گونجا تھا۔سر کرسی کی پشت سے ٹکائے وہ ریوالونگ چیئر جھلاتے ہوئے چھت کو گھور رہی تھی۔پچھلے ایک گھنٹے سے ہو نہی بیٹھی تھی۔ساتھی ڈاکٹر کے پوچھنے پر اس نے سر درد کا بول دیا تھا۔آج کافی عرصے بعد پرانی یادوں نے اس کے ذہن پر بہت بُرا حملہ کیا تھا۔اگر وہ بروقت نہ سنبھلتی تو پیشنٹ کو بھی ڈیل نہ کر پاتی۔

"تم تو مجھے ڈیل کی صورت پلیٹ میں سجا کر پیش کی جا رہی ہو۔"

طلحٰہ زمان، ایک ایسا نام جسے وہ موحد اور منان کے بعد کبھی بھول نہیں پائی تھی۔
اتنے سالوں بعد اچانک ملاقات اسے پچھلا بہت کچھ یاد کروا گئی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونکی۔ پھر اپنی حالت درست کر کے کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھی۔ پھر کھنکھارتے ہوئے ذرا اونچی آواز میں بولی۔

"کم اِن۔۔"

دروازہ کھول کر ایک نرس اندر داخل ہوئی۔ پھر ہاتھ میں پکڑا لفافہ اس کے ڈیسک پر رکھا۔

"ڈاکٹر، یہ ان پیشنٹ کی رپورٹ ہے جن کو آپ نے دوپہر ایمرجنسی وارڈ میں ڈیل کیا تھا۔"

زخرف نے گہری سانس لے کر ہاتھ آگے بڑھایا اور لفافہ اٹھایا۔ ٹیبل سے چھوٹی قینچی اٹھاتے ہوئے اسے اوپر سے چاک کیا۔ پھر اندر موجود چند کاغذ نکال کر پڑھنے لگی۔ نرس ابھی تک سامنے کھڑی انتظار میں تھی۔

"ٹھیک ہے، پیشنٹ کے گھر والوں میں سے کسی کو میرے کیبن میں بھیج دیں۔ آئی

وِل رپورٹ دیم۔"

اس کی ہدایات پر نرس سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔زخرف پچھلی سوچوں کو ذہن سے جھٹک کر ایک فائل کی طرف متوجہ ہوئی۔ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے جب دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی۔

"آجائیں۔"سر جھکائے کچھ پڑھتے ہوئے اس نے اجازت دی۔

اگلے ہی لمحے دروازہ کھلا۔زخرف نے سر اٹھایا۔وہاں طلحٰہ زمان اسے اندر آتا دیکھائی دیا۔زخرف نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور فائل بند کر کے سنجیدہ سی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔جواب اس کے سامنے نشست سنبھال رہا تھا۔پھر وہ دونوں ہاتھوں کو باہم پھنسا کر اپنے آگے بچھے ٹیبل پر جھکتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"پیشنٹ سے آپ کا تعلق؟"

طلحٰہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔کیا وہ واقعی نہیں جانتی تھی یاں جانتے بوجھتے ہوئے انجان بن رہی تھی۔

"والدہ ہیں وہ میری۔"

"دیکھیں، عموماً ہمارا کام پیشنٹ کو ایمر جنسی سیچوئیشن سے نکالنا ہوتا ہے۔ لیکن میں آپ کو بتادوں کہ جن حالات میں آپ کی والدہ کو لایا گیا تھا نہیں کچھ دیر مزید ٹریٹمنٹ نہ ملتا تو وہ مر سکتی تھیں۔"

وہ سانس لینے کو رُکی۔ وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ البتہ یہ سن کر گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"آپ جانتے ہیں کہ آپ کی والدہ ہارٹ پیشنٹ کے ساتھ ساتھ بلڈ پریشر کی پیشنٹ بھی ہیں؟"

اس کا سر اقرار میں ہلا۔ جواباً وہ جو رپورٹ والا لفافہ دوبارہ کھولنے لگی تھی ایک لمحے کیلئے رُکی۔ اس کے چہرے پر تحیر اُبھرا۔ وہ واضح حیران ہوئی تھی پھر وہ رپورٹ والا لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے افسوس سے بولی۔

"پھر مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ اپنی والدہ کی بیماری کے معاملے میں بہت لاپرواہ ہیں۔ فوڈ پوائزننگ کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے جس سے ان کا بی پی شوٹ کر گیا۔"

رپورٹ اس کے سامنے کرتے ہوئے وہ اب سنجیدہ تھی۔اُس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔جو وہ اسے بتا رہی تھی وہ پہلے سے جانتا تھا۔بے اختیار شرمندگی سے اس کا سر جھک گیا۔زخرف کو یہ دیکھ کر کافی حیرت ہوئی۔جسے وہ چھپا گئی۔وہ طلحہٰ جو اپنے سامنے کسی کا ایک لفظ بھی برداشت نہیں کرتا تھا وہ آج یوں سر جھکائے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔زخرف نے غور کیا،کچھ بدلہ تھا اس میں۔ہاں،اس کے اکڑے ہوئے کندھے۔ظاہری حالت سے وہ وہی طلحہٰ لگ رہا تھا۔لیکن اس کی یہ حالت دیکھ کر زخرف اس کی دماغی حالت کا اندازہ لگا سکتی تھی۔اب وہ بولی تو سنجیدہ مگر نرم لہجے میں۔

”آپ کو ان کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کی ڈائیٹ کا خیال رکھنا ہے۔ورنہ حالات ہر دفعہ ہمارے کنٹرول میں نہیں ہوں گے۔“

زخرف کیلئے یہ مشکل نہیں تھا۔کسی اور حالت میں وہ دونوں ملے ہوتے تو زخرف شاید اس سے بات کرنا بھی پسند نہ کرتی۔پھر وہ میز پر اپنی چیزیں درست کرنے لگی اور ان میں سے اپنا سٹیتھوسکوپ اور ماسک لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔بالآخر اس نے

اپنا سر اٹھایا۔

"وہ ڈسچارج کب ہوں گی؟"

"فلحال انہیں انڈر آبزرویشن رکھا جائے گا۔ان کی حالت بہتر ہی رہی تو رات تک انہیں ڈسچارج کر دیا جائے گا۔"

میز کے پیچھے سے نکلتے ہوئے اس نے رُک کر جواب دیا اور بات ختم کر کے وہ میز کے ساتھ سے گزر کر آگے بڑھی۔

"زینب۔۔"

اس کے قدم ابھی طلٰحہ کی کرسی سے چند قدم آگے ہی بڑھے تھے جب اس کے بلانے پر بے اختیار ہی زخرف کے قدم رُکے۔بولی وہ کچھ نہیں۔چہرے پر لمحے بھر کو تکلیف بھی ابھری۔سانس بھی گویا رُک گیا۔

"کیا تم مجھے اس سب کیلئے معاف کر سکتی ہو؟"

زخرف کو جھٹکا سا لگا۔یہ اس کی توقع کے برعکس تھا۔سہارے کیلئے اس نے دیوار پر ہاتھ رکھا۔چند لمحے کیلئے وہ بھول گئی کہ وہ کہاں ہے؟ لیکن اسے وہ آواز سنائی دے

رہی تھی۔اب وہ شدید تکلیف کے عالم میں شکست خوردہ انداز میں سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

''ہم نے جو تمھارے ساتھ کرنا چاہا وہ اخلاقاً بہت غلط تھا۔مجھے کبھی کبھی لگتا ہے تمھارا یوں خاموشی سے ہماری زندگیاں چھوڑ دینا ہمارے لئے بہت بُرا ثابت ہوا ہے۔''

زخرف بڑے تحمل سے دیوار کا سہارا لئے سن رہی تھی۔وہ سر جھکائے بول رہا تھا۔

''تمھاری ڈیل کرنے پر ہی مجھے ایسی سزا ملی کہ میرا خاندان بکھر گیا۔میرے والد نے ایک بے بنیاد بات کے بدلے میں میرے ماں کو طلاق دے دی۔وہ بیمار ہیں۔ میں نے شادی بھی کی کہ میری بیوی میری والدہ کا خیال رکھے۔شروع شروع میں وہ رکھتی بھی تھی لیکن اب وہ بھی تنگ آگئی ہے۔''

آخر میں اس کی آواز رندھ گئی۔پھر وہ کرسی سے اٹھا اور گھوم کر زخرف کے سامنے آیا۔زخرف کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا اور شہد رنگ آنکھیں طلحٰہ کی طرف اٹھیں تو وہیں ٹھہر گئیں۔

"میں نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرا کبھی دوبارہ تم سے سامنا ہوگا۔ لیکن قدرت نے تب میرا تم سے سامنا کروایا جب میری ماں مرنے کے قریب تھی۔ مجھے تم سے معافی مانگنے کا موقع دیا گیا ہے۔ پلیز مجھے معاف کردو۔۔"

زخرف بس خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گئی۔ وہ تو زندگی میں آگے بڑھ گئی تھی۔ اس نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ اس کا پُرانے لوگوں سے رابطہ ہو یا وہ ان کا حال جانے۔ پھر آج کیوں قدرت نے اسے ایسے موڑ پر لا کے کھڑا کردیا تھا۔ کیا وہ اسے معاف کر سکتی تھی؟ اس نے جیسے اپنے آپ سے پوچھا تھا۔ جواب جان کر وہ خود بھی حیران ہوئی تھی۔ اس نے بس اوپر سے ہی خود پر سختی کا خول چڑھایا تھا۔ اندر سے وہ آج بھی ویسی ہی تھی۔ پھر اس نے خود کو کہتے سنا۔

"مجھے تم سے کبھی کوئی گلا نہیں رہا۔ جاؤ میں نے تمھیں اپنے ساتھ کی تمام زیادتیوں کیلئے معاف کیا۔ اللہ تمھیں سکون دے۔"

اور اگر زخرف ایک دفعہ اس کے چہرے کو دیکھ لیتی تو اپنے الفاظ کہنے پر فخر محسوس کرتی۔ اتنے میں ہی طلٰحہ کے چہرے پر بچوں کی سی خوشی نمودار ہوگئی تھی۔ زخرف

مزید کچھ سنے یا دیکھے بغیر جانے لگی جب وہ پھر بولا۔

"شکریہ تمہارا۔اتنے سب کے بعد بھی میری ماں کی جان بچانے کیلئے۔"

"یہ میرا کام تھا۔میں روزانہ بہت سے مریضوں کو ایمر جنسی وارڈ میں ٹریٹ کرتی ہوں۔مریض سے میرا ذاتی طور پر کیا اختلاف ہے۔یہ میرے کام میں معنی نہیں رکھتا۔"

کہہ کر وہ رُکی نہیں تھی۔پیچھے وہ اکیلا خوشی میں گھِرا کھڑا رہ گیا۔باہر آکر زخرف نے کب سے اٹکی سانس بحال کی۔وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جب اسے اپنی آنکھوں میں نمی سی محسوس ہوئی۔جسے اس نے ہاتھ کی پشت سے رِگڑ دیا۔طلحٰہ تک ٹھیک تھا۔باقی وہ کسی کا سامنا نہیں کر پائے گی۔جیسا کہ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ سب آسان ہے لیکن نہیں،اس کیلئے یہ سب بہت مشکل تھا۔اپنے سے پیچھے چھوڑے لوگوں کی خیر خیریت اسے نہیں جاننی تھی۔وہ انہیں بہت دور چھوڑ آئی تھی۔اسے اب ان سب کی ضرورت نہیں تھی۔

زندگی کا وہ لمحہ جب وہ اور غازیان ایک ہونے والے تھے وہ پچھلا کوئی رابطہ استوار

نہیں کر سکتی تھی۔

بالآخر زینب کتاب کیلئے منعقد کئے گئے سیمینار کی صبح طلوع ہوئی تو کالے بادل پوری طرح آسمان پر قابض ہو گئے۔ تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان پر چڑیوں کی چہچہاہٹ اور مرغے کی بانگ نے صبح ہونے کا عندیا دے دیا تھا۔ خوشگوار موسم ہونے کے باعث لوگوں نے صبح ہی صبح ناشتے کیلئے ریسٹورانٹس اور کیفے ایریا کا رُخ کیا۔

ایسے میں یونیورسٹی کے اس حصے میں ورکرز مصروف سے ادھر ادھر جاتے دیکھائی دے رہے تھے۔ معمول سے ہٹ کر گہما گہمی تھی۔ راہداری سے گزر کر آخر میں کھلے دروازے سے اندر جھانکو تو ہال کے اندر بھی کافی شور تھا۔ جگہ جگہ لڑکے کام کرتے دیکھائی دے رہے تھے۔ ایک کونے میں وہ بھی سر اٹھا کر اوپر سیڑھی پر چڑھے ورکر کو ہدایت دے رہا تھا۔

"نہیں، ادھر نہیں۔ تھوڑا ساتھ کرو۔"

کہہ کر وہ ہاتھ میں پکڑے کاغذوں کو دیکھتے ہوئے مڑا۔کچھ آگے ہی آیا تھا جب اچانک ہی اس کی نظر دائیں طرف کی دیوار پر پڑی۔اس نے تحمل سے اسٹیج پر چڑھے آدمی کو اشارہ کیا۔

"ادھر آؤ۔یہ پیپر یہاں سے اکھڑ رہا ہے۔اسے فکس کرو۔"

کہہ کر وہ پھر بے دھیانی سے صفحوں پر نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھا۔جب اس کے پیر میں کچھ اٹکا۔اس نے سر جھکا کر نیچے دیکھا تو وہاں اسٹول رکھا تھا۔

"علی۔۔۔"

اب کی بار وہ غصے سے اونچی آواز میں بولا۔ارد گرد کام کرتے کچھ لوگوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ اس دن سے بہت کم ہی غصے میں آتا تھا لیکن جب آتا تھا وہاں موجود ہر بندہ ہی سہم جاتا تھا۔علی جو بھی تھا وہ فوراً بھاگتا ہوا آیا۔

"جی سر۔"

"یہ۔"اس نے سٹول کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ میں اٹھا لوں؟"

غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو علی حد سے زیادہ شرمندہ ہوا۔ پھر جلدی سے آگے بڑھا۔

"نہیں، نہیں سر میں اٹھاتا ہوں۔"

سر جھٹک کر وہ پھر آگے بڑھ گیا۔ متوجہ ہوئے ورکرز دوبارہ اپنے کام کو لگ گئے۔ تبھی ہال کے دروازے سے وہ اندر آتا دیکھائی دیا۔ سٹیج کے پاس پہنچ کر اس نے پورے ہال پر نظر ڈالی اور وہ دیکھائی دے ہی دیا۔ پانچویں رو کے آخر میں وہ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ سر پر ہاتھ مار کر اس نے غازیان کو کوسا پھر نشستوں میں سے جگہ بناتا ہوا وہاں تک آیا تھا۔ منظر واضح ہوا تو اسے مزید غصہ آیا۔ رف ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وہ کُرسی پر سر جھکائے بیٹھا موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ وہ چند کاغذ ساتھ والی نشست پر رکھے تھے۔

"کچھ ہوش ہے رائٹر صاحب؟"

اس کے سر پر پہنچ کر وہ غصے سے بولا تو غازیان نے چونک کر سر اٹھایا۔

"کیا ہوا؟"

"تمھاری ٹیم سے زیادہ تم احمق اور غیر زمہ دار ہو۔ٹائم دیکھا ہے؟"

جواباً غازیان نے سر جھکا کر موبائل پر ایک نظر ڈالی۔

"ہاں،ساڑھے سات ہو رہے ہیں۔"

"اُف غازیان۔۔"وہ تلملایا۔

"حالت دیکھو اپنی۔دس بجے تقریب شروع ہو جانی ہے۔ساری رات میں بولتا رہا ہوں تھوڑا آرام کر لو۔"

"ایان،ٹینشن نہیں لو یار۔میں بالکل فریش ہوں۔"

"ہاں نظر آرہا ہے۔"

وہ جل کر بولا۔پھر ساتھ کرسی پر رکھے کاغذات پر نظر پڑی تو خفگی سے اسے دیکھا۔

"یقیناً تم نے انہیں نہیں پڑھا ہو گا۔"

"وہ۔۔"

غازیان نے کان کھجائے۔ایان نے تھکی ہوئی سانس خارج کی پھر وہ کاغذات اٹھا کر خود اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"میں نے بولا تھا ایک دفعہ بس ان کو پڑھ لینا۔"

"مجھ سے اسکرپٹڈ تقریریں نہیں کی جاتیں۔"

ہاتھ جھلا کر وہ بے زاری سے بولا۔ پسِ منظر میں بہت سا شور سنائی دے رہا تھا۔

لیکن وہ دونوں بس ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھے۔

"یہ والی تقریر نہ کرتے۔ لیکن کم از کم پوائینٹس تو نوٹ کر۔۔"

لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی غازیان نے اپنا رُخ اس کی طرف موڑا

اور دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے قطعیت سے بولا۔

"اوکے فائن۔ میں کرلوں گا۔ زینب کے بارے میں بولتے ہوئے مجھے کسی

اسکرپٹ۔۔"

اس کے ہاتھ میں پکڑے کاغذوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یاں کسی بھی طرح کے پوائینٹس نوٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کی بات سن کر ایان چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔ سب کچھ تو اس نے ایک فقرے

میں کہہ دیا تھا۔ غازیان کہہ کر دوبارہ اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کچھ دیر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بعد گہری سانس لے کر ایان اٹھ کھڑا ہوا۔

”تمہارا اڈریس تمہارے اپارٹمنٹ میں پہنچا دیا ہے۔ ساڑھے آٹھ بجے تک لوگ آنا شروع ہو جائیں گے۔ اب یہ تم پہ ہے تم یہاں سے کب تک نکلتے ہو۔ تقریب کے سارے انتظامات مکمل ہیں۔ سیکیورٹی ٹیم بھی آ گئی ہے۔ انٹری یونیورسٹی کے سیکنڈ گیٹ سے ہو گی اور ایگزٹ۔۔“

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا جب غازیان نے موبائل بند کر کے جیب میں ڈالا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر آہستہ سے آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ ایان کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ اس کی کمر تھپکتے ہوئے وہ اس کے کان کے قریب چہرہ کئے نرمی سے کہنے لگا۔

”میں جانتا ہوں تم نے سب ہینڈل کر لیا ہے۔ جانتا ہوں مجھ سے زیادہ اس ارینجمنٹ میں تم تھک گئے ہو۔ لیکن کہو گے نہیں۔ کیونکہ تم یہ سب مجھ سے بڑھ کر زینب کیلئے کر رہے ہو۔“

اور ایان تو بالکل گنگ رہ گیا۔ اس نے زینب کے متعلق اپنے خیالات کبھی کسی سے

نہیں کہے تھے۔ کیا غازیان جانتا تھا؟ اتنا کہہ کر غازیان اس سے الگ ہو گیا۔ ایان کے چہرے پہ سُرخی پھیل گئی۔

"شکریہ میرے ہر موقع پر میرا ساتھ دینے کیلئے۔"

مسکراتے ہوئے اس کا شانہ تھپک کر وہ ایک طرف سے ہو کر نکل گیا۔ ایان نے رُکی ہوئی سانس بحال کی۔ وہ اس کے تاثرات دیکھنے کو بھی نہیں رُکا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ ایک ہی فقرے میں دوسرے کو خاص بنا دینے والا۔

"سنو۔۔"

غازیان کی آواز پر اس نے چہرہ موڑا۔ ہال میں کافی شور تھا۔ لیکن غازیان نے ہاتھ کے دروازے کے پاس جا کر اس کو اونچی آواز میں بلایا تھا۔ اس کے متوجہ ہونے پر غازیان اور اونچی آواز میں بولا۔

"میں کوشش کروں گا جلدی آجاؤں۔ لیکن سارے انتظامات اب تم نے ہی دیکھنے ہیں۔ ایک آخری دفعہ دیکھ لینا اوکے؟ میں اب زخرف کے ساتھ آؤں گا۔"

جواباً اُس نے کچھ کہنے کی بجائے تھمز اپ کا اشارہ کیا تو وہ ہال سے نکل گیا۔ پیچھے ایان

جھک کر وہ صفحات اٹھاتے ہوئے، اسٹیج کی طرف بڑھا۔

("میرا نام زینب خالد ہے۔ لیکن اب لوگ مجھے زخرف کے نام سے جانتے ہیں۔")

یہی خوشگوار صبح اس گھر پر اتری تو زخرف کے کمرے کی درودیوار نے اسے بند ہوتی آنکھوں سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ اس نے مسکرا کر انگڑائی لی۔ آنکھیں بند کئے اس نے کچھ محسوس کیا۔ اگلے ہی لمحے بیڈ سے اُچھل کر وہ کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔ باہر کالے بادلوں کے ساتھ ٹھنڈی ہوا چلتی دیکھائی دی تو وہ کھل کر مسکرا دی۔ اس کا پسندیدہ موسم۔ بارش کا موسم۔ وہیں کھڑکی میں کھڑے آنکھیں بند کئے وہ اس ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرنے لگی۔

("میں بچپن سے ہی تھوڑی سنجیدہ تھی۔ اپنے بابا سے مجھے بہت لگاؤ تھا۔ وہ میری زندگی کی خوبصورت یادہیں۔ وہ میرے لئے شروع سے ہی بہت خاص رہے ہیں۔ وہ دکان سے آ کر میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور ہم اپنے گھر کے لان میں خوب

مزے کرتے تھے۔وہ دن بہت اچھے تھے۔")

دفعتاًاس نے آنکھیں کھولیں۔پھر مڑ کر وال کلاک پر وقت دیکھا۔گھڑی آٹھ بجا رہی تھی۔وہ بے فکری سے چلتی بیڈ تک آئی اور جھک کر موبائل اٹھایا۔

بشریٰ اماں ٹھیک ہو گئی تھیں اور اس نے وہ جاب چھوڑ دی۔اب اس کے پاس وقت ہی وقت تھا۔اور آج پہلا فارغ دن ہی سیمینار کا دن تھا۔غازیان کا گڈ مارننگ میسج دیکھ کر اس نے جواباً گڈ مارننگ کہہ کر موبائل رکھ دیا۔

("پھر جب میں نے بلوغت کی سیڑھی پر قدم رکھا تو میرے بابا مجھ سے بچھڑ گئے۔ میں فرسٹ ائیر میں تھی جب بابا ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال کر گئے۔")

جھک کر موبائل رکھتے ہوئے اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل کو دیکھا۔جہاں رات کا کافی کا مگ،زینب کتاب اور ایک سُرخ کور والی ڈائری رکھی تھی۔ کمفرٹر تہہ کرنے کے بعد اس نے وہ کافی کا مگ اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔لاؤنج کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور ہوا کے باعث ایک طرف اکٹھے کئے پردے ہل رہے تھے۔وہ مدھم سا کچھ گنگناتی ہوئی کچن میں آئی۔پھر سنک سے مگ دھویا۔مگ اسٹینڈ میں لگا کر وہ

لاؤنج میں آئی اور صوفوں کے کشن ٹھیک کرنے لگی۔

("باباگئے تو احساس ہوا چچاؤں کے بچے ہمیں کتنا ناپسند کرتے ہیں۔ باباکے ہوتے ہوئے کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی ہمیں کچھ کہے۔ لیکن اب وہ ہم بہنوں کو بات بات پر بولنے لگے تھے۔ غصہ کرنے لگے۔ چچا ہمارا بہت خیال رکھتے تھے لیکن ان کے بچے۔۔ وہ بہت طعنے دیتے تھے۔ بہنیں برداشت کرلیتی تھیں۔امی چپ رہنے کا کہتیں لیکن مجھ سے غلط بات برداشت نہیں ہوتی تھی۔")

لاؤنج کے کام سمیٹ کر وہ دوبارہ کمرے میں آئی اور ڈریسنگ کبرڈ کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھول کر تمام ہینگرز پر ایک نگاہ ڈالی۔چند لمحے وہ سوچتی رہی۔کچھ جوڑے آگے پیچھے کرکے اس نے وہ سفید فراک نکالا۔اوپر سے نیچے تک ایک طائرانہ نگاہ اس پر ڈالی۔وہ عموماً تیار ہونے پر اتنا وقت خرچ نہیں کرتی تھی لیکن آج خاص دن تھا۔وہ سادہ سفید فراک تھا جس کے آستین اور گھیرے پر دھاگے کا کام ہوا تھا۔ اسے بیڈ پر رکھ کر وہ نیچے بیٹھی اور جوتے والے خانے سے جوتا سلیکٹ کرنے لگی۔

("جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی اپنے اوپر کہے جانے والے جملوں کے معنی سمجھ آتے

گئے۔ میں جواب دینے لگی اور میری اسی ہمت سے میرے کزن موحد بھائی مجھ سے بہت کھار کھاتے تھے۔ وہ مجھ پر ہاتھ بھی اٹھانے لگے تھے۔ لیکن میں کبھی امی کو بتا نہیں پائی۔ کیونکہ وہ آگے سے یہی کہتیں کہ تم کیوں ان کے آگے جواب دیتی ہو اور پھر ایک دن میری اسی ہمت سے تنگ آکر میرے کزن موحد نے مجھے اپنی بزنس ڈیل میں بیچ دیا۔")

سفید ہائی ہیلز نکال کر وہ کھڑی ہوئی اور بیڈ سے فراک والا ہینگر اٹھا کر واش روم میں گھس گئی۔

کمرے کی لان میں کھلتی کھڑکی کھلی تھی۔ جس سے ٹھنڈی ہوا اندر آرہی تھی۔ دفعتاً ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور بیڈ سائیڈ ٹیبل پر زینب کے اوپر رکھی ڈائری کھلی۔ مسلسل اندر آتی ہوا سے ڈائری کے چند شروع کے صفحے ہوا میں پھڑ پھڑانے لگے۔ انہیں میں سے ایک صفحے کے آخر میں لکھا تھا۔

("لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے میں پہلے سے نکاح میں ہوں۔ ہاں، غازیان ابراہیم! میری زندگی میں آنے والا دوسرا مرد۔ پہلے میرے بابا تھے۔ میری اس سے پہلی

ملاقات کالج کے باہر ہوئی تھی اور ایک غلط فہمی کے باعث میں نے اسے تھپڑ مار دیا۔"ڈائری پر لکھے الفاظ کہہ رہے تھے۔)

فریش ہو کر وہ واش روم سے نکلی تو اس نے گھٹنوں سے نیچے تک آتا سفید فراک پہنا ہوا تھا۔ساتھ سفید ہی چوڑی دار پاجامہ پہنے وہ گیلے بالوں کی لٹیں چہرے سے ہٹا رہی تھی۔

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جھک کر اس نے دوسرے دراز سے ہیر ڈرائیر نکالا۔پھر سوئچ لگا کر بٹن آن کیا تو کمرے کی مقدس خاموشی میں خلل پیدا ہوا۔ہیر ڈرائیر کی آواز نے ڈائری کے صفحوں کے پھڑ پھڑانے کی آواز کو دبا دیا۔

(ہوا سے صفحہ پلٹا تو اگلے لفظ واضح ہوئے۔

"ہماری اگلی ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی۔میں تب اکیس سال کی تھی۔ہاں اکیس سال کی کیونکہ میں نے میٹرک کی سٹڈی کے بعد دو سال کا گیپ لیا تھا۔وانیہ آپی کی سٹڈی کی وجہ سے۔غازیان کو ابھی بھی یقین نہیں آتا کہ میں نے دو سال کا گیپ لیا تھا۔وہ مجھے ابھی بھی تئیس،چوبیس سال کی لڑکی سمجھتا ہے۔جبکہ میرے عمر

ستائیس سال ہے۔")

وہ مگن سی منہ میں کچھ گنگناتے ہوئے بال سکھانے میں مصروف تھی۔اس کی شہد رنگ آنکھیں، آئینے میں اپنے عکس پر جمی تھیں۔

("خیر دوسری ملاقات میں وہ بہت مختلف لگا تھا۔ہم دونوں دوست بن گئے۔مجھے اُس کے بولنے کا انداز پسند تھا۔اس میں بابا دیکھائی دیتے تھے۔ناچاہتے ہوئے بھی میں اس کو پسند کرنے لگی۔ہمارا رابطہ بڑھ گیا۔یونیورسٹی کی کینٹین ہو یاں فون کالز۔ہم ڈھیروں باتیں کیا کرتے تھے۔مجھے نہیں پتہ وہ مجھے کب سے پسند کرتا تھا لیکن جب میں نے اس سے اپنا مسئلہ شئیر کیا تو اس نے نکاح کیلئے لمحہ بھر سوچنے کے بعد حامی بھر لی۔")

بال سوکھ گئے تو اس نے ہیر ڈرائیر کا بٹن بند کیا۔کمرے کی مقدس خاموشی لوٹ آئی۔زخرف کو پھڑ پھڑاتے کاغذوں کی آواز نے ابھی بھی اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔اب وہ مسکرا کر آگے سے بال پکڑتے ہوئے فرنچ ناٹ بنانے لگی۔

("میں نے آج تک اس سے یہ نہیں پوچھا کہ مجھ سے نکاح کیوں کیا۔شاید کسی

ایسے جواب سے ڈرتی ہوں جس میں وہ یہ کہہ دے کہ 'تمھاری پریشانی کا حل نکالنے کیلئے کیا تھا۔' بے شک یہی وجہ تھی لیکن یہ سب کہتے ہوئے بھی کتنا عجیب لگتا ہے نا؟ خیر شاید پسندیدگی کی وجہ سے کیا ہو۔ایک بات جو بہت عرصہ بعد مجھے غازیان کے بارے میں معلوم ہوئی وہ اس کا رائٹر ہونا تھا۔اس نے مجھے جب بتایا کہ وہ مجھ پر کتاب لکھ رہا ہے تو میں حیران رہ گئی۔میں اپنی باتیں اسے اس لئے تو نہیں بتاتی تھیں کہ وہ کہانی لکھنے کا سوچ بیٹھے۔خیر میں نے اسے منع نہیں کیا۔میری یونی کا تیسرا سال تھا جب وہ کتاب شائع ہوئی۔(موجودہ دن سے تین سال پہلے۔)"

سر کے وسط میں وہ رُکی اور بال اکٹھے کر کے پیچھے اونچی پونی ٹیل بنالی۔پھر اس نے ٹیبل سے وہ سادہ سی رِنگ اٹھائی۔اسے دیکھ کر ایک افسردہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر رینگی۔یہ غازیان کا اس کیلئے پہلا تحفہ تھا۔جب وہ ابھی ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں تھے۔اِس سے ملنے کے بعد پہلی سالگرہ پر اس نے دیا تھا۔

(ایک دفعہ پھر ہوا کا زوردار جھونکا آیا اور چند صفحے آگے پلٹ گئے۔اس صفحے کی پہلی

سطر کچھ یوں تھی۔

"بالآخر موحد بھائی کی سازشیں، طلحٰہ کی کوشش، میرا اس گھر سے نکلنا اور میری پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اب ہم ملنے جا رہے ہیں۔ ہم ایک ہونے جا رہے ہیں۔ مجھے شدت سے اس پل کا انتظار ہے جب میں اس کے پہلو میں کھڑی ہوں گی اور دنیا مجھے مسز غازیان کے نام سے جانے گی۔ جلد ایسا ہو گا۔ لیکن۔۔۔")

مسلسل کسی چیز کی آواز آنے پر وہ پلٹی۔ کھلی ڈائری دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھی اور بند کر کے اوپر زینب کتاب رکھ دی۔ چونکہ کتاب کا کور بھاری تھا تو اب وہ نہیں کھل سکتی تھی۔ زخرف کے لکھے گئے الفاظ ڈائری کے اندر ہی بند ہو گئے۔ اب وہ چند چھوٹی موٹی چیزیں بیگ کے اندر رکھ رہی تھی۔ میک اپ کے نام پر بس ہلکا سا بلش اون اور لپ گلوس لگایا تھا۔ بیگ تیار کر کے وہ بیڈ پر بیٹھی اور اپنے پاؤں رَف چپل سے نکال کر ہیل میں مقید کئے۔ پھر جھک کر اسٹریپ لگانے لگی۔ جب موبائل کی گھنٹی بجی۔

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ 'غازیان کالنگ' اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔ اس نے کال اوکے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر کے سپیکر پر لگائی پھر دوبارہ جھک کر اسٹریپ لگانے لگی۔اگلے ہی لمحے ریسیور میں اس کی خفا سی آواز ابھری۔

"میڈم نو بج رہے ہیں۔ایسی بھی کونسی تیاری ہے جو مکمل ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔"

"ہاں میں بس تیار ہوں۔ تم نے ڈرائیور بھیج دیا؟"

پوچھتے ہوئے وہ اسٹریپ لگا کر اٹھی اور پرس کی چین کندھے پر ڈالی۔ پھر جھک کر بیڈ سے موبائل اٹھایا۔

"یہ ناچیز خود ڈرائیور بن کر کب سے کار لئے آپ کے گھر کے باہر کھڑا انتظار کر رہا ہے۔"

"اوہ غازیان۔۔"

اس نے تھکی ہوئی سانس خارج کی۔ پھر جلدی سے باہر آئی۔لان کی راہداری عبور کرتے ہوئے اس کی نظر کھلے گیٹ پر پڑی۔ جہاں سے وہ اپنی ریڈ کار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا نظر آیا۔بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس، بالوں کو جیل لگا کر پیچھے کی

طرف جمائے وہ مسکرا کر اسے قریب آتا دیکھ رہا تھا۔اوپری کوٹ کی جیب سے اس کا لال رومال واضح ہو رہا تھا۔ہوا کے باعث اپنے پھڑ پھڑاتے فراک اور ڈوپٹے کو سنبھالتی وہ گیٹ تک پہنچی۔ پھر مڑ کر گھر لاک کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”تمھیں خود آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ایونٹ پلیس پر اتنے کام ہوں گے۔ وہ دیکھ لیتے۔مجھے لینے کیلئے کسی ڈرائیور کو بھیج دیتے۔“

لاک کر کے وہ گھومی تو وہ خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے سیدھا ہوا۔

”ہاں، جیسے اپنے انڈر کام کرنے والوں کو میں تنخواہ اللہ کے نام پر دیتا ہوں۔“

”جتنا تمھارے پاس پیسہ ہے۔دے بھی دو تو فرق نہیں پڑے گا۔“

کہتے ہوئے وہ گھوم کر فرنٹ سیٹ تک آئی۔اس سے پہلے ہی غازیان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔زخرف اندر بیٹھ گئی تو وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔اسے دیکھ کر وہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔

”پیاری لگ رہی ہو۔“

اور بس یہ چار الفاظ تھے۔سیٹ بیلٹ لگاتے ہوئے زخرف کے ہاتھ تھم گئے۔اس

نے حیرت سے سر اٹھا کر غازیان کو دیکھا۔جو کہہ کر اب گاڑی سٹارٹ کرنے لگ گیا تھا۔زخرف کو لگتا تھا زندگی میں کبھی ایسا موقع نہیں آئے گا جب غازیان اس کے ظاہری حلیے کی تعریف کرے۔لیکن وہ لمحہ آیا تھا اور گزر بھی گیا تھا۔

زخرف کو واقعی یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی غازیان نے اس کی اس طرح سے تعریف کی ہو۔اس نے کچھ کہنا چاہا۔لیکن غازیان ہی متوجہ نہ تھا۔بالآخر زخرف بھی سر جھٹک کر سامنے دیکھنے لگی۔لیکن وہ الفاظ ابھی بھی اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔چند لمحے بعد گاڑی اپنی منزل کی طرف جاتی دیکھائی دی۔

ایونٹ کے تمام انتظام مکمل ہو چکے تھے۔اب ہر طرف کچھ سیکیورٹی آفیسرز اور ورکرز کھڑے دیکھائی دے رہے تھے۔لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔زینب کتاب کے ہزاروں قارئین میں سے وہ چند لوگ جن کو اس ایونٹ کے پاسز ملے تھے وہ خوشی اور جوش کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ٹولیوں کی صورت میں اندر آتے دیکھائی دے رہے تھے۔

اور راہداری کے آخر میں بنے اس کمرے میں کافی گہما گہمی تھی۔ تین افراد چند مونیٹرز کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے مختلف کیمراز کے مناظر دیکھ رہے تھے۔

کمرے کے ایک کونے میں کھڑے دو افراد ایونٹ کے درمیان ہونے والے تمام انتظامات پر بات کر رہے تھے۔ دوسرے کونے میں کھڑے تین افراد کسی بھی ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کیلئے لائحہ عمل تیار کر رہے تھے اور درمیان میں کھڑے دو افراد ایونٹ کے دوران غازیان کے استعمال میں رہنے والی بلیو توتھ کا جائزہ لے رہے تھے۔ غرض تمام افراد کام میں جتے تھے۔ جب کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ اندر آیا۔ گرے پینٹ پر سفید شرٹ پہنے، ٹائی لگا کر بال بنائے وہ بھی تقریباً تیار نظر آرہا تھا۔ کوٹ ندارد تھا۔

"سب تیار ہیں۔ کہیں کوئی مسئلہ تو نہیں۔"

تمام افراد پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔ تمام لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ پھر سب کی گردنیں نفی میں ہلیں۔ ایک شخص کمپیوٹر کے سامنے سے ہٹ کر اس کے پاس آیا۔

"جی سر، سب ٹھیک ہے۔انٹری ایگزٹ کے ساتھ ساتھ ہال میں بھی مختلف جگہ پر کیمرے لگا دیئے گئے ہیں۔ سیکیورٹی سٹاف کافی ایکٹیو ہے۔بہت کمپر ومائز۔۔۔"

"ایان سر۔"

وہ ابھی بول ہی رہا تھا جب باہر سے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی اندر آئی اور اسے مخاطب کیا۔وہ جو سر ہلاتے ہوئے اس لڑکے کو سن رہا تھا لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیا ہوا فاطمہ ؟"

"سر باہر لوگ آنا شروع ہو چکے ہیں۔ساڑھے نو ہونے والے ہیں۔ابھی تک غازیان سر نہیں پہنچے۔"

اور ایان نے بہت مشکل سے خود کو کچھ کہنے سے روکا۔وہ اب ورکرز کے سامنے ان کے باس کو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔پھر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"میں دیکھتا ہوں۔تم جاؤ۔"

کہہ کر اس نے جیب سے موبائل نکالا۔وہ لڑکا خود ہی دور ہٹ گیا۔وہ غازیان کو کال کر رہا تھا۔تیسری گھنٹی پر فون اٹھا لیا گیا۔

"غازیان، ساڑھے نو ہو گئے ہیں۔ کدھر رہ گئے ہو۔ادھر لوگ آنا شروع ہو چکے ہیں۔"

اس کے بولنے پر کمرے میں موجود سب لوگ اسے دیکھنے لگے۔ جیسے وہ غازیان سے بات کر لیتا تھا کبھی کسی کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ وہ سب بس ان کی دوستی کو ہی سراہتے رہتے تھے۔اس نے رُک کر دوسری طرف کی بات سنی۔

"چلو جلدی آجاؤ۔ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

فون رکھ کر وہ ابھی مڑا ہی تھا جب بلیو توتھ کا جائزہ لیتا ایک لڑکا اس کے پیچھے پکا۔

"سر، یہ غازیان سر کی بلیو توتھ ہے۔اس کا والیوم سیٹ کر دیں۔"

ایان نے ایک نظر اس بلیو توتھ کو دیکھا۔وہ جانتا تھا غازیان وہ لگانے کیلئے اتنی جلدی تیار نہیں ہو گا۔اسے ہدایات پسند ہی نہیں تھیں۔ پھر بھی اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ بلیو توتھ پکڑی۔

"ویسے اسے ہدایات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن کسی بھی ہنگامی صورتحال کیلئے یہ ضروری ہے۔"

پھر اس نے نظریں اٹھا کر اس لڑکے کو دیکھا۔

"احمد، اس بات کا خیال رکھنا اسے ہدایت دینے والا بلا وجہ نہ بولے۔ اس کا دھیان بٹ جائے تو وہ فوکس نہیں کر پاتا۔"

"جی سر، میں دھیان رکھوں گا۔"

وہ جلدی جلدی سر ہلانے لگا۔ اسے فکس کرنے کے بعد وہ اس لڑکے کو پکڑا کر خود اسکرین کی طرف بڑھا۔

"غازیان کی تقریر کے دوران والیم آہستہ رکھنا تا کہ آواز کی کوالٹی بہتر رہے۔ البتہ سوالات کے وقت عوام والے مائیک کی آواز بڑھا دینا۔ تا کہ۔۔"

"سر، غازیان سر آ گئے۔"

وہ بول رہا تھا جب کسی نے آواز دی۔ وہ بات بیچ میں چھوڑتا باہر کو بھاگا۔ چند قدم چلنے کے بعد اس نے راہداری میں بنے تیسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ غازیان کا آفس تھا۔ جلدی میں اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ دروازہ ناک کرے۔ کیونکہ عین ممکن تھا کہ زخرف بھی غازیان کے ساتھ ہوتی۔ خیر اندر کا منظر واضح ہوا تو وہ ٹیبل

کے دہانے پر ٹکا کھڑا تھا۔باقی کمرہ خالی تھا۔ایان قدرے ڈھیلا پڑا۔پھر باہر کسی کو اشارہ کرتا آہستہ سے اندر آیا۔

"زینب نہیں آئی؟"

دنیا کیلیئے وہ زخرف تھی لیکن ایان کیلیئے وہ ہمیشہ زینب ہی رہنا تھی۔

"آئی ہے۔"

ایان نے دوبارہ کمرے میں نظر دوڑائی۔کمرہ واقعی خالی تھا۔غازیان نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔تبھی دو لڑکے اندر آئے اور غازیان کی طرف بڑھے۔

"وہ کہتی ہے میں تمھاری طرح کوئی سلیبرٹی نہیں ہوں۔اسے عام رہنا پسند ہے۔ سو وہ آتے ہی ہال میں چلی گئی۔"

وہ لڑکے میکانکی انداز میں اس کا بلو توتھ اور ٹائی کے ساتھ مائک پِن سیٹ کر رہے تھے۔اب ایان خاموشی سے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔غازیان چہرے پر ضبط لئے ان کی کاروائی دیکھنے لگا۔اسے سخت چڑ تھی ایسے کاموں سے۔چند لمحے خاموشی رہی پھر کچھ یاد آنے پر غازیان بولا۔

"موحد اور منان آ گئے؟"

"وہ نہیں آ رہے۔" غازیان واضح چونکا۔

"کیوں؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔"

ایان نے بے بسی سے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے۔ پھر سر جھٹکا۔

"چھوڑو تم کیوں انہیں سوچ رہے ہو۔ تم ہو، زینب ہو تو منظر مکمل ہے۔ کسی کے ہونے یا نا ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

دونوں لڑکے کام کر کے پیچھے ہٹے۔ غازیان نے انہیں اشارے سے جانے کو کہا۔ پھر ایان کی طرف متوجہ ہوا۔

"سب خیریت ہے؟"

وہ جو بات کر کے کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا غازیان کی آواز پر چونکا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے۔"

چہرے پر بشاشت لاتے ہوئے وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ وہ فلحال اسے کوئی بات

نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ اتنا خود غرض نہیں تھا کہ اس کا اتنا اہم دن اپنی وجہ سے خراب کرتا۔ ایان نے آگے بڑھ کر اس کے کوٹ سے نادیدہ گرد جھاڑی۔

"میری دعا ہے تمھیں ایسے ہی کامیابیاں ملتی رہیں۔"

"اور تم میری ہر کامیابی میں میرے ساتھ رہو۔"

غازیان نے جواباً مسکراتے ہوئے فقرہ مکمل کیا تو ایان نے آگے بڑھ کر اسے اپنے گلے لگا لیا۔ غازیان نے اس کی کمر تھپکی۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ کوئی مسئلہ ہے۔ کیا؟ یہ وہ ایونٹ کے بعد پوچھے گا۔ ابھی ان کے پاس وقت نہیں تھا۔

____

یہاں سے چند قدم چل کر آگے آؤ تو ہال کے دروازے سے لوگ اندر جاتے دیکھائی دے رہے تھے۔ اندر ہال تقریباً بھر چکا تھا۔ جگہ جگہ پر سیکیورٹی گارڈز کھڑے دیکھائی دے رہے تھے۔ اسٹیج سے آگے کچھ جگہ چھوڑ کر چیف گیسٹس کیلئے پہلی قطار میں صوفے رکھے تھے۔ پھر پیچھے لاتعداد قطاروں میں کرسیاں (بینچز) بچھی تھیں۔ تیسری رو کی چوتھی کرسی پر زخرف بیٹھی تھی اور نظریں گھما

کرارد گرد کا جائزہ لے رہی تھی۔

وہ پہلی بار غازیان کے اس طرح کے ایونٹ میں شرکت کر رہی تھی۔ ورنہ وہ اپنی لکھائی کے بارے میں زخرف کے سامنے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ ہال کی دیواروں پر جگہ جگہ زینب کتاب کے سرورق کی فلیکس آویزاں تھیں۔ چند لوگوں کے ہاتھوں میں پلے کارڈ بھی پکڑے ہوئے تھے۔ جن پر زینب کے حوالے سے یا رائٹر کے متعلق کوئی نہ کوئی بات لکھی تھی۔ ہال میں اتنا شور تھا کہ کانوں پڑتی آواز سنائی نہ دیتی۔

"حاضرینِ کرام۔۔"

آواز ہال میں گونجی تو سارے میں یک دم سناٹا چھا گیا۔ سب چونک کر اسٹیج کی طرف دیکھنے گے۔ جہاں ایک طرف نصب کئے گئے ڈیسک کے پیچھے ایک لڑکا کھڑا جھک کر مائیک میں بول رہا تھا۔

"آپ سب کا یہاں اکٹھا ہونے کیلئے شکریہ۔ غازیان ابراہیم جن کو آپ سب ایک لکھاری کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ان کی چند کتب آئی ہیں۔ یہ تقریب ان کی لکھی

گئی ان چند کتب میں سے ایک کتاب کی پزیرائی کیلئے منعقد کی گئی ہے۔زینب، جو آج سے تقریباً تین سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ جس کتاب کو آپ سب نے پڑھا اور پسند کیا۔اس کتاب کے بارے میں آج رائٹر بہت سی باتیں واضح کریں گے اور۔۔"

وہ لڑکا تمہیدی کلمات کے بعد اب زینب کا تعارف کروا رہا تھا۔سب غور سے اسے سن رہے تھے۔ چیف گیسٹ کیلئے رکھے گئے صوفوں میں سے ایک پر وہ بھی بیٹھا تھا۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ کچھ ناخوش سا سٹیج پر بولتے لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔دفعتاً ایان پیچھے سے اس کے قریب جھکا۔وہ غیر ارادی طور پر غازیان کے ساتھ نہیں بیٹھا تھا تاکہ زخرف نا دیکھ لے۔

"غازیان، موڈ تو ٹھیک کر و یار۔"

"تم تو چپ ہی رہو۔ تمھاری جگہ تھی یہ جسے تم نے خود ہی چھوڑ دیا۔میں چاہتا تھا تم اس وقت وہاں کھڑے ہو کر بولو۔تاکہ میں جب بعد میں وہاں کھڑے ہو کر اپنے قریبی لوگوں کا ذکر کروں تو تمھارا ذکر بھی شامل ہو۔"

وہ سخت کبیدہ خاطر نظر آرہا تھا۔

"دیکھو، موحد اور منان آئے ہوتے تو اور بات تھی۔اب جب وہی دونوں نہیں ہیں تو صرف میرا زینب کے سامنے ایکسپوز ہونا تمھارے لئے مسئلہ بن سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا تمھارا دن خراب ہو۔"

وہ دھیرے سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ۔"

وہ بے زار ہوا۔ایان نے گہری سانس لی۔چند لمحے بعد اسے اسٹیج پر جانا تھا۔سب کے سامنے بولنا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا اس کا موڈ خراب ہو۔اس لئے مزید بات کرنا مناسب نہیں سمجھا اور پیچھے کو ہو گیا۔اور پھر چند لمحوں بعد اسٹیج پر کھڑے مائک میں بولتے لڑکے نے غازیان کا نام اناؤنس کیا۔

اپنے نام کی پکار پر وہ سر جھٹک کر گویا تمام باتوں کو جھٹکتا کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔چہرے پر مسکراہٹ طاری کی اور اعتماد سے چلتا اسٹیج کی طرف بڑھنے لگا۔ہال میں تالیوں کا شور اٹھا۔اس کے قدم نہ لڑکھڑائے نہ ڈگمگائے۔وہ پچھلے دو سالوں سے اپنے اس شعبے میں کامیابیاں حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ چند

سیمینار بھی آرگنائزڈ کروا چکا تھا۔ سو وہ پُر اعتماد تھا۔

''شکریہ آپ سب کا۔۔''

مائیک اوپر کرتے ہوئے وہ مسکرا کر بولا۔ تالیوں کا شور تھا۔ غازیان نے سارے ہال پر نظر ڈالی۔ جہاں تقریباً ہزار کے لگ بھگ لوگ بیٹھے تھے۔ روشنیوں سے بھرے ہال پر نظر دوڑاتے ہوئے اس کی نظر قدرے آگے چوتھی رو میں بیٹھی زخرف کی نظروں سے ملی۔ غازیان نے اُس کی نظر میں مان، فخر بہت سے جذبے ایک ساتھ دیکھے تھے۔ لمحے بھر کا عمل تھا پھر اس نے نظریں پھیر لیں۔

''میں نے جب یہ کہانی لکھنا شروع کی تھی تو مجھے اُمید نہیں تھی کہ اسے اتنی پزیرائی ملے گی۔ میری اس سے پہلی لکھی گئی تحریریں بالکل مختلف تھیں۔ مجھے تاریخی طرز کی کہانیاں لکھنا زیادہ پسند ہے۔ لیکن اس بار کچھ الگ لکھنا چاہا اور آپ سب نے بہت محبت دی۔۔''

اس نے اٹھی گردن اور مسکراتے چہرے کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ آنکھوں میں ایک انوکھی سی چمک اُبھری۔ تمام افراد خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔

"لیکن میری اس تحریر کے بعد لوگ مجھے جاننے لگے، ویسے پہلے نہیں جانتے تھے۔ زینب کے بعد میری دو کتب آئیں جن میں سے ایک زینب سے پہلے ہی آنلائن شائع ہو چکی تھی۔ لیکن جیسا ردِ عمل مجھے زینب کیلئے ملا، ویسا بعد میں نہ مل سکا اور تب مجھے اندازہ ہوا کہ واقعی ہمارے ملک میں ایسے لوگ ہیں جو زینب سے ریلیٹ کر سکیں۔ اور میں آج آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ۔۔"

وہ رُکا۔ مسکراہٹ میں اُداسی اُتر آئی۔

"یہ کہانی سچ پر مبنی تھی۔"

ہال میں یک دم 'ہا' کی آوازیں بلند ہوئیں۔

"میں نے دو سال یہ بات کسی سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر نہیں کہی لیکن میں آج آپ سب کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زینب کتاب کے تمام کردار اصل میں وجود رکھتے ہیں۔ یونہی کسی کی زندگی کو دیکھ کر اُسے قلم کے ذریعے کاغذ پر اُتارنے کو دل چاہا اور نتیجہ یہ ہے کہ آج وہ خیال مجسم صورت بن کر کتابی شکل میں بہت سے ہاتھوں میں موجود ہے۔ میں نے جس لڑکی کی کہانی لکھی میں اس کی زندگی کو اس

انداز سے نہیں لکھ پایا جس انداز میں اس نے زندگی گزاری تھی۔ لیکن یہ میری ایک کوشش تھی۔۔۔"

وہ کہہ رہا تھا اور ہال میں مکمل سکوت تھا۔اس وقت سوئی بھی گرتی تو آواز پیدا ہوتی۔اس کی آواز نے پورے ہال میں رقت طاری کر دیا تھا۔

"میں اکثر سوشل میڈیا پر لوگوں کا زینب کے بارے میں اظہارِ خیال پڑھتا ہوں۔ مثبت، منفی ہر طرح کا ردِ عمل۔ جہاں کچھ لوگ زینب کے گھر سے بھاگنے پر تنقید کر رہے ہوتے ہیں وہیں بہت سے لوگ اس کی ہمت کو سراہتے بھی ہیں۔ لیکن صرف ردِ عمل دینا کافی نہیں ہے۔میں چاہتا ہوں اگر آپ زینب کے کسی بھی عمل کو سراہتے ہیں تو اس سے کچھ سیکھیں۔اب آپ سب کہے گے کہ ایسا مسئلہ تو ہمارے ساتھ ہے ہی نہیں تو ہم کیا اپنائے؟"

اس نے رُک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔جہاں سب دم سادھے اسے دیکھ اور سن رہے تھے۔پھر اس نے گہری سانس لی اور یاسیت سے کہنے لگا۔

"ہمارے معاشرے میں، ہمارے ارد گرد بہت سی لڑکیاں زینب کا کردار ادا کر

رہی ہیں۔ہر وہ لڑکی زینب ہے جسے اپنے ہی گھر کے مردوں سے نازیبا باتیں سننی پڑتی ہیں۔ہر وہ لڑکی زینب ہے جسے گھر والے بچپن سے ہی چپ کروا کر کبھی بڑا نہیں ہونے دیتے۔ہر وہ لڑکی زینب ہے جو اپنا باپ کھو دیتی ہے۔ہر وہ لڑکی زینب ہے جو یتیم ہے۔ہر وہ لڑکی زینب ہے جس کے پڑھنے میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے۔۔"

بولتے بولتے اس کی آواز بلند ہو گئی۔

"ہر وہ لڑکی زینب ہے جسے جانتے بوجھتے ہوئے اس کی دوستوں کے سامنے ٹُلی کیا جاتا ہے۔ہر وہ لڑکی زینب ہے جسے اُس کی مرضی کے بغیر کسی دوسرے رشتے میں بندھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔جسے حقِ آزادی نہ دیا جائے۔جسے حقِ رائے نہ دیا جائے۔یہی تو زینب ہے۔۔"

وہ تیز تیز نہیں بول رہا تھا۔وہ ٹھہر ٹھہر کر بلند آواز میں بول رہا تھا تاکہ اسے سانس نہ چڑھے۔اور دوسری رو میں غازیان کے صوفے کے پیچھے والی کرسی پر بیٹھے ایان نے دل سے تسلیم کیا تھا کہ واقعی اسے کسی اسکرپٹ کی ضرورت نہیں تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تصور کیا جاتا ہے کہ معاشرہ ترقی کر رہا ہے اور زینب کی کہانی جاننے سے پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کیونکہ میرا شمار معاشرے کے ایلیٹ کلاس گھرانے میں ہوتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں اب اس طرح کے واقعات رونما نہیں ہوتے جہاں لڑکی کو حقِ آزادی نہ دیا جائے۔ لیکن آج بھی۔۔۔آج بھی پاکستان کی پچاس فیصد آبادی لڑکی کو آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ پچھلے ہی ماہ کی بات ہے۔ کام سے ہٹ کر ایک ریسرچ کیلئے ہم نے ایک ٹیم تیار کی تھی اور انہیں مغربی پنجاب کے چند اضلاع کا دورہ کرنے کو کہا۔ اینڈ آئی ایم ویری ڈس اپاؤنٹڈ کے عورت کو اس حال میں بھی رکھا جاسکتا ہے؟"

آخر میں اس نے حیرت بھرے افسوس سے سر جھٹکا۔

"ان حالات وواقعات سے جڑی ہر زینب سے بس اتنی درخواست ہے کہ۔۔اپنے لئے آواز اٹھائیں۔ چھوٹے چھوٹے معاملات سے شروع کریں۔ کوئی آپ کی ذات پر غلط بات کرے تو فوراً جواب دیں۔ بُلی ہونے پر چپ نہیں بیٹھنا۔ بنتِ حوا اپنی طرف اٹھتی چھوٹی چھوٹی انگلی پر اپنے لئے آواز اٹھائے گی تو کسی بڑے نقصان سے

بچ سکے گی اور آج کیلئے میری طرف سے صرف اتنا ہی۔چند لوگوں کا بے حد شکریہ جن کی بدولت آج میں اس مقام پر پہنچا ہوں۔آج میں یہاں اس جگہ پر کھڑا ہوں تو صرف ان کی وجہ سے 'ایش گروپ' یعنی میرے دوست اور میری والدہ۔۔" کہتے ہوئے اس کے لہجے میں فخر تھا اور پہلی رو میں بیٹھی زرین بیگم جو ایان سے کچھ فاصلے پر ہی براجمان تھیں۔ان الفاظ پر نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"میری زندگی کا وہ فرد، جن کی وجہ سے مجھ میں پوزیٹیو تھنکنگ ڈویلپ ہوئی۔آخر میں بس اتنا کہ آپ سب کا شکریہ۔میری اس تحریر کو پڑھنے کیلئے، ردِ عمل کیلئے اور سب سے بڑھ کر یہاں آنے کیلئے۔۔"

اب وہ ٹیم مینجمنٹ اور سیکیورٹی ٹیم کا شکریہ ادا کر رہا تھا اور ہال کے ہجوم میں بیٹھی وہ بس سر اٹھا کر اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔یکایک اس کی آنکھوں میں آنسو چمکے۔وہ ارد گرد سے بیگانہ بس محو سی اسے مسکرا کر بولتا سن رہی تھی۔ہاں، آج وہ خود سے بہت اوپر لگا تھا کہ جیسے اس تک رسائی ممکن نہیں۔وہ چپ ہوا تو ہال میں تالیوں کا شور گونج اٹھا۔فلیش چمکے، کیمرہ مین اسٹیج کے سامنے کھڑے اس کی تصاویر اتار

رہے تھے۔

"تم نے سنا کیسے اس نے سارا کریڈٹ ایک ہی لمحے میں اپنی ماں کو دے دیا۔"

اس کے دائیں طرف بیٹھی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی حیرت سے کہہ رہی تھی۔

اس نے گردن نہیں موڑی۔بس سامنے دیکھتی رہی۔آج اس کے فین مومنٹ میں آنے کی باری تھی۔

"ایسا بندہ ہونا چاہیے۔میرا تو آج سے کرش ہو گیا۔"

"میرا تو پہلے سے ہی تھا۔"

پہلی لڑکی دوبارہ بولی تو وہ دونوں ہنس دی۔زخرف کو بُرا نہیں لگا۔اُس نے غازیان کو آج پہلی بار پریکٹلی اس روپ میں دیکھا تھا۔سوشل میڈیا پر سلیبرٹی ہونا اور یوں حقیقت میں وہی چیز زندگی پر لاگو ہونے میں واضح فرق آگیا تھا۔اس نے اپنی تقریر میں ایک بار بھی اس کا نام نہیں لیا تھا اور اگر دیکھا جائے تو اس نے صرف اُسی کا نام لیا تھا۔زخرف کو یک دم اپنا آپ معتبر لگنے لگا۔اس نے ان گزرے پانچ سالوں میں کبھی ایک دفعہ بھی اسے اپنے سامنے یہ چیز جتاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اسٹیج پر اب چند افراد غازیان کے ارد گرد کھڑے تھے اور مسکرا کر اسے کچھ کہہ رہے تھے۔ مبارک باد، دعا، سلام، نیک تمنائیں۔ وہ بس مسکرا کر سن رہا تھا۔ جب کان میں لگے آلے میں ایان کی آواز گونجی۔

"غازیان پانچ منٹ کے وقفے کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع کریں؟"

"ہیں؟" وہ چونکا۔

"ایسا کب ہونا تھا۔"

غازیان کا موڈ اب ٹھیک ہو چکا تھا۔ ایان کا ذکر بھی وہ کر چکا تھا اور زخرف کا بھی۔ یہی اس کیلئے بہت تھا۔

"عموماً سیمینارز میں ایسے سوال و جواب ہوتے ہیں اور تمھارے آنے سے پہلے تمھارے فینز کی فرمائشیں۔۔"

وہ کہہ رہا تھا اور غازیان نے گہری سانس لی۔ یہ اس کیلئے نیا تھا۔ اس نے پہلے کبھی سوال و جواب کا سلسلہ نہیں کروایا تھا۔ لیکن اب یہ سب ہو گیا تھا تو اسے ہینڈل کرنا تھا۔ وہ اپنے ذہن میں ممکنہ سوالوں کے جوابات سوچنے لگا۔

چند لمحوں بعد وہ دوبارہ ڈیسک کے پیچھے کھڑا تھا۔ لیکن اب کی بار ذرا ریلکس ہو کر۔ اس نے ایک ہاتھ سے مائیک چہرے کے قریب کیا اور داہنی کہنی ڈیسک پر ٹکاتے ہوئے اپنے سے چند فٹ نیچے ہال میں اپنی نشست پر کھڑے لڑکے کو غور سے سننے لگا۔ جو کہہ رہا تھا۔

"سر، آپ کے خیال میں کیا یہ واقعی غلط اپروچ نہیں ہے کہ اگر لڑکی کو اپنے مسئلے کا حل نہ ملے تو وہ گھر سے بھاگ جائے۔ ایسے تو ہر لڑکی ذرا ذرا سی بات پر گھر چھوڑنے لگ جائے گی۔"

غازیان نے نظریں جھکائے مسکرا کر بائیں ہاتھ سے ڈیسک ہلکا سا بجاتے ہوئے سوال سنا۔ پہلا ہی سوال اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔ پھر اس نے نظریں اٹھائیں۔

"آپ کے خیال میں کسی لڑکی کو بزنس ڈیل میں بیچ دینا سہی اپروچ ہے؟"

"لیکن سر، ابھی آپ نے کہا کہ یہ کہانی سچ پر مبنی ہے۔ تو جب لڑکا اپنے گھر میں بات کر رہا تھا اور زینب یہ بات جانتی تھی۔ پھر زینب کا گھر سے بھاگنا غلط تھا نا۔"

"ویل، کیا آپ جانتے ہیں لڑکی کیلئے نکاح پر نکاح جائز نہیں ہے ؟"

اس نے گہری سانس لے کر الٹا سوال کیا۔

"جانتا ہوں۔ لیکن وہ یہی بات گھر بھی بتا سکتی تھی۔"

"ہاں، بتا سکتی تھی۔ لیکن۔۔"

وہ رُکا اور اب اس لڑکے سے نظریں ہٹا کر ہال پر ڈالی جہاں بہت سی منتظر نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ زیادہ تر میں یہی سوال تھا۔

"جانتے ہیں کیا ہوتا؟ گھر والے اس کا رشتہ ختم کروا دیتے اور اپنی ڈیل پوری کرتے۔ وہ جہاں تک کر سکتی تھی اس نے کیا۔ وہ گھر میں ہر ایک سے مدد مانگنے گئی تھی۔ ایسا نہیں ہے کہ اس نے چپ چاپ یہ راہ اختیار کی تھی۔ اس نے کوشش کی اور جب ہر طرف سے راستے بند ہوئے تو اس نے یہ قدم اٹھایا اور بالفرض وہ گھر میں بتا بھی دیتی تو کیا ارسم نے اپنے گھر والوں کو راضی کیا ہوا تھا؟ نہیں نا؟ یہاں میرا بھی آپ سے سوال ہے۔۔"

اس نے کہہ کر وقفہ لیا۔ سوال پوچھنے والا لڑکا غور سے اسے دیکھنے لگا۔

"ارسم کی بھی غلطی تھی نا۔ آپ نے سوال لڑکے کی غلطی پر کیوں نہیں کیا؟ ہمارے معاشرے میں جواب لڑکی سے ہی کیوں لیا جاتا ہے۔ وہ بھاگی تو اس سے پوچھو وہ کیوں بھاگی۔ کوئی مرد سے کیوں نہیں پوچھتا کہ اس نے اتنا غلط رویہ رواں ہی کیوں رکھا۔ اگر لڑکی کوئی انتہا کا قدم اٹھا لیتی ہے تو اس کو اتنی تنقید کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟ مرد سے کوئی سوال کیوں نہیں کرتا؟"

اور غازیان اتنا فاصلہ ہونے کے باوجود بھی دیکھ سکتا تھا کہ وہ لڑکا قدرے ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ اس نے مائیک خود ہی پیچھے کی طرف بڑھا دیا۔ کچھ پیچھے دائیں طرف ایک لڑکی نے کھڑے ہوتے ہوئے مائیک تھاما۔

"آپ کی باقی تحریروں کے مقابلے میں یہ تحریر کافی چھوٹی تھی۔ وجہ؟"

"کیونکہ یہ گھریلو ٹائپ تھی۔ ہمارے ہاں لوگ ہر طرح کے بنائے گئے نیٹ فلکس اور مختلف ایپس کے سیزن گھنٹوں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں اور مہینوں اگلے سیزن کا انتظار کر سکتے ہیں لیکن جہاں تھوڑی ساس، بہو والی کہانی آ جائے وہ اکتا جاتے ہیں۔۔"

وہ کہہ رہا تھا اور ہال میں اس کی آواز کے علاوہ ایک بار پھر مقدس خاموشی چھا گئی تھی۔

"میں زینب کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو بھی لکھ سکتا تھا اور یہ میرے لئے مشکل نہیں تھا لیکن اُس سے کہانی لمبی ہو جاتی۔ اسی لئے میں نے ٹو دا پوائنٹ مناظر لکھے اور وہی بات مدِ نظر رکھی جو میں آگے پہنچانا چاہتا تھا۔ مقصد صرف یہی تھا کہ لڑکیوں کو پتہ چل سکے وہ اکیلے بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں۔"

وہ چپ ہوا تو ایک ٹرانس سا ٹوٹا تھا۔ مائیک پھر چند قطار پیچھے پہنچایا گیا۔ پھر ایک لڑکی ہی کھڑی ہوئی۔

"کہانی میں زینب کے کردار کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ سر، آپ کو نہیں لگتا ارسم کی کہانی بھی بتانی چاہیے تھی؟"

"کتاب کا نام تھا زینب۔۔"

ہال کی دیواروں پر لگی فلیکس کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا۔

"اور میرا ساری دھیان زینب پر تھا۔ میں صرف اسی کی کہانی لکھنا چاہتا تھا۔ اس سے

جڑے لوگوں کا جتنا تعارف کروانے کی ضرورت تھی۔اتنا میں نے کروادیا۔ارسم کو آپ لوگ ایز آ سپورٹنگ کریکٹر کہہ سکتے ہیں۔"

"آپ کے خیال میں کیا زینب کے کردار کے علاوہ ہمیں ارسم کے کردار سے بھی سبق لینا چاہیے؟آخر وہ بھی ہر قدم پر اُس کے ساتھ تھا۔"

اور سنجیدگی سے ہر سوال کا جواب دیتا غازیان پہلی دفعہ اٹکا۔چند لمحے وہ کچھ بول نہ سکا۔اپنے بارے میں اب وہ کیا کہتا؟اس نے کچھ کہنے کو لب کھولے پھر بند کر لئے۔اب بے اختیار دوبارہ اس کی نظر ہجوم کے درمیان بیٹھی اس لڑکی پر پڑی۔ غازیان کو اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی لگی۔بے اختیار اس نے کہنی کی ٹیک چھوڑی اور سیدھا ہوا۔

"غازیان یہ کیا کر رہے ہو۔جواب دو۔۔"

بالآخر اس کی حرکات نوٹ کرتے ہوئے ایان نے اس کے کان میں کہا تھا۔کوئی اور اس کا ہدایت کار بننے پر راضی نہ ہوا تو سوال وجواب کے وقت یہ ذمہ داری ایان کو نبھانی پڑی۔بامشکل نظروں کا رُخ موڑتے ہوئے اس نے سر جھٹکا۔پھر شانے

اچکا کر ہمت مجتمع کرتے ہوئے بولا۔

"یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کس کردار سے کیا سبق لیتے ہیں۔میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔کیونکہ کہانی میں میرا مرکز زینب کا کردار تھا۔"

یک دم وہ غیر آرام دہ نظر آنے لگا تھا۔اس نے دوبارہ سر جھٹکا۔لیکن وہ آنکھیں جیسے دماغ میں ثبت ہو گئی تھیں۔دوسری طرف اب اس سے ایک اور لڑکا پوچھ رہا تھا۔

"کتاب کے اختتام کی طرح کیا واقعی زینب اس دنیا میں نہیں رہی؟"

"ایسا نہیں ہے۔۔"

اس نے دوبارہ اپنا دماغ حاضر کرنے کی کوشش کی۔

"وہ اصل میں زندہ ہے اور اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکی ہے۔"

"سر، کیا ہم زینب کتاب کے کسی کردار سے مل سکتے ہیں؟"

ایک اور سوال۔

"نہیں۔۔"اس نے بلاتامل نفی میں سر ہلایا۔

"ان سب کی زندگی کی کچھ پرائیویسی ہے۔ان سے جڑے واقعات کا ذکر کرنا الگ

بات ہے۔اب جب آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں تو یہ نہایت غیر اخلاقی ہو گا کہ ان کی زندگی متاثر ہو۔"

لوگ سوال در سوال کر رہے تھے اور وہ اسٹیج سے اترنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔

ایسے میں زخرف آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھی اور ہلکا سا جھکتے ہوئے اپنا بیگ اٹھا کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھی۔اتنے لوگوں میں معلوم نہ پڑتا کہ کون آرہا ہے کون جارہا ہے۔بظاہر سنجیدگی سے سوالوں کا جواب دیتے غازیان کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ وہ وہاں سے اٹھ کر جاچکی ہے۔

بامشکل خود پر ضبط کئے وہ باہر آئی۔کاریڈور میں کچھ لوگ کھڑے تھے۔چند ورکرز بھی ادھر ادھر جاتے دیکھائی دے رہے تھے۔اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑی اور تیز تیز چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔پیشانی پسینے سے تر تھی۔راہداری کا اختتام ہوا تو وہ دائیں طرف مڑی۔اگلے ہی لمحے وہ چونکی۔

وہاں زرین بیگم اسی طرف رُخ کئے کھڑی تھیں۔ان کے پیچھے دو گارڈز بھی تھے۔

وہ اپنے سامنے کھڑے لڑکے کو کچھ کہہ رہی تھیں۔اس کی زخرف کی طرف پشت

تھی۔

"غازیان کو بتا دینا کہ میں جا رہی ہوں۔وہ مصروف تھا تو۔۔"

بات کرتے ہوئے ان کی نظر سامنے پڑی تو وہ چونکی۔زخرف جو مڑنے ہی والی تھی ان کے دیکھنے پر ٹھہر گئی۔

"زینب بیٹا تم۔۔"

وہ خوشگوار حیرت لئے اس کی طرف بڑھی۔زخرف نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور چہرے پر مسکراہٹ لائی۔

"اسلام علیکم آنٹی۔کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم اسلام! بیٹا۔میں تو ٹھیک ہوں۔غازیان نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ تم بھی تقریب میں ہو۔"

وہ اسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی تھیں۔زخرف کی آنکھوں میں پھر سے آنسو آئے۔(ظاہری سی بات ہے اسے اتنا کچھ سنبھالنا بھی تو تھا۔) لیکن بولی تو بس اتنا۔

"بس جلدی میں پروگرام بنا تھا۔"

"اوہ، چلو کوئی بات نہیں۔"

پھر انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

"سوری بیٹا۔میں تمھارے ساتھ ضرور بیٹھتی لیکن مجھے تمھارے انکل کے ساتھ کسی عزیز کی عیادت کیلئے جانا ہے۔"

"جی جی آنٹی کوئی بات نہیں۔"

وہ جلدی سے بولی۔وہ تو ویسے بھی تنہائی چاہ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا خیال رکھنا۔ہم جمعے کو آرہے ہیں۔اماں تمھاری ماں بن کر سارے فرض ادا کرے گی۔تم جمعے کو اماں کی طرف آجانا۔"

کہہ کر انہوں نے اسے قریب کرتے ہوئے ماتھے پر بوسہ دیا اور آگے بڑھ گئی۔ان کے گارڈان کے پیچھے لپکے۔زخرف نے ان کے جانے پر گہری سانس لی۔پھر وہ آگے بڑھی تو وہ لڑکا جسے وہ ہدایت دے رہی تھیں وہ ابھی بھی وہیں کھڑا تھا۔اس کی طرف پشت کئے۔اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔جو ساڑھے گیارہ بجا رہی

تھی۔ وہ غازیان سے ملے بغیر نہیں جاسکتی تھی۔

"غازیان ابراہیم کا آفس کہاں ہے؟"

وہ اس سے پوچھنے لگی۔ لڑکے نے مڑ کر اس دروازے کی طرف اشارہ کیا جس کے سامنے وہ کھڑے تھے۔ اشارہ سمجھتے ہوئے وہ ادھر ادھر دیکھے بغیر اپنی ہی ذہنی رو میں الجھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ پھر دروازہ بند کر کے اس کے دروازے کے ساتھ کمر ٹکاتے ہوئے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ "ہم جمعے کو آئیں گے۔" کچھ دیر پہلے سنا گیا فقرہ اس کے کانوں میں گونجا۔ لیکن اس کی آنکھوں کو وہ کچھ الفاظ کھٹک رہے تھے۔ شاید اس کے اپنی ہی ڈائری میں لکھے جانے والے الفاظ۔

"مجھے شدت سے اس پل کا انتظار ہے جب میں اس کے پہلو میں کھڑی ہوں گی اور دنیا مجھے مسز غازیان کے نام سے جانے گی۔ جلد ایسا ہوگا۔ لیکن۔۔۔"

اور اس سے آگے زخرف نے سختی سے سر جھٹکا۔ اس نے رُک کر سوچا۔ تین دن بعد جمعہ تھا۔ بس تین دن اور پھر سب ٹھیک ہو جانا تھا۔ شکر!

اور دوسری طرف ہال میں وہ ڈیسک کے پیچھے کھڑا سنجیدگی سے عوام میں کھڑی کسی لڑکی کو سن رہا تھا۔جب کان میں لگے آلے میں ایان کی آواز گونجی۔

"زینب تمھارے آفس میں بیٹھی ہے۔وہ ٹھیک نہیں ہے۔کب تک سوالات کا سلسلہ چلے گا؟"

ایان نے کنٹرول روم میں بیٹھ کر جتنا کیمرے میں نظر آتا منظر دیکھا تھا اس سے یہی اندازہ لگا سکا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔اس لئے فوراً غازیان کو اطلاع کی۔اس کی بات سن کر اگلے پانچ منٹ تک اس نے کچھ سوالات کے جوابات دیئے۔پھر ایکسکیوز کر کے الوداعی کلمات کہتا سٹیج سے نیچے اترا۔بہت سے لوگ اٹھ کر اس کی طرف بڑھے۔لیکن وہ "باقی آئیندہ ان شاءاللہ۔" کہتے ہوئے کچھ گارڈز کی معیت میں باہر نکلا۔تب تک ایان کنٹرول روم سے نکل کر اس کے ساتھ مل چکا تھا۔سیکیورٹی گارڈز اب پیچھے رہ گئے تھے۔اس کا ساتھ چلنا محسوس کرتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔

"امی کہاں ہیں؟"

"انہیں انکل کے ساتھ کہیں جانا تھا اس لئے وہ کافی دیر پہلے ہی۔۔"

لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے بولا۔

"امی زینب سے ملی تھیں؟"

"ہاں، وہ تبھی آئی تھی۔"

راہداری مڑ کر غازیان اپنے آفس کی طرف بڑھا تو ایان چند قدم پیچھے ہی رُک گیا۔

کمرے کے دروازے کے پیچھے غائب ہونے سے پہلے اس نے اسے کان سے بلوتوتھ اتارتے دیکھا تھا۔

وہ جو صوفے پر ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھی تھی دروازہ کھلنے پر چونک کر سر اٹھا کر دیکھا۔اس کی طرف بڑھتا غازیان میز کے کنارے پر ہی ٹِک گیا۔صوفے کے آگے فرش پر دونوں ہیلز بے ترتیبی سے پڑی تھیں۔گھیر دار فراک صوفے پر پھیلا ہوا تھا اور اس کا چہرہ بے تاثر دیکھائی دے رہا تھا۔غازیان کی نظروں نے فرش پر پڑی اس کی ہیلز سے اس کے چہرے تک کا سفر کیا۔پھر وہ قدم قدم اٹھاتا آگے

بڑھا۔وہ یونہی اسے دیکھتی رہی۔بے تاثر نظروں سے۔

"تم ٹھیک ہو؟"

زخرف کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کے تاثرات نرم ہوئے۔

زخرف نے اسے دیکھتے ہوئے غائب دماغی سے سر ہلا دیا۔بولی کچھ نہیں۔ہاتھ پہلو میں گرا دیئے۔

"پھر تقریب سے اٹھ کر کیوں آئی؟"

"اگر تم میری وجہ سے۔۔"

"نہیں،میں ویسے بھی گفتگو سمیٹ رہا تھا۔"

اس نے اسی نرمی سے زخرف کی بات کاٹی۔پھر لمحے بھر کو بھی اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹائے بغیر بولا۔

"تم شئیر کر سکتی ہو۔میں جانتا ہوں کوئی مسئلہ ہے۔ورنہ تمھاری آنکھیں اتنی جلدی نہیں بھیگتی۔"

"بڑا جانتے ہو مجھے۔۔"

اس کے لہجے میں آنچ تھی۔غازیان چونکا۔لیکن ظاہر کئے بغیر بولا۔

”جاننا کافی نہیں ہے۔میں سمجھنا بھی چاہتا ہوں۔“

جواباً زخرف خاموش نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔اب غازیان کے تاثرات بدلے۔کچھ تھا زخرف کی نظروں میں جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔چند لمحے وہ خاموش رہی۔غازیان بھی خاموشی سے نیچے فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھے سر اٹھا کر اسے دیکھے جا رہا تھا۔وہ فلحال یہ نہیں جانتا تھا کہ چھے سالوں میں پہلی دفعہ زخرف کو اپنے کسی قریبی فنکشن میں لا کر اس نے غلطی کر دی تھی۔وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہاں سے ملنے والے تاثرات زخرف کے ذہن میں اس کیلئے کن کن سوالات کا راستہ کھولیں گے۔وہ اس کے بولنے کے انتظار میں تھا۔بالآخر زخرف کے لب پھڑ پھڑائے۔

”تم کون ہو غازیان؟“

اور ایک لمحے کیلئے غازیان سن رہ گیا۔وہ حیرت بھری الجھن سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہہ رہی تھی۔غازیان کو وہ شہد رنگ آنکھیں اپنے اندر تک اترتی

ہوئی محسوس ہوئیں۔بے اختیار اس نے نظریں چرائیں اور گردن موڑ کر دائیں دیوار کو دیکھنے لگا۔

”مجھے لگا تھا میں تمھیں جانتی ہوں۔لیکن ابھی کچھ دیر پہلے اندازہ ہوا مجھ سے زیادہ تو تمھارے پڑھنے والے تمھیں جانتے ہیں۔“

وہ الجھن بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔وہ سوال جن کو وہ چھے سال سے نظرانداز کر رہی تھی آج بُری طرح اس کے دماغ پر برس رہے تھے۔غازیان دھیرے سے اٹھا اور قدم قدم چلتا ٹیبل تک گیا۔پھر زخرف کی طرف پشت کیئے ہاتھ ٹیبل پر ٹکا کر کھڑا ہو گیا۔اپنے پیچھے وہ زخرف کی آواز سن سکتا تھا جو کہہ رہی تھی۔

”چھ سال۔چھ سال سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔۔(غازیان کی گردن میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔)تم اپنے علاوہ کبھی کسی کی بات نہیں کرتے نہ اپنے سے جڑے لوگوں کی۔میں کچھ پوچھتی تھی تو تم بس سرسری سے انداز میں بتا دیتے تھے اور یونی کے پانچ سال تو میری تم سے زیادہ بات ہی نہیں ہوئی اور ابھی بھی بس میں تمھارے گھر والوں سے واقف ہوں۔تم نے جتنا مجھے اپنے کہانی میں

اہمیت دی، اصل زندگی میں بھی بس میں ہی ہوں۔ تم کہاں ہو؟ تم کون ہو؟ تمھارے دوستوں کے بارے میں، میں نہیں جانتی۔ تمھارے لکھائی کا مجھے تین سال بعد پتہ لگا جب کہ تم کچھ عرصے میں ہی میرے بارے میں سب کچھ جان گئے تھے۔"

وہ سانس لینے کو رُکی۔ غازیان مٹھیاں بھینچے ضبط سے اسے سن رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ناقابلِ فہم تاثرات تھے۔ وہ اس لئے وہاں سے اٹھ گیا تھا کہ زخرف اس کے تاثرات نہ دیکھ لے۔

"میں تمھیں اتنے لمبے عرصے میں نہیں جان پائی۔ لیکن تم مجھے کچھ عرصے میں ہی جان کر نکاح کیلئے حامی کیسے بھر سکتے ہو؟ کیوں؟ کیونکہ میں نے کہا تھا۔ نہیں غازیان میرے پاس تو اس وقت آس ہی تم تھے۔ تم انکار بھی کر سکتے تھے۔"

بات کرتے کرتے اس کی آواز بھرا گئی۔ آنکھوں میں گلابی لکیریں ابھری۔

"میں پچھلے کچھ دنوں سے سوچ رہی ہوں کیسے کوئی اتنی جلدی نکاح جیسے رشتے کیلئے حامی بھر سکتا ہے۔ جب کہ اس انسان سے متعارف ہوئے ابھی چند مہینے ہی

گزرے ہوں۔ماں، باپ سے بچھڑنے کے بعد جب بڑی بہن نے ساتھ نہیں دیا تو صرف تم نظر آئے۔کیونکہ ہمارا رشتہ ایسا بن چکا تھا جو کہ تحفظ کا احساس دلاتا تھا۔ لیکن اب۔۔"

اس نے بھیگی آنکھوں کا رُخ غازیان کی طرف موڑا۔اس کی زخرف کی طرف پشت تھی۔اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے زخرف بولی تو آواز کانپی۔

"اب کبھی کبھی لگتا ہے تم بھی وہ نہیں ہو۔جو دکھتے ہو۔میں نظرانداز کر جاتی تھی لیکن بعض اوقات یہ بات شدت سے محسوس ہوتی تھی کہ میں تمھیں بہت کم جانتی ہوں۔سو غازیان ابراہیم!۔۔"

اس کی بھیگی آواز بلند ہوئی۔

"آج تم بتاؤ مجھے۔کیوں؟صرف مجھ پر ہی اتنی عنایت کیوں؟کون ہو تم۔کیسے جانتے ہو مجھے؟کب سے جانتے ہو؟کیا ہمارا ملنا اتفاق تھا؟کیا ہے تمھارا سچ؟"

وہ پوچھ رہی تھی۔آفس کی درودیوار سے اس کی آواز ٹکرا رہی تھی اور غازیان نے

زور سے آنکھیں میچ لیں۔چند لمحے اس نے سوچا۔کچھ مناظر ابھر ابھر کر ذہن کے اوپری خانوں میں آرہے تھے۔بند آنکھوں کے سامنے ایک منظر لہرایا۔۔

وہ سر سبز لان تھا۔مالی پودوں کو پانی دیتا دیکھائی دے رہا تھا۔پودوں پر اُگے پھولوں کی خوشبو سارے میں پھیلی تھی۔یک دم بادل گرجے۔تیز ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ اور تبھی اس نے اس کے ہونٹوں پر بکھری وہ مسکراہٹ دیکھی تھی۔ نظروں کا تصادم ہوا تو اس نے ان آنکھوں میں اچنبھا دیکھا۔پھر وہ قدم قدم اٹھاتی اس کے قریب آنے لگی۔۔

ایک دوسرا منظر۔۔

بازار میں کافی رش تھا۔ہر طرف شور تھا۔بہت سے لوگ ایک ساتھ بول رہے تھے۔اور اسی رش کے درمیان راستہ بناتے وہ جا رہے تھے۔شور کے باعث وہ اونچا سا بولی۔

”مجھے وہی شوز چاہیے۔مجھے وہی دلا دیں پلیز۔“

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ بضد تھی۔ لیکن ساتھ والا شخص اس کو خاطر میں لائے بغیر چلتا جا رہا تھا۔

"میں نے بولا ہے مجھے۔۔"

وہ دور جا رہے تھے جب اس بچی نے پلٹ کر دیکھا۔ اسے لگا کسی نے اُسے آواز دی ہے۔ آواز بڑی جانی پہچانی تھی۔ لیکن مڑ کو دیکھنے پر اسے کچھ دیکھائی نہ دیا۔ اب آوازیں شور میں دبتی جاری تھی اور وہ رش میں غائب ہو گئے۔۔

"میں نہیں کھیلتی۔ ہمیشہ میرے ساتھ کوئی نہ کوئی چیٹنگ کرتا ہے۔"

وہ نروٹھے پن سے کہہ رہی تھی جب سب کا قہقہہ بلند ہوا۔ وہ منہ بناتی جانے کیلئے اٹھی جب خالد صاحب نے اسے روکا۔

"اوکے، اب کوئی تنگ نہیں کرے گا۔"

اور وہ پیر پٹختی دوبارہ بیٹھ گئی۔ پھر اپنی چھوٹی سی انگلی اٹھا کر سب کو وارن کرنے کے انداز میں بولی۔

"میں بتا رہی ہوں۔ اگر اب کسی نے میرے کارڈز اٹھائے تو۔۔"

www.novelsclubb.com

"تمھاری خاموشی بتا رہی ہے۔کوئی نہ کوئی معاملہ ضرور ہے۔"

زخرف کی آواز اسے ماضی کے گرداب سے کھینچ کر باہر لائی تھی۔مناظر ابھرنے کی یکسوئی ٹوٹی تو اس نے آنکھیں کھولیں۔اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

اپنی پشت پر وہ زخرف کی آواز سن سکتا تھا لیکن وہ ابھی اسے کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔سر جھٹک کر اس نے بدقت خود کو نارمل کیا اور اس کی طرف مڑا۔وہ سر اٹھائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔البتہ آنکھوں کی نمی اب وہ اپنے اندر اتار چکی تھی اور چہرہ سنجیدہ تھا۔وہ قدم قدم چلتا اس کے سامنے آرُکا۔

"میں تمھاری طرف کی کہانی سننا چاہتی ہوں۔"

"میری طرف کی کہانی؟" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"برداشت کر پاؤ گی یاں مجھے بھی چھوڑ دو گی۔"

لمحے بھر کو زخرف کا دل کانپا۔اس کے لہجے کی ٹھنڈک،زخرف کی ریڑھ کی ہڈی

www.novelsclubb.com

میں سنسنی خیز لہر ڈوری۔ لیکن بظاہر ہمت سے بولی۔

"تم بتادو۔ میں سن لوں گی۔"

غازیان چند ثانیے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ جہاں یقین کے ساتھ ہلکا سا ڈر بھی ہلکورے لے رہا تھا۔ پھر وہ ہلکا سا جھکا اور قدرے فاصلے پر پڑی ہیلز اٹھا کر اس کے قدموں میں رکھی۔

"یہ پہنو، ہم باہر جا رہے ہیں۔"

زخرف نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ جواب سیدھا ہوتے ہوئے جیب سے موبائل نکال رہا تھا۔

"اور تمھاری طرف کی کہانی۔۔"

"اس کیلئے تمھیں انتظار کرنا ہوگا۔ بہت جلد تم سب جان جاؤ گی۔"

وہ اب مصروف سا موبائل کو دیکھتے ہوئے بولا۔ تقریب کی تیاریوں کی وجہ سے اس نے صبح سے کسی کے میسج کا ریپلائے نہیں کیا تھا۔ اس لئے اب بہت سے پیغام اس

www.novelsclubb.com

کے منتظر تھے۔انگوٹھا اوپر کرتے ہوئے وہ رُکا۔ایک چیٹ پر کلک کیا۔زخرف اب جھک کر ہیلز پہن رہی تھی۔جب تک وہ خود نہیں چاہے گا، کچھ نہیں بتائے گا۔اس لئے اس نے بھی سر جھٹک کر خود کو نارمل کیا۔جھکنے کی وجہ سے پونی میں بندھے بال آگے کو ڈھلک گئے۔

کچھ دیکھتے ہوئے دفعتاً غازیان چونکا۔پھر حیرت بھرے لہجے میں بولا۔

”امی نے تم سے کوئی بات کی تھی۔“

”ہاں، کہہ رہی تھیں۔جمعے کو ادھر آئے گے۔مجھے دادی کی طرف آنا ہوگا۔وہاں سب مل کر۔۔“

وہ جھک کر اسٹریپ لگاتے ہوئے بتا رہی تھی اور غازیان نے تھکی ہوئی سانس خارج کی۔اگر اسے یہ سب پہلے پتہ چل جاتا تو وہ رُکوا دیتا۔کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو رہا تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔زخرف کو ٹائم دیتے دیتے وہ چھ سال سے اس سے حقیقت چھپا رہا تھا۔اسے پہلے دن ہی اسے بتا دینا چاہیے تھا کہ وہ اس کی فیملی کو

www.novelsclubb.com

پہلے سے جانتا ہے لیکن اب اس کے پاس جمعے تک کا وقت تھا۔ اسٹریپ لگا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور پرس کی چین کندھے پر ڈالی۔ پھر اس کی طرف دیکھا جو کسی سوچ میں گم لگتا تھا۔

"چلیں؟"

غازیان چونکا۔ پھر سر جھٹک کر موبائل بند کیا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم ٹھیک ہو۔"

"ہاں، اب کافی بہتر ہوں۔"

اور وہ واقعی پہلے سے بہتر نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ تکان زدہ سا مسکرایا۔

"سوری، ابھی مجھے بھی وقت چاہیے۔ کچھ وقت دو، میں تمھیں سب بتا دوں گا۔"

"میں سمجھ سکتی ہوں۔ اسی لئے فورس نہیں کیا۔ خیر یہ تو پکا ہے نہ کہ تم مجھ سے کوئی نا کوئی بات تو چھپا رہے ہو۔"

غازیان نے کان کھجاتے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ زخرف بھی جواباً مسکرائی۔ غازیان

نے اس کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلایا۔ زخرف نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمراہ باہر کی طرف بڑھے۔ پیچھے آفس تنہا رہ گیا۔

”ویسے کافی ویل آرگنائزڈ ہے تمھارا آفس۔“

”میڈم، آپ بھول رہی ہیں۔ میں یاد کروا دوں۔ یہ 'غازیان ابراہیم' کا آفس ہے۔“

اب وہ دونوں راہداری میں آگے بڑھ رہے تھے۔

”میرا کہنے کا مطلب تھا تم کم یہاں آتے ہو پھر بھی۔۔“

”ہفتے کے تین دن میرا اس یونی میں لیکچر ہوتا ہے اور تین دن کافی ہوتے ہیں۔“

وہ جتا گیا تھا۔ وہ دونوں پچھلے راستے کی طرف جا رہے تھے۔ کیونکہ مین ڈور پر ابھی لوگوں کا رش ہونا تھا۔

”اچھا بابا۔۔۔“ اس نے جیسے ہتھیار ڈالے۔

”تم بہت صاف ستھرے ہو۔ اب ٹھیک ہے؟“

جوا باً وہ ہنستے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا لیکن وہ دونوں دور جا رہے تھے۔ آوازیں مدھم ہوتی گئیں۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

زخرف کی مدھم سے آواز سنائی دی۔

''یونہی آوارہ گردی کرنے۔ میں اپنے دن کو مزید بہتر کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے ہم ایک لمبی مسافت پر۔۔''

ان کی آواز دم توڑ گئیں۔ راہداری میں سناٹا چھا گیا اور ان سے دور وہ ہسپتال کی راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتا چلتا جا رہا تھا۔ چہرہ فق تھا اور ماتھے پر پسینے کی سفید بوندیں نظر آ رہی تھیں۔ دفعتاً ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ رُکا اور خود کو نارمل کرتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ ہسپتال کے باہر دوپہر قطرہ قطرہ پگھل کر سہ پہر میں ڈھل رہی تھی۔

سیمینار کی تقریب کے کچھ دیر بعد ہی ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔آسمان پر ڈھیر سارے کالے بادل جمع تھے۔ان کے تیور خطرناک لگتے تھے۔پھر کچھ دیر تک بوندا باندی تیز بارش میں بدل گئی۔وہ بارش رات گئے تھے برستی رہی۔ سڑکیں گیلی ہو گئیں اور نشیبی علاقوں میں پانی جمع ہو گیا۔

رات گئے تک بارش ہوتی رہی اور پھر نا جانے وہ رات کے کس پہر تھمی اور ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔گہری مہیب رات میں بادل آسمان سے غائب ہوتے دیکھائی دیئے۔مرغے کی بانگ اور فجر کی آذانوں نے نئے دن کا پتہ دیا اور کچھ دیر بعد باقاعدہ آسمان سے سیاہی دور بھاگنے لگی۔آسمان قدرے نیلا ہو گیا۔دفعتاً نیلے رنگ میں جامنی رنگ کی ملاوٹ ہوئی۔آسمان پر پرندے چہچہاتے اور اڑتے دیکھائی دیئے۔چند لمحے مزید سرکے تو زمین کے مکینوں نے سورج طلوع ہوتے دیکھا۔لیکن آج وہ قدرے ٹھنڈا تھا۔گزشتہ روز کی بارش کے باعث گرمی کا زور قدرے کم ہو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

آٹھ بجے لوگ اپنے کاموں کو جاتے دیکھائی دیئے۔ مصروف سی صبح کا آغاز ہو گیا تھا۔اس شہراہ پر واقع ہوٹل کے اس اپارٹمنٹ میں وہ بھی اپنے کمرے میں شیشے کے سامنے کھڑا ٹائی کی گرہ لگاتا دیکھائی دے رہا تھا۔اس کی بھوری آنکھیں خمار آلود لگتی تھی۔ لیکن چہرہ بالکل فریش تھا۔وہ سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس تھا۔ گیلے بال ماتھے پر گر رہے تھے۔وہ غالباً ابھی فریش ہو کر آیا تھا۔فون کی گھنٹی بجے تو اس نے ایک ہاتھ روک کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے موبائل پر کال ریسیو کی اور موبائل سپیکر پر لگا دیا۔

”ہاں احمد بولو۔“

”سر، آپ نے ایک کام کہا تھا۔میں کل سے انہیں فولو کر رہا ہوں۔وہ۔۔“

اس لڑکے کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔اپارٹمنٹ کا وہ کمرہ خوبصورت سا منظر پیش کر رہا تھا۔کھڑکیوں کے آگے سرمئی مخملیں پردے گرے تھے۔فرنیچر کا رنگ بھی سرمئی تھا۔بیڈ نفاست سے سیٹ تھا۔دیواروں کا رنگ ہلکا سرمئی تھا۔

www.novelsclubb.com

سائیڈ ٹیبل پر دو موٹی موٹی کتابیں رکھی تھی۔بائیں دیوار پر ایک خوبصورت پینٹنگ آویزاں تھی۔

دائیں طرف کھڑکیوں کے آگے ایک چھوٹا سا لکڑی کا ریک رکھا تھا جس میں چند کتابیں ترتیب سے رکھی تھیں۔(باقی تمام کتابیں کمرے سے ملحقہ سٹڈی میں ہوتی تھیں۔)اسی شہر میں اپنا گھر ہونے کے باوجود وہ ایک اپارٹمنٹ میں رہتا تھا۔وہ چاہتا تھا زخرف کو اس کے والدین پسند کر لیں،ان کی باقاعدہ رخصتی ہو۔پھر وہ ساتھ رہیں۔

اس وقت وہ دروازے سے کچھ آگے،ڈریسنگ ٹیبل کے عین سامنے کھڑا کف لنکس، باندھتے ہوئے خاموشی سے اس لڑکے کو سن رہا تھا۔

”ٹھیک ہے۔شکریہ احمد۔مجھے ذاتی طور پر فیور دینے کیلئے۔“

ہلکا سا مسکرا کر اس نے رابطہ منقطع کیا اور دوسرے ہاتھ سے پرفیوم اٹھا کر خود پر چھڑکا۔ایک ہاتھ سے موبائل پر چند کلکس کئے اور ساتھ اسٹینڈ پر لٹکا اپنا کوٹ

www.novelsclubb.com

اتارا۔دوسری طرف گھنٹی جارہی تھی۔تیسری گھنٹی پر فون اٹھالیا گیا۔

"گڈمارننگ،زینب۔"

خوشگوار لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کوٹ پہنا۔

"مارننگ غازیان۔"

"کیسی ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک۔تم بتاؤ۔آرام نہیں کیا تم نے؟"

اس کی آواز خمار آلود سی لگتی تھی۔جیسے ابھی نیند سے جاگی ہو۔وہ اب بیڈ پر بیٹھا

جھک کر شوز پہن رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آرام کا کیا ہے۔ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"شاہ۔۔"وہ خفا ہوئی۔

"کم از کم آج تو آرام کر لیتے۔"

"کتنی فکر ہے نہ تمھیں میری۔۔"

وہ پھر بات گول کر گیا۔ شوز پہن کر وہ اٹھا۔ آئینے میں ایک طائرانہ نگاہ خود پر ڈالی پھر کمرے کی بتیاں بجھاتا باہر آ گیا۔

"بات نہیں بدلو۔ میں نے کچھ کہا ہے۔"

فون کان سے لگائے وہ لاؤنج عبور کرتا اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔ اس کی بات سن کر غازیان نے گہری سانس لی۔

"میں آرام کر لوں گا۔ آج ضروری کام ہے مجھے؟"

اس کا لہجہ یک دم سنجیدہ ہوا۔ اپارٹمنٹ لاک کر کے اب وہ لفٹ کی جانب بڑھا۔

"ایسا بھی کون سا ضروری کام ہے جو سیمینار سے اگلے ہی دن آ ٹپکا ہے۔"

www.novelsclubb.com

"ہیں ایک، دو۔ وہ۔۔۔" وہ رُکا پھر بات بدل دی۔

"ویسے کیا کر رہی ہو آج؟"

زخرف نے اس کا بدلتا لہجہ محسوس کیا تھا لیکن اس متعلق کچھ نہیں بولی۔

"کچھ نہیں، بس سوچ رہی ہوں کافی عرصے بعد فارغ وقت ملا ہے۔ تو کچھ پینٹ کر

لوں۔"

"اِٹس آ گڈ آئیڈیا۔"

وہ خوشگوار حیرت سے بولا۔ لفٹ کے دروازے کھلے تو وہ باہر آیا۔

"جو بھی پینٹ کرو مجھے ضرور دیکھانا۔"

لابی پار کر کے وہ ریسٹورنٹ سے باہر نکلا۔اس دوران اس نے چند لوگوں کے سلام کا جواب سر کے خم سے دیا تھا۔

"ہاں دیکھاؤں گی۔پہلے بنانے تو دو۔"

غازیان ہلکا سا ہنسا پھر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔

www.novelsclubb.com

"چلو اب رکھتا ہوں۔کام سے جا رہا ہوں۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔کام کرو تم۔"

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے سٹیرئنگ پر ہاتھ رکھے۔ایک ہاتھ سے ابھی بھی موبائل کان کو لگایا ہوا تھا۔زخرف رکھنے ہی لگی تھی جب وہ پکار اٹھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”زینب۔۔“زخرف رُک گئی۔

”ہاں۔۔“

غازیان نے سر جھکا کر چند لمحے سوچا۔ ریسیور پر دونوں جانب خاموشی رہی۔ پھر غازیان نے سر اٹھایا اور قدرے احتیاط سے کہنے لگا۔

”گھر پر ہی رہنا۔ مجھے تمھیں کسی سے ملوانا ہے۔ اگر کہیں جانا ہو تو مجھے بتا دینا اوکے؟“

زخرف ٹھٹکی۔ لیکن بظاہر عام سے لہجے میں بولی۔

”دادی کی طرف جانا ہے ابھی۔ دو بجے کے بعد فری ہوں۔ ہوسپیٹل سے بھی تین دن کا آف لیا ہے۔ میں فری ہوں۔ آ جانا۔“

”انتظار کرنا میرا اور اپنا خیال رکھنا۔“

فون رکھ کر وہ چند لمحے سٹیرئنگ پر سر ٹکائے بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد اس نے گاڑی سڑک پر ڈالی۔ تو اس کے چہرے پر صرف سنجیدگی تھی۔ اس کی گاڑی کا رُخ زاہد

www.novelsclubb.com

اینڈ سنز کمپنی کی طرف تھا۔

آفس کی چار دیواریں اس وقت خاموشی سے اپنے باس کو دیکھ رہی تھیں۔اونچی دیواریں سفید پینٹ سے ڈھکی تھیں۔دائیں طرف لکڑی کی الماری رکھی تھی۔جن میں بہت سی فائلز منتظر سی اپنے کھولے جانے کا انتظار کر رہی تھیں۔غازیان کے کمرے میں لگی پینٹنگ کی ہو بہو نقل اس آفس میں بھی دائیں دیوار پر لگی تھی۔اس کے علاوہ باقی خالی دیواریں آفس کے سربراہ کی سادگی کا منہ بولتا ثبوت تھیں اور وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا سر اٹھائے چھت کو گھور رہا تھا۔اس کے سامنے ٹیبل پر بہت سی فائلز بکھری پڑی تھیں۔اس کا کوٹ پیچھے اسٹینڈ پر لٹک رہا تھا۔

دفعتاً ٹیبل پر رکھا انٹر کام بجا۔لیکن وہ یونہی بے حس و حرکت بیٹھا چھت کو تکتا رہا۔

انٹر کام تین دفعہ بجا۔پھر سینٹرل ٹیبل پر رکھا اس کا فون بجا۔اور پھر چند لمحے بعد اس کی توقع کے مطابق اس کے آفس کا دروازہ بغیر دستک کے کھلا۔چھت کو تکتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

منظر میں بہت سے مناظر ابھر رہے تھے۔ وہ کسی ایک کو تھامنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے محسوس کیا نوار داس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

"ایان۔۔" اس نے نرمی سے پکارا۔ جواب ندارد۔

"خفا ہو مجھ سے؟"

"انہوں۔۔"

سینے پر ہاتھ دھرے اسے دیکھے بنا اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پھر میرے میسجز کا جواب کیوں نہیں دے رہے۔ کل تقریب کے بعد سے غائب ہو۔ نہ فون اٹھا رہے ہو نہ میسج کا جواب دے رہے ہو۔ مجھے لگا مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ ابھی بھی ہونہی بیٹھا رہا۔ وہ جب شدید پریشانی میں ہوتا تھا تو اس کا ردِ عمل یہی ہوتا تھا۔ اکیلے بیٹھ کر وہ بے معنی سی سوچیں سوچنا اور خود کو اذیت میں رکھنا۔ غازیان نے چند لمحے اس کے جواب کا انتظار کیا۔ پھر جیسے کچھ سمجھتے ہوئے دو تین دفعہ سر

ہلایا اور کہنے لگا۔

"تمھارا ایسا بیٹھنا بنتا بھی ہے اور ایسے بیٹھنے کا مقصد خود کو اذیت پہنچانا نہیں بلکہ ان سب کیلئے تاویلیں گھڑنا ہے۔ ظاہر سی بات ہے تمھاری نرم دلی، ان کو قصوروار کہنے کیلئے تمھیں بہت دفعہ روکتی ہے۔ بٹ سوری ٹو سے۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر معذرت خوانہ انداز میں کہا۔ غازیان کے چہرے پر رتی برابر بھی افسوس نہیں تھا۔ وہ بے رحمی سے کہہ رہا تھا۔ وہ ابھی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ البتہ چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ وہاں تکلیف اُبھری تھی۔

"وہ سب تب بھی غلط تھا۔ آج بھی غلط ہے۔ ظاہر سی بات ہے کسی اپنے کو تکلیف میں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود جو انہوں نے زینب کے ساتھ کیا، میری دعا ہے خدا انہیں جلد صحت یاب کرے اور ان کا۔۔۔۔"

لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ایان کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا اور گھوم کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ریوالونگ چیئر بھی گھومی۔ وہ اب بے یقین سا غازیان کو

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیکھ رہا تھا۔غازیان بولتے بولتے یک دم رُک گیا۔اس کے تاثرات دیکھ کر لبوں کو ہلکی سی مسکراہٹ نے چھوا۔پھر اس نے کندھے اچکائے۔

"تم مجھ سے اتنا عرصہ کوئی بات چھپا کر نہیں رکھ سکتے۔میں نے کل تم سے پوچھا تھا۔تم نے بات بدل دی۔موحد اور منان کے آنے کی وجہ بھی نہیں بتائی۔تو میں نے خود معلوم کروالیا۔"

"لیکن تمھیں کس نے۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔وہ حیران تھا۔

"تم نے میرے سٹاف کو واقعی بے وقوف سمجھا ہوا ہے۔احمد کل سے تمھیں فولو کر رہا ہے۔میں سمجھا تم نے نوٹ کر لیا ہوگا۔" وہ جواباً حیران ہوا تھا۔

اور ایان نے تھک کر سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔وہ ذہنی طور پر اتنا الجھا ہوا تھا کہ احمد کی اپنے پاس موجودگی محسوس ہی نہیں کر پایا تھا۔

"خیر اب کیسی ہیں وہ؟"

غازیان اب نرمی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ اسے نارمل کرنا چاہتا تھا۔

"وہ ٹھیک نہیں ہیں۔" اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔

"وہ کافی دنوں سے ہسپتال میں ہیں۔ لیکن کل ان کی طبیعت بہت بگڑ گئی تھی۔ اس لئے موحد اور منان نہیں آسکے۔ ڈاکٹرز کہتے ہیں ان کی بیماری کافی بڑھ گئی ہے۔ علاج نہیں کروایا تو یہی بیماری موت کی وجہ بھی بن سکتی ہے۔"

بات کے آخر میں نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی۔ آنسو چھپانے کو اس نے رُخ موڑا۔ غازیان کے لب 'اوہ' میں سکڑے۔ چند لمحے دونوں کے درمیان بوجھل سی خاموشی حائل رہی۔ پھر غازیان نے اس خاموشی کو توڑا۔

"تو تم ان کی مدد کر دو۔ علاج کیلئے انہیں پیسے فراہم کر دو۔ بعد میں جب وہ فائنانشئیل کرائسز سے نکل آئیں تو تمھیں واپس کر دیں۔"

"غازیان غازیان۔۔۔"

نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے غازیان کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"ہماری کمپنی کوئی بہت فائدے میں نہیں ہے۔ ہمیں بزنس شروع کئے ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے۔ ہم ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ دوائیوں کے خرچے، کمرے کا خرچہ اور دیگر اخراجات۔ اس سب کیلئے ایک بھاری رقم کی ضرورت ہے۔"

"کیا میں کچھ مدد کروں۔"

اس کی بات سن کر غازیان بلا تامل بولا تو ایان لمحے بھر کو چپ کر گیا۔ غازیان تمام حالات پہلے سے جانتا تھا۔ اسے اندازہ تھا ایان خود سے یہ بات نہیں کہے گا لیکن اسے پیسوں کی ضرورت تھی۔ اسے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ وہ بینک سے قرضہ لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور ایک۔۔۔

دفعتاً نگاہوں کی تپش پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ ایان اب ریوالونگ چیئر سے ٹیک لگا کر کہنی ہتھ پر ٹکائے دائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہونٹوں پر رکھے اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے پہلے کے تاثرات غائب تھے۔

"کیا ہوا؟"

www.novelsclubb.com

غازیان نے آبرو اچکائے۔ لیکن وہ یونہی اسے دیکھتا رہا۔اب غازیان نے کرسی پر غیر آرام دہ پہلو بدلا۔ایک دم اپنا آپ چور سا لگا۔اسے امید نہیں تھی وہ اتنی جلدی جان جائے گا۔

"اچھا نہ ٹھیک ہے۔"

اپنی خفت مٹانے کو اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

"مجھے لگا تھا میں اگر سید حاتم سے کہوں گا تو تم لینے سے انکار کر دو گے۔اسے لئے آنے سے پہلے ہی ایک۔۔۔"

اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا۔

www.novelsclubb.com

"مناسب رقم۔۔" تین لاکھ کہنے سے خود کو روکا۔

"تمھارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروادی اور۔۔۔"

کچھ کہتے کہتے وہ رُکا۔پھر سر جھٹکا۔

"ویسے مجھے امید نہیں تھی تم اتنی جلدی جان جاؤ گے۔"

ایان نے ہونٹوں پر رکھی بند مٹھی نیچے گرادی۔سب کچھ اس نے خود ہی بول دیا تھا۔اب وہ کیا پوچھتا۔پھر اس نے گہری سانس لے کر ٹیک چھوڑی۔سو اس کا اندازہ ٹھیک تھا۔

"شکریہ،میں کوشش کروں گا جلد رقم لٹادوں۔"

غازیان کو اس کی مدھم سی آواز بوجھل لگی۔وہ اندازہ نہیں لگا پایا وہ خوش ہوا ہے یا خفا۔

"خیر،کیا پئیو گے۔کافی یا چائے؟"

ماحول کے بوجھل پن کو دور کرنے کیلئے اب وہ انٹر کام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"صبح ہے تو،بلیک کافی۔۔"

دو بلیک کافی کا آرڈر دے کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔غازیان کا موبائل بجا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔بظاہر موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کنکھیوں سے ایان

www.novelsclubb.com

کو واش روم کا دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر اس کا موبائل بجا تو اس نے توجہ ادھر دلائی اور کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگایا۔ خود پیچھے کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھا۔

"اسلام علیکم! امی۔۔"

ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے اب وہ بہت ریلیکس دیکھائی دے رہا تھا۔

اس نے رُک کر دوسری طرف سے کچھ سنا۔

"جی مجھے بتایا تھا زینب نے۔ لیکن امی آپ کو پہلے یہ بات مجھے بتانی چاہیے تھی۔"

"نہیں مسئلہ تو نہیں ہے خیر۔۔۔"

اس نے سر جھٹکا اور ایک چور نظر واش روم کی طرف ڈالی۔

"اسے میں دیکھ لوں گا۔"

پھر دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو اس نے گہری سانس لی۔

"امی ابھی میں ادھر ہی ہوں۔ مجھے کچھ کام ہیں۔ جمعے کو آپ کے ساتھ ہی جاؤں

گا۔"

کہتے ہوئے اس نے گردن موڑی۔ایان باہر آچکا تھا۔اب وہ واش روم کا دروازہ بند کر رہا تھا۔دروازہ بند کر کے وہ مڑا تو غازیان کو وہ پہلے سے بہتر لگا۔شرٹ کا گریبان اور ماتھے کے بال گیلے تھے۔ٹائل ڈھیلی تھی اور شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑے وہ چلتا ہوا سینٹرل ٹیبل تک آیا اور ذرا سا جھک کر اپنا فون اٹھایا۔

"ٹھیک ہے امی۔میں آپ کو رات میں فون کروں گا۔ابھی تھوڑا بزی ہوں۔خیال رکھیئے گا۔"

الوداعی کلمات کہہ کر اس نے فون رکھ دیا اور ایان کی طرف متوجہ ہوا جو سربراہی کرسی سنبھال رہا تھا۔دروازہ ہلکی سی دستک کے ساتھ کھلا اور ایک لڑکا ٹرے میں دو بھاپ اڑاتے مگ رکھے اندر آیا اور ان دونوں کے درمیان حائل میز پر رکھ کر چلا گیا۔غازیان نے ہاتھ بڑھا کر اپنا مگ اٹھایا اور ایک گھونٹ بھرا۔ساتھ ساتھ وہ ایک نظر ایان کو بھی دیکھ لیتا جس نے مگ کی طرف ہاتھ تو نہیں بڑھایا تھا لیکن وہ اس کی

طرف متوجہ بھی نہیں تھا۔اس کی نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر تھیں۔

”ایان۔“

”ہنہ۔“وہ ٹیک چھوڑتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”چھوڑ دو سوچنا۔ہر سوچ کو ذہن سے جھٹک دو۔یہ سوچیں دماغ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دیں گی۔“

”ہاں ٹھیک ہوں میں۔“

اس نے بھی ہاتھ اٹھا کر کافی کا مگ اٹھایا۔دونوں کے درمیان دھواں سا بلند ہوا۔

ایان نے گھونٹ بھر کر نیچے کیا تو دھند چھٹی۔اب غازیان خاموشی سے اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔وہ جانتا تھا جب تک غبار،غازیان کے سامنے نہیں نکالے گا،اسے سکون نہیں آئے گا۔غازیان بھی جانتا تھا وہ بولے گا۔اس لئے ابھی تک گیا نہیں تھا۔مگ کے دہانے پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ جیسے الفاظ جمع کر رہا تھا۔

چند لمحے بعد وہ یاسیت سے بولا۔

"میں کبھی کبھی سوچتا ہوں۔زینب کے ساتھ جو کیا۔وہ موحد اور منان نے کیا۔ طلحہٰ کا بھی مجھے پتہ لگا۔کیسے اس کے والد نے۔خیر۔۔"

اس سر جھٹکا۔نظریں ابھی تک جھکی تھیں۔

"موحد اور منان کے حالات بھی کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔مکافاتِ عمل کے تحت دیکھا جائے تو وہ اپنے کئے کی ہی سزا کاٹ رہے ہیں۔لیکن یہ سب تو انہوں نے کیا تھا۔یہ سب تو ان کے اپنے اعمال تھے۔پھر۔۔"

مگ کے دہانے پر چلتی انگلی رُکی۔غازیان اسے سنتے ہوئے وقفے وقفے سے کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ایان نے آنکھیں اٹھائیں۔اس کی آنکھوں میں غم اور چہرے پر تکلیف تھی۔

"پھر تائی کو ان اعمال کی سزا کیوں مل رہی ہے۔وہ تو ہمیشہ زینب کے ساتھ اپنی بیٹی کی طرح سلوک کرتی تھیں۔پھر تکلیف ان کی حصے میں کیوں؟"

آخر میں لہجے میں بے بسی در آئی۔جیسے وہ کچھ دنوں سے یہی بات سوچ رہا تھا اور

www.novelsclubb.com

یہاں آکر اٹک جاتا تھا۔

"کل جس طرح میں نے انہیں دیکھا ہے نا میرا دل تڑپ کر رہ گیا۔ایک تو بیماری کی تشخیص دیر سے ہوئی ہے۔اوپر سے ان کی بڑھتی عمر۔بلڈ کینسر سے پیشنٹ سروائیو تو کر جاتا ہے لیکن اگلا وقت کس نے دیکھا ہے؟"

اس کے ہاتھ میں پکڑا کافی کا مگ تقریباً ٹھنڈا ہو چکا تھا۔لیکن وہ اس سے بے نیاز غازیان کو دیکھ رہا تھا۔غازیان نے کافی کا آخری گھونٹ بھرا اور ٹیک چھوڑی۔مگ میز پر رکھا اور سنجیدہ چہرہ لئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"بس یہی سوچ پریشان کر رہی ہے۔یاں کوئی اور بات بھی ہے؟"

"بس یہی بات ہے۔کیونکہ۔۔"

لیکن اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی غازیان نے اگلا سوال کیا۔

"تمھیں وہ دن یاد ہے جب زینب کی امی کا انتقال ہوا تھا؟"

اور ایان یک دم ٹھہر کر اسے دیکھنے لگا۔کچھ عجیب سا لگا۔اس کی آنکھوں میں

www.novelsclubb.com

دیکھتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”ہاں یاد ہے۔۔“

”یاد ہے موحد اس دن دیر سے ہسپتال پہنچا تھا؟“

ایان کو اس بار کچھ غلط محسوس ہو رہا تھا لیکن اس بار اس نے صرف سر ہلانے پر اتفاق کیا۔ بولا کچھ نہیں۔ ایسے جیسے زبان نے ساتھ نہ دیا ہو۔ آفس کی دیواریں یک دم پرائی لگنے لگی۔

”تو منان کے پوچھنے پر تم نے بتایا تھا کہ۔۔“

”موحد بڑی امی کو یہاں لانے سے کچھ دیر پہلے ہی گھر سے آفس کیلئے نکلا تھا۔““

بے حد بے یقینی سے اس نے کچھ سال پہلے کہی اپنی بات دہرائی تھی۔ وہ سرد دوپہر، سنسنان کوریڈور۔ وہ کیسے زینب کی ہچکیاں بھول سکتا تھا؟ اس کا دماغ اتنا شل تھا کہ وہ غازیان سے اتنا بھی نہ پوچھ سکا تھا کہ بڑی امی کے انتقال کا موحد کے دیر سے آنے سے کیا تعلق۔ وہ پوچھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ

www.novelsclubb.com

غازیان کو بولنے سے روک سکے۔وہ شل تھا۔اس کا جسم سن ہو گیا تھا۔

””میں بھی تمھاری بات سن کر چپ کر گیا تھا۔لیکن تمھارا فقرہ ’بڑی امی کو یہاں لانے سے پہلے ‘میرے ذہن میں اٹک گیا تھا۔شاید میں بھی سب کی طرح نظرانداز کر دیتا اگر آنٹی کی ڈیڈ باڈی کو گھر لے جانے کیلئے ایمبولنس کا انتظام کرواتے ہوئے راہداری کے آخر میں کھڑے منان اور موحد کی گفتگو نہ سن لیتا۔۔۔“

بات کرتے ہوئے بے اختیار اس سرد دوپہر کے سنسان کوریڈور کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔دیکھتے ہی دیکھتے آفس کی دیواریں ہسپتال کی چمکتی ہوئی ٹائلوں کی دیواروں میں بدل گئی۔وقت چند برس پیچھے چلا گیا۔جب وہ میت کو گھر لے جانے کا انتظام کروانے اس راہداری سے گزر رہا تھا۔قریب سے اکادکا لوگ گزرے۔راہداری کا موڑ مڑنے سے پہلے اس آواز پر بے اختیار اس کے قدم رُکے۔

www.novelsclubb.com

”مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا یہ سب ہو جائے گا۔“

موحد کی پریشان آواز۔ وہ دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ پھر ہلکا سا چہرہ نکال کر سامنے کا منظر دیکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ موحد کے بر عکس منان کے تاثرات ٹھنڈے تھے۔

”مجھے بڑی امی کی طبیعت کا ذرا بھی اندازہ ہوتا تو کبھی ان کے سامنے وہ بات نہ کرتا۔“

”او کے ریلکس۔۔“

منان اس کے قریب ہوا اور اس کے کندھے پر دباؤ بڑھایا۔

”اب مجھے یہ بتاؤ تم نے ان سے بات کیا کی تھی؟ کیونکہ اگر وہ زینب سے اس بارے میں کوئی بات کر چکی ہیں تو زینب دو جمع دو کرتے دیر نہیں لگائے گی۔“

”لیکن وہ زینب سے کیسے بات کر سکتی ہیں۔ زینب تب یونی تھی اور۔۔“

موحد الجھ کر کہہ رہا تھا جب منان نے اس کی بات کاٹی۔

www.novelsclubb.com

”زینب انتقال سے پہلے ان سے ملی تھی۔زیادہ چانس یہی ہیں کہ انہوں نے زینب کو کچھ نہ کچھ کہا ہوگا۔“

”میں نے ان سے طلحہٰ کے متعلق بات کی تھی۔کہ میں زینب کی شادی کسی بزنس مین سے کروانا چاہتا ہوں۔یہ سنتے ہی ان کی طبیعت بگڑ گئی۔لیکن میں انہیں میڈیسن دے کر گھر سے نکلا تھا۔پھر بعد میں تمھارا فون آیا تو میں ادھر آفس میں پھنسا ہوا تھا۔“

کہہ کر وہ چپ ہوا۔منان نے غور سے اسے دیکھا۔

”اور پورا سچ کیا ہے؟“

”پورا سچ؟“

”موحد بڑی امی کو جہاں تک میں جانتا ہوں۔وہ یوں چھوٹی چھوٹی بات پر اپنی طبیعت خراب نہیں کر لیتی تھیں۔انہوں نے بہت مشکل وقت سے سروائیو کیا ہے۔یقیناً تم نے کوئی سخت بات کہی ہوگی۔جو وہ برداشت نہیں کر سکیں۔“

www.novelsclubb.com

اور موحد وقاص نے بدقت تھوک نگلا۔ چہرے پر بہت سے رنگ آکر گزرے۔

"وہ کہہ رہی تھیں۔۔" اس نے بدقت الفاظ ادا کیے۔

"وہ زینب کی شادی کہیں اور کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ میں ڈیل کر چکا ہوں اور اب میں مکر نہیں سکتا۔ منان میں یہ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں اس وقت میں یہ سب کیسے کہہ گیا۔ اور تم یقین جانو منان۔۔"

وہ رکا۔ پھر جب بولا تو آواز رندھ گئی۔

"یہ سنتے ہی وہ ڈھے گئی۔ ان کی طبیعت بگڑ گئی۔ لیکن میں نے انہیں اپنے ہاتھوں سے دوائی دی تھی۔ انہیں یقین دلایا تھا کہ ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو گا۔ خدا کی قسم میں ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے لگا تھا میں انہیں منالوں گا لیکن پھر کبھی بات کرنے کا ارادہ کر کے میں نیچے آیا۔ ملازمہ سے کہا ان کا خیال رکھو۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی مجھے اطلاع ملی کہ وہ ہاسپٹل میں ہیں اور ان کی طبیعت نہیں ٹھیک۔۔"

www.novelsclubb.com

آخر میں وہ پیچھے سنگی بینچ پر ڈھے سا گیا۔اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔زینب سے لاکھ نفرت سہی لیکن بڑی امی کے ساتھ ان کی بچپن سے ہی جذباتی وابستگی رہی تھی۔منان آگے بڑھا اور اسی ٹھنڈے انداز میں اس کا شانہ تھپکا۔

”اچھا چلو،ان کی زندگی اتنی ہی تھی۔بس تم اب کسی کے سامنے اس بات کا ذکر نہ کرنا۔“

منان کے چہرے پر دکھ،افسوس کچھ نہیں تھا اور دیوار کی اوٹ میں کھڑے غازیان نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔اس کی آنکھوں میں ملال،دکھ،صدمہ،نفرت کیا کچھ نہ تھا۔

منظر تحلیل ہوا تو وہ سفید پینٹ سے ڈھکی دیواروں والے آفس میں ایان کے سامنے بیٹھا بول رہا تھا۔

”اور اس دن موحد کے ساتھ ساتھ مجھے منان سے بھی نفرت ہو گئی۔میں تب سے ہی جانتا تھا کہ یہ لوگ زینب کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔لیکن اتنی غیرت تھی

کہ اس کے سامنے یہ بات نہیں کہنی۔ میں اسی لئے اسے اس دن طلحٰہ سے ملنے جانے کیلئے روک رہا تھا۔ میں نے ابو سے بھی بات کرنا شروع کر دی تھی۔ ہماری جس دن طلحٰہ کے موضوع پر بحث ہو رہی تھی میں نے فون بند کر دیا۔ یہ سوچ کر کہ صبح اٹھ کر سمجھاؤں گا۔ لیکن صبح ہی ابو کے اٹیک کی خبر سن کر ہوئی تھی اور زینب اسی دن طلحٰہ سے ملنے چلی گئی۔ اور جب تک تمھارے آنے والے فون سے مجھے تمام معاملے کا علم ہوا تب تک دیر ہو چکی تھی۔ میں سب جانتے ہوئے بھی زینب کو گھر چھوڑنے کا انتہائی قدم اٹھانے سے بچا نہیں پایا۔ خیر۔۔"

وہ رُکا اور گہری سانس لی۔ ایان شل سا اسے سن رہا تھا۔ ذہن جیسے اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمھیں یہ سب بتانے کا مقصد موحد اور منان سے بدل کرنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ۔۔۔"

کہتے ہوئے وہ میز پر آگے کو جھکا اور آواز مدھم کی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"موحد کی امی کا قصور ہو یا نہ ہو۔ موحد کو اپنے کیئے کا ہی پھل مل رہا ہے۔ یو نو 'جو بوؤ گے وہی کاٹو گے' والی کہاوت۔ کسی کی ماں کے ساتھ اتنے بے رحمانہ انداز میں پیش آکر موحد کیسے تصور کر سکتا ہے کہ اس کی والدہ کے ساتھ سب ٹھیک ہو۔ اس لئے ان کو معصوم سمجھنا چھوڑ دو۔"

وہ بے رحمی سے کہہ رہا تھا یہ جانے بغیر کہ 'جو بوؤ گے وہی کاٹو گے' والی کہاوت اس کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ ایان میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اسے چپ کروا سکے۔ وہ تو بس شل ہوتے ذہن کے ساتھ یہ سوچ رہا تھا کہ موحد کیسے کسی کی بھی ماں کے سامنے اُس کی بیٹی کے متعلق ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اس کی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ لیکن شاید اسے پرواہ نہیں تھی۔ اس کا چہرہ دیکھ کر غازیان نے ایک نظر وال کلاک کو دیکھا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"مصیبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک ناگہانی آفت اور دوسری وہ جو ہم نے خود اپنے لئے تیار کی ہو۔ دونوں سے نکلنا ممکن ہے اگر اللہ چاہے۔ لیکن میرا ماننا

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے۔۔"

وہ رُکا۔ کوٹ کا بٹن بند کیا اور ٹیبل پر جھکا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے اسی دھیمے مگر ٹھنڈے انداز میں بولا۔

"خود ساختہ مصیبتوں سے نکلنا زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ اُس میں ہم خود غلط ہوتے ہیں۔ پہلے خود کو بدلنا پڑتا ہے، پھر مصیبت سے چھٹکارا ملتا ہے اور خود کو بدلنا دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ایک کام ہے۔ موحد کیلیئے زینب کا موضوع ایک خود ساختہ مصیبت کی طرح ہی ہے۔ خیر میری طرف سے چچی کیلیئے موحد کو پوچھنا۔ میں جلد کوشش کروں گا خود تیمارداری کیلیئے آؤں اور اپنا خیال رکھنا۔ میں مزید بیٹھتا لیکن نو بج گئے ہیں۔ میرا یونی میں ساڑھے نو بجے لیکچر شروع ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے جانا ہوگا۔ جلد ملتے ہیں۔"

وہ سیدھا ہوا۔ کوٹ کی نادیدہ شکنیں درست کی اور باہر کی طرف بڑھا۔ پیچھے ایان ابھی تک شل سا بیٹھا تھا۔

www.novelsclubb.com

ــــــــــــــــــــــــ

www.novelsclubb.com

آخری قسط:(قسط نمبر ۸)

یہ زندگی ہے بڑی مختصر سی ایک کتھا

میں کتنی دیر سے اک بات سوچتا ہوں کہ

ابھی آغازِ زندگی ہی ہوا تھا میرا

ابھی تو دورِ مسرت بھی آنے والا تھا

ابھی تو رنگ بہاروں میں گھلنے والے تھے

ابھی تو پھول شبابوں کے کھلنے والے تھے

یہ کیا ہوا کہ اچانک بدل گئی دنیا

یہ کیا ہوا کہ شگوفے بھی خار ہوئے

www.novelsclubb.com

ابھی تو رنگ بکھرنے تھے، ساز بجنے تھے

یہ کیا ہوا کہ گریبان تار تار ہوئے

ابھی خوشی کا سماں تھا مگر ذرا دیکھو

یہ میرے بعد یہاں ہو رہا ہے کیا دیکھو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کوئی پکار رہا ہے کوئی بلاتا ہے

کوئی ناراض کوئی غم سے مسکراتا ہے

کوئی انہیں یہ بتاؤ کہ میرے بس میں ہو

تو ایسی آہ و بکاں پر تو لوٹ ہی آؤں

مگر میں بے بس و لاچار ہوں انہیں کہہ دو

کہ لوٹ آنے کی امید تو وہاں ہو نا

جہاں پہ شخص کوئی سفر کرنے جاتا ہے

مگر جو چھوڑ ہی جائے وہ تھوڑی آتا ہے

مگر جو چھوڑ ہی جائے وہ تھوڑی آتا ہے

(سلویٰ جبار)

شہر کے اس پوش علاقے میں صبح قطرہ قطرہ پگھل کر باسی ہو گئی تو ارد گرد کھڑے بنگلوں نے اس کی کار کو اس خوبصورت بنگلے کے سامنے رُکتے دیکھا۔ گارڈ نے فوراً اٹھ کر لوہے کا بڑا گیٹ کھولا۔ (وہ لوگ اسے بھولے نہیں تھے) سوچتے ہوئے وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی اندر روش پر لائی پھر کار پارک کر کے باہر آئی۔ اس گھر سے اسے کچھ ماہ میں ہی مانوسیت سی ہو گئی تھی۔ وہ سر جھکائے لان عبور کرتی لاؤنج میں آئی تو خوشگوار سی آواز نے اس کا استقبال کیا۔

"زخرف بیٹا تم، آؤ بیٹا آؤ۔"

"اسلام علیکم! آنٹی۔"

مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کہتی وہ آگے بڑھی اور صوفے پر بیٹھی مسز محمود سے پیار لیا۔

"وعلیکم بیٹا! شکر ہے تم آگئی۔ میں امی سے کہنے ہی والی تھی کہ زخرف کو بلالیں۔ ان کا بھی تمھارے بغیر دل ہی نہیں لگا۔"

"جی آنٹی مجھے دادی نے ہی محمل سے کہہ کہ فون کروایا تھا۔"

"چلو یہ تو بہت اچھا ہوا۔ آجایا کرو کبھی کبھی۔ چکر لگالیا کرو۔ گھر کی ویرانی کم ہو جاتی ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے خوش دلی سے کہہ رہی تھیں۔ جیسے اس کے آنے سے بہت خوش ہوں۔

زخرف نے مسکرا کرانہیں دیکھا۔ ابھی ایک ہی دن ہوا تھا اسے جاب چھوڑے اور وہ سب اداس ہو گئے تھے۔

"جی آنٹی، کوشش کرتی رہا کروں۔۔"

ان کے والہانہ انداز پر وہ سر جھکا کر کچھ کہنے ہی والی تھی جب کچھ یاد آنے پر وہ پھر بولیں۔

"دیکھو، میں بھی کونسی باتیں لے کر بیٹھ گئیں۔اب تو تم ہونے والی بہو ہو ہماری۔ کچھ کھانے کو۔۔"

وہ کہتے ہوئے اٹھنے ہی لگی تھیں جب بات کا مطلب سمجھتے ہوئے زخرف نے انہیں روکا۔

"رہنے دیں آنٹی۔زیادہ تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

لیکن اس سے پہلے ہی وہ اٹھ چکی تھیں اور کچن کی طرف بڑھی۔زخرف نے مسکرا کر ان کی پشت دیکھی۔پھر اپنا بیگ وہی صوفے پر رکھ کر خود بھی ان کے پیچھے ہی آئی۔وہ اس وقت لمبی گھٹنوں سے نیچے تک آتی کاسنی رنگ کی قمیض اور سفید شلوار میں ملبوس تھی۔بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے،ڈوپٹے کو گردن کے گرد لپیٹ کر دونوں سرے آگے گرائے وہ عام حلیے میں بھی پُر کشش سی لگتی تھی۔

"بیٹا، تم باہر بیٹھو میں۔۔"

اسے کچن میں آتا دیکھ کر مسز محمود نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ مگن سے آستین چڑھاتی چولہے کی طرف بڑھ چکی تھی۔

"آپ نے کہا نہ میں آپ کے گھر کی بہو ہوں۔ پھر مجھے کام بھی وہی کرنے دیں۔ دادی جان نہیں اٹھیں ابھی تک؟"

وہ فرائی پان چولہے پر رکھ کر اب فریج کی طرف بڑھی اور دو انڈے نکالے۔ اسے کام کرتا دیکھ کر وہ گہری سانس لیتے ہوئے پیچھے ہٹتے ہوئے بتانے لگی۔

"نہیں بیٹا۔ کل بھی وہ فجر کے بعد سو گئی تھیں۔ پھر دس بجے کے قریب اٹھی تھیں۔ قرآن بھی اب ظہر کے بعد پڑھتی ہیں۔ اب پابندی ہٹ گئی ہے نا تو فوراً ہی روٹین بدل لی ہے انہوں نے۔ بس ابھی اٹھنے والی ہی ہوں گی۔ ان کیلئے بھی ناشتہ بنانا تھا۔ اس لئے میں خود ہی چلی آئی۔"

وہ اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ دیکھ رہی تھیں جو کہ اب انڈہ پھینٹنے میں مصروف

www.novelsclubb.com

تھے۔ سر ہلا کر ان کو سنتے ہوئے اس نے فرائی پان میں باؤل الٹایا۔ شڑ شڑ کی آواز آئی اور فضا میں یک دم آملیٹ کی خوشبو اٹھی۔ مسکرا کر اس کی پشت کو دیکھتی، جہاں پر ملنے کے باعث پونی ٹیل ادھر ادھر جھول رہی تھی، وہ فریزر کی طرف بڑھیں اور دو تین پیکٹ نکالے۔

"بیٹا، ساتھ میں کچھ اسنیکس، فرائز اور نگٹس بھی تیار کر لو۔ جب تک امی اٹھیں گی ، نور بھی آجائے گی۔ پھر سب مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔"

دو تین پیکٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ اسے محمل کی بھابھی کے متعلق بتا رہی تھیں تو زخرف نے سر اٹھایا۔

www.novelsclubb.com

"نور بھابھی کہاں ہیں؟"

"وہ ردا کا ایڈمشن کروانے گئی ہے۔ حمزہ آج گھر ہی تھا تو بس پھر دونوں نکل گئے۔"

وہ غالباً اپنے بڑے بیٹے کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ زخرف اسے جانتی تھی۔ دو

تین دفعہ اس کا سامنا بھی ہوا تھا۔پیکٹ میں سے جمی ہوئی اسنیکس اور فرائز نکال کر اس نے شیلف کا سامان سمیٹا اور انہیں فرائی پان میں ڈالا۔ساتھ ساتھ اب وہ جمی ہوئی نگٹس نکال رہی تھی۔وہ ایسے مانوس ہو کر کام کر رہی تھی جیسے یہ اس کا اپنا گھر ہو۔مسز محمود اب فریج سے ٹیک لگائے کھڑے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔

”زرین بہت خوش قسمت ہے اسے اتنی سلیقہ شعار بہو ملی۔۔“

وہ رُکیں پھر جب چند لمحے بعد بولیں تو آواز میں ہلکا سا شکوہ تھا۔

”ویسے بیٹا، تم نے کبھی بتایا ہی نہیں کہ غازیان تمھیں پسند کرتا ہے۔تم بتاتی تو ہم اس کے والد سے بات کرتے۔آخر تم بھی ہماری محمل کی طرح ہو۔“

اور اس بات پر مگن انداز میں کام کرتی زخرف نے چونک کر سر اٹھایا۔

”پسند۔۔“

وہ اچنبھے سے بڑبڑائی۔جیسے بات نہ سمجھی ہو۔پتہ نہیں انہیں کیا بتایا گیا تھا۔اس نے

www.novelsclubb.com

کچھ سوچتے ہوئے محتاط انداز میں الفاظ جوڑے۔

"آنٹی، رشتے سے متعلق ادھر کیا بات ہوئی تھی؟"

غازیان یا آنٹی نے اسے تفصیل نہیں بتائی تھی۔اس لئے وہ پوچھنے لگی۔جواباً وہ حیران ہوئیں۔

"بیٹا تمھیں نہیں پتہ، انہوں نے کہا کہ غازیان تمھیں پسند کرتا ہے اور تمھارے والدین اس دنیا میں نہیں رہے۔اس لئے تمھارے میکے کے فرائض ہم سر انجام دیں گے۔امی نے کہا کہ تم بھی رشتے کیلئے راضی ہو۔"

"اور غازیان کے ابو کو بھی یہی کہا۔؟"

وہ سانس روکے پوچھ رہی تھی۔چند لمحے کیلئے وہ سامنے چولہے پر تلتے فرائز اور ہاتھ میں پکڑے پیکٹ سے بیگانہ ہو گئی تھی۔

"نہیں ان سے بات تو امی نے اپنے کمرے میں کی تھی۔بعد میں سب کو بلا کر امی نے فیصلہ سنا دیا اور۔۔۔"

وہ کہہ ہی رہی تھیں جب کچن کے دروازے میں نور آٹھہری پھر چونک کر ان کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"ارے زخرف تم، اچھا کیا آ گئی۔"

نور نے مسکرا کر اسے کہا جس نے بامشکل پھیکا سا مسکرا کر سر ہلایا۔ پھر وہ مسز محمود کی طرف متوجہ ہوئی۔

"امی، دادی جان جاگ گئی ہیں۔ حمزہ بھی فلحال گھر ہی آ گئے ہیں۔ ناشتہ کر کے جائیں گے۔ آپ انہیں دیکھ لیں۔ میں زخرف کے ساتھ ہیلپ کروا دیتی ہوں۔"

کہتے ہوئے وہ کچن کے اندر آئی۔

"ٹھیک ہے بیٹا، جلدی لے آؤ ناشتہ۔"

کہہ کر وہ بھی باہر کی طرف بڑھ گئیں۔ نور زخرف کی طرف متوجہ ہوئی جو ابھی تک غائب دماغی سے کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔ نور نے اس کا بازو ہلایا۔

"زخرف۔"

"ہاں۔۔" وہ چونکی۔

"یہ فرائی ہو گئے ہیں۔ نکال لو۔ جل جائیں گے۔"

اور زخرف جلدی سے کفگیر اٹھا کر فرائی پان میں موجود چیزیں پلٹنے لگی۔

"بس اب میں کرتی ہوں۔ تم ہاتھ دھو لو۔ دادی جان اٹھ گئی ہیں۔"

اس کے ہاتھ سے کفگیر لیتے ہوئے نور نے اسے جانے کیلئے کہا۔ بنا تردد کے کفگیر نور کو پکڑا کر وہ سنک کی طرف چلی آئی۔ انکل آئے۔ انہیں دادی کے کمرے میں بلایا گیا۔ انہیں ہمارے نکاح کے بارے میں بتایا گیا لیکن جب باقی سب کو بتایا تو یہی بتایا گیا کہ غازیان مجھے پسند کرتا ہے۔ تاکہ۔۔

www.novelsclubb.com

اور سوچتے سوچتے یہاں آکر اس نے گہری سانس لی۔

"اوہ غازیان۔۔۔"

اس نے زیرِ لب بڑبڑایا۔ پھر نل چلایا اور ہاتھ پانی کی بہتی دھار کے نیچے لے گئی۔ آہستہ آہستہ انگلی کے پوروں پر لگے نشان دھلتے گئے۔ تاکہ وہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

غازیان نے میرے ساتھ ہمدردی میں نکاح کیا تھا۔انکل کو سارا سچ بتا کر جب وہ سب کو بتانے لگے تو نکاح والی بات چھپادی تاکہ زیادہ سوالات کے جواب نہ دینے پڑے اور سب غازیان کی مرضی سن کر ہی چپ کر جائیں۔تاثر سب پر یہی پڑے کہ غازیان نے مجھے پسند کیا ہے۔ہاتھ دھو کر وہ تولیا لٹکے سٹینڈ کی طرف بڑھی۔اچھا ہی ہوا جو سب کو نہیں بتایا۔کیونکہ لوگ ہمارے بارے میں جتنا کم جانیں اتنا ہی بہتر ہے اور اس کیلیئے اتنا بہت تھا کہ وہ دونوں سب کی رضامندی اور خوشی کے ساتھ ایک دوسرے سے رشتے میں بندھ رہے ہیں۔کیسے اور کیوں؟

یہ سوچیں اب اس کیلیئے معنی نہیں رکھتی تھیں۔بالآخر مسکرا کر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔جواب صاف نظر آرہے تھے۔پانی نے ان پر لگے تمام نشانات دھوڈالے تھے۔وہ نور کی طرف بڑھی جو اب ٹرالی میں ناشتہ سیٹ کررہی تھی۔

سورج غروب ہوا تو اس گھر پر شام کے سائے گہرے ہو گئے۔آسمان کی نیلگوں

روشنی میں لان میں کھلتی اس کھڑکی کا منظر بھی نیم اندھیر سا نظر آتا تھا۔ خلافِ معمول وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ لان کی لائٹ ابھی نہیں جلائی گئی تھی جس کی وجہ سے، اندر کھڑے دونوں نفس ٹھیک سے دیکھائی نہیں دے رہے تھے۔ باہر سے دیکھنے میں وہ کوئی دو ہیولے آمنے سامنے کھڑے نظر آتے تھے۔ چہرے کے خدوخال بھی واضح نہ تھے۔ دفعتاً ایک ہیولے کی آواز بلند ہوئی۔

”آپ کو واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا میرے ساتھ کچھ بھی ہو۔“

وہ بے بسی بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔ سامنے کھڑا ہیولا نفی میں سر ہلاتے ہوئے دو قدم آگے بڑھا۔

”ایسی بات نہیں ہے۔ لیکن میں اب کیا کر سکتا ہوں؟“

”آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کیا کر سکتے ہیں۔“

یک دم روشنی ہوئی اور منظر واضح ہوا۔ شاید کسی نے لان کی لائٹ چلائی تھی۔

کھڑکی میں سامنے زینب کھڑی دیکھائی دے رہی تھی۔ سفید شلوار قمیض پر سفید ہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دوپٹہ سر پر ٹکائے وہ سنجیدہ اور پُر امید دیکھائی دیتی تھی لیکن ہر گزرتے پل اس کی امید ڈگمگا رہی تھی۔ایان کا یہاں سے نیم رُخ دیکھائی دیتا تھا۔

"آپ کا کزن اور آپ کا بھائی سب کچھ جانتے تھے۔وہ لڑکا نشئی ہے۔ بار کلبز میں جاتا ہے۔لڑکیوں کے ساتھ۔۔"

بولتے ہوئے وہ رُکی۔ پھر سر جھٹکا۔اس نے کسی کے سامنے موحد کا نام نہیں لیا تھا۔ لیکن وانیہ سے بات کرنے کے بعد اس کی امید ختم ہوتی جا رہی تھی اس لئے اس نے ایان کو سب بتایا تھا۔

"میں کل چچا جان کو انکار کرنے والی تھی لیکن پتہ نہیں موحد بھائی اور منان بھائی نے کیا کہانی سب کو سنائی ہے۔میرا انکار ماننا تو در کنار وہ سب تو نکاح کی تیاریوں میں لگے ہیں۔"

"زینب میں تمھیں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن اب انویٹیشن کارڈز بٹ چکے ہیں۔ تم مجھے کچھ دن پہلے بتاتی، تاکہ میں تب ہی تایا جان سے بات کر لیتا۔ تم جانتی ہو خاندان میں

www.novelsclubb.com

کتنی بدنامی ہو گی۔"

ایان سب کچھ سننے کے بعد پہلے شاک میں رہا پھر بے بسی سے بولا۔

"آپ کا کہنے کا مطلب ہے۔میں سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے اس دلدل میں پھنس جاؤں؟"

زینب کے لہجے میں دکھ تھا۔ایان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں حیرت،دکھ،بے یقینی کیا کچھ نہ تھا۔بس اس نے آخری دفعہ ان آنکھوں میں دیکھا تھا۔زینب اور بھی کچھ کہہ رہی تھی لیکن وہ آنکھیں جیسے اس کے دماغ میں اٹک گئی تھیں۔وہ کہہ کر جاچکی تھی اور وہ وہیں صوفے پر بیٹھتا چلا گیا۔سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔موحد اور منان نے یہ اسے کس دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا وہ دونوں اس قدر بے حس بھی ہو سکتے ہیں۔لیکن وہ جانتا تھا،جیسا کہ زینب کہہ کر گئی تھی وہ کچھ نا کچھ کر سکتا تھا۔ہاں،زینب کو بچانے کیلئے وہ تایا جان سے بات کر سکتا تھا۔اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ رات کھانے کے بعد تایا کو موحد اور

www.novelsclubb.com

منان کی اس حرکت کا بتائے گا۔ باہر شام قطرہ قطرہ پگھل کر گہری رات میں بدل گئی تھی اور وہ اندر یونہی سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔

آج چھ سال بعد اپنے آفس میں کھڑے یہ رات ایسے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ اس نے سر اٹھا کر باتھ روم کے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس نے کل چھ برس بعد زینب کو باقاعدہ کسی تقریب میں دیکھا تھا۔

"میں نے چھ سال۔۔۔"

آئینے میں اپنی سُرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔

"چھ سال اپنی غلطی نہیں مانی۔ مجھے زینب سے ایک ہی شکوہ رہا۔ اس نے اس رات مجھے ساری بات بتائی لیکن اس نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ موحد اور منان نے اس کی ڈیل کی تھی۔ اسے بیچ دیا تھا۔۔" آخر میں اس کی آواز لڑکھڑائی۔

"شاید پھر میں اس کی زیادہ اچھے سے مدد کر سکتا لیکن یہ بات تو اس نے کسی کو بھی نہیں بتائی تھی۔ زینب نے طٰلحہ کے رشتے سے انکار موحد یا منان کی وجہ سے نہیں،

طلحہٰ کی اخلاقی خامیوں کی وجہ سے کیا تھا۔ کیونکہ۔۔۔"

وہ شلف کے کنارے تھامے تھوڑا آگے کو جھکا اور خود کلامی کے انداز میں بولا۔

"کیونکہ کسی لڑکی کیلئے یہ بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ بڑی امی یہ بات برداشت نہیں کر پائیں، تو زینب کیسے برداشت کر سکتی تھی۔ یہ کوئی عام بات نہیں تھی ایان۔ زینب میں اتنی سیلف ریسپیکٹ اور وقار تھا کہ اپنی عزت ایسے ہی کسی کے سامنے نہیں رکھ دینی۔ وہ اپنی عزت کی حفاظت کرنا جانتی تھی۔ اسی لئے وہ چاہتی تھی رشتے سے انکار بھی ہو جائے اور یہ بات بھی سب سے چھپی رہے۔ عام لڑکی کیلئے یہ بات، کوئی عام بات نہیں ہوتی۔ لیکن میں نے اس کی مدد کرنی چاہی تھی۔"

وہ جیسے وہاں کھڑا خود سے ہی لڑ رہا تھا۔ چند لمحے کیلئے وہ مناظر دوبارہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے۔ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے وہ ایک بار پھر اسی دن میں واپس چلا گیا۔

رات کے کھانے کے بعد وہ سیڑھیاں چڑھتا دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے زینب

اس سے بات کر کے گئی تھی اور اب وہ تایا جان سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

اس کا قدم آخری زینے پر تھا جب اس نے اسٹڈی کا دروازہ بند ہوتے دیکھا۔ وہ برق رفتاری سے اسٹڈی کے باہر پہنچا۔ اندر زینب تایا جان سے بات کر رہی تھی۔

اسے لگا تھا زینب تایا کو انکار کر دے گی۔ لیکن جب وہ یونہی اٹھ کر باہر آنے لگی تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹا۔ زینب باہر آ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی جب اس نے سر اٹھایا تو سامنے ایان کو کھڑا پایا۔ اسے دیکھتے ہی اس کے اندر غصہ بھر آیا۔ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ دو قدم آگے آئی۔

"مبارک ہو۔ خوش ہو جائیں آپ لوگ۔"

www.novelsclubb.com

وہ نفرت سے بولی۔

"بہت مدد مانگ لی میں نے آپ لوگوں کی۔ اب مزید نہیں۔ اب میں کچھ نہیں کروں گی۔ جو ہو رہا ہے ایسے ہی چلنے دوں گی۔ لیکن پھر۔۔"

وہ دو قدم مزید قریب آئی۔ ایان سانس روکے اسے سن رہا تھا۔

"جو ہوگا اس کے ذمہ دار آپ سب ہوں گے۔ یاد رکھئے گا۔"

آخر میں تنفر سے سر جھٹکتی وہ اس کے ساتھ سے نکل کر اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

ایان نے گہری سانس خارج کی اور تایا سے بات کرنے کا ارادہ ترک کر کے نیچے کی طرف بڑھا۔ کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا اور موبائل نکالا۔ معاملات اس کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اس کے چہرے پر صرف سنجیدگی تھی۔ وہ جانتا تھا اب زینب کے اس قدم کے بعد شاید ہی تایا اس کا اعتبار کریں۔ اس لئے وہ غازیان کو کال ملا رہا تھا۔ اسے مشورہ چاہیے تھا۔ موبائل کان سے لگا کر وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔ لیکن جلد ہی اطلاع ملی کہ آپ کا ملایا ہوا نمبر بند ہے۔ اس نے حیرت سے موبائل کان سے ہٹایا۔ صبح سے وہ گھر کے کاموں میں اتنا مصروف تھا کہ اس نے غازیان کو میسج ہی نہیں کیا تھا۔ اسے اس کے والد کی حالت کا بھی نہیں پتہ تھا۔

اس نے واٹس ایپ پر میسج بھیجا لیکن نیٹ آف تھا۔ اُف۔۔

"غازیان، زینب مشکل میں ہے۔ دو دن چھوڑ کر جمعے کو اس کا نکاح ہے۔ جیسے ہی

www.novelsclubb.com

فری ہو جاؤ۔مجھے کال کرو۔"

وائس نوٹ بھیج کر وہ وہیں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔اسے اندازہ نہیں ہوا کتنا وقت گزرا ہے۔بس وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے غازیان کے میسج کا انتظار کئے گیا۔نیٹ بدستور آف تھا اور نمبر بھی بند جا رہا تھا۔قریباً تین بجے وہ کچھ سوچ کر اٹھا۔دبے قدموں باہر آیا اور لاؤنج کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔وہ جانتا تھا زینب اس وقت جاگ رہی ہو گی۔وہ اسے بتا دے گا کہ وہ تایا سے بات کرنے کیلئے تیار ہے لیکن وہ بھی اپنے لئے اس کے ساتھ کھڑی ہو گی۔خود تایا کو موحد اور منان کی اصلیت بتائے۔اس موقع پر صرف زینب کی اپنی بات قابل بھروسہ مانی جاتی۔وہ یہ سوچتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔چند لمحے بعد وہ زینب کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔گہری سانس لے کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔جواب ندارد۔اس نے چند بار مزید دستک دی۔یک دم اس کے دل میں عجیب سے واہمے سر اٹھانے لگے۔اگر زینب نے کچھ غلط کر لیا؟

www.novelsclubb.com

"نہیں۔۔"

اس نے زور سے اپنے ہی خیال کی نفی کی تھی۔

"زینب۔۔"

اب کی بار اس نے کھٹکھٹانے کے ساتھ آہستہ آواز میں پکارا بھی تھا۔البتہ اب اس کے ہاتھ میں لرزش تھی۔چند لمحے بعد اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے خود ہی دروازہ کھولا۔دروازہ کھلا تو اندر کا منظر واضح ہوا۔کھڑکی سے آتی چاند کی مدھم روشنی میں کمرہ خاموشی میں گھرا ہوا تھا۔ایان کو کچھ غلط ہوا محسوس ہوا۔لیکن اس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر بتیاں جلائی۔اگلے ہی لمحے کمرہ روشنیوں میں نہا گیا۔پھر وہ محتاط سا بولا۔

www.novelsclubb.com

"زینب، تم اندر ہو۔۔"

وہ واش روم کی طرف بڑھا لیکن لائٹ آف دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا۔پھر وہ لمحے بھر کا انتظار کیئے بغیر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔ڈریسنگ الماری کے اندر کا

منظر دیکھ کر اس کے بدترین خدشات کی تصدیق ہو گئی۔ وہاں سے تمام ہینگرز غائب تھے۔ وہ جلدی سے باہر آیا۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل دنوں طرف سے خالی تھیں۔ وہ بھاگتا ہوا بالکونی میں آیا اور منڈیر پر ہاتھ رکھے باہر جھانکا۔ چونکہ گھر کونے والا تھا تو ایک طرف گلی اور دوسری طرف ان کے گھر کا لان تھا۔ زینب کے کمرے کی بالکونی گلی کی جانب تھی۔

گلی میں مدھم چاند کی روشنی کے سوا کوئی بندہ بشر دیکھائی نہ دیتا تھا۔ ہر طرف سکوت تھا۔ ایان کے حواس باختہ ہو چکے تھے۔ اس نے موبائل نکالا اور زینب کا نمبر ملایا۔ لیکن فون بند جا رہا تھا۔ اس نے دیوانہ وار وہی نمبر کتنی بار ملایا۔ نتیجہ وہی رہا۔ دفعتاً اسکرین پر 'غازیان کالنگ' لکھا جگمگایا۔ اس نے جلدی سے لرزتے ہاتھوں سے کال ریسیو کی۔

"سوری وہ کچھ۔۔۔"

آگے سے وہ تھکے ہوئے لہجے میں کچھ کہنے ہی والا تھا جب ایان اس کی سنے بغیر جلدی

سے بولا۔

"غازیان، زینب کمرے میں نہیں ہے۔اتنی رات گئے وہ کہاں جاسکتی ہے۔"

"کیا مطلب، دیکھو گھر میں ہی کہیں ہو گی۔"

دوسری طرف وہ ٹھٹھکا تھا۔ساری تھکن ہوا ہوئی تھی۔

"لیکن وہ اس وقت کمرے سے کہاں جاسکتی ہے۔"

ہلکی آواز میں کہتے ہوئے اب وہ دبے قدموں کمرے سے باہر آیا اور چھت کا رُخ کیا۔وہ جذبات میں آکر معاملہ کو خراب نہیں کرسکتا تھا۔اس لئے غازیان کی کال آنے پر فوراً ہی ڈھیلا پڑ گیا۔دوسری طرف وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"گھر میں کوئی بات ہوئی تھی؟اور یہ تمھارے میسج کا کیا مطلب تھا؟"

"وہ سہی تھا۔زینب کا دودن بعد نکاح ہے۔تم کال کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟"

چھت دیکھنے کے بعد وہ اب دوسرے پورشن میں آگیا تھا۔تمام کمروں کے دروازے بند دیکھ کر وہ گراؤنڈ فلور کی طرف جاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔نیچے

www.novelsclubb.com

آکر وہ احتیاط سے کچن میں آیا۔ایک ہاتھ سے موبائل کان کو لگائے اس کو بھی سن رہا تھا۔

"بس کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔بیٹری ڈیڈ تھی۔ابھی گھر آیا ہوں تو موبائل آن کر کے سب سے پہلے تمھارا میسج دیکھا تو تمھیں فون کیا۔"

"کیا ہوا تھا۔سب خیریت۔۔"

ایان نے استفسار کیا تھا۔وہ اب کچن دیکھنے کے بعد لاؤنج میں آ گیا تھا۔ہر طرف خاموشی اور اندھیرا تھا۔گھر کا ہر فرد جلدی سونے کا عادی تھا۔

"اسے چھوڑو۔یہ بتاؤ گھر میں کیا ہوا تھا؟"

"ہاں کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔زینب کے نکاح کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی۔وہ کافی اشتعال میں تھی۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔نکاح؟یقیناً زینب نہیں مانی ہو گی۔"

(یہ وہ وقت تھا جب ابھی ایان کو بھی زینب اور غازیان کے نکاح کا علم نہیں تھا۔)

"ہاں، وہ نہیں مانی۔ وہ میرے پاس مدد کیلیئے آئی تھی بلکہ سب کے پاس گئی تھی۔ لیکن کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔ یقیناً اب وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ اوہ میرے خدا۔ اب کیا کرنا ہے؟"

باہر لان میں دیکھنے کے بعد بالآخر اسے یقین ہو گیا تو اس نے جھولے پر بیٹھتے ہوئے تکان سے کہا۔ وہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچنے والے۔ اور اب جیسے حالات تھے وہ کوئی شدید ردِ عمل بھی نہیں دے سکتے تھے۔ اس لئے جلد ہی اس بات کو قبول کر کے اب آگے کا سوچ رہے تھے۔ گہری مہیب رات میں چاند کی مدھم روشنی لان میں بکھری ہوئی تھی۔

'اب فلحال ہمیں کچھ نہیں کرنا۔ صرف زینب ہی ہے جو ہمیں خود ہی اپنی لوکیشن بتا سکتی ہے۔"

"اور وہ ایسا کیوں کرے گی۔"

ایان نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ رات کے اس پہر غازیان بھی عجیب بہکی بہکی

www.novelsclubb.com

باتیں کر رہا تھا۔

"وہ نہیں، اس کا موبائل کرے گا۔ وہ موبائل آن کرے گی تو مجھے اس کی لوکیشن خود بہ خود شو ہو جائے گی۔ کچھ دیر انتظار کرتے ہیں۔"

دوسری طرف وہ بظاہر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا لیکن ایان سے اس کے لہجے کی فکر مخفی نہیں رہی تھی۔ وہ رات اس نے وہیں باہر لان کے جھولے پر بیٹھے بیٹھے گزاری تھی۔ اندھیری رات نے دم توڑا تو ہلکی سفیدی آسمان پر پھیل گئی۔ ہلکی ٹھنڈی ہوا لان کے پتوں پر سے سرسراتے ہوئے گزر رہی تھی۔ وہ یونہی بیٹھا ہوا تھا جب فون کی گھنٹی بجی۔ وہ چونکا۔ پھر جلدی سے موبائل نکالا۔

www.novelsclubb.com

"کچھ پتہ چلا زینب کا؟" رابطہ ملتے ہی وہ بولا۔

"ہاں، اس نے فون آن کیا ہے۔ وہ اس شہر میں نہیں ہے۔ اس کی لوکیشن مظفر گڑھ سے شو ہو رہی ہے۔ میں وہاں جانے کیلئے نکل رہا ہوں۔"

ایان کو اس کے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ وہ فوراً کھڑا ہوا۔

"مجھے بھی پِک کرلو۔میں بھی ساتھ چلوں گا۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔تم کہیں نہیں جا رہے۔"

"کیوں؟"

"دیکھو ایان۔۔"

دوسری طرف غازیان نے گہری سانس لی پھر سنجیدگی سے کہنے لگا۔

"اگر زینب نے گھر چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا تو اس سے صاف واضح ہے وہ اس گھر کے کسی فرد سے تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔وہ اس وقت اکیلی ہے اور اسے مدد کی ضرورت ہے،خواہ وہ جتنا مرضی انکار کرے۔میں نہیں چاہتا تم میرے ساتھ جاؤ اور وہ مجھ سے بھی احتراز برتے۔یاد رکھو وہ ہماری دوستی کے بارے میں ابھی تک نہیں جانتی۔"

وہ کہہ رہا تھا اور ایان آہستہ سے دوبارہ جھولے پر بیٹھ گیا۔اس نے آنکھیں میچ لیں۔ دوسرے ہاتھ سے کنپٹی کو مسلا۔اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔اس نے اس نہج پر نہیں

www.novelsclubb.com

سوچا تھا۔

"اور ویسے بھی صبح ہونے والی ہے۔گھر کے افراد تم دونوں کو اکٹھا گھر میں نہ دیکھ کر شک میں پڑ سکتے ہیں اور تم جانتے ہو ہم اس وقت یہ افوارڈ نہیں کر سکتے۔"

چند لمحے بعد جب غازیان کا فون بند ہوا تو ایان نے دوبارہ زینب کو کال ملائی۔اب کال جا رہی تھی۔ لیکن کال کاٹ دی گئی۔ایان نے بے چینی سے دوبارہ نمبر ملایا لیکن اب کی بار موبائل دوبارہ آف تھا۔ایان نے تھک کر سر دونوں ہاتھوں میں گرالیا۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا۔وہ چاہنے کے باوجود بھی کچھ کر نہیں پارہا تھا۔

برسوں بعد اس وقت وہ اپنے آفس میں آئینے کے سامنے کھڑا سوچ رہا تھا کہ اس سب میں وہ کتنے فیصد صحیح ہے اور کتنے فیصد غلط۔سر جھٹکتے ہوئے اس نے جیب سے فون نکال کر اسکرین آن کی۔ پھر چند کلکس کر کے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔"

خاموش باتھ روم میں ریسیور سے آنے والی آواز گونجی۔

www.novelsclubb.com

”ہاں منان، وہ میں نے کہنا تھا کہ ، میں نے کچھ پیسے تمھارے بنک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروائے ہیں۔تائی جان کی بیماری سے متعلق تمام اخراجات اس میں سے ادا کرتے رہو۔“

بات کرتے ہوئے نجانے خود بہ خود اس کی آواز سرد ہو گئی۔

”میں کچھ دیر میں ہوسپیٹل آتا ہوں۔پھر بات ہو گی۔خدا حافظ !“

اپنی سنا کر، دوسرے کی سنے بغیر اس نے کھٹاک سے کال کاٹ دی۔پھر وہ واش بیسن پر جھکا، ہاتھوں کا پیالہ بنا کر نل کے نیچے کیا۔پانی کی تیز دھار اس کٹورے کو بھرنے لگی۔دو، تین دفعہ پانی کی چھینٹے منہ پر مارنے کے بعد، اس نے سیدھا ہوتے ہوئے اپنے کوٹ کا بٹن بند کیا اور شلف سے موبائل اٹھا کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

\-----------

شام شہرِ ملتان پر اتری تو ٹھنڈی ہواؤں نے موسم کا استقبال کیا۔کل کی طرح آج بھی آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔کالے بادل تیز بارش کی پیش گوئی کرنے کیلئے

www.novelsclubb.com

کافی تھے۔ایسے میں جہاں بہت سے لوگ موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے وہیں ہسپتالوں میں نفسا نفسی کا عالم تھا۔اس مصروف شہراہ پر واقع یہ ہسپتال کی عمارت اپنے پورے قد سے کھڑی تھی۔ عمارت کے باہر ہسپتال کے احاطے میں دائیں طرف پارکنگ ایریا کے قریب وہ تینوں کھڑے تھے۔

"شکریہ غازیان، آنے کیلئے۔"

وہ بہت ممنونیت سے سر جھکا کر کہہ رہا تھا۔غازیان نے نظر اٹھا کر ان دونوں کو دیکھا۔ پچھلے کچھ سالوں میں ان دونوں کی ظاہری حالت کے ساتھ ساتھ ذہنی حالت میں بھی بہت فرق آگیا تھا۔ موحد رف سی ٹی، شرٹ اور جینز پہنے جھکے کندھے لئے کھڑا تھا۔ آنکھوں میں ایک عجیب سوگوار پن تھا۔اس کے برعکس منان چہرے پر بشاشت لانے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔

"شکریہ کی ضرورت نہیں۔ وہ زینب کی چچی ہیں اور میرا ان کی عیادت کرنا بنتا ہے۔"

غازیان نے بھی سنجیدگی کے ساتھ رشتہ واضح کر دیا تھا۔ فضا میں یک دم آکسیجن کی کمی سی محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی جواب دیتا ایان ہاتھ میں چند کاغذ اٹھائے موحد کو پکارتا ان کے قریب آرکا۔

"موحد یہ بڑی امی کی کچھ دوائیاں ہیں۔ میری ابھی ڈاکٹر سے بات ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چچی کی طبیعت فلحال بہتر نہیں ہے۔ انہیں یہ میڈیسن ریگولر دینی ہے۔ شاید کوئی بہتری آجائے۔"

کہنے کے ساتھ اس نے چند کاغذ موحد کو پکڑائے اور غازیان کی طرف مڑا۔

"چلیں پھر۔۔"

"ہاں چلو، میں تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

کہتے ہوئے وہ ایان کو ساتھ لئے مڑنے ہی لگا تھا جب موحد کی آواز پر دونوں کے قدم رُکے۔

"کیسی ہے اب وہ؟"

سوال پر غازیان چونک کر پورا اس کی طرف پلٹا۔ایان بھی رُک کر موحد کو دیکھنے لگا۔

”میں نے زینب کے بارے میں پوچھا ہے۔“

ان دونوں کے یوں دیکھنے پر موحد نے اپنی بات دہرائی۔اس سے پہلے کہ غازیان کچھ کہتا ایان دو قدم آگے بڑھا اور موحد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔

”میری اطلاعات کے مطابق چھ سال پہلے ،آخری ملاقات تک تم اس کو صرف بُرے حال میں دیکھنا چاہتے تھے۔اس لئے وہ اب جیسی بھی ہے تمھیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔جا کر چچی کا دھیان رکھو۔میں انہیں بھی نہیں کھونا چاہتا۔“

”ایان۔۔۔“

منان نے اسے تنبیہی انداز میں ٹوکنا چاہا لیکن اس نے درشتی سے موحد کی آنکھوں

میں ہی دیکھتے ہوئے منان کی بات کاٹی۔

"تمھیں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جانتا ہوں تم دونوں کو کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ کیونکہ۔۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔

"ہمارے ہاں اپنوں کی موت میں قدرت سے زیادہ ہمارے اپنوں کا ہی ہاتھ ہوتا ہے۔ چاہے وہ قبر تک پہنچانا ہو یا زندہ لاش بنانا ہو۔ کافی عرصے بعد میں یہ بات جان پایا ہوں۔"

کہہ کر وہ مڑا اور غازیان کو بازو سے پکڑتے ہوئے پارکنگ ایریا کی طرف لے گیا۔

پیچھے موحد شل کھڑا رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ چمکا تھا اور منان نے اس سارے میں پہلی دفعہ اپنا سر جھکایا تھا۔

"ان کو ذرا شرم نہیں آتی۔ اُس کی زندگی میں اتنی تباہی مچا کر پوچھتے ہیں کہ کیسی ہے اب وہ؟"

وہ مسلسل انہیں کوستے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔ غازیان نے بھی ایک خاموش

www.novelsclubb.com

نظراس پرڈال کرڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔

”مجھے تو صبح سے سوچ سوچ کر غصہ آرہا ہے۔شرم آئے گی اب مجھے ان دونوں سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے۔بلڈی۔۔“

”انف ایان۔“

انگیشن میں چابی ڈالتے ہوئے غازیان نے سختی سے ٹوکا۔

”ان میں سے ایک بھائی ہے تمھارا اور دوسرا کزن۔رشتوں کا خیال رکھ کر الفاظ ادا کرو۔“

”انہوں نے جیسے رشتوں کا بڑا حق ادا کیا ہے۔“

سر جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے وہ خفا سا بولا تھا۔

”ہاں،تم ان کی برابری کرلو۔پھر تم میں اور ان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔“

جواباً وہ خاموش رہا۔وہ اس بات پر بحث کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔اس نے ڈش بورڈ سے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے اسکرین آن کی۔اگلے چند لمحے گاڑی خاموشی سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اپنے سفر پر رواں دواں رہی۔ پھر اسے مصروف پا کر غازیان کھنکھارا۔

"ویسے تمھیں اُس سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ پہلے ہی مینٹلی کافی ڈسٹرب لگ رہا تھا اور۔۔"

"نو مور غازیان۔"

اس نے اکتا کر اس کی بات کاٹی اور موبائل بند کیا۔

"میں مزید اخلاقی لیکچر سننے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

پھر یک دن جیسے کچھ یاد آنے پر بولا۔

"اینی وے پرسوں آنٹی لوگ آرہے ہیں نہ۔ پھر کب ملوا رہے ہو مجھے زینب سے۔"

"ابھی نہیں، پہلے اپنا دماغ درست کرو۔ جیسی اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔ ایویں کوئی کانٹ کروگے۔"

غازیان نے سنتے ہی انکار کر دیا۔ پھر اس نے کار کا موڑ کاٹا۔ ایان نے حیرت سے

اسے دیکھا۔

”غازیان، آریواوکے؟ یہ تم ہی بول رہے ہو نا۔“

”یار تم سب بھول کیوں جاتے ہو۔رائٹر ہونے کے ساتھ ساتھ میں ایک پنجابی فیملی سے بھی تعلق رکھتا ہوں۔میری باتوں میں اس طرح کے الفاظ خود بہ خود آجاتے ہیں۔“

اس نے زچ ہو کر کہا۔وہ سب چاہتے تھے وہ بس شریفوں والی زبان استعمال کرے۔جب بھی وہ کوئی ایسا ویسا لفظ بولتا تھا وہیں اس کی پکڑ ہو جاتی تھی۔پتہ نہیں وہ سب یہ کیوں نہیں سمجھتے تھے کہ آبائی زبان کا کچھ تو اثر ہونا تھا نہ۔

”اچھا وہ سب چھوڑو۔ہم زینب کی بات کر رہے تھے۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔تم مجھے آج۔۔نہیں بلکہ ابھی لے چلو۔کل اس سے بات کی تو اس کے پاس سوچنے کے لئے صرف ایک دن ہو گا اور جذبات میں آکر وہ کوئی غلط فیصلہ ہی نہ کر لے۔آج بات کی تو کم از کم اسے سوچنے کیلئے دو دن کا وقت تو ملے گا۔“

www.novelsclubb.com

وہ ایک دم سے کافی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ موحد اور منان کا غصہ جیسے زینب کے موضوع نے دبا دیا تھا۔ اس کی بات میں کافی دم تھا۔ غازیان بھی سوچ میں پڑ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ایان کی پریشانی کے دنوں میں وہ اس پر زخرف سے ملاقات کا زور ڈالے لیکن اب وقت بھی کافی کم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایان کچھ غلط نہیں ہونے دے گا لیکن۔۔۔اس نے ایک نظر ایان کو دیکھا جو منتظر نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ایک لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں۔

"آر یو شیور؟ کچھ غلط نہیں ہو گا؟"

"بھروسہ رکھو، نہیں ہو گا۔"

اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیا۔ جواباً غازیان نے گہری سانس لے کر گاڑی زخرف کے گھر کو جاتے روڈ پر ڈالی۔

"یہاں سے کتنا دور ہے تم دونوں کا گھر؟"

اب وہ سفید شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے تمھیں پتہ نہیں ہے۔ خیر بس پانچ منٹ اور لگے گے۔"

جواباً وہ ہلکا سا ہنس کر سر جھٹکتے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ ذہنی رویک دم ہی بدل گئی تھی۔ پانچ سالوں کا سفر تھا یاں پانچ منٹ کا۔ وہ اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے، موحد اور منان پر غصہ جیسے اب کہیں دور جا سویا تھا۔ ان چھ سالوں میں چند ایک بار زینب کو دیکھنے کے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے۔

کیسے اس نے اُس صبح غازیان کو اکیلے جانے دیا اور اگلے کچھ دن گھر والوں کے منہ سے وہ الفاظ سنے۔ چند ایک بار زینب کی ملتان واپسی کے بعد اس نے اسے ہوسپیٹل میں بھی دیکھا تھا۔۔۔

دوسری طرف غازیان خود کو زخرف کے ہر متوقع ردِ عمل کیلئے تیار کر رہا تھا۔ گو کہ اسے امید یہی تھی کہ زخرف زیادہ مشتعل نہیں ہو گی لیکن پھر بھی چاہنے کے باوجود وہ زخرف کے ردِ عمل کا کوئی مکمل نقشہ کھینچ نہیں پا رہا تھا۔ جب ان کی گاڑی

www.novelsclubb.com

زخرف کے گھر کے باہر رُکی اس وقت تین بجے کا وقت تھا۔گاڑی روک کر اس نے ایان کی طرف چہرہ موڑا جو اپنا کوٹ پچھلی سیٹ پر رکھ رہا تھا۔سیدھا ہوتے ہوئے اس کی نظر غازیان پر پڑی تو ٹھٹھکا۔

"کیا ہوا۔۔؟"

"کچھ نہیں۔چلو۔۔"

سر جھٹک کر وہ دروازے کھولنے لگا۔ایان بھی کندھے اچکا کر باہر آیا۔گاڑی آج اس نے گھر کے باہر ہی پارک کر دی تھی۔باہر نکل کر اس نے ایک طائرانہ نگاہ اس ایک منزلہ گھر پر ڈالی۔بلاشبہ وہ ایک خوبصورت گھر تھا۔غازیان آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے لگا۔ایان نے سر جھٹک کر ایک دفعہ اپنے حلیے پر نظر ڈالی۔بلیک ڈریس پینٹ پر سفید شرٹ پہن رکھی تھی،جس کے آستین کہنیوں تک موڑے ہوئے تھے۔کوٹ ندارد تھا۔غازیان کے پیچھے وہ اس گھر میں داخل ہوا۔اپنے پیچھے وہ دروازہ بند کر کے مڑا تو دیکھا غازیان پتھریلی روش پر راہداری میں آگے بڑھ رہا

www.novelsclubb.com

تھا۔اس نے گردن دائیں طرف موڑی تو وہاں ایک سیاہ کار کھڑی تھی۔ بائیں طرف ایک چھوٹا سالان تھا۔وہ مخالف سمت کونے میں کھڑی تھی۔وہ یہاں سے اس کی پشت دیکھ سکتا تھا۔

لمبے سیاہ بالوں کی پونی ٹیل اس کی پشت پر جھول رہی تھی۔سفید شلوار قمیض میں ملبوس وہ سر کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہلاتی۔یہاں سے واضح نہ تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔وہ بھی پتھریلی روش پر آگے بڑھنے لگا۔وہ دیکھ سکتا تھا کہ غازیان جب اس کے قریب پہنچا تو آہٹ پر وہ چونک کر پلٹی۔جیسے اسے یقین تھا کہ صرف غازیان ہی ہو گا۔وہ سامنے سے ہٹی تو منظر واضح ہوا۔پیچھے اسٹینڈ کے سہارے کینوس ٹکا تھا۔ سفید پیپر پر کچھ رنگ بکھرے تھے لیکن کوئی تصویر مکمل نہیں لگتی تھی۔غازیان کو دیکھ کر اس نے پینٹ برش ساتھ رکھی چھوٹی میز پر رکھا اور آگے بڑھ کر جھولے پر رکھا اپنا ڈوپٹہ اٹھانے لگی۔

ایان لان کے ایک کونے پر کھڑا ہو گیا۔وہ دیکھ سکتا تھا کہ زخرف اب مسکرا کر

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کینوس کی طرف اشارہ کر کے غازیان سے کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ ابھی بھی اس کی موجودگی سے انجان لگتی تھی۔ ہوا کے باعث دو لٹیں اڑا کر اس کے چہرے کو بھی چھو رہی تھیں۔ جنہیں وہ ہاتھ سے پیچھے کرتی۔ اس کے چہرے پر کچھ جگہ مختلف رنگ بھی لگے تھے۔ اسے دیکھتے ہوئے ایان کو ارد گرد کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

بیک وقت کچھ مختلف آوازیں اس کے کانوں میں گونجی۔

"ایان بھائی، مجھے شانزے کی طرف ڈراپ کر دیں۔"

وہ اپنی بریسلیٹ میں الجھے ڈوپٹے کو چھڑوانے کی کوشش کرتی کہہ رہی تھی۔

"ایان بھائی، آپ ہمیشہ میرے ساتھ چیٹنگ کرتے ہیں۔ میں اگلی بار آپ کے ساتھ نہیں بیٹھوں گی۔"

"دیکھیئے گا۔ اس بار آپ میرا ڈئیر پورا نہیں کر پائیں گے۔"

"ایان بھائی، جنہیں ہم سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں وہ جلدی کیوں چلے جاتے ہیں؟"

خالد صاحب کی وفات کے بعد جب اس نے زینب سے بات کرنی چاہی تو وہ بس یہی بات دہرا رہی تھی۔

"کیا آپ کو کسی نے بتایا نہیں کہ لڑکیوں سے رشتے کے معاملے میں رضامندی نہیں پوچھی جاتی۔"

وہ تلخ لہجہ۔

"آپ کا کزن اور آپ کا بھائی سب جانتے ہیں۔ وہ لڑکا نشئی ہے۔"

ایان نے سر جھٹک کر تمام آوازوں کو دور بھگانا چاہا۔ وہ دماغ کو حاضر رکھنا چاہتا تھا لیکن اسے دیکھتے ہی بہت سی پرانی باتیں یاد آئی تھیں۔ اس نے دیکھا غازیان اب اس کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہہ رہا تھا اور تبھی۔۔۔

اس سب میں پہلی بار کسی تیسرے کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے زخرف نے گردن موڑی۔ اس کی نظر ایان پر پڑی تو پلٹنا ہی بھول گئی۔ وہ جیسے اتنی دور سے بھی اسے صرف ایک نظر دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔ اب ایان نے قدم آگے بڑھائے۔

www.novelsclubb.com

جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا اس نے دیکھا۔زخرف کے چہرے پر سُرخی پھیلتی جا رہی تھی۔اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔آنکھوں میں گلابی لکیریں بھی ابھری تھیں۔قریب پہنچنے پر اس نے اپنے لب وا کئے۔

"اسلام علیکم!"

گفتگو کا پہلا اصول۔

"وعلیکم اسلام!"

اس نے بڑے ضبط سے جواب دیا۔ضبط کی وجہ سے آنکھوں میں نمی بھی ابھری دیکھائی دی۔وہ کسی تیسرے کے سامنے غازیان سے لڑ نہیں سکتی تھی۔اس لئے کمالِ ضبط سے کھڑی رہی۔دونوں ہاتھوں کو سختی سے ایک دوسرے میں بھینچے اس نے سر جھکا کر آنکھوں کی نمی اندر اتاری۔ایان نے اسے ایزی ہونے میں مدد دی۔

"کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں؟"

اب کی بار اس نے چہرہ اٹھایا تو مطلع صاف تھا اور وہ بہت سنبھل گئی تھی۔ حال تو ایان کا بھی اس سے مختلف نہ تھا۔ کیا پتہ وہ کوئی چیز ہی اٹھا کر دے مارے۔ اب زخرف سے کوئی بعید نہیں تھی۔ لیکن وہ خود کو کمپوز کئے ہوئے تھا البتہ اسے زخرف کے چہرے پر واضح حیرت کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ جسے وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے یہ سب واقعی اس کی توقع کے برعکس تھا۔

"میں بھی ٹھیک۔ دراصل مجھے تم سے بات کرنی تھی۔ بتایا ہوگا غازیان نے تمھیں۔"

ساتھ ہی اس نے غازیان کو دیکھا۔ جیسے اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں۔ زخرف نے اب غازیان کی طرف گردن موڑی اور شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔

"نہیں، غازیان ہر بات مجھے نہیں بتایا کرتا۔ شاید آپ۔۔"

پھر اس نے لاعلمی سے غازیان اور ایان کی طرف اشارہ کیا۔ جسے سمجھتے ہوئے ایان

www.novelsclubb.com

جلدی سے بولا۔

"وہ، یہ دوست ہے میرا۔"

"ہاں، شاید آپ دوست ہیں اس لئے آپ کو بتایا ہو۔"

پُر شکوہ لہجے میں اس نے بات مکمل کی۔

"آہم آہم۔۔"

اس سب میں غازیان پہلی بار کھنکھارا۔زخرف سے نظریں بھی چرائیں۔

"میرا خیال ہے۔ ہمیں اندر لاؤنج میں بیٹھ کر بات کرنی چاہیے۔"

"ہاں ضرور۔۔"زخرف نے تائید کی

۔غازیان نے اندر کی طرف اشارہ کیا۔ایان آگے بڑھا۔غازیان بھی نظر بچاتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لیا۔زخرف اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔جب وہ دونوں اندر چلے گئے تو کب سے خود پر ضبط کئے کھڑی زخرف لڑکھڑائی۔اس نے کینوس پر ہاتھ رکھ کر خود کو سہارا دیا۔چند گہری سانسیں لے کر اس نے خود کو نارمل کرنا چاہا لیکن

گال خود بہ خود گیلے ہوتے محسوس ہوئے۔

"غازیان اور ایان بھائی؟"

"لیکن غازیان انہیں جانتا تھا یہ میری فیملی سے ہیں۔ پھر؟"

"کیا غازیان انہیں نکاح سے پہلے سے جانتا تھا؟"

اس کے ذہن میں بیک وقت بہت سے سوالات اٹھے لیکن وہ جانتی تھی جب تک اندر نا گئی اسے، اس کے سوالوں کے جواب نہیں ملنے تھے۔اس لئے اس نے بامشکل خود کو نارمل کیا۔ گال رگڑے۔ ڈوپٹہ ٹھیک کیا اور اندر کی طرف بڑھی۔ چہرے پر رنگوں کے نشان ابھی بھی موجود تھے۔

www.novelsclubb.com

لاؤنج کی فضا میں تناؤ سا محسوس ہوا۔ عجیب ایک سرد مہر سا ماحول تھا۔ ان کے چہروں کو دیکھ کر ایسے لگتا تھا جیسے آکسیجن کی شدید کمی ہے۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔ لیکن زینب اب پہلے سے بہتر ہو چکی تھی۔ دفعتاً زینب سنجیدگی سے

صوفے پر ذرا آگے ہوتے ہوئے بولی۔

"جی بولیں۔آپ کو کیا بات کرنی تھی؟"

یہ سوال کرتے ہوئے زینب نہیں جانتی تھی کہ جواب بہت لمبا ہونے والا تھا۔ایان جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔اس نے ایک نظر زینب کے چہرے کو دیکھا جہاں اب صرف سنجیدگی تھی۔یقیناً وہ اپنے بہت سے تاثرات چھپا چکی تھی۔ بالآخر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مجھے پتہ ہے تم مجھے اور غازیان کو ساتھ دیکھ کر حیران ہو گی لیکن۔۔"

وہ زینب کے تاثرات دیکھ کر رُکا جس کی گردن میں گلٹی سی ابھری تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں تمھیں یہی بتانے آیا ہوں کہ میں اور غازیان تقریباً پندرہ سال سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔تم نے اسے پہچانا نہیں۔ورنہ بڑے ابو کی وفات سے پہلے چند ایک دفعہ یہ گھر آیا تھا۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ پھر رُکا تھا اور زینب کے تاثرات دیکھے۔جہاں توقع کے عین

مطابق وہ جیسے سکتے میں آگئی تھی۔اس نے شاکی نظروں کا رُخ پھیر کر غازیان کو دیکھا۔غازیان نے نظریں نہیں چُرائیں۔اب سامنا کرنے کا وقت تھا۔زینب کی آنکھوں میں حیرانی اور بے یقینی کے ساتھ بہت سے جذبے تھے۔

"تمھاری زندگی کے بہت سے لمحے جن میں تمھیں لگتا تھا کہ تم اکیلی ہو یا غازیان تمھارے ساتھ ہے تو اس میں ایک شخص کا اضافہ کرلو۔میں تمھاری زندگی کا ہر فیصلہ جانتا تھا۔سوائے تم دونوں کے نکاح کے۔۔"

کچھ دیر کیلئے موجودہ دن سے بارہ سال پیچھے چلتے ہیں:

وہ ایک ہنستی مسکراتی خوشگوار سی شام تھی۔ہلکی ٹھنڈی ہوا لان میں ٹہلتے ہوئے لوگوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔ایسے میں وہ لان میں ایک طرف آمنے سامنے کھڑے تھے۔غازیان مسکراتے ہوئے اپنے سیکنڈ ائیر رزلٹ کے مارکس بتا رہا تھا۔ وہ اس وقت ایک ٹین ایجر سا لڑکا تھا۔موجودہ دن کے مقابلے میں کافی دبلا پتلا اور قد میں ابھی چھوٹا تھا۔ایان بُرے موڈ کے ساتھ سن رہا تھا کیونکہ اس بار پھر اس

www.novelsclubb.com

کے غازیان سے پورے پینتیس نمبر کم آئے تھے۔

"بس اب دل چھوٹا مت کرو۔ میتھس کے دس نمبر، انگلش میں ایڈیمنز کے پانچ نمبر اور اُردو میں تھوڑے نمبر اور آجاتے تو تمھارے بھی میرے۔۔"

وہ جو ہاتھ ہلا ہلا کر بات کر رہا تھا۔ اچانک اوپر نظر پڑی تو زبان کو بریک لگا۔ چلتے ہوئے ہاتھ بھی رُکے۔ وہ بس ٹکٹکی باندھے اوپر دیکھے گیا۔ چند لمحے بعد ایان کھنکھارا۔

"غازیان شرم کرو۔ میرے ہی گھر میں کھڑے ہو کر میری ہی کزن کو گھوری جا رہے ہو۔"

غازیان زرا کھسیانا سا ہو گیا۔ اس نے کان کھجاتے ہوئے نظروں کا رُخ ایان کی طرف موڑا۔

"وہ بالکونی میں بڑے ابو کے ساتھ کھڑی ہے۔ وہ تو شکر ہے رُخ دوسری طرف کا ہے۔ ورنہ ان کی زرا بھی تم پر نظر پڑی تو تمھاری خیر نہیں۔"

www.novelsclubb.com

”کوئی بات نہیں۔ وہ جانتے ہیں میں شریف بچہ ہوں اور تمھارا تو رُخ بھی ادھر نہیں ہے۔ تمھیں کیسے پتہ وہ اوپر ہی کھڑی ہے۔“

”اچھا اچھا بس، اب بات نہیں بدلو اور ویسے بھی۔۔“

ایان نے اس کی گردن میں بازو ڈالتے ہوئے بات کا رُخ بدلا اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں لان میں چلنے لگے۔ وہ ان چند ملاقاتوں میں سے ایک ملاقات تھی جو ان کے گھر ہوئی تھی۔

اس واقعے کے چند دن بعد جب ایان کی غازیان سے ملاقات ہوئی تو وہ دونوں ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔ لنچ کا وقت تھا۔ معمول کے مطابق اس وقت ہر طرف گہما گہمی تھی۔ وہ دونوں سنجیدہ چہرے کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ غازیان کے سامنے کافی کا ان چھوا کپ رکھا ہوا تھا۔ جبکہ ایان وقفے وقفے سے اپنے سامنے رکھے کپ سے چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

”میں واقعی سنجیدہ ہوں۔ میں اس کی ہر طرح کی ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہوں۔ تم

اس معاملے میں کیا کر سکتے ہو؟"

ایان نے اپنے کپ سے آخری گھونٹ بھرا اور گہری سانس لے کر غازیان کو دیکھا۔

"اگر تم واقعی اس کے معاملے میں سیریئس ہو تو تمھیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔ وہ ابھی پڑھ رہی ہے۔ تایا جان ابھی اس کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچ رہے۔ وہ پڑھنا چاہتی ہے اور تایا جان اسے پڑھائے گے۔ بہتر یہی ہے کہ تم اس کی پڑھائی مکمل ہونے کا انتظار کرو۔ تب تک خود بھی اس قابل ہو جاؤ کہ اس کی ذمہ داری اٹھا سکو۔ ہم اپنے گھر کی بیٹی ایسے ہی کسی بے روزگار کو تو نہیں دے گے نا۔"

ایان نے بات کے آخر میں اسے بھی احساس دلایا تھا کہ ابھی وقت نہیں ہے۔ جواباً غازیان نے بگڑے موڈ کے ساتھ جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

"گاؤں میں میری اتنی زمینیں ہیں۔ سب کچھ میرا ہی ہے۔۔"

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا جب ایان نے بیچ میں ہی اس کی بات اچک لی۔

"یاد رکھو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تم اس کی ذمہ داری اٹھا سکتے ہو۔ وہ سب

تمھارے ابو کا ہے اور ہاں، تم لوگ تو اپنی ذات سے باہر شادی نہیں کرتے تو تم اپنے گھر والوں کو کیسے مناؤ گے۔؟ بعد میں زینب کیلئے کوئی مسئلہ ہوا تو؟"

بات کرتے ہوئے اچانک ہی ایان کو یک نئی فکر نے آن گھیرا۔ یہ سوال کافی بڑا تھا۔ لیکن غازیان نے ہاتھ جھلاتے ہوئے بے فکر انداز اپناتے ہوئے کہا۔

"اس کی فکر نہیں کرو۔ بس امی کو منانا ہو گا۔ وہ ہمیشہ میری ہی سنتی ہیں۔ بابا کو وہ خود ہی منالے گی۔"

"اور اگر ایسا نا ہوا؟"

ایان نے پھر پوچھا۔ وہ مطمئن نہیں ہوا تھا۔

"یار تم ابھی امی کو نہیں جانتے۔ وہ سچویشن سنبھالنا اچھے سے جانتی ہیں۔ میرے لئے کم از کم وہ اتنا کرلے گی۔"

"ایک دفعہ پھر سوچ لو غازیان، خاندان کی روایات کو توڑنا آسان نہیں ہوتا۔"

"میں پھر کہیں اور شادی نہیں کروں گا۔ امی، ابو کو میرے لئے اپنے خاندان کی

www.novelsclubb.com

روایات کو توڑنا ہوگا اور ویسے بھی میرے حساب سے یہ بہت فضول قسم کی ضد ہے۔روایت نہیں۔“

سر جھٹکتے ہوئے غازیان نے بات ہی ختم کر دی۔ایان خاموشی سے اسے دیکھتا گیا۔ وہ واقعی سنجیدہ تھا۔خیر! ایان نے اسے ساری بات بتادی تھی آگے بس اسے خاموشی سے انتظار کرنا تھا۔

دس سال پہلے: (خالد صاحب کی وفات کے کچھ دن بعد)

آسمان کا رنگ نیلے سے جامنی میں بدل رہا تھا۔جامنی رنگ میں ہلکے ہلکے اندھیرے کی آمیزش تھی۔پرندے اپنے گھروں کو لوٹتے دیکھائی دے رہے تھے۔سڑکوں پر گاڑیوں کی آمدروفت میں اضافہ ہو گیا تھا۔مصروف شہراؤں پر بتیاں جل اٹھی تھیں۔ایسے میں باہر کی رونق کے برعکس اس گھر کی فضا میں ایک عجیب سی اداسی تھی۔ہر طرف سوگواریت کا ماحول چھایا ہوا تھا۔راہداری سے گزر کر لاؤنج میں آؤ تو وہاں بھی خاموشی کا راج تھا۔صوفے اپنی اصل جگہ پر واپس آچکے تھے لیکن وہ

پھر بھی ایک طرف نیچے کارپٹ پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔اس کے ہاتھ میں ایک تسبیح تھی۔لاؤنج میں کوئی بھی نہیں تھا لیکن اسے پھر بھی اپنے ارد گرد بہت سی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔اس کی نظریں گود میں رکھے اپنے ہاتھ پر تھیں لیکن آنکھوں کے سامنے بس ایک ہی چہرہ تھا۔

"بابا، میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی۔"

"ہاں بھئی، زینب میرے ساتھ ہی جائے گی۔بابا کہیں جائیں اور زینب ان کے ساتھ نہ جائے ایسا نہیں ہو سکتا۔"

بے اختیار اس کی آنکھوں کے سامنے یہ منظر لہرایا تو اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔سر جھکائے اس کی گود میں بہت سے آنسو گرے تھے۔وہ یہی سوچتی رہتی کہ کاش! اس بار بھی بابا ساتھ لے جاتے۔یہ دکھ تو نہ دیکھنا پڑتا۔غم تھا کہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔وہ روزانہ یہاں آکر کئی کئی گھنٹے بیٹھی رہتی تھی۔اس کا بس چلتا تو کمرے میں ہی رہتی لیکن کوئی نہ کوئی افسوس کیلئے آیا رہتا تھا اور امی کی طبیعت ایسی نہ تھی کہ وہ ان

www.novelsclubb.com

سب سے مل سکیں۔وہاں بیٹھے ہوئے کھانا بھی کوئی دے جاتا تو ٹھیک ورنہ اسے اپنی ہوش بھی نہیں تھی۔ارد گرد بہت سی آوازیں گونجتی تھیں۔سب بول رہے ہوتے تھے لیکن وہ خاموش رہتی تھی۔زینب کیلئے زندگی کے ان دنوں میں جیسے ردِ عمل دینے کی خواہش ختم ہو گئی تھی۔یاد تھا تو بس یہ کہ بابا نہیں رہے۔

"زینب۔۔"

وہ ایسے ہی بیٹھی تھی جب ایان اس کے سامنے آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔زینب نے آہستگی سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور چہرہ اٹھایا۔بولی کچھ نہیں۔

"بس کرو۔مت رو۔سروائیو کر جاؤ۔"

"جن سے ہم زیادہ پیار کرتے ہیں وہ جلدی کیوں چلے جاتے ہیں؟"

وہ کہنا بہت کچھ چاہتی تھی لیکن جب بولی تو منہ سے صرف ایک ہی جملہ ادا ہوا۔

ایان نے دیکھا اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں لیکن وہ ضبط سے آنسوؤں کو روکے ہوئے تھی۔

www.novelsclubb.com

"زینب دیکھو۔۔"

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا جب غزل لاؤنج میں آتے ہوئے بولی۔

"ایان بھائی آپ کا کوئی دوست آیا ہے۔"

ایان نے چونک کر گردن موڑی۔اس کا دوست ؟زینب دوبارہ اپنی تسبیح کی طرف متوجہ ہو گئی۔اس کیلئے یہ سب باتیں بے معنی تھیں۔

"میں آتا ہوں۔"

زینب کو بولتے ہوئے وہ آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔باہر لان میں آیا تو اندھیرے کے ساتھ ٹھنڈی ہوا نے اس کا استقبال کیا۔پہلے اس نے آگے بڑھ کر برآمدے کی لائٹ جلائی پھر سنجیدہ چہرے کے ساتھ لان کی دائیں طرف بڑھا جہاں غازیان کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر غازیان مصافحے کیلئے آگے بڑھا۔پھر وہ اسے لئے وہیں لان میں کرسیوں پر بیٹھ گیا۔چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔دونوں کی قد و قامت اور صحت میں پہلے سے کافی بدلاؤ تھا۔

کچھ دیر بعد ایان کھنکھارتے ہوئے بولا۔

"دیکھو غازیان، جب تک بڑے ابو تھے میں نے کبھی تمھیں نہیں روکا تھا۔ کیونکہ تب زینب کے مستقبل کا فیصلہ وہ خود کرتے لیکن اب ان تینوں بہنوں کی زندگی بہت سے ہاتھوں میں آجائے گی۔ اس لئے میں نہیں چاہتا زینب کے کردار پر کسی طرح کی کوئی بات آئے۔ جس طرح تم نے پہلے زینب سے ملنا تھا تم اب بھی اسی طرح ملو گے لیکن۔۔"

وہ رُکا۔ جیسے آگے الفاظ کہنے کیلئے ہمت مجتمع کر رہا ہو۔ غازیان نے اس کی مشکل آسان کر دی۔

"اس لئے تم چاہتے ہو میں گھر نہ آیا کروں اور تم سے اپنا کوئی تعلق ظاہر نہ کروں کیونکہ اگر آئندہ کبھی ہم مل بھی گئے تو گھر والے باتیں نہ بنائیں کہ کیسا لڑکا تھا۔ ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔"

غازیان نے سر کو دو تین دفعہ اثبات میں ہلایا تھا۔ جیسے وہ واقعی سمجھ رہا ہو۔

www.novelsclubb.com

"کبھی نہیں،ان شاءاللہ تم لوگ ملو گے۔گھر میں ویسے بھی تم زیادہ نہیں آتے تھے۔کسی کو پہچان نہیں ہے اور اللہ کرے کسی کو یاد بھی نہ ہو اور ویسے بھی تم جب جب آئے ہو لان کی حد تک ہی رہے ہو۔پھر بھی اگر ان فیوچر کوئی مسئلہ ہوا تو ہم دیکھ لیں گے لیکن فلحال ہم جہاں اس معاملے کو پکڑ سکتے ہیں وہاں سے ہی پکڑ لیں اور ہاں یار معذرت میں کبھی اس طرح منع نہیں کرتا۔"

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا جب غازیان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اگر اس طرح کہو گے تو مجھے بھی بُرا لگے گا۔دوست کہتے ہو نہ مجھے۔تو بس تم نے کہا میں نے سمجھ لیا اور یہی تو دوستی ہے۔یاد ہے نہ دوستی کا ایک ہی اصول۔۔"

دوسری طرف وہ کہتے ہوئے کھڑا ہوا۔ایان بھی افسردہ مسکراہٹ لئے اٹھ کھڑا ہوا۔سمجھنے میں غازیان سے بہتر اسے کوئی انسان نہیں ملا تھا۔

"ہاں یاد ہے۔ایک دوسرے کو سمجھنا اور ایک دوسرے کیلئے ہونا۔"

"ارے واہ، تمھیں تو میری سب سے پہلی کہی ہوئی بات بھی یاد ہے۔"

اور ایان آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔شاید ان دونوں میں شروع سے ہی یہ جذباتی سا رشتہ تھا۔

سکول کی ایک کلاس سے شروع ہونے والی یہ دوستی دونوں کیلئے ہی اہم تھی۔

غازیان کو بچپن میں ہی اس کی امی نے شہر میں پڑھنے کیلئے بھیج دیا تھا۔ایان کی کم گو طبیعت کی وجہ سے منان اور موحد کی اس سے نہیں بنتی تھی جس کی وجہ سے ایان نے خود کہہ کر اپنا داخلہ الگ سکول میں کروایا تھا۔غازیان اپنی نانی (بشریٰ اماں) کے گھر رہتا تھا اور ہفتے میں ایک دو دفعہ گاؤں کا چکر بھی لگا لیتا تھا۔لیکن ایان سے اس کی دوستی بڑھتی گئی۔وجہ،ان دونوں کی اکیلے رہنے کی عادت اور کم گو ہونا بنی۔دونوں تقریباً ایک جیسی طبیعت کے مالک تھے۔پتہ نہیں یہ دوستی کب اتنی مضبوط ہوئی کہ ان دونوں کو پتہ ہی نہیں چلا۔

ان کے دو اور دوست بھی بنے تھے۔انہوں نے اپنے گروپ کا نام ایش گروپ رکھا تھا۔لیکن ان دونوں کی اپنی بات تھی۔غازیان کبھی کبھی ایان کے گھر بھی جاتا

www.novelsclubb.com

تھا۔اس کی خالد صاحب سے پہلی ملاقات تب ہوئی جب وہ ایک دن ایان سے مل کر جانے لگا تھا۔یہ پہلی دفعہ کا ہی واقعہ ہے جب غازیان ان کے گھر گیا تھا تب واپسی پر باہر موٹر سائیکل پر بیٹھتے ہوئے اس کی نظر دروازے سے باہر نکلتے ایک مرد پر پڑی۔وہ دیکھنے میں درمیانی عمر اور پُرکشش سے لگتے تھے۔وہ اس کی طرف آرہے تھے تو غازیان کی نظر ان کی آنکھوں پر پڑی۔وہ دور سے ہی چمک رہی تھیں۔گہری سیاہ۔ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے غازیان کو ایسے لگا جیسے اس نے انہیں پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے۔وہ یک ٹک انہیں دیکھے گیا۔وہ اس کے قریب آکر کھنکھارے تو وہ چونکا۔پھر جلدی سے آگے بڑھ کر سلام کیا۔

www.novelsclubb.com

”انکل میں غازیان،ایان کا دوست۔ہم ایک ہی کلاس میں پڑھتے ہیں۔سکول بھی ایک ہی ہے ہمارا۔“

اس نے خود ہی اپنا تعارف کروایا۔جواباً انہوں نے بتایا کہ وہ ایان کے تایا ہیں۔پڑھائی کی کچھ باتیں کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔لیکن یہ ملاقات

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

صرف یہیں تک نہیں رہی وہ چند ایک بار ہی ایان کی طرف آیا تھا لیکن وہ ان سے مل کر ضرور جاتا تھا اور جلد ہی اسے پتہ لگ گیا تھا کہ اس نے پہلے دن جس لڑکی کو دیکھا تھا وہ اسی کے بابا تھے۔اس لئے ان کے چہرے میں کافی مشابہت تھی۔اس لڑکی کا نام بھی پوچھنے میں اس نے چند دن لئے تھے لیکن پھر ایک دن اس نے ایان سے پوچھ ہی لیا۔جواباً اُس نے ایک گہری نظر اسے دیکھنے کے بعد بتایا تھا۔

"اس کا نام زینب ہے۔ہمارے گھر کا خاموش فرد۔"

غازیان نے مزید کچھ نہیں پوچھا۔بس سر ہلا دیا۔اس کو ایان کی وہ ایک گہری نظر بہت لگی تھی یوں وہ جیسے اپنے گھر کی لڑکی کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہچکچایا تھا یاں اسے بُرا لگا تھا اور وہ پہلا موقع نہیں تھا جب ان دونوں کے درمیان زینب کی بات ہوئی۔

پھر غازیان نے خود خالد صاحب سے رابطہ شروع کر لیا کیونکہ انہوں نے دوسری ملاقات میں ہی اسے کہا تھا کہ۔۔۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”بھلے گھر کے لگتے ہو۔بے شک ادھر اپنی نانی کی طرف ٹھہرے ہوئے ہو لیکن اگر کبھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجھک کہہ دینا۔“

یہ ملاقات ایک پارک میں ہوئی تھی۔غازیان روزانہ صبح کے وقت سیر کیلئے جایا کرتا تھا۔ویسے تو وہ سیر نانی جان کے گھر کے قریب ہی کسی پارک میں کیا کرتا تھا۔ لیکن اس دن وہ چلتے چلتے زرا دور آنکلا۔اور پارک میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر خالد صاحب پر پڑی۔غازیان ایک لمحے کو حیران ہوا پھر جلدی سے آگے بڑھا اور سلام کیا۔انہوں نے بھی اسے فوراً پہچان لیا تھا۔

”خیریت ہے برخوردار، سیر کیلئے آئے ہو؟“

”جی انکل میں روزانہ صبح کی سیر کیلئے نکلتا ہوں۔آج اپنے گھر سے زرا دور آنکلا تو آپ نظر آ گئے۔“

”حیرانی والی بات ہے۔“

اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے وہ جاگنگ ٹریک پر آگے بڑھنے لگے۔غازیان بھی

ان کے ساتھ ہی چلنے لگا۔

"آج کل کے بچوں کو کہاں وقت ملتا ہے صبح کی سیر کا۔اگر کوئی کرتا ہے تو حیرت کی بات ہے۔"

جواباً غازیان نے مسکراہٹ دباتے ہوئے سر جھکا لیا۔

"دراصل انکل میں نے اپنا بچپن گاؤں میں گزارا ہے۔ صبح اٹھنے کی عادت ہے۔ بابا کے ساتھ روزانہ ایک گھنٹہ سیر کیا کرتے تھے۔ پھر وہ ایسی عادت بنی ہے کہ ابھی تک قائم ہے۔"

خالد صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے ستائشی آبرو اٹھائے۔

"ہاں یہ ہے کہ یہاں وہ گاؤں والی کھلی فضا نہیں ہے۔ لیکن صحت کو بہتر رکھنے کیلئے یہ ضروری ہے۔ تبھی کبھی مس نہیں کرتا۔"

خالد صاحب نے جواباً اسے داد دی اور سوال بھی کر ڈالا۔

"بڑی بات ہے اگر اس چیز کو اہمیت دیتے ہو اور گاؤں سے تعلق ہے تمھارا؟"

”جی انکل امی، بابا گاؤں ہی ہوتے ہیں۔ چھوٹے بھائی اور بہن کے ساتھ۔ امی نے بس سٹڈی کیلئے ادھر بھیج دیا ہے۔ نانی کے گھر رہتا ہوں۔“

اور آدھے گھنٹے کی سیر کے دوران وہ اس سے ہلکے پھلکے سوالات پوچھتے رہتے۔ اس کے بعد غازیان کو جب بھی کوئی بات کرنی ہوتی یاں کوئی مشورہ لینا ہوتا وہ صبح سیر اسی پارک میں جا کر کیا کرتا تھا۔ تا کہ نہ گھر کسی کی نظروں میں آنے کا مسئلہ ہو اور نا آفس میں منان اور موحد سے بچنا پڑے۔ ان کے درمیان ہونے والی آدھی سے زیادہ ملاقاتیں اسی پارک میں ہوا کرتی تھیں۔

غازیان کی قسمت اچھی تھی اگر وہ کبھی شام کے وقت گھر آیا بھی تھا تو اس کی گھر کے کسی اور فرد سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ منان اور موحد کو شروع سے ہی بزنس سنبھالنے کا شوق تھا تبھی وہ دونوں کالج کے بعد آفس چلے جاتے اور رات میں زاہد چچا کے ساتھ ہی گھر واپس آتے تھے تبھی غازیان کا کبھی ان سے آمنا سامنا نہیں ہوا۔ خود وہ دونوں کالج کے بعد کمپیوٹر کلاسز لینے چلے جاتے تھے وہاں سے

www.novelsclubb.com

فارغ ہونے کے بعد کہیں باہر ہی گھوم لیا کرتے تھے۔ کیونکہ زینب کی وجہ سے ایان، غازیان کو گھر لانے سے احتراز ہی برتتا تھا۔ خالد صاحب چونکہ طبیعت کی وجہ سے کسی دن جلد ہی گھر آجاتے تھے انہیں دنوں میں ایک دو دفعہ غازیان کی ان سے ملاقات ہوئی۔

اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں پڑی تھی لیکن نا محسوس انداز میں وہ اپنے بہت سے مشورے ان سے لینے لگا تھا۔ کبھی صبح سیر کے وقت، کبھی فون پر۔ یہاں تک کہ میٹرک کے رزلٹ کے بعد جب وہ اپنے سبجیکٹ سلیکٹ کرنے لگا تو مشورے کے لئے ان کے پاس ہی گیا تھا۔ مشورہ لیتے ہوئے غازیان کوئی سوال کرتا اور بات لمبی ہو جاتی۔ غازیان کو وہ بہت خوددار سے آدمی لگے تھے۔ اس نے انہیں کبھی منفی سوچتے ہوئے نہیں پایا تھا۔ انہوں نے کبھی اپنی بیٹیوں کی بات بھی اس سے نہیں کی تھی۔ لیکن غازیان نے ان کی نظر میں اپنی ایک وقعت بنالی تھی۔ اس کیلئے وہ اعتبار بہت تھا جو وہ اس پر کرتے تھے۔ غازیان کی ان ملاقاتوں سے ایان بے خبر

نہیں تھا۔اس نے کبھی اسے روکا نہیں تھا۔بے شک غازیان زینب کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرتا تھا لیکن ایان کچھ کچھ سمجھتا تھا۔اس نے کبھی غازیان سے خود بھی اس متعلق بات نہیں کی تھی۔وہ چاہتا تھا وہ خود بات کرے اور تقریباً تین سال بعد غازیان نے خود سے یہ بات کر ہی دی۔اس کو ابھی بھی یاد تھا وہ فرسٹ ائیر کے آخری دن تھے جب ایک دن وہ فروری کی ٹھنڈی شام میں اپنے گھر کے قریب پارک میں ٹہل رہا تھا جب اس نے غازیان کو دور سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس دن وہ کافی الجھا ہوا اس کے پاس آیا تھا اور اس کو زینب کے بارے میں اپنے احساسات بتانے کے بعد وہ اس سے بس ایک ہی بات پوچھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

”میں خالد انکل سے بات کیسے کروں؟“

اور اس بات پر ایان کی سیٹی گم ہو گئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا وہ براہِ راست یہی بات کرے گا۔وہ غازیان کو پکڑ کر ایک طرف لے آیا اور بینچ پر بٹھا دیا۔یوں لگ رہا تھا کہ وہ اس بات پر کافی دن سوچتا رہا ہے۔پیپرز کی وجہ سے ان کی ملاقات بھی کم

ہو رہی تھی۔

"دیکھو غازیان، ابھی زینب بہت چھوٹی ہے اور ابھی تو وانیہ بھی پڑھ رہی ہے۔ تایا جان نے ابھی کسی بیٹی کے بارے میں ایسے نہیں سوچا۔ تم کم از کم اپنے انٹر ہونے کا تو انتظار کرو۔ وہ۔۔"

غازیان نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ دی۔

"میں نے یہ کب کہا کہ ابھی رشتہ کریں۔ میں نے بس ایک دفعہ ان سے بات کرنی ہے۔ مجھے بھی سکون ہو اور اگر انہوں نے اس کی کہیں اور بات پکی کر دی پھر؟"

"غازیان! غازیان! ریلکس یار۔ زینب بہت حساس ہے۔ تایا جان اتنی جلدی اس کے بارے میں ایسے نہیں سوچے گے۔ انہیں اپنی بیٹیوں میں وہی عزیز ہے۔ وہ اس سے جان چھڑوانے والا کام نہیں کریں گے۔ بہت سوچے گے۔"

اور غازیان نے تھک کر سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

اس کے بعد غازیان نے زینب کے بارے میں بات کرنا بند کر دی۔ اپنی عمر کے

www.novelsclubb.com

حساب سے اسے کبھی کبھی یہ سب بہت امیچور لگتا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ اس بارے میں نہ سوچے اور وہ ان دنوں اس چیز میں کامیاب بھی ہو گیا۔ خالد صاحب سے اس کی ملاقات بھی کم ہو گئی۔ ان دنوں اسے پتہ چلا کہ ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے تو وہ آفس کم ہی آتے ہیں۔ کچھ دن بعد ایان نے اسے میسج کیا کہ

"تایا جان کی طبیعت آج کافی بہتر ہے۔ وہ آفس گئے ہیں اگر تم ان سے ملنا چاہتے ہو تو آفس چلے جانا۔ باہر کہیں ملنا اس بار ممکن نہیں ہو گا۔ وہ اب کم ہی باہر نکلتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ایک دو دفعہ تمھارا پوچھا بھی ہے۔"

www.novelsclubb.com

اور بس شام میں پڑھائی سے فارغ ہو کر وہ بشریٰ اماں کی طرف سے سیدھا آفس جانے کے لئے نکلا۔ وہ اس کی اور خالد صاحب کی آخری ملاقات ہو گی اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔

"مے آئی کم ان سر!؟"

دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے اجازت لی تو انہوں نے کوئی فائل پڑھتے ہوئے عینک کی اوپر سے نظریں اٹھائیں پھر مسکرا کر فائل بند کرتے ہوئے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔

"برخوردار، اپنے سر کو بھول گئے ہو۔ کوئی اتا پتہ نہیں۔"

اپنا سر کھجاتے ہوئے وہ شرمندہ سی مسکراہٹ لئے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انہوں نے اسے کافی بار سر کہنے سے منع کیا تھا لیکن وہ پھر بھی انہیں اسی طرح مخاطب کرتا تھا۔

"نہیں نہیں سر، آپ کو کون ظالم بھولے۔ مجھے تو بس آپ کی طبیعت کے بارے میں پتہ لگا کہ کافی خراب رہتی ہے۔ گھر آنا مناسب نہیں لگا۔ ایان سے میں آپ کی خیر خیریت پوچھتا رہا ہوں۔"

اس کی بات پر انہوں نے غور سے اسے دیکھا۔ غازیان ان کے ایسے دیکھنے پر کچھ جز بز سا ہو گیا۔

"بدل گئے ہو کافی۔"

اور ان کے اس فقرے پر غازیان چند لمحے بنا پلک جھپکے انہیں دیکھے گیا۔ پھر گلا کھنکھارتے ہوئے سر جھٹک کر بولا۔

"مجھے نہیں پتہ آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں۔"

"تمھیں پتہ ہے۔۔"

وہ کہتے ہوئے آگے ٹیبل پر جھکے۔

"تمھیں جس دن پہلی دفعہ دیکھا تھا نہ اس دن ہی بھلے گھر کے لگے تھے۔ عموماً اس طرح جو لڑکے گھر سے دور پڑھنے آتے ہیں وہ اپنی حدود بھول جاتے ہیں۔ امید تو مجھے یہی تھی کہ تم نہیں بھولو گے لیکن پھر بھی میں نے اپنی سی ایک کوشش کی۔ تمھیں لگتا ہے مجھے احساس نہیں ہوتا تھا کہ تم بات کو طول دینے کیلئے مجھ سے سوال در سوال کرتے تھے؟ مجھے ہر چیز کا احساس ہوتا تھا اور یہ دیکھ کر اچھا لگتا تھا کہ کوئی اپنی حدود کو سلامت رکھنے کیلئے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ترجیح دیتا ہے۔ مجھے اچھا لگا تم نے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کچھ نہ کچھ سیکھا۔آج اور کچھ عرصہ پہلے والے غازیان میں تھوڑا سا ہی سہی لیکن فرق ہے اور تمھیں ایک راز کی بات بتاؤں۔۔"

انہوں نے آواز مزید آہستہ کی۔غازیان سانس روکے انہیں سن رہا تھا۔

"تم امید ہو۔ تمھارا بولنے کا انداز، تمھارا سننے کا انداز، سمجھنے کا انداز۔ سیکھنے والے اور سمجھنے والے بہت آگے تک جاتے ہیں۔یہ انداز بہت سے لوگوں کے دل پر لگ سکتا ہے۔کیونکہ جب تم مجھے ملے تھے وہ دن اور آج کا دن، تم نے صرف قد نہیں نکالا تم نے کچھ سیکھا بھی ہے اور آج کل کی نوجوان نسل کم ہی سیکھتی ہے۔مجھے تمھارا مستقبل بہت روشن نظر آتا ہے۔"

www.novelsclubb.com

کہہ کر وہ دوبارہ پیچھے ہو گئے۔غازیان کے چہرے پر بہت سے رنگ آ جا رہے تھے۔

وہ اپنی کیفیت کو کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔خوشی؟ حیرانی؟

"کبھی پوچھنا ایان سے، میں تعریف نہیں کرتا کبھی کسی کی۔ لیکن تم اس قابل ہو۔ مثبت پہلو کچھ زیادہ ہی ہے تمھارے اندر۔"

اور غازیان نے گہری سانس لی۔ پھر کرسی پر ذرا آگے کو ہوا۔

"اور آج آپ میری تعریف کیوں کر رہے ہیں؟ خیریت؟ ہماری پہلے بھی تو ملاقات ہوتی رہی ہے۔ آپ نے کبھی ایسے بات نہیں کی۔"

"برخوردار، دراصل میری طبیعت آج کل بڑی ناساز رہنے لگی ہے۔ زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ سوچا کہیں تعریف کئے بغیر دنیا سے رخصت ہو گیا تو تمھارا حق نہ مر جائے۔۔۔"

"اللہ نہ کرے سر، کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ آپ کو تندرستی والی حیات دے۔
"

www.novelsclubb.com

غازیان ایک دم ہی تڑپ کر بولا تھا۔ اس کے بے ساختہ رویے پر وہ یک دم ہی مسکرا اٹھے پھر تھوڑی کے نیچے دائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر اسی طرح اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولے۔

"اپنے متعلق جب بھی میں اس طرح کی بات کر دوں تو میری بیٹی ایسے ہی مجھے

بولتی ہے۔ کچھ سیکھ جانے والے لوگوں میں جزبات بہت ہوتے ہیں۔"

اور غازیان ایک لمحے کو دنگ ہی رہ گیا۔ پچھلے چار سالوں میں انہوں نے کبھی اپنی کسی بیٹی کا ذکر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے ابھی بھی کسی بیٹی کو پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا تھا۔ غازیان پوچھنا چاہتا تھا کونسی بیٹی؟ لیکن پھر احتراماً خاموش ہو گیا۔ لیکن ان کی بات ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ جیسے آج لمبی بات کرنے کے موڈ میں تھے۔ اگلے چند لمحے وہ بولتے رہے۔ کچھ نہ کچھ۔ جس میں غازیان کے لئے بہت کچھ تھا۔ پھر ان کو کوئی بلانے آ گیا تو غازیان اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک خوش گوار ملاقات کا اختتام ہوا تھا۔ غازیان کو وہ ملاقات، اس میں کہے جانے والے الفاظ آج تک بھی یاد تھے۔ پھر چند دن بعد اطلاع ملی کے وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں۔ غازیان نے جب یہ خبر سنی تو اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ ابھی تو بہت سی منزلیں باقی تھیں۔ پھر اتنی جلدی؟

اس نے جنازے میں ایک عام انسان کی طرح شرکت کی۔ کچھ دن بعد وہ ایان سے

ملنے گھر بھی گیا لیکن اس کے باتیں سن کر اسے خود بھی احساس ہوا کہ یہ واقعی ٹھیک نہیں ہے اور بس اس دن کے بعد غازیان نے اس گھر میں بالکل ہی آنا جانا بند کر دیا۔ اس نے اس دن بھی زینب کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ بس اس کی خیر خیریت ایان سے لے لیا کرتا تھا۔ پھر ایک دن جب وہ مخمل کو کالج سے واپسی پر لینے گیا تو بے اختیار ہی زینب کو دیکھ کر وہ رُک سا گیا۔ اسے یقین نہیں آیا کہ اس نے زینب کو ہی دیکھا ہے۔ اس دن تو اُحد کو کوئی کام تھا اس لئے وہ لینے گیا تھا لیکن پھر وہ باقاعدگی سے اسے لینے جانے لگا۔ اس کا انٹر ہو گیا تھا۔ ان دنوں وہ کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور چھوٹے چھوٹے کورس کا بھی حصہ تھا۔

www.novelsclubb.com

ایان نے بھی انٹر کے بعد اپنے ابو اور تایا کے ساتھ بزنس سنبھال لیا تھا۔ کبھی وقت ملتا تو ان دونوں کی ملاقات ہو جاتی ورنہ دونوں ہی اپنی اپنی زندگی میں مصروف تھے۔ غازیان کا آگے پڑھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ وہ شہر میں ہوتا تو کورس کی کلاسز پر دھیان دیتا اور گاؤں جاتا تو ابو کے ساتھ پنچائیت کے معاملات دیکھ لیتا۔ اسے اندازہ

نہیں تھا کہ اگر وہ زینب کو کالج کے باہر کھڑا ہو کر دیکھتا ہے تو اس کی بھی اس پر نظر پڑ چکی ہے۔ایک دن وہ جب اس کے پاس چل کر آنے لگی تو اسے بڑی حیرانی ہوئی۔ وہ اپنی جگہ چونک سا گیا۔اسے لگا اس نے اسے پہچان لیا ہے۔زینب نے جو بھی کہا اس نے سن لیا لیکن گھر جا کے اس کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

اس دن کافی عرصے کے بعد اس نے ایان سے زینب کے حوالے سے بات کی اور پوچھا کہ زینب نے گھر آ کر کچھ کہا تو نہیں۔اسے لگ رہا تھا کہ وہ ایان کے دوست ہونے کے حوالے سے اسے پہچان گئی ہے۔لیکن شکر کہ اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

زینب سے متعلق پھر ایان سے اس کے بات ہوتی رہی۔ایان نے اسے بتایا کہ وہ ایم۔ڈی۔کیٹ کی تیاری کر رہی ہے اس کا آگے ایم بی بی ایس کرنے کا ارادہ ہے۔وہ ویسے بھی زیادہ تر فری ہی تھا تو اس نے بھی ساتھ ہی ایم۔ڈی۔کیٹ کی تیاری شروع کر دی۔گو کہ اسے امید نہیں تھی کہ وہ پاس ہو جائے گا۔لیکن جب رزلٹ آیا تو دونوں ہی پاس ہو گئے تھے اور پھر ایان سے رابطہ ہونے کی وجہ سے اسے پتہ

www.novelsclubb.com

چل گیا کہ وہ کس میڈیکل کے ادارے میں داخلہ لے رہی ہے اور بُری طرح وہ تب چونکا جب پہلے ہی دن زینب نے اسے پہچان بھی لیا۔ لیکن اس وقت غلطی کے مداوے کا وقت تھا۔ اس نے جلدی سے معافی مانگی۔ کیونکہ اگر اسے زینب سے مزید رابطہ رکھنا تھا تو اس کا دل اپنی طرف سے صاف کرنا تھا اور توقع کے عین مطابق وہ فوراً ہی ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ ایان ان کے معاملات ٹھیک ہونے پر خوش تھا۔ اسے یہی پتہ تھا کہ سب ٹھیک چل رہا ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب زینب کے رشتے کی بات گھر میں چلی تو ایان نے غازیان سے بات کی۔ غازیان نے اسے یہی تسلی دلائی کہ وہ سب دیکھ لے گا ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ لیکن پھر جب اس نے اسی معاملے پر زینب سے بات کی تو اس نے کہا کہ وہ چچا چچی کی خوشی میں ہی خوش ہے۔ اسے شدید جھٹکا لگا۔ اس نے زینب سے بار بار اس کی رضامندی جاننا چاہی لیکن پھر اسے یہی لگا کہ وہ غازیان سے ناراض ہے تبھی ایسی باتیں کر رہی ہے۔ یاں شاید وہ ایک دفعہ چچا چچی کے کہنے پر لڑکے والوں سے ملنا چاہتی ہے۔ اسے ابھی تک ان کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نکاح کا نہیں پتہ تھا۔

غازیان کی اس سے لاکھ بہترین دوستی سہی لیکن وہ اس کے گھر کی لڑکی سے نکاح کر رہا تھا اسے یہی لگا کہ ایان اس بات پر جارحانہ ردِ عمل نہ دے۔ معاملات اسے زیادہ خراب تب لگے جب زینب اس سے مدد مانگنے آئی۔ پھر اس نے غازیان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ جس میں وہ بُری طرح ناکام ہوا۔ کیونکہ تب تک وقت بہت گزر چکا تھا۔ پھر اگلے دن اسے پتہ لگا کہ غازیان اور زینب کا نکاح ہو چکا تھا۔ ایان کو بُرا نہیں لگا بلکہ وہ الٹا غازیان پر غصہ ہوا کہ اس نے اسے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ہو سکتا اس معاملے میں ایان ہی ان کی کوئی مدد کر دیتا۔ خیر اس کے بعد غازیان جب بھی زینب سے ملنے جاتا یاں وہ کہاں ہے۔ اس نے آگے کہاں داخلہ لیا ہر بات ایان کو بتاتا تھا۔ ایان بزنس سنبھالتا رہا اور غازیان ملتان میں پڑھتا رہا۔ زینب کی تعلیم مظفر گڑھ میں جاری رہی۔ پانچ سال کے بعد زینب نے اپنی پریکٹس سٹارٹ کی۔

غازیان کا اس فیلڈ کو آگے بڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ویسے بھی اپنی دو تین

سال میں حاصل کی ہوئی کمپیوٹر سکلز سے سوفٹ ویئر ہاؤس چلا رہا تھا۔ صبح میں بھی یونیورسٹی میں ایک لیکچرار کے طور پر جاب مل گئی تھی جہاں پر اس نے اپنے ایک سر کے پُر زور اسرار کے بعد حامی بھر لی تھی۔اس کے علاوہ رات میں وہ لکھنے کا شوق بھی پورا کر لیتا تھا۔لکھنے کو کبھی بھی اس نے 'ایز آ پروفیشن' نہیں رکھا تھا۔ اسے خالد صاحب کی باتوں کے بعد واقعی لگتا تھا کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک قدرتی تحفہ ہے۔وہ اپنی لکھائی کو 'ایز آ پیشن' ہی لے کر چلتا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ پیسوں کی وجہ سے اس کے الفاظ کا اثر زائل ہو۔ہاں البتہ اپنی کتابوں پر پیسہ وہ خوب لگاتا تھا اور انہیں مارکیٹ میں لاتا تھا۔گاؤں جب جاتا تو پنچائیت کی اپنی مصروفیات ہوتی لیکن جب سے زور اور بڑا ہوا تھا اس طرف سے اسے کافی سکون ہو گیا تھا۔ابو نے کہنا بھی کم کر دیا تھا۔کیونکہ انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ غازیان کی اپنی مرضی ہے۔ زبردستی اس سے کوئی بھی کام نہیں کروایا جا سکتا۔

اور اب بالآخر کچھ بشریٰ اماں کے عمل دخل کی وجہ سے، کچھ غازیان کو خود بھی

احساس ہو گیا تھا کہ اب کافی وقت ہو گیا ہے تو انہوں نے ابراہیم صاحب سے بات کر ہی لی تھی۔ایان نے اسے یہ بھی بتایا کہ وہ سب زینب کو بتانا چاہتا تھا لیکن زینب کتاب کیلئے منعقد کئے گئے سیمینار کے بعد۔کیونکہ وہ چاہتا تھا زینب وہاں موحد اور منان کو ایک دفعہ مل کر اپنا دل صاف کر لے تاکہ وہ دونوں نئی شروعات ماضی کی تمام تلخیوں کو سلجھا کر کریں۔لیکن اس دن وہ دونوں آنہ سکے اور پھر اسی وجہ سے اس دن غازیان نے زینب کی ایان سے بھی ملاقات نہیں کروائی۔

ایان آہستہ آہستہ سب کچھ بتا رہا تھا اور زینب بڑے ضبط کے ساتھ سنتی جا رہی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا لیکن بے یقین آنکھیں ایان کے بولتے لبوں پر ٹکی تھیں۔لاؤنج کی فضا میں ایان کے بولنے کے علاوہ ایک عجیب سوگوار پن تھا جس کا ابھی تینوں کو ہی اندازہ نہیں تھا۔غازیان سامنے والے صوفے پر بیٹھا،ہاتھ کی مٹھی بنا کر تھوڑی اس پر ٹکائے زینب کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پر کوئی بھی پریشانی نہیں تھی۔اس کے تاثرات بڑے ٹھنڈے تھے۔وہ بس ایان کے چپ ہونے کا انتظار کر

www.novelsclubb.com

رہا تھا۔

"تمھارے جانے کے بعد گھر کے حالات بدلے، ابو کو، تایا جان کو کافی غصہ آیا۔ موحد نے ہمیشہ کی طرح تمھیں باتیں سنائی۔ وانیہ جیسے شل تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ وقاص چچا نے وانیہ کی چپ چاپ رخصتی کر دی۔ رخصتی سے پہلے پریشانی کی وجہ سے انہیں ہارٹ اٹیک بھی ہوا تھا۔ اسی لئے بس جلدی رخصتی کر دی۔ خاندان میں سے کوئی بھی تمھارا پوچھتا تو وہ یہی کہہ دیتے کہ زینب کا ہم نے خاموشی سے نکاح کر دیا ہے اور اس کے سسرال والے لاہور میں رہتے ہیں۔ لیکن منان اور موحد کو شہر کی ہر ممکن جگہ دیکھنے کا کہتے۔ ہارٹ اٹیک کے ایک مہینہ شدید بیمار رہنے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ تمھارے جانے کی پریشانی اور ان کے دکھ نے اتنا بُرا حال کیا کہ کسی سے مالی حالات دیکھے ہی نہ گئے۔ کمپنی خسارے میں چلی گئی۔ کافی نقصان ہو گیا۔ زمان صاحب نے اپنے شئیرز واپس لے لئے۔ طلحٰہ سے جو رقم ---"

اور یہاں آکر پہلی بار وہ رکا تھا۔لاؤنج میں تقریباً اگلے چند لمحے خاموشی رہی۔ایان کو سمجھ نہیں آرہا تھا اگلی بات کیسے کہے۔شرمندگی سی شرمندگی تھی۔چند لمحے مزید اس نے مناسب الفاظ تلاشے پھر کھنکھارتے ہوئے بولا۔

"طلحٰہ سے جو رقم موحد نے تمھارے بدلے میں لی تھی۔اس نے اس رقم کی واپسی کا مطالبہ کردیا۔ان بزنس مینز کو صرف پیسے سے مطلب ہوتا ہے۔رقم تو نہیں تھی لیکن پھر اس کے بدلے میں سحرش کی شادی طلحٰہ سے کرنی پڑی۔اس کے علاوہ کوئی حل نہیں تھا۔گھر کے حالات مزید خراب ہوگئے ایک عجیب بے چینی سی تھی ہر جگہ۔اب تو تائی بھی بیمار رہنے لگی تھیں۔ہم نے بزنس کو پھر سے سہی حالت میں لانا شروع کیا۔زمان صاحب بزنس کو کافی بُری طرح نقصان پہنچا کر گئے تھے۔گھر میں جو کافی عرصے کے بعد خوشی آئی وہ موحد کی بیٹی تھی۔موحد اور وانیہ کے ہاں بیٹی ہوئی تو گھر میں جیسے ایک لمبے عرصے کے بعد سب کے چہروں پر خوشی تھی۔غزل اور صدف دونوں ہی ابھی پڑھ رہی ہیں۔غزل البتہ تم پر بہت غصہ تھی

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شروع شروع کے دنوں میں۔ خیر اب وہ بھی نارمل ہے۔زاہد چچا نیوٹرل ہیں۔ تمھاری بات ہوتی ہے تو نہ وہ غصے میں آتے ہیں نہ تمھارے حق میں کچھ بولتے ہیں۔بس خاموش رہتے ہیں۔"

اپنی طرف سے ساری بات ختم کرکے ایان نے اب چہرہ موڑ کر غازیان کی طرف دیکھا تو اس نے اسے تھمذاپ کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ ابھی بھی زینب کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ زینب کے چہرے پر رقم سوال کرپڑھ رہا تھا۔اس نے دیکھا زینب نے ایک گہری سانس لی ہے۔ پھر ایان کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنے لب واکئے تو بامشکل ہی اس کی آواز ایان تک پہنچ سکی۔

"میرے گھر سے آنے کے بعد غازیان، موحد بھائی اور منان بھائی سے کب ملا تھا؟"

اور پہلی بار غازیان چونکا تھا۔اسے لگا تھا وہ یہ سوال اس سے پوچھے گی۔ایان سے نہیں۔وہ اپنی ہی جگہ پر تھوڑا غیر آرام دہ ہوا۔ایان پھر زینب کی طرف متوجہ ہوا۔

www.novelsclubb.com

"تمھارے گھر سے آنے کے دو سال بعد۔۔۔"

"یعنی آج سے چار سال پہلے۔۔"

اس نے ایان کی بات کاٹ کر ہی بولا تو اس کی آواز میں بے یقینی سی تھی۔ایان نے زینب کو دیکھا پھر غازیان کو دیکھا۔اسے کچھ غیر آرام دہ سا لگا۔کیونکہ غازیان کے تاثرات بدل چکے تھے۔وہ کچھ ناخوش سا لگتا تھا۔اس نے سر کو دو تین دفعہ سمجھنے کے انداز میں ہلایا پھر کہنے لگا۔

"ہاں چار سال پہلے۔دراصل موحد نے پہلے مجھ سے ہی بات کی تھی۔وہ چاہتا تھا کہ میں کسی طرح تمھارا پتہ معلوم کرواؤں۔شاید بیٹی ہونے کے بعد اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے تمھارے ساتھ کتنا غلط کیا ہے اور سحرش بھی طلحہٰ کے ساتھ زیادہ اچھے حال میں نہیں تھی۔شاید وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔وہ معافی مانگنا چاہتا تھا۔"

یہ کہہ کر ایان ہلکا سا ہنسا تھا۔جیسے موحد کی بیوقوفی پر ہنسا ہو۔پھر غازیان کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”میں نے غازیان کو بتایا تو یہ ان سے ملنا چاہتا تھا۔ پھر ان کی ملاقات ہوئی تھی جب تم مظفر گڑھ میں پڑھ رہی تھی۔ غازیان نے تمھیں ملوانے سے منع کر دیا۔ کبھی کبھی اب بھی غازیان کی ان سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ موجودہ حالات یہی ہیں کہ وہ سب تم سے ایک بار ملنا چاہتے ہیں۔ خاص طور پر موحد۔ تائی جان کو کینسر ہے۔ کینسر کی تشخیص دیر سے ہوئی ہے۔ وہ ابھی ہوسپٹل میں داخل ہیں۔ فلحال وہ خطرے سے باہر ہیں۔ اگر علاج وقت پر ہو گیا تو وہ ٹھیک ہو سکتی ہیں۔ ورنہ۔۔۔“

یہاں ایان نے گہری سانس بھری۔ وہ تقریباً تمام باتیں کہہ چکا تھا اور اب زینب کی طرف دیکھو تو اس کی آنکھوں میں آنسو جمع تھے۔ وہ دیکھا ابھی بھی ایان کو رہی تھی۔ ایان صوفے پر تھوڑا آگے ہوا۔ ایک آخری بات وہ کہنا چاہتا تھا۔ جس کیلئے اس نے ہاتھوں کو دو دو دفعہ آپس میں ملا کر پھر کھولا۔ پھر احتیاط سے الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

"میری طرف سے بہت معذرت۔میں جتنا کر سکتا تھا میں نے کیا۔لیکن شاید میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔اس کیلئے میں شرمندہ ہوں۔میں چاہتا ہوں تم ایک دفعہ گھر آؤ۔ان سب نے بہت کچھ دیکھا ہے۔وہ سب بدل گئے ہیں۔صرف ایک دفعہ تمھیں بھی اس گھر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔میں چاہوں گا تم دونوں ایک دفعہ اس گھر میں آؤ۔"

اور بس زینب کا صبر جواب دے گیا۔اس کی آنکھوں سے اس سب میں پہلی بار آنسو ٹپکا تھا۔ایان ایک دم سے چپ کر گیا۔غازیان نے بھی گھبرا کر زینب کی طرف دیکھا لیکن اگلے ہی لمحے زینب نے ہاتھ بڑھا کر اپنے آنسو صاف کئے اور گہری سانس لے کر کہتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شکریہ،مجھے ہر چیز سے آگاہ کرنے کیلئے۔آپ سے کافی عرصے بعد مل کر اچھا لگا۔"

اتنا کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔برق رفتاری سے مڑتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف

بڑھی۔غازیان بھی جلدی سے کھڑا ہوا۔

''ایان تم میرا انتظار کرنا۔میں بس کچھ دیر میں آتا ہوں۔''

کہہ کر وہ بھی زینب کے پیچھے ہی کمرے میں چلا گیا۔ایان نے گہری سانس لی۔پھر انگلی سے آنکھ کا نم کونا صاف کیا۔اس نے پیچھے صوفے سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لی۔کافی عرصے بعد کندھوں سے بوجھ ہٹا ہوا لگ رہا تھا۔اسے اپنا آپ یک دم بہت ہلکا لگنے لگا تھا۔اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کبھی کبھی غلطی کا اعتراف کر لینے سے بھی سکون ملتا ہے۔

دوسری طرف زینب کے اندر جانے کے بعد دروازہ بند کر لینے سے پہلے ہی غازیان نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر دروازہ اندر کی طرف دھکیلا۔زینب نے غازیان کو اپنے پیچھے آتے نہیں دیکھا تھا تبھی اس کو نظر انداز کرتے ہوئے گھوم کر بیڈ کی دوسری طرف جا کر بیٹھ گئی اور سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔غازیان نے آہستہ سے دروازہ بند کیا پھر گھوم کر بیڈ کی دوسری طرف گیا۔زینب سر ہاتھوں میں

www.novelsclubb.com

گرائے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔غازیان وہیں رُک گیااور سلائیڈنگ ونڈو سے ٹیک لگا کر کھڑا اسے دیکھنے لگا۔زینب اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ بالآخر چند لمحے بعد ہمت کر کے وہ دو قدم آگے بڑھااور زینب کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔اسے اب شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔زینب کو سب پتہ چل جانے کے بعد کا ردِ عمل اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔اگر کبھی خیال آیا بھی تھا تو وہ خود کو یہی کہہ کر دلاسہ دے دیتا کہ وہ اس کے معاملات سمجھ جائے گی۔ لیکن وہ تو اس سے کوئی بات کئے بغیر ہی اٹھ کر آگئی تھی۔

غازیان کافی دیر خاموش رہا تو زینب نے بھیگا چہرہ اٹھایا پھر اس کی طرف دیکھا تو غازیان ایک لمحے کیلئے دھک سے رہ گیا۔زینب کی آنکھوں میں شکوہ تھا۔غازیان کو ایسی نظروں کی امید نہیں تھی۔اس کی آنکھیں رونے کے باعث سُرخ ہو گئی تھیں۔غازیان نے ہاتھ آگے بڑھا کر زینب کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے یک دم اپنے ہاتھ پیچھے کر لئے۔پھر روتی ہوئی متورم آنکھوں سے اسے دیکھتے

ہوئے نفی میں سر ہلا کر بولی۔

”بہت شوق ہے تمھیں ہر چیز کو چلانے کا۔ ہر بار، ہر بار مجھ سے کچھ نہ کچھ چھپانے کا۔ تم کبھی مجھے ہر بات نہیں بتاتے۔ ہمیشہ چھپاتے آئے ہو۔ تقریب والے دن سے پہلے تک تو شاید میں تمھیں جانتی بھی نہیں تھی۔ تم اور وہ۔۔“

اس نے روتے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر ہچکی کھا کر بولی۔

”ایان بھائی، سب ہمیشہ سے جانتے تھے۔ وہ سب جانتے تھے۔ کیا سوچتے ہوں گے وہ میرے بارے میں۔ میں کیسے۔۔۔“

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی غازیان نے آگے بڑھ کر اس کے گرد بازوؤں کا حصار قائم کرتے ہوئے بڑی نرمی سے اس کی بات کاٹی۔

”شش، کوئی کچھ نہیں سوچتا۔ وہ کچھ سوچتا ہوتا تو آج خود چل کر ادھر نہیں آتا۔“

زینب نے مزاحمت کرتے ہوئے اس کا حصار توڑنے کی کوشش کی لیکن غازیان کی گرفت نرم مگر مضبوط تھی۔ وہ ہلکے سے اس کا سر تھپکتے ہوئے آہستہ آواز میں کہنے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لگا۔

"زینب، میں جانتا ہوں تم مجھے اور ایان کو غلط سمجھو گی۔ ہم نے تم سے چھپایا سب۔ لیکن تم سوچو اگر ایان کا کوئی دوست اس طرح گھر رشتہ لے کر آتا تو کیا گھر والے اعتراض نہیں کرتے۔ خاص طور پر موحد۔اس لئے سر کی وفات کے بعد میں نے گھر آنا جانا بند کر دیا تھا کیونکہ یہ ٹھیک نہیں تھا اور نکل آؤ اس خوف سے کہ ایان غلط سمجھتا ہے تمھیں۔ اگر وہ غلط سمجھتا ہوتا تو وہ پہلے دن تمھارے گھر سے قدم باہر رکھنے کے بعد ہی گھر والوں کو سب بتا دیتا۔ اگر وہ تمھیں غلط سمجھتا تو آج خود ادھر چل کر تم سے معافی مانگنے نہ آتا۔۔۔"

وہ دھیرے دھیرے بولتے ہوئے زینب کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔کیونکہ وہ معاملات سیدھے کرنا چاہتا تھا۔کسی بھی غلط فہمی کی کوئی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا تھا۔زینب اب بے آواز روتے ہوئے اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"تمھیں نہیں پتہ معاملات کتنے بگڑ گئے تھے۔ تم اپنے گھر میں رہتی تو کسی طرح

www.novelsclubb.com

معاملات حل ہو جاتے۔ایسے ہی تو نکاح پہ نکاح نہ ہو جاتا نا۔لیکن تم نے تھوڑی جلدی کی۔۔"

غازیان نے زینب کو کبھی اس بات کا احساس نہیں دلایا تھا لیکن آج کہہ رہا تھا کیونکہ وہ بھی نہیں چاہتا تھا کوئی بات دل میں رہ جائے اور زینب کو اندازہ ہو دوسری طرف کتنے بُرے حالات تھے جن کو زینب پیچھے چھوڑ آئی تھی۔اس وقت خوش فہمیوں کی دیوار بنانے کا وقت نہیں تھا۔زینب کو ہر بات کا احساس دلانے کا وقت تھا۔جو اس نے سہی کیا اور جو غلط۔

"ٹھیک ہے میں تب چپ کر گیا تھا کیونکہ جو ہونا تھا ہو گیا تھا اب آگے دیکھنے کا وقت تھا۔بڑا مشکل ہوتا ہے جب آپ کسی کی بے گناہی کے بارے میں جانتے ہوئے بھی ،اپنے سامنے اس کے کردار کے بارے میں الفاظ سنو۔ایان سب جانتا تھا، لیکن اس نے اس گھر میں رہتے ہوئے سب سنا۔بولا وہ پھر بھی کچھ نہیں۔صرف میرے کہنے پر۔کیونکہ تم دوبارہ اس گھر میں چلی بھی جاتی تو سروائیو نہ کر پاتی۔ان لوگوں

کی باتیں سن کر ہی آدھی ختم ہو جاتی۔ تمھیں پتہ ہے تمھارے بابا ہمیشہ تمھیں مضبوط دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ تم بہت زیادہ حساس ہو۔ حساس لوگ کم ہی سروائیو کر پاتے ہیں۔ بس اس لئے تمھارے گھر سے آنے کے بعد مزید تمھارا حوصلہ پست کرنے کی بجائے تمھیں ایک سڑک دیکھائی تھی۔ تم نے پڑھا اور دیکھو آج اتنا سب ہو جانے کے بعد کم از کم تم اپنا پروفیشن تو لے کر چل رہی ہو نا۔"

پھر وہ دھیرے سے پیچھے ہوا اور نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر دوبارہ پہلے والی پوزیشن میں اس کے سامنے بیٹھا۔ زینب اب خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ گال ابھی بھی گیلے تھے۔ آنکھوں سے خاموش آنسو بھی بہتے جا رہے تھے۔ اسے احساس ہوا وہ یک دم جزباتی ہو گئی تھی۔ آج بھی وہ اپنی اس عادت کو پوری طرح چھوڑ نہیں پائی تھی۔

"اب بس سب بھول جاؤ۔ سب ٹھیک ہے۔ حالات تمھارے سامنے ہیں۔ موحد سے میں ملتا رہا ہوں۔ وہ واقعی شرمندہ ہے۔ وہ کافی دفعہ تم سے ملنے کی درخواست

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کر چکا ہے۔ میں ہی ٹال دیتا ہوں۔اس دن تقریب والے دن بھی موحد اور منان نے آنا تھا لیکن چچی جان کی وجہ سے نہیں آپائے۔۔۔"

غازیان سانس لینے کیلئے رکا تو زینب نے فوراً ہی شکوہ کیا۔

"تمھیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔ تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔ تم کب سے موحد بھائی لوگوں سے ملتے ہو۔ کبھی نہیں بتایا۔"

غازیان نے گہری سانس لی پھر مدھم مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو پہلی بار اس کی آنکھیں جھکی تھیں۔

"میں سچ بتاؤں، تو میں ڈرتا تھا۔ تمھارے پاس صرف ایک ہی شخص تھا جس پر تم اُس وقت میں بھروسہ کر سکتی تھی۔ دل سے بتاؤ اگر میں تب تمھیں سب بتا دیتا تو کیا تم میرا بھی یقین کرتی؟"

کہہ کر اس نے آنکھیں اٹھائیں تو شرمندگی کے ساتھ ہلکی سی سادگی بھی ان میں ہلکورے لے رہی تھی۔ زینب نے جواب نہیں دیا۔ لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو

ٹپکا تھا۔

”میں نے جان کے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ صرف تمھاری بھلائی کیلئے کیا تھا سب۔ میں چاہتا تھا ہمارا رشتہ اتنا مضبوط ہو جائے کہ جس وقت میں تمھیں یہ سب بتاؤں تو تمھیں فرق نہ پڑے لیکن ظاہری سی بات ہے یہ ممکن نہیں تھا۔ مجھے آج احساس ہوا تمھیں یہ سب کبھی بھی پتہ چلتا تمھارا ردِ عمل شدید سا ہی ہونا تھا۔“

کہہ کر وہ ایسے ہی زینب کے ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھ کر بیڈ پر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پھر اس کے ہاتھوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے اسی نرم لیکن مضبوط لہجے میں زینب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے ازلی سادہ لہجے میں کہنے لگا۔

”میں جانتا ہوں اُن سب نے اچھا نہیں کیا۔ میں نے کبھی بھی تمھیں زور نہیں دیا کہ تم اُن سے ملو۔ کیونکہ تمھارے اس گھر سے آجانے کے بعد میں بذاتِ خود بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ اُن کے حالات ایان نے تمھیں بتا دیئے۔ ذہنی طور پر وہ سب اتنے تھک چکے ہیں کہ اب کسی کو بُرا بھلا کہنے کی حالت میں بھی نہیں ہیں۔ موحد

www.novelsclubb.com

اور منان شرمندہ ہیں۔زاہد چچا نیوٹرل ہیں۔ان کو اب کسی بھی بات سے فرق نہیں پڑتا۔بس گھر والوں کا خرچہ اٹھانے کیلیئے جس قدر کام کر سکتے ہیں اتنا کر رہے ہیں۔وانیہ بھی جانتی ہے اب سب۔وہ مجھے بھی جانتی ہے لیکن ہماری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔وہ بھی ایک دفعہ ملنا چاہتی ہے۔"

زینب نے محسوس کیا غازیان کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔وہ جیسے یہ سب دل برداشتہ ہو کر کہہ رہا تھا۔لیکن اس کا انداز کافی سادہ تھا۔وہ جانتی تھی وہ اس سے کیا کہنے والا ہے اور وہ زینب جس کے وہم و گمان میں گھنٹہ پہلے تک اپنے گھر والوں کا تصور بھی نہیں تھا۔اس نے اُس ایک لمحے میں غازیان کے کہنے سے پہلے ہی اس کی بات مان لی تھی۔

"میں چاہوں گا تم ایک دفعہ ان لوگوں سے مل لو۔اپنی زندگی شروع کرنے سے پہلے میں تمھارے لئے ہر طرح کا ڈر ختم کرنا چاہتا ہوں۔پھر ہم ایک ساتھ کسی کے بھی خوف سے آزاد ہو کر ایک نئی زندگی شروع کریں گے۔ہم دونوں مل کر چلیں

www.novelsclubb.com

گے۔ اگر تم مانو۔ امی لوگوں نے جمعہ والے دن آنا ہے۔ میری طرف سے کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اچھی طرح سوچ لو پھر ہم آج، کل میں۔۔۔"

"ابھی ٹھیک ہے؟"

زینب نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ کر کہا تو غازیان یک دم چپ ہو گیا اور اس سب میں زینب پہلی دفعہ نم آنکھوں سے ہلکا سا مسکرائی۔

"کیا۔؟"

غازیان نے نا سمجھی سے پوچھا۔ وہ جیسے سمجھا ہی نہیں۔

"میں کہہ رہی ہوں ہم ابھی چلیں؟ ایان بھائی باہر ہی بیٹھے ہیں نا۔ کل بھی تو جانا ہے۔ وہی آج سہی۔ ابھی سہی۔"

www.novelsclubb.com

اور غازیان کے الفاظ وہیں دم توڑ گئے۔ زینب کا ایک جملہ اس کی اتنی لمبی تقریر پر بھاری پڑ گیا جیسے۔ اور وہ مصنف جو ہزاروں کے مجمع کے سامنے بغیر ہچکچے لمبی سے لمبی تقریر بھی کر سکتا تھا۔ یہاں آکر اس کے پاس جیسے شکریہ کے الفاظ بھی نہیں

تھے۔پہلے تو وہ اسے خالی نظروں سے دیکھتا گیا۔پھر اس کے چہرے پر حیرت اور آخر میں اتنی خوشی ابھری کہ اس کے آنکھوں سے آنسو چھلک پڑا۔زینب نے ایک لمبی گہری سانس لی اور اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آہستہ سے جھک کر اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

لاؤنج میں ابھی بھی ویسے ہی خاموشی تھی۔گھنٹہ گزر چکا تھا اور ابھی تک ان دونوں کی خیر خبر نہیں تھی۔ایان نے ایک دفعہ پھر وال کلاک پر نظر دوڑائی تو سوئی نے بارہ کا ہندسہ عبور کیا۔چار بج چکے تھے۔اس نے آگے جھکتے ہوئے ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا تو دروازہ کی کلک کی آواز نے اس کی توجہ اپنی طرف دلائی۔موبائل اٹھا کر سیدھا ہوتے ہوئے اس نے سامنے کمرے کے دروازے کو دیکھا تو اندر سے غازیان نکلا اور اس کی پیچھے زینب۔اب وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے اس کی طرف آرہے تھے۔

زینب کا لباس بدل چکا تھا۔ سفید رنگ کی جگہ اب ہلکے سرمئی رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس، کندھوں پر سفید چادر اوڑھے، بالوں کو سادہ سی پونی میں باندھے، وہ اس چہرے سے کافی مختلف لگ رہی تھی جس کے ساتھ وہ اندر گئی تھی۔ وہ پہلے سے کافی بہتر لگ رہی تھی۔ دوسری طرف غازیان پہلے والے لباس میں ہی ملبوس تھا البتہ ماتھے پر چپکے بالوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بھی کافی فریش ہو کر آیا ہے۔ ٹیبل کے نزدیک وہ دونوں رُکے تو ایان فوراً کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا غازیان کہہ اٹھا۔

"ہم تمھارے ساتھ جا رہے ہیں۔ زینب بھی ایک دفعہ گھر جانا چاہتی ہے۔"

جس خلوص بھرے لہجے میں غازیان نے 'گھر' کہا تھا زینب نے بے اختیار ہی گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ جیسے اس کے ساتھ جڑی ہر چیز کو بنا دیکھے ہی قبول کر جاتا تھا۔ پھر سر جھٹک کر اس نے اپنی توجہ ایان کی طرف دلائی۔

"معذرت ایان بھائی، بس حالات ایسے تھے کہ میں پانی کا بھی نہیں پوچھ پائی۔ آپ

www.novelsclubb.com

دوبارہ آیئے گا۔ پھر کھانا ساتھ ہی کھانا۔"

مدھم مسکراہٹ کے ساتھ زینب نے ایک ہی جملے میں معذرت کر کے ساتھ ہی دوبارہ آنے کا بھی کہہ دیا۔ایان جو ابھی غازیان کی بات پر ہی نہیں سنبھلا تھا زینب کی بات پر مزید حیران ہو کر غازیان کی طرف دیکھا تو غازیان نے دھیرج کا اشارہ کر کے چلنے کا اشارہ کیا۔ایان اس یک دم افتاد پر حیران بھی تھا اور بوکھلایا ہوا بھی۔ پھر جلدی سے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"نہیں معذرت والی کوئی بات نہیں۔ان شاءاللہ میں دوبارہ آؤں گا۔"

کہہ کر وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔زینب بھی غازیان کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے باہر کی طرف بڑھنے لگی۔زینب کو اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایک محفوظ، طمانیت بھرا احساس ہو رہا تھا۔

نکاح! کہنے کو صرف تین لفظ۔جبکہ اگر محسوس کیا جائے تو زندگی بھر کا ساتھ۔اللہ کا نظام بھی کتنا پیارا ہے۔ایک مرد اور عورت کے درمیان کیسا خوبصورت اور پاکیزہ

www.novelsclubb.com

رشتہ رکھ دیا ہے۔اس ایک رشتے کے بعد اپنے ساتھی کے صرف ساتھ ہونے سے ہی کتنا حوصلہ ملتا ہے یہ بات آج زینب کو بہت اچھے سے سمجھ آگئی تھی۔اس وقت غازیان کے ساتھ چلتے ہوئے زینب کے دماغ میں صرف ایک ہی بات تھی کہ اُس ساتھ چلتے مرد نے اس کیلئے بہت کچھ کیا ہے۔ پچھلے چھ سال کے بہت سے مناظر زینب کے دماغ کے پردے پر کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔جس میں ہر قدم پر غازیان اس کے ساتھ رہا تھا۔چاہے وہ ٹھیک تھی یاں غلط ہر قدم پر اس کے ساتھ کھڑا رہا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا ایک ہی مرد جس پر زندگی میں وہ بھروسہ کرتی تھی وہ اس کا باپ تھا اور وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔وہ مرد جس نے اتنا سوچ کر اس کا ہر جگہ ساتھ دیا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی۔اس نے غازیان کو ہمیشہ بہت ہمت سے کام لیتے ہوئے دیکھا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی اس کا حوصلہ پست ہو۔اسے راضی ہونا پڑا تھا۔کیونکہ دل فوراً ہی راضی ہو گیا تھا۔مزید مزاحمت کی گنجائش نہیں تھی۔

www.novelsclubb.com

گھر کا دروازہ لاک کر کے وہ دونوں گاڑی کی طرف بڑھے تو ایان پہلے سے وہی کھڑا تھا۔ غازیان نے آگے بڑھ کر زینب کیلئے پچھلا دروازہ کھولا۔ زینب اندر بیٹھ گئی تو اس نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اور وہ تینوں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

جیسے جیسے شام کے سائے گہرے ہوتے جارہے تھے موسم مزید خوشگوار ہو گیا۔ آسمان پر بادل بڑھتے جارہے تھے۔ ایسے جیسے کل کی طرح آج بھی خوب برسنے کا ارادہ ہو۔ تیز ٹھنڈی ہوا جسم کو چھوتی اچھی محسوس ہورہی تھی۔ پچھلے ہفتے کی شدید گرمی پڑنے کے بعد دو دن سے موسم پھر بہتر ہو گیا تھا۔ برسات کی آمد آمد تھی۔ ایسے میں ملتان میں واقع اس درمیانے درجے کے علاقے کی وہ گلی پُرانے وقتوں کی یاد دلانے کیلئے کافی تھی۔ وہاں زیادہ کچھ نہیں بدلا تھا۔ جیسے ہی کار نے گلی کا موڑ کاٹا زینب کا دل الگ ہی لے پر دھڑکنے لگا۔ گلی کے شروع میں وہی برسوں پرانا شہتوت کا درخت تھا جہاں سے بچپن میں وہ سب شہتوت توڑ کر لایا کرتے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ درخت آج بھی پُرانا نہیں ہوا تھا۔ جیسے اُس کے مالک نے اس کا خاص خیال رکھا ہو۔ درخت پر لگے ہرے پتے آج بھی کھلے کھلے لگ رہے تھے۔

چیزوں کا خیال بہتر طریقے سے رکھا جائے تو وہ کبھی پرانی نہیں ہوتیں۔ زینب نے بے اختیار اس درخت کو دیکھ کر سوچا۔

جیسے جیسے کار آگے بڑھتی جا رہی تھی گھر دیکھ کر اسے پُرانی تمام باتیں یاد آ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو وہ کانپ رہے تھے۔ بامشکل مٹھیاں بھینچتے ہوئے زینب نے خود پر ضبط کیا۔ گلی کا آخری گھر ان کا گھر تھا۔ غازیان نے اس سفید لوہے کے دروازے والے گھر کے سامنے کار روکی تو زینب کو جھٹکا لگا۔ وہ ہوش کی دنیا میں لوٹی تو غازیان دروازہ کھول کر اسے باہر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ زینب نے گہری سانس لے کر اپنے حواس بحال کئے اور کندھوں پر شال ٹھیک کرتے ہوئے قدم کار سے باہر رکھے۔ پھر سر اٹھا کر اس گھر کو دیکھا تو وہ وہی پُرانا گھر تھا جس کو رات کے اندھیرے میں اس نے چھوڑا تھا۔ ایان نے آگے بڑھ کر لوہے کا گیٹ

www.novelsclubb.com

کھولا تو غازیان نے ہلکی آواز میں زینب کے قریب جھکتے ہوئے کہا۔

"زینب چلیں؟"

زینب نے اس کی طرف دیکھا۔ آنکھیں نم تھیں، پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر غازیان کا ہاتھ تھاما اور قدم آگے بڑھایا۔

اور بس۔۔ سارے واہمے، سارے خدشے، ساری آوازیں، ساری یادیں دم توڑ گئی۔ وہ اپنے محرم کے ساتھ تھی۔ کوئی اُس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا۔

چند لمحوں میں زینب غازیان نے غازیان ابراہیم کے ساتھ اس گھر میں قدم رکھا تھا جس کو سات سال پہلے اس نے خود اپنی مرضی سے خیر آباد کہہ دیا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی سب سے پہلی نظر لان میں رکھے اس جھولے پر پڑی۔ جہاں وہ اپنے بابا کے ساتھ بیٹھ کر کھیلا کرتی تھی۔ وہ جھولا خالی تھا۔ لیکن نیچے، لان کے گھاس پر، ایک چھوٹی بچی بیٹھی اپنے کھلونے سے کھیلنے میں مصروف تھی۔ اس کے قریب ہی نیچے گھاس پر دو نوجوان لڑکیاں بیٹھی اپنے اپنے موبائلوں میں مگن

www.novelsclubb.com

تھیں۔انہوں کی نظر ابھی ان پر نہیں پڑی تھی۔

زینب نے غزل کو فوراً پہچان لیا تھا۔وہ بالکل نہیں بدلی تھی۔ویسی ہی تھی۔ماتھے پر بے بی کٹ کی صورت میں بال گرائے،ڈوپٹہ گلے میں ڈالے وہ کسی بات پر ہنستے ہوئے صدف سے کچھ کہہ رہی تھی۔دفعتاً اس چھوٹی بچی کی نظر اوپر اٹھی تو وہ یک دم چلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ایان ماموں،ایان ماموں۔"

اس کے اس طرح چلانے پر ان دونوں لڑکیوں نے بھی سر اٹھایا اور دوسری طرف کا منظر دیکھ کر ان کی نظریں ادھر ہی جم گئیں۔وہ بچی ایان کے پاس آکر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

"آپ صبح سے کہاں تھے۔میں نے آپ کو اتنا مس کیا۔"

پھر اس نے چہرہ اٹھایا اور معصومیت سے اپنی سیاہ آنکھیں جھپکاتے ہوئے بولی۔

"میری چاکلیٹ لائے ہیں نا۔"

www.novelsclubb.com

اور زینب کی آنکھوں میں آنسو جمع ہو گئے۔وہ ہو بہو وانیہ کا عکس تھی۔ایان نے جھک کر بچی کو اپنی گود میں اٹھایا پھر اس کا ناک کھینچتے ہوئے پیار سے بولا۔

"ایسا ہو سکتا ہے ماموں،اپنی مانو کی چاکلیٹ بھول جائیں؟"

وہ بچی یک دم کھلکھلائی۔پھر اس کی نظریں زینب اور غازیان کی طرف اٹھیں تو نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

"ماموں یہ کون لوگ ہیں؟"

اور اس سب میں ایان نے پہلی بار زینب کی طرف دیکھا جو بڑے ضبط سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔پھر کھنکھارتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

"مانو،یہ بھی آپ کی خالہ ہیں۔زینب خالہ۔"

اور بچی نے اتنی حیرانگی سے چہرہ موڑا جیسے کوئی عجوبہ دیکھ لیا ہو۔پھر زینب کو اوپر سے نیچے تک آنکھیں پٹپٹا کر دیکھا۔

"لیکن میری تو بس دو خالہ ہیں۔غزل خالہ اور صدف خالہ۔"

وہ بچی حیران تھی۔ پھر خود کو چھڑواتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے چھوڑیں میں ماما کو بتاتی ہوں۔ باہر خالہ آئی ہیں۔ وہ جوس کا انتظام کریں۔"

چمکتی آنکھوں سے کہتے ہوئے وہ خود کو چھڑوا کر اندر بھاگ گئی۔ دوسری طرف ضبط کے باعث زینب کی آنکھیں سُرخ پڑ گئی تھیں۔ ایان کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔

"یہ موحد کی بیٹی ہے۔ آئرہ نام ہے اس کا۔"

زینب نے سر ہلا دیا۔ آنکھیں میچ کر آنسو اندر اتارے۔ لان میں کھڑی وہ لڑکیاں بھی حیرانی سے یہ سب دیکھ رہی تھیں۔ زینب کی نظریں اب غزل پر تھیں۔ اس کو دیکھتے ہوئے وہ دو قدم آگے بڑھی۔ اس سے پہلے کہ وہ غزل تک پہنچتی وہ غصے سے سر جھٹکتے ہوئے، پیر پٹختی اندر چلی گئی۔ زینب لمحے بھر کو ڈگمائی۔ اس کے قدم لڑکھڑائے۔ غازیان نے اس کے ہاتھ پر زور ڈالا۔ اس کا ہاتھ پسینے سے بھر چکا تھا۔ لیکن غازیان کی اس پر گرفت مضبوط تھی۔ ایان نے چہرہ موڑ کر صدف کی طرف

دیکھا پھر ذرا زور دے کر بولا۔

"صدف، ادھر آؤ۔ زینب آپی آئی ہیں۔ سلام لو ان سے۔"

وہ بھی اندر جانے کا ارادہ رکھتی تھی لیکن بھائی کی سنجیدہ سی آواز پر فوراً اس طرف آئی چھبتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ کر سلام کیا۔ بامشکل آواز کو نارمل رکھتے ہوئے زینب نے سلام کا جواب دیا۔

"غازیان میں اندر جا کر سب کو بتاتا ہوں۔ تم زینب کو لے کر اندر آ جاؤ۔"

ایان نے زینب کی حالت کے پیشِ نظر کہا تھا۔ پھر صدف کو لے کر اندر چلا گیا۔ ان کے اندر جاتے ہی زینب لڑکھڑائی۔ اس نے بامشکل سانس لی۔ آنکھوں سے چند آنسو بھی ٹپکے۔

"نہیں غازیان، واپس چلتے ہیں۔ مجھ سے نہیں ہو پائے گا۔"

غازیان نے چہرہ اس کی طرف موڑا۔ پھر اس کو دونوں کندھوں سے تھامتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا۔

www.novelsclubb.com

"تمھیں آنے سے پہلے ہی پتہ تھا کہ غزل کا رویہ ایسا ہو گا۔اس کی فکر نہیں کرو۔تم وانیہ اور موحد سے ملنے آئی ہو۔ چھوٹی چچی سے ملنے آئی ہو۔ منان ملنا چاہتا ہے۔وہ لوگ تو انتظار میں ہیں نا کہ تم ایک دفعہ آؤ۔اب تم ان سے ہی ملے بغیر چلی جاؤ گی تو ایسے کیسے چلے گا۔"

غازیان نے اس کے کندھوں کو ہلایا۔

"زینب یار، بی بریو۔ جیسے تم بی ہیو کر رہی ہو۔مجھے لگ رہا ہے میں کسی چھوٹی بچی سے بات کر رہا ہوں۔"

اور زینب نے روتے ہوئے پُر شکوہ نگاہیں اٹھائی تو غازیان نے جلدی سے ہاتھ اٹھائے۔

"سوری سوری، چلو اب اندر۔ کب تک ادھر کھڑے رہنے کا ارادہ ہے؟"

اور آنسو صاف کرتے ہوئے زینب نے خود سے اگلے کچھ وقت کیلئے نارونے کا عہد کیا۔چند لمحے بعد جب وہ دونوں ایک دوسرے کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوئے تو

www.novelsclubb.com

وانیہ صوفے کے قریب جھک کر موحد کو پانی دے رہی تھی۔ادھر ساتھ ہی منان بھی صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔وانیہ پانی دے کر سیدھی ہوئی تو اس کی نظر چوکھٹ میں کھڑے دو نفوس پر پڑی۔وہ جلدی سے ڈوپٹہ سر پر ٹھیک کرتے ہوئے ان دونوں کے پاس آئی۔وہ جیسے زینب کے پلٹ آنے کے انتظار میں تھی۔ایان نے پانچ منٹ پہلے اسے بتایا تھا اور وہ جیسے سالوں سے ہی اس لمحے کے انتظار میں تھی۔

اس نے خود ہی آگے بڑھ کر زینب کو گلے لگا لیا۔زینب کیلئے وانیہ کا ردِ عمل کافی غیر متوقع تھا۔غزل کے رویے کے برعکس وانیہ کا انداز کافی والہانہ تھا۔غازیان دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔اس سے آگے اب زینب اور اس کے خاندان کا معاملہ تھا۔زینب سے لپٹ کر وانیہ اپنا ضبط کھو بیٹھی اور ہچکیوں سے رونے لگی۔جو بھی تھا وہ دونوں بہنیں تھیں۔خوشی اور غم کے بہت سے مراحل دونوں نے ساتھ گزارے تھے اور اُس لمحے اس گھر میں،لاؤنج کی چوکھٹ میں کھڑے ہو کر زینب کو احساس ہوا کہ خواہ کتنی ہی ناراضگیاں ہوں،کوئی کسی سے کتنا ہی خفا کیوں نہ ہو،خونی رشتے اتنی آسانی

سے نہیں چھوڑے جاتے۔ سو میل دور ہونے کے باوجود بھی، خونی رشتے ہمیشہ خونی رشتے ہی رہتے ہیں۔

زینب کو دیکھ کر بے اختیار موحد بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ منان بھی کھڑا ہو گیا۔ ایک بے اختیار سا عمل تھا۔ موحد سفید رنگ کی ٹی شرٹ کے ساتھ بلیو جینز پہنے مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ زینب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جبکہ منان کے کندھے بھی ڈھلکے ہوئے تھے۔ اتنے عرصے بعد زینب کو سامنے دیکھ کر وہ اپنی کیفیات کو کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔ عجیب شرمندگی سی شرمندگی تھی۔ زینب کے چہرے پر اس وقت آنسو تھے لیکن موحد کو وہ پہلے سے کہیں زیادہ سنجیدہ اور پُختا لگ رہا تھا۔ وہ چھ سال پہلے کی نسبت بڑی بڑی لگ رہی تھی۔ موحد کی نظر زینب کے کندھے کے پیچھے کھڑے غازیان پر پڑی تو غازیان نے سر کو خم دیتے ہوئے پہلے موحد پھر منان کو سلام کیا۔ موحد نے غائب دماغی سے سر ہلا دیا۔ اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ زینب اس کے سامنے کھڑی ہے۔ چند لمحوں بعد زینب نے

www.novelsclubb.com

وانیہ کو دونوں کندھوں سے پکڑتے ہوئے الگ کیا۔ پھر جب بولی تو آواز نم تھی۔

"مجھے ابھی کچھ دیر پہلے آئرہ کا پتہ چلا۔ بہت بہت مبارک ہو آپ دونوں کو۔"

سر کے خم کے ساتھ مبارک باد دیتے ہوئے زینب نے پیچھے کھڑے موحد کو بھی ایک نظر دیکھا تھا۔

"خیر مبارک۔۔"

وانیہ نے کہا تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ پھر جلدی سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ دونوں ادھر کیوں کھڑے ہیں۔ آئیں نا اندر۔ آؤ زینب بیٹھو۔"

اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ صوفے پر لاتے ہوئے وانیہ نے ساتھ ہی غازیان کو بھی اشارہ کیا۔ موحد ڈبل صوفے سے سنگل صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ منان صوفے کے ساتھ رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔ دونوں میں سے کسی نے بھی زینب کو براہِ راست مخاطب نہیں کیا تھا۔ وانیہ اور زینب ایک صوفے پر اور ایان، غازیان کو لے

کر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔وانیہ آہستہ آواز میں زینب سے باتیں کرنے لگی۔ کہاں تھی وہ، کیسی ہے، کیا کیا کرتی رہی ہے، کہاں رہتی ہے۔وانیہ کے پاس کرنے کیلئے سوالوں کی ایک لمبی فہرست تھی۔اس نے زینب سے صرف اس کے بارے میں پوچھا۔اس کے گھر سے جانے کے بعد وہاں کیا کیا ہوا،اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ وہ دونوں صرف زینب کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔

چند لمحوں بعد ایان اٹھااور خاموشی سے غزل کے کمرے کی طرف بڑھا۔غازیان زینب کو کافی عرصے بعد اس طرح بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔وہ مختصر سے جواب دے رہی تھی لیکن ایک انوکھی چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔

www.novelsclubb.com

غزل کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر ایان اندر داخل ہوا۔وہ بیڈ کے دائیں طرف دونوں پاؤں اوپر کر کے بیٹھی تھی۔صدف سائیڈ صوفے پر بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ایان ابھی ایک قدم آگے بڑھا ہی تھا جب غزل نے ترشی سے کہا۔

"اگر آپ مجھے ان سے ملنے کیلئے راضی کرنے کیلئے آئے ہیں تو مہربانی واپس چلے

جائیں۔میں ان سے نہیں ملو گی۔"

غزل اور صدف کا کمرہ نیچے والے پورشن میں ایان کے کمرے کے ساتھ ہی تھا۔ پہلے اوپر ہوا کرتا تھا۔لیکن اب بہت کچھ بدل گیا تھا۔وہ اتنا اونچی بولی تھی کہ باہر لاؤنج تک صاف آواز آئی تھی۔ایان نے تھک کر پیچھے مڑ کر دروازے کو دیکھا جو کھلا تھا۔یقیناً باہر تک آواز گئی تھی۔ گردن موڑ کر کھنکھارتے ہوئے ایان نے ایک اور کوشش کرنی چاہی۔

"غزل ایک دفعہ میری بات۔۔"

"آپ کو میری بات سمجھ نہیں آرہی؟"

اس بار وہ اونچی آواز میں غصے سے چلائی تھی۔ باہر بیٹھا موحد اپنی جگہ سے اٹھا۔پھر معذرت کرتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھا۔زینب کا چہرہ یک دم دوبارہ پھیکا پڑا تھا۔

"جب ایک دفعہ وہ ہمیں چھوڑ کر گئی تھیں تو اب اتنے سال بعد دوبارہ کیوں آئی

ہیں۔جب تب انہیں ہماری پرواہ نہیں تھی تواب کونسی ہمدردی جاگی ہے؟"

وہ اسی غصے سے اونچی آواز میں بول رہی تھی۔موحد کمرے کی دروازے میں پہنچا تو اسے دیکھ کر وہ سابقہ لہجے میں ہی بولی۔

"آپ نے ہی کہا تھا نہ وہ لڑکا اچھا نہیں ہے۔آج وہ اسی لڑکے کے ساتھ اس گھر میں آئی بیٹھی ہیں۔انہیں کہیں ادھر سے چلی جائیں۔وہ۔۔۔"

"چپ۔۔۔"

اب کی بار موحد اتنے غصے سے بولا تھا کہ ایک لمحے کو سب کو سانپ سونگھ گیا۔ایان نے مڑ کر موحد کو دیکھا۔

"تمھیں نہیں ملنا اس سے۔نہیں ملو۔مگر خدارا اس کے کردار پر بات نہیں کرو۔وہ کہیں نہیں جائے گی۔میں نے ہی اسے بلایا تھا۔میرے کہنے پر ہی وہ آئی ہے۔وہ غلط نہیں، ہماری سوچیں ہی چھوٹی ہیں۔زینب کا ظرف چھوٹا نہیں ہے۔وہ اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی خود چل کر ہمارے گھر آئی ہے۔اس کے عمل کی قدر کرو۔اگر

www.novelsclubb.com

ملنا ہوا تو آجانا۔ بہن ہے وہ تمھاری۔"

اونچی لیکن مضبوط آواز میں کہہ کر موحد نے ایان کی طرف رُخ کیا۔

"ایان اب نہیں کہنا۔ آجاؤ۔"

کہہ کر وہ باہر آگیا۔ اس کی آواز کی وجہ سے چھوٹی چچی بھی اپنے کمرے سے کل آئی لیکن باہر کا منظر دیکھ کر وہ بھی ایک لمحے کیلئے ششدرہ گئیں۔ ایان غزل کو اس کے حالات پر چھوڑ کر باہر آیا تو سامنے اپنی امی کو کھڑا پایا۔ زینب ابھی تک موحد کے الفاظ سے باہر نہیں آئی تھی۔ وہ تو ہونق بنی بس وانیہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی اور وانیہ نے زینب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دباتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔ یہی وہ مقام تھا جس کو پانے کیلئے زینب نے اپنے باپ کے بعد بہت کوششیں کی تھیں اور دیر سے ہی سہی لیکن سب نے قبول کر لیا تھا۔ زینب بہت کچھ سوچ رہی تھی جب غازیان نے اس کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔ زینب چونکی۔ پھر غازیان کی طرف دیکھا۔

"چچی جان سے سلام نہیں کرو گی؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور اب جب زینب نے نظریں گھمائی تو دائیں طرف ایان کی امی انہیں حیران نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔زینب کو پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے غازیان نے چچی جان سے پیار دلوایا تو انہوں نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے زینب اور غازیان کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"ہمیشہ خوش رہو بچو۔"

زینب نے سر اٹھایا تو چچی جان نم آنکھوں سے مسکرا رہی تھیں۔نظریں ملنے پر انہوں نے کہا۔

"بہت انتظار کروایا ہے تم نے۔وقاص بھائی انتظار کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ہم تمھارے بڑے تھے ایک دفعہ ہمارے پاس آتی لیکن خیر۔۔اللہ تم دونوں کو خوش رکھے۔"

ہلکا سا شکوہ ان کی زبان پر آ ہی گیا تھا۔زینب نے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگایا۔زینب کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے اور چچی بھی رو رہی تھی۔سب اپنی اپنی جگہ نم

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ایک خاندان جو سالوں پہلے ٹوٹ گیا تھا آج ان سب کی موجودگی میں وہاں پھر سے ایک ہو رہا تھا۔زینب ان سے علیحدہ ہوئی تو ذرا لڑکھڑائی۔غازیان نے اسے بازو سے پکڑ کر سہارا دیا۔ تبھی غزل کے کمرے کے دروازے میں کھڑے موحد نے اس سب میں پہلی بار زینب کو مخاطب کیا۔

"زینب۔۔"

نام کے بجائے اسے مخاطب کرنے والے پر حیرت ہوئی تھی۔اس نے بے یقینی سے اپنا رُخ پھیرا۔بڑے عرصے بعد اس نے موحد کے منہ سے اپنا نام سنا تھا لیکن اس کا چہرہ دیکھتے ہی زینب کو اندازہ ہو گیا کہ اس نے یہ نام شرمندگی کے کن کڑے مراحل سے گزرتے ہوئے لیا ہے۔پھر صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"بیٹھو، ہمیں تم سے بات کرنی ہے۔اسی لئے ہم نے تمھیں بلایا تھا۔"

ہمیں؟ زینب نے اسی حیرت سے چہرہ موڑا تو صوفے کے پاس کھڑے منان کے تاثرات بھی موحد سے مختلف نا تھے۔زینب کیلئے تو ان چہروں کو دیکھنا ہی مشکل تھا۔

وہ چہرے جن پر اپنے لئے تاثرات اس نے ہمیشہ ہی اکھڑ دیکھے تھے ان پر شرمندگی کا اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے وہ صوفے پر جا بیٹھی۔ غازیان بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھا۔ وانیہ اٹھ کر اس صوفے کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی جس پر اب موحد اور منان براجمان تھے۔ دونوں کے چہرے جھکے تھے۔ وہ شاید بولنے کیلئے الفاظ تلاش رہے تھے یاں پھر شرمندگی کی وجہ سے ان کے منہ سے الفاظ ادا نہیں ہو رہے تھے۔ ایان اپنی امی کو کندھوں سے تھامے کچن کے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ سب کی نظریں موحد اور منان کی طرف تھیں اور بالآخر موحد نے ہمت کر کے چہرہ اٹھایا۔

www.novelsclubb.com

"تایا جان کے ہم پر بڑے احسان تھے۔ انہوں نے ہمیں یہ بزنس کھڑا کر کے دیا۔ یہ بزنس ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم پر بھروسہ کیا۔ لیکن شاید ہم اُن کے بھروسے کی لاج نہیں رکھ سکے۔ ہم نے اپنی غلطی کی وجہ سے ہر چیز تباہ کر دی۔ سب ختم ہو گیا۔ ضد میں آکر ہم نے وہ فیصلے کئے جس نے ہماری جڑوں تک کو ہلا ڈالا۔۔"

اور وہاں بیٹھا ہر انسان جانتا تھا کہ وہ بزنس کی بات نہیں کر رہا۔اس کے بولنے کا انداز، آواز میں تکلیف سب کچھ بیان کر رہی تھی۔

"تایا جان نے جانے سے پہلے بہت چیزوں کی حفاظت ہمارے ذمے لگائی تھی۔ابو اس کو پورا بھی کرنا چاہتے تھے۔لیکن اپنی انا اور ضد کی وجہ سے ہم نے ہر چیز کو خراب کیا۔غلط غلط فیصلے لئے۔جن کا انجام بہت بُرا نکلا۔ہم تایا جی کی دی ہوئی کسی بھی امانت کا حق نہیں ادا کر سکے۔میں اپنی ایک ایک غلطی کیلئے بہت شرمندہ ہوں۔۔"

اور کہہ کر اس نے گردن جھکا دی۔جیسے مزید بولنے کی ہمت نہیں رہی ہو اور زینب ؟وہ تو بس حیرانی سے اس انسان کو دیکھ رہی تھی جو کبھی اس کے سامنے اکڑی ہوئی گردن کے بغیر کھڑا نہیں ہوتا تھا۔اس کی آنکھوں میں زینب کیلئے ہمیشہ حقارت رہی تھی اور آج ؟وہ شرمندگی، ندامت۔وہ تو زینب سے نظریں بھی ملا نہیں پا رہا تھا۔اپنے دور کے بادشاہ رہنے والے انسان کی ایسی حالت دیکھ کر کون افسوس نہ

www.novelsclubb.com

کرتا۔اب منان بھی صوفے پر تھوڑا آگے بڑھا تھا۔

”خود کو ہمیشہ یہ تسلی دینے سے کہ ،میں تو کچھ نہیں کر رہا، کر تو کوئی اور رہا ہے۔یہ تسلی سچ ثابت نہیں ہو جاتی۔اس بات کا احساس ہوتے ہوئے شاید مجھے بھی دیر ہو گئی۔میں۔۔“

اور بس اس سے آگے منان چپ کر گیا۔شاید کہنے کیلئے الفاظ نہیں تھے۔موحد بھی سر جھکائے خاموش تھا۔لاؤنج میں چند لمحے سوگواریت بھری خاموشی چھائی رہی۔

اب زینب کو کچھ بولنا تھا۔لیکن وہ نم آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھے گئی۔کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں بچی تھی۔اس سے پہلے کے زینب کچھ بولتی موحد نے نظریں اٹھا کر زینب کو دیکھا۔جن میں آنسو تھے۔موحد نے پھر کچھ کہنے کو لب کھولے لیکن اس سے پہلے ہی زینب کہہ اٹھی۔

”نہیں موحد بھائی،آپ کو مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ دونوں کو احساس ہو گیا میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔میرے نزدیک شرمندگی ہو جانا بہت

بڑی بات ہے۔میری بھی غلطی ہے۔مجھے ایسے نہیں جانا چاہیے تھا۔مجھے چچا جان کا پتہ لگا۔بہت افسوس ہوا۔میری وجہ سے۔۔"

"نہیں زینب۔۔"

منان نے بیچ میں ہی اسے ٹوک دیا۔

"وہ سب بھی ہماری غلطی کی وجہ سے ہوا تھا۔تمھیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔بس ہم چاہتے ہیں تم خوش رہو۔غازیان اور تمھیں ساتھ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔اللہ تم دونوں کے نصیب اچھے کرے۔"

اور زینب کے تمام الفاظ ختم ہو گئے۔وہ ان دونوں کو دل سے قبول کر گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

یہی وہ چاہتی تھی۔اس نے گردن موڑ کر غازیان کو دیکھا۔ایک آسودہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر رینگ گئی۔اس نے تھک کر آنکھیں موندی تو ایک شکر کا آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر گالوں پر پھسلا۔چند لمحوں بعد گہری سانس لے کر زینب نے غازیان سے کہا۔

”میں کچھ دیر باہر لان میں جا رہی ہوں۔ تم اندر ان سب کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔“

کہہ کر وہ ادھر رکی نہیں تھی۔ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر لان کی طرف بڑھ گئی۔ باہر آ کر ایک جگہ رُکتے ہوئے اس نے گہری سانس لی۔ پھر نظریں آسمان کی طرف اٹھائیں۔ کیا نہیں تھا ان نظروں میں؟

صبر! شکر! خوشی! حیرت! ممنونیت! احسان مندی!

اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسو سب بیان کر رہے تھے۔ اتنا تو اس نے چاہا بھی نہیں تھا۔ وہ بس چاہتی تھی کہ وہ ایک دفعہ اپنے گھر والوں سے مل لے۔ لیکن سب کا ایسا رویہ؟

ایک غزل کا ایسا رویہ ہونے کی وجہ سے اسے دکھ تو ہوا تھا لیکن جو باقی سب تھا وہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ کوئی لعن طعن، کوئی شکوہ شکایت سننے کو نہیں ملی تھی اسے۔ وانیہ نے سب پوچھا، سب کہا، لیکن اس نے ایک دفعہ اس کی زبان سے شکوہ نہیں سنا۔ ایک بار بھی وانیہ نے یہ نہیں کہا کہ، تم سب چھوڑ کر کیوں گئی

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی؟ کیونکہ دیر سے ہی سہی ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ زینب نے ایسا قدم ان لوگوں کی وجہ سے ہی اٹھایا تھا۔ان کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا، زینب کیلئے اتنا کافی تھا۔

ایک تکان بھری سانس خارج کرتے ہوئے وہ لان میں آگے بڑھی تو سامنے آئرہ گھاس پر بیٹھی اپنے بلاکز کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔زینب دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اس کے قریب آئی پھر گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھی تو اس بچی نے فوراً سر اٹھا کر اپنی سیاہ چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔اس کی آنکھیں بالکل موحد کی طرح تھی۔سیاہ، چمکتی ہوئیں۔

www.novelsclubb.com

"آپ بھی میری خالہ ہیں؟"

اس بچی نے معصومیت سے اپنے ماتھے پر گرتے بال پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔

زینب نے دیکھا اس عمر میں بھی اس کے بال کافی بڑے تھے۔زینب نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے سے بال ہٹانے میں اس کی مدد کرتے ہوئے ہلکی نرم آواز میں کہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی، میں بھی آپ کی خالہ ہوں۔"

"تو پھر آپ پہلے کبھی ادھر کیوں نہیں آئی؟"

بچی نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے ایک اور سوال کیا۔ زینب بے اختیار نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ایک تو ان بچوں کے دماغ! پھر اس نے آگے بڑھ کر اس بچی کو اپنے ساتھ لگایا۔

"ہاں، میں پہلے نہیں آتی تھی۔ اب آیا کروں گی۔ مجھے پہلے نہیں پتہ تھا اس گھر میں ایک گڑیا بھی ہے۔"

بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ زینب نے اسے زور سے بھینچتے ہوئے کہا۔ پھر گال صاف کرتے ہوئے اس سے الگ ہو کر کھڑی ہونے لگی۔ جب آئرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"آپ خالہ ہیں؟ لیکن میں آپ کو کونسی خالہ کہوں۔"

"کیا مطلب؟"

www.novelsclubb.com

زینب نے رک کر نا سمجھی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسے غزل خالہ ہیں۔ چھوٹی خالہ کا نام، صدف خالہ ہے۔ایسے آپ کا بھی کوئی نام ہے؟ یاں میں آپ کو صرف خالہ کہوں؟ آپ کا نام کیا ہے؟"

زینب نے ہلکا سا ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔بچی تھوڑی تیز تھی۔

"میرا نام زینب ہے۔آپ مجھے زینب خالہ یاں بڑی خالہ کہہ لیا کرنا۔اوکے؟"

زینب نے دیکھا آئرہ کے چہرے پر یک دم حیرانی ابھری تھی۔اس نے اسی حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کا نام زینب ہے؟"

www.novelsclubb.com

"جی جی میرا نام زینب ہے۔"

زینب نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔آئرہ نے چند لمحے سوچنے کی اداکاری کی۔ پھر ادھر ادھر دیکھا۔لان پر شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔ مغرب کی آذانوں میں کچھ ساعتیں ہی باقی تھیں۔لان میں اپنے اور زینب کے علاوہ کسی کو نا پاتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئے وہ زینب کے قریب ہوئی پھر رازدارانہ انداز میں بولی۔

"آپ کو ایک سیکرٹ بتاؤں؟"

اس کا انداز اتنا معصومانہ تھا کہ زینب کھلکھلائے بغیر نہیں رہ سکی۔ پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسی کے انداز میں قریب ہوئی۔

"بابا ہیں نا میرے۔۔"

کہہ کر اس نے پھر ادھر ادھر دیکھا۔ زینب نے سر کو دو تین دفعہ ہلایا۔

"وہ نہ مجھے کبھی کبھی زینب کہہ کر بلاتے ہیں۔۔"

اور زینب جہاں تھی وہی رہ گئی۔

"پہلے ایک دو دفعہ مجھے لگا وہ میرا نام بھول گئے ہیں۔ پھر میں نے انہیں کہا کہ میرا نام آئرہ ہے۔ وہ پھر بھی نہیں ہٹے۔۔"

آئرہ نے کہہ کر ڈرامائی انداز میں بریک لیا۔ زینب بالکل شل ہوئی اسے سن رہی تھی۔ یہ اب توقع سے بڑھ کر تھا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں نے ایک دن کہا کہ میں آپ کی شکایت ماما کو لگاؤ گی۔ تو کہنے لگے، مجھے تمھارے لئے یہ نام زیادہ اچھا لگتا ہے۔ لیکن تم کسی کو بتانا نہیں۔"

پھر وہ مزید قریب ہوئی اور آواز مزید آہستہ کرتے ہوئے بولی۔

"آپ کا نام زینب ہے۔ اسی لئے آپ کو بتایا ہے۔ آپ بھی یہ کسی کو نہیں بتانا۔ میرا اور بابا کا سیکریٹ ہے۔"

کہہ کر وہ پیچھے ہٹی اور دوبارہ اپنے بلاکز کے ساتھ کھیلنے لگی۔ زینب نے بہت مشکلوں سے اپنے قدموں میں جان لاتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ٹھہری۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ لان کے آخر میں لگے جھولے پر جا بیٹھی۔ اس کے بیٹھنے پر جھولا آہستہ آہستہ ہلنے لگا۔

"بابا ہیں نہ میرے۔ وہ بھی کبھی کبھی مجھے زینب کہہ کر بلاتے ہیں۔۔"

کانوں میں ایک ہی فقرہ گونج رہا تھا۔ وہ موحد جو اس کی شکل دیکھنے پر راضی نہیں تھا آج اپنی ہی بیٹی کو اس کے نام سے کیوں پکارے گا؟ اس نے غائب دماغی سے لان کی

www.novelsclubb.com

طرف دیکھا تو اب وہاں کا منظر بدلا ہوا تھا۔ دھندلائی آنکھوں کے پیچھے کا منظر کافی برس پیچھے چلا گیا تھا۔

اسی لان میں اسی گھاس پر بیٹھی وہ منہ بنائے اپنا ہوم ورک کر رہی تھی۔ پنک فراک پہنی وہ چھے سالہ بچی بگڑے تیور لئے سر جھکائے پنسل سے اپنی کاپی پر لکھنے میں مصروف تھی۔ خالد صاحب ابھی آئے تھے، اس کا موڈ دیکھتے ہوئے اس کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ پھر پیار سے پوچھنے لگے۔

"میرے بچے کو کیا ہوا ہے؟"

"بابا، میرا موڈ بہت خراب ہے۔ مجھ سے بات نہیں کریں۔"

اپنا رُخ بدلتے ہوئے اس نے ناراضگی سے کہا تھا۔ خالد صاحب اٹھ کر دوسری طرف آئے۔ پھر اس کے ہاتھ سے پنسل پکڑی۔ اس نے اُکتا کر چہرہ اٹھایا۔ اس کے ماتھے پر لکیروں کا جال تھا۔

"اب بتاؤ، زینب کو کیا ہوا ہے؟"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انہوں نے اسی پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

”مجھے اپنی دوست فاطمہ بالکل نہیں پسند۔۔“

کہہ کر اس نے 'ہنہ' کر کے سر جھٹکا۔

”اور وہ کیوں؟“

”بابا آپ کو پتہ ہے۔۔۔۔“

بابا کی توجہ اپنی طرف پاتے ہوئے وہ بولنا شروع ہو چکی تھی۔

”مجھے وہ میری وائٹ والی پنسل اتنی پسند تھی۔اس نے آج وہ مجھ سے لی اور پھر واپس نہیں کی۔میں نے بعد میں اس سے مانگی تو اس نے کہا وہ گم گئی ہے۔وہ چور ہے۔اس نے میری پنسل چرائی ہے۔“

زینب بہت غصے میں تھی۔خالد صاحب نے تحمل سے بات سنی۔معاملہ واقعی سنگین تھا۔زینب کی پسند کا معاملہ تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتے زینب مزید کہنے لگی۔

"بابا وہ بہت بُری ہے۔ میں اس کے ساتھ دوستی نہیں رکھوں گی۔ وہ کپڑے بھی اچھے نہیں پہن کر آتی اور اس کے بال بھی سہی سے کنگھی نہیں ہوتے اور وہ۔۔"

"او نہوں زینب بیٹا۔۔"

خالد صاحب نے فوراً اسے ٹوکا تھا۔

"یہ آپ اس کے پیچھے کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کسی کو اس طرح نہیں کہتے۔"

"لیکن بابا وہ اچھے کپڑے۔۔"

"نہیں بیٹا۔۔"

انہوں نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسے مزید بولنے سے روکا۔

"آپ ایسا اس کے سامنے کہو گی تو اسے کتنا بُرا لگے گا اور اس کے امی ابو بھی آپ کو بدتمیز کہے گے۔ بیٹا، بیٹیاں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں۔ آپ کو کیا پتہ وہ کن حالات میں سکول آتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے بابا مہنگے کپڑے افورڈ نہ کر سکتے ہوں۔۔"

www.novelsclubb.com

پرندوں کی آوازوں میں آواز کہیں دور دب گئی۔ مغرب کے وقت گھر کو لوٹتے پرندے درختوں پر سے ہو کر گزر رہے تھے۔اسے اپنے باپ کی یہ ساری باتیں یاد تھیں جو انہوں نے کسی غریب کے بچے کے بارے میں کہی تھیں۔تب زینب کو ان باتوں کا مطلب سمجھ نہیں آیا تھا لیکن آج وہ جملہ 'بیٹیاں سب کی ایک جیسی ہوتی ہیں' بُری طرح چبھا تھا۔ کبھی کبھی بڑوں کے سکھائے چھوٹے چھوٹے سبق بھی ہمارے لئے کتنے اہم ہوتے ہیں جنہیں ہم چھوٹا سمجھ کر بھول جاتے ہیں۔

زینب نے نم آنکھوں کا رُخ موڑا تو اندر سے کوئی باہر آتا دیکھائی دیا۔ آنکھیں میچتے ہوئے آنسو اندر اتار کر زینب نے پھر منظر دیکھا تو غازیان اس کی طرف چلتا آرہا تھا۔ پھر اس کے ساتھ آکر جھولے پر بیٹھ گیا۔زینب نے گردن موڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔ جو مطمئن لیکن تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

"اندر سب ٹھیک ہے؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟"

وہ بولی تو آواز میں عجیب سا سوگوار پن تھا۔غازیان نے بھی گردن موڑی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں، سب ٹھیک ہے۔ سب بہت خوش ہیں سوائے غزل کے۔ اسے تمھارا دوبارہ آنا اچھا نہیں لگا۔ شاید وہ تمھیں کبھی ایکسپٹ بھی نہ کرے۔ لیکن باقی سب، وہ خوش ہوئے۔ تم نے باقی سب کا رویہ خود دیکھ لیا ہوگا۔ یہ سب تقریباً پچھلے دو تین سال سے تم سے ملنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نہیں چاہتا تھا تمھاری سٹڈی ڈسٹرب ہو۔ پھر تم نے ٹریننگ شروع کر دی۔ مصروفیت اتنی تھی کہ بات کرنے کا موقع۔۔۔"

وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا جب زینب نے تھک کر سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

"بس چپ کر جاؤ۔ مزید کسی قسم کی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب سمجھ گئی ہوں۔ یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔ کیونکہ بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔
"

غازیان سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا زینب کو کچھ پُرانا یاد آیا ہے۔ اس گھر میں آ کر وہ اپنے بابا کی یادوں سے پیچھا نہیں چھڑوا سکتی۔ اس کے کندھے کے گرد

حصار باندھتے ہوئے وہ آہستہ سے اسے تھپکنے لگا۔

سورج ڈھل چکا تھا۔آسمان کا رنگ نیلے سے جامنی میں تبدیل ہو رہا تھا۔اندھیرا آسمان پر غالب آنے کیلیئے بے تاب تھا۔لیکن اس سے پہلے مغرب کی آذان ہونا ضروری تھی۔اندھیرا وقت سے پہلے نہیں ہو سکتا تھا۔اس سے پہلے قدرت کے اصولوں کے مطابق ہر چیز کا ہونا ضروری تھا۔دور کہیں سے مغرب کی آذان کی صدا بلند ہوئی۔پرندے جوق در جوق اپنی منزلوں کی طرف گامزن تھے۔

ایک لمبی خاموشی کے بعد غازیان نے اپنے لب وا کیئے۔

"میں نے ان سب کو کہا ہے کہ اگلے ہفتے میں ہماری شادی کی باقاعدہ تقریب ہے، تو ان سب کے ہونے سے ہمیں اچھا لگے گا۔میں چاہتا ہوں،اب سب ہماری خوشیوں میں شریک ہوں۔جو انہوں نے دیکھنا تھا دیکھ لیا۔خونی رشتوں کے بغیر واقعی انسان کچھ نہیں ہے۔تائی جان ہوسپیٹل میں ہیں۔منان نے بتایا ہے کہ چچا جان وہیں ہیں۔جاتے ہوئے ہم ادھر بھی چلے گے۔ابھی وانیہ نے کہا ہے کہ چائے

www.novelsclubb.com

کیلئے ٹھہر جاؤ۔بس کچھ دیر میں نکلتے ہیں۔ تمہیں میرا ان سب کو شادی پر بلانا بُرا تو نہیں لگا؟"

"اونہوں۔۔"

بولنے کی بجائے زینب نے نفی میں سر ہلایا تھا۔اگر زندگی کافی سالوں بعد اس کی خوشیاں اسے لوٹا رہی تھی تو وہ ان سے منہ پھیرنے والی کون ہوتی تھی؟ وہ بھی اب تھک چکی تھی۔اب سب سہی ہونے کا وقت تھا۔

سامنے آئرہ اپنے کھلونے اٹھائے اندر جاتی دیکھائی دے رہی تھی۔زینب اور غازیان نے بے اختیار گردن موڑ کر ایک دوسرے کو دیکھا۔زینب کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو تھے اور غازیان کی آنکھوں میں اطمینان۔وہ دونوں اپنی کیفیت بیان نہیں کر سکتے تھے۔خاموشی سے پیچھے ہوتے ہوئے وہ دونوں جھولے کی پشت سے سر ٹکا کر آسمان کو دیکھنے لگے۔کیونکہ ان کی زندگی کے ہر خوشی اور غمی کے موقع کو لانے والا وہ اللہ ہی تھا۔جس کے آسمان تلے وہ دونوں آج بیٹھے کھل کر سانس لے

www.novelsclubb.com

رہے تھے۔ وہ دونوں جتنا شکر ادا کرتے کم تھا۔

اب ہر طرف مغرب کی آذانوں کی آواز تھی۔ کائنات کی ہر چیز ٹھہر چکی تھی۔ کیونکہ یہ دو وقتوں کے ملاپ کا وقت تھا۔ آسمان سے نیلا رنگ چھٹ رہا تھا اور گہرے بادلوں کے ساتھ اندھیرا بھی چھانے لگا تھا۔

کون کہتا ہے بُرا وقت کبھی نہیں ٹلتا؟

کون کہتا ہے خدا میری نہیں سنتا؟

خدا سب کی سنتا ہے۔ کبھی جلدی، کبھی دیر سے۔ لیکن وہ سنتا ہے اور دیر سے اس لئے نہیں سنتا کہ وہ آپ کی مدد نہیں کرنا چاہتا۔ نہیں وہ آپ کو تکلیف سے گزار کر کچھ سیکھانا چاہتا ہے۔ زندگی سیکھنے کا نام ہے۔ مشکل وقت پڑنے پر ناشکری کرنے کا نام نہیں ہے۔ زندگی ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔ ایک دن وہ اللہ ہر مشکل کا حل نکال دے گا۔ کسی بنتِ حوا کو مصیبت میں نہیں رہنے دے گا۔ بس صبر اور شکر ضروری ہے۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس وقت جھولے پر بیٹھی زینب بس یہی سوچ رہی تھی کہ اگر اس کی زندگی میں اچھا وقت آسکتا ہے تو سب کی زندگی میں آسکتا ہے۔ ہمیں بس انتظار کرنا ہے۔ سہی وقت کا۔اور وہ ایک دن جس کے انتظار میں آدھی سے زیادہ دنیا انتظار کر رہی ہے، وہ ایک دن ضرور آئے گا اور کون جانے؟ وہ ایک دن آپ کی پوری زندگی سے زیادہ حسین ہو؟

ختم شد

www.novelsclubb.com